۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علماً

وقال ... کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا (رواہ الشیخان)

امتثالا للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علم وامداد وللحدیث کہ دال ست بر مندوبیت قدرے از
فصل در ارشاد صحیفۂ شہریہ ملقب بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسل ودائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و
تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و
ملفوظات عبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی
صاحب مدظلہ است بالجمل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است
لقب صحیفہ مشیرست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خاصہ ہا الاشتات کہ از تحقیقات ظلہ ودیگر اہل فضل ست

عدد (۱) | بابت ماہ رجب ۱۳۳۶ ہجری | جلد (۳)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ ظہور گرفت

اس صحیفہ کا مدرسہ شش امداد نام	یافت نام امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۶ ہجری

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو ان شاء اللہ

موجب مزید لطف کا ہوگا (نائب مدیر)

مُنکرات روزہ

بوجہ قرب رمضان شریف مناسب ہے کہ کچھ احکام اوسکے بیان کردیئے جائیں۔ یہ تو معلوم ہی کہ روزہ فرض ہے اِس کے تو بیان کی ضرورت نہیں اور ایسے ہی تراویح سُنّت موکدہ ہونے کی وجہ سے ضروری ہو اس کے بیان کرنے کی بھی ضرورت نہیں البتہ ضروری مضمون یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اس مہینے میں کچھ مُنکرات بڑھا دیئے ہیں اور وجہ اسکی یا تو عدم علم ہے یا قصور علم یا جانتے بھی ہیں مگر احتیاط نہیں کرتے بڑے تعجب کی بات ہے کہ اللہ میاں نے اِس مہینے میں اُن چیزوں کو بھی حرام کردیا جو پہلے حلال تھیں کیا یہ اسبات پر دال نہیں کہ جو چیز ہمیشہ سے حرام ہے اوسمیں اور شدت زیادہ ہوجائیگی حق سُبحانہ تعالٰے نے تو عِلت بیان کی روزہ رکھنے کی لعلکم تتقون۔ روزہ اسواسطے ہے کہ تم متقی بنجاؤ۔ اب ہر شخص غور کرے کہ قبل رمضان میں اور رمضان میں کچھ فرق اسکی حالت میں ظاہر ہوا اس نے نظر بد کو یا غیبت کو چھوڑ دیا یا نہیں سو کچھ نہیں دونوں حالتیں یکساں ہیں کسی باب میں بھی کمی نہیں ہوئی اب رہا کھانا سو اوسکے بھی وقت بدل دیئے مقدار میں کچھ تغیر نہیں کیا۔ غرض یہ کہ شارع علیہ السلام کا تو مقصود یہ تھا کہ منکرات میں کمی ہو مگر لوگوں نے کچھ بھی نہ کیا اہل تحقیق تو کھانے تک میں بھی کمی کر دیتے ہیں اِس مہینے میں بہ نسبت شعبان کے مگر اسکی مقدار کچھ معین نہیں ہوسکتی ہے جتنا شعبان میں کھاتے تھے اُس سے کم کردیا بعض نے صرف بقدر لا یموت کھاکر روزہ رکھا جب ہی تو کچھ اثر پایا ہمیشہ اچھی طرح کھایا ایک مہینہ عبادت ہی کے واسطے سہی حاصل یہ کہ اُن لوگوں نے اکل میں بھی کمی کردی مگر یہ بات مندوب خواص کیلئے ہے یہ ہر شخص سے نہیں ہوسکتا ہو مگر معاصی کو تو چھوڑو خیر کھانے کے لیئے جواز کا مرتبہ تو ہے معاصی کے واسطے تو جواز بھی نہیں ہم برخلاف اس کے دن بھر معاصی میں مشغول رہتے ہیں بلکہ بعضے تو عصیان میں اور زیادہ ہوجاتے ہیں اسیکو دیکھ لیجئے کہ صبح کی نماز اِس مہینے میں اپنے وقت پر ہوتی ہے یا نہیں اس نماز کی تو وقت سے تاخیر کرنے کی عادت ہوگئی ہے بہتیروں کی تو قضا ہوتی ہے اور قضا نہ بھی ہو تو اسقدر تاخیر تو ہوتی ہے جس سے جماعت فوت ہوجاوے خوش ہیں کہ ہم نے روزہ رکھ لیا بڑا تعجب ہے کہ نماز کو چھوڑ دیا روزہ کیا کفایت کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کو اسقدر بڑھا دیا کہ دس ضعف ثواب کا وعدہ فرمادیا اور ہم اسقدر گناہ کرتے ہیں کہ

حسنات باوجود اتنے بڑھانے جانے کے بھی سیئات کے برابر نہیں ہوتیں چاہیے تو یہ تھا کہ حسنات کی تعداد بڑھی ہوئی رہتی اس کو بھی جانے دیجیے برابر تو رہتی کہ پھر بھی حسنات بموجب سبقت رحمتی علی غضبی کے غالب ہوجاتیں اور جب باوجود اضعافاً مضاعفہ ہونے کے بھی نیکیاں گناہوں کے برابر نہیں ہوتیں بلکہ گناہ بڑھا رہتا ہے تو پھر کیا حشر ہوتا ہے۔

ماہ رمضان کی عبادت کا اثر برکت اعمال پر تمام سال رہتا ہے

اچھا اسکو بھی جانے دیجیے اگر ہمیشہ ہم اسپر قادر نہیں ہیں کہ معاصی کو گھٹا دیں تو رمضان میں تو ایسا کرلیا جائے تجربہ سے ثابت ہوا کہ عبادت کا اثر اوسکے بعد گیارہ مہینے تک رہتا ہے جو کوئی اسمیں کوئی نیکی بتکلف کرلیتا ہے اسکے بعد اسپر بآسانی قادر ہوجاتا ہے اور جو کوئی کسی گناہ سے اسمیں اجتناب کرے تمام سال بآسانی اجتناب کرسکتا ہے اور اس مہینے میں معصیت سے اجتناب کرنا کچھ مشکل نہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ شیاطین قید کردئے جاتے ہیں پس جب شیاطین قید ہوگئے معاصی آپ ہی کم ہوجاوینگے محرک کے قید ہوجانے کی وجہ سے اور یہ لازم نہیں آتا کہ معاصی بالکل مفقود ہی ہوجائیں کیونکہ دوسرا محرک یعنی نفس تو باقی ہے اس مہینے میں وہ معصیت کرائے گا مگر ہاں کم اثر ہوگا کیونکہ ایک ہی محرک رہگیا اس میں ایک مہینے کی مشقت گوارا کرلیجائے کوئی بات نہیں غرض اسمیں ہر عضو کو گناہ سے بچایا جاوے۔

بقیہ منکرات

ایک زبان ہی کے بیس گناہ ہیں جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے ایک ان میں سے کذب ہے جسکو لوگوں نے شیر مادر سمجھ رکھا ہے اور کذب وہ شے ہے کہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور پھر اوسکو مسلمان کیسا خوشگوار سمجھتے ہیں ذرا سا بھی لگاؤ کذب کا ہوجائے بس معصیت ہوگئی۔

حکایت۔ یہانتک کہ ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بچہ سے بہلانے کے طور پر یوں کہا کہ لے یہاں آ تو چیز دینگے تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ آجائے تو کیا چیز دوگی اونھوں نے دکھایا کہ یہ کھجور ہے میرے ہاتھ میں فرمایا اگر تمہاری نیت میں کچھ نہ ہوتا تو یہ معصیت لکھی جاتی

۲۲۰

حضرت کذب یہ چیز ہے خیر یہ تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں اگر اِس سے احتراز نہ ہوسکے تو کذب مضر سے تو بچنا چاہئے اور پھر روزہ میں۔ دوسرا گناہ زبان کا غیبت ہے۔ لوگ یوں کہا کرتے ہیں کہ میاں ہم تو اوسکے منہ پر کہدیں منہ پر عیب جوئی کروگے تو بہت اچھا کروگے اور پیچھے تو ظاہر ہے جیسا اچھا ہے بلکہ اگر منہ پر بُرا کہوگے تو بدلا بھی تو پاؤگے وہ شخص تمھیں بُرا کہہ لیگا یا اپنے اوپر سے اُس الزام کو دفع کریگا پیچھے بُرائی کرنا تو دھوکہ سے مارنا ہے یاد رکھو جیسا کہ دوسرے کا مال محترم ہے ایسی ہی بلکہ اُس سے زیادہ آبرو ہے چنانچہ جب آبرو پر آ بنتی ہے تو مال تو کیا چیز ہے جان تک کی پرواہ نہیں رہتی پھر آبروریزی کرنے والا کیسے حق العبد سے بری ہوسکتا ہے۔ مگر غیبت ایسی رائج ہوئی ہے کہ باتوں میں احساس بھی نہیں ہوتا کہ غیبت ہوگئی یا نہیں۔ اِس سے بچنے کی تدبیر تو بس یہی ہے کہ کسیکا بھلا یا بُرا اصلاً ذکر ہی نہ کیا جاوے کیونکہ ذکر محمود بھی اگر کیا جاوے کسی کا تو شیطان دوسرے کی بُرائی تک پہونچا دیتا ہے اور کہنے والا سمجھتا ہے کہ میں ایک ذکر محمود کر رہا ہوں اور اسطرح ایک خیر اور ایک شر ملجانے سے وہ خیر بھی کالعدم ہوگئی اور حضرات اپنے ہی کام بہتیرے ہیں پہلے اِن کو پورا کیجئے دوسرے کی کیا پڑی۔ علاوہ بریں غیبت تو گناہ بے لذت بھی ہے اور دُنیا میں بھی مضر ہے جب دوسرا آدمی سُنیگا تو عداوت پیدا ہوجائیگی اور پھر کیا ثمرات اوسکے ہوں گے اِسی طرح زبان کے بہت گناہ ہیں سب سے بچنا ضروری ہے اِن کے علاوہ ایک گناہ جو خاص روزہ کے متعلق ہے افطار علی الحرام ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ اِس مہینے میں حلال کا کھانا بھی ایک وقت میں حرام ہوگیا، اور پھر دن بھر تو اوسے لوگ چھوڑے رہیں اور شام کو حرام سے افطار کریں۔

غلطی اُن لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ حلال رزق نہیں ملتا

اور در اصل بعض لوگوں نے خبط میں ڈال دیا ہے یوں کہتے ہیں کہ رزق حلال تو پایا نہیں جاتا سوائے اِس کے کہ دریا میں سے مچھلی شکار کرکے کھائی جائے یا سبزی کھاکر یا گھاس چر کر پیٹ بھر لیا جائے اور کچھ قصے اِس کے متعلق مشہور کئے ہیں۔

حکایت۔ وہ ایک بزرگ کا قصہ بیان کیا کرتے ہیں کہ اُن کا بیل لڑتے لڑتے دوسرے کے کھیت میں چلا گیا تو انھوں نے اِس کھیت کا غلہ کھانا چھوڑ دیا کہ نہ معلوم دوسرے کے کھیت کی مٹی جو میرے

ہیں کے گھر میں بلا اجازت چلی آئی کونسے دانہ میں شامل ہوگئی ہو اگر یہ قصہ ہوا ہے تو وہ صاحب حال ہے دوسروں کیلئے انکا فعل حجت نہیں ہوسکتا۔ قصداً اتنا مبالغہ کرنا تقویٰ کا ہیضہ اسی کو کہتے ہیں جب اتنے شبہ کو بھی حرام میں داخل سمجھا جاویگا اور اس سے بچنا ظاہر ہے کہ مشکل ہے تو گمان یہ ہوگا کہ حرام سے بچنا مشکل ہے پس سب حراموں میں مبتلا ہوگئے اور حلال کو بالکل چھوڑ ہی دیا میں کہتا ہوں کیا کنز و ہدایہ بالکل لغو ہی ہیں جب یہی بات ٹھیری کہ حلال کا وجود ہی نہیں تو ناحق اتنا بسط کیا صرف اتنا کافی تھا کہ الحلال لا یوجد۔ ہرگز نہیں جسپر کنز و ہدایہ فتویٰ دیدیں وہ حلال ہے۔ میں کہتا ہوں کیا سب علماء حرام خور ہیں۔

حکایت۔ ایک بزرگ تھے مولانا مظفر حسین صاحب ان کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی انکو مال حرام دھوکے سے بھی کھلا دیتا تھا تو قے ہوجایا کرتی تھی اور پھر بھی وہ دونوں وقت کھانا کھاتے تھے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حلال کا وجود دنیا میں ضرور ہے ورنہ وہ کیا کھاتے تھے اگر فرض کیجیے کہ مال حرام ہی کھاتے تھے تو طبیعت کو یہ نفرت نہیں ہوسکتی یا یہ کہ ہمیشہ قے ہی کیا کرتے ہوں گے تو کھانا فضول ہے غرض دنیا میں حلال بھی ہے حرام بھی ہے جو مسائل دریافت کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے مگر لوگ پوچھتے ہی نہیں۔

منشا اس غلط خیال کا کہ حلال رزق نہیں ملتا

اور یہ فساد پیدا کاہے سے ہوا کہ لوگوں نے پوچھنا چھوڑ دیا جو جی میں آیا کرتے رہے حتیٰ کہ اس کے عادی ہوگئے اب جو کسی نے منع کیا تو اسکا چھوڑنا نہایت دشوار معلوم ہوا بس کہدیا کہ میاں یہ لوگ تو خواہ مخواہ بھی حلال کو حرام ہی کہا کرتے ہیں انکی تو غرض یہی ہے کہ مال نہ بڑھے اور مسلمانونکو ترقی نہو بس ہوتے ہوتے یہ ذہن میں جم گیا کہ انکے یہاں تو سب چیز حرام ہی ہے حلال کا وجود ہی نہیں جو حلال تھا وہ بھی حرام ہی سمجھنے لگے اور خوف سے مفتی کے پاس جانا چھوڑ دیا کہ دیکھا چاہیے کہ ہمارے کس معاملہ کو حرام بتادیں یا حلال بتائیں تو ہماری خاطر ہی شاید کہدیں اور فی نفسہ حرام ہی ہوگا کیونکہ حلال کا تو وجود ہی نہیں سو یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ جسکو مفتی مباح کہے وہ عند اللہ مباح ہے اسمیں کچھ حرج نہیں شیطان کے بہت سے جال ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وسوسہ

ڈالتا ہے کہ یہ سب حرام ہے پھر بعض لوگ حرام و حلال میں خواہ مخواہ شُبہ کرکے حلال کو بھی چھوڑ دیتے ہیں ع کہ جب اِسمیں وسوسہ ہے تو چھوڑ ہی دو چاہے مفتی کتنا ہی کہے کہ یہ حلال ہے مگر وہ اس کے چھوڑنے ہی کو اولےٰ سمجھتے ہیں۔ نہیں۔ اس فعل میں کچھ حرج نہیں جو مباح ہے اہل علم سے پوچھ لو کہ کوئی وجہ اسمیں اباحت کی بھی ہے وہ کوئی ظالم نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ یہی چاہتے ہوں کہ تمکو دِقت میں ڈالیں اور یہ خیال مت کرو کہ حلال موجود ہی نہیں پوچھ لو پھر جس سے وہ منع کریں اُسپر عمل کرنے کے لئے ہمت باندھو۔

نفس کی کم ہمتی کا عُمدہ علاج

اور اگر نفس کم ہمتی ہی کرے تو اُس سے یوں کہو کہ یہ جو حکام وقت کے احکام ہیں ان کو کسطرح مانتا ہے اسکو حاکم حقیقی کا حکم سمجھکر مانو پھر دوسرے لوگ بھی انشاء اللہ تم سے معارضہ نکریں گے۔
حکایت۔ میرا ہی خود قصّہ ہے کہ کبھی زیور بنواتا تو چونکہ چاندی کے واسطے روپیہ دینے سے ربو لازم آجاتا ہے اِس لئے جب کبھی زیور بنوانے کا اتفاق ہوتا میں چاندی دوسری جگہ سے خرید کر اُسے دیدیتا دو ایک مرتبہ تو اُس نے کہا کہ روپیہ دیدو پھر تول کر حساب کردینا۔ میں نے اُس سے کہدیا کہ یہ میرے دین کے خلاف بات ہے بس اس نے اسکو خوشی سے منظور کرلیا تو لوگ سب مان جاتے ہیں آدمی پکا چاہئے اور اللہ میاں کی طرف سے اسباب ویسے ہی پیدا ہوجاتے ہیں خیال کریئے کہ حاکم جب کسی کو امر شاق کا حکم دیتا ہے تو اُسپر مامور کی اعانت بھی کیا کرتا ہے حاصل یہ کہ دل کو مضبوط کرو اور ادسپر عزم کرلو کہ ہم کوئی کام بلا پوچھے نکریں گے۔ ہاں اِس پوچھنے سے بعض صورتیں عدم جواز کی بھی نکلیں گی اور اسمیں آمدنی کبھی کم ہوجاویگی تو خوب سمجھلو اور تجربہ کرلو کہ اِس کم ہی میں برکت ہوجاویگی اور اس کے یہ معنی نہیں کہ کم چیز مقدار میں بڑہجاتی ہے کہ بازار سے تو ایک من گیہوں لائے اور گھر پر آکر دو من ہوگئے ممکن تو ایسا بھی ہو ایک صاحب خیر نے مجھسے بیان کیا کہ وہ مسجد بنواتے تھے اور ایک تھیلی میں روپیہ رکھتے تھے اور کام شروع کیا جب ضرورت ہوتی اُسمیں ہی سے ہاتھ ڈالکر نکال لاتے یہانتک کہ سب کام بنگیا حساب جو لگایا تو جتنا روپیہ تھا اُس سے کم نہیں ہوا تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے مگر ہمیشہ

ضرور نہیں۔ بلکہ اس کے معنی اور ہیں اور وہی اکثر واقع ہیں اور وہ یہ کہ یہ مقدار قلیل جب تمہارے ہی صرف میں آئے بیماری میں خرچ ہو اور ایسے ہی فضول خرچیوں میں مقدمات میں لاطائل تکلفات میں ضائع نہ جائے جو کچھ آئے تمہاری ہی ذات پر صرف ہو چاہے تھوڑا ہو اس سے بہتر ہے کہ زیادہ آئے اور تم پر خرچ نہ ہو۔

رضاءِ حق عمل کا اصل ثمرہ ہے

اور آخر میں میں کہتا ہوں کہ نہ ہو برکت مگر خود اللہ میاں کی رضا ہی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اللہ میاں ملیں پھر کیا حقیقت ہے کسی چیز کی مال و دولت کے مقابلہ میں کیا اللہ میاں کی کچھ وقعت نہیں سمجھتے ہو۔ حضرت اللہ میاں کی رضا وہ چیز ہے کہ جسکی نسبت ایک بزرگ کہتے ہیں ع تو بان اے آنکہ جز تو پاک نیست۔ دنیا کے حکام کی صرف خوشنودی کے واسطے کتنے کتنے سفر اور کیا کیا کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے اور پھر اونکی خوشنودی دیرپا نہیں ذرا سی بات پر بگڑ گئے اور اللہ میاں فرماتے ہیں کہ ہم مشکور ہیں خیال کیجئے اِس لفظ کو۔ ایک بادشاہ کے سامنے کوئی چیز لیجائے اور وہ اوسکی نسبت منظوری و عدم منظوری کچھ ظاہر نکرے مگر اسمیں کوئی عیب نہ نکالے اور خازن کو حکم دیدے کہ رکھلو تو لیجانیوالے کے دماغ آسمان پر پہنچ جاوینگے اور سُناتا پھریگا کہ بادشاہ نے ہمارا ہدیہ رکھ لیا اور اللہ میاں کے یہاں ہم لوگ اپنے اعمال لیجاتے ہیں اور ذرا ان اعمال کو بھی دیکھ لیجئے کہ وہ کس قابل ہیں۔

ہماری نماز کی مثال

ایک نماز ہی کو لے لیجئے اسوقت نظیر کے واسطے کہ کھڑے ہوتے ہیں اللہ میاں سے باتیں کرنے کو اور کرتے ہیں کس سے گاؤخر سے یا یوں مثال دیجئے کہ ایک بادشاہ نے محض اپنی عنایت سے اپنے غلام کو دربار میں حاضری کی اجازت دی بلکہ یوں کہئے کہ زبردستی طلب کیا (ہم لوگ ایسے بھلے مانس تو کاہے کو ہیں کہ حاضری کی اجازت سے ہی دربار میں پہونچنے کو غنیمت سمجھیں) زبردستی بلائے جاتے بلکہ پا بزنجیر ہو کر دربار میں پہونچے اور کام ہمسے کیا ہے کہ بادشاہ کو اونچیر

رحم آیا ہے اور چاہتا ہے کہ ان سے دربار میں کچھ گفتگو کرے کہ درباریوں اور تمام رعایا میں انکی عزت ہوجائے
اپنا کچھ نفع مقصود نہیں سہ

من نکردم خلق تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

ہائے۔ من نکردم خلق تا سودے کنم ؛ بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم۔ اللہ میاں کا کیا نفع ہے ہمارے پیدا کرنے یا عزت دینے سے۔ خیر ان حضرت نے کیا مکافات کی اُس بلانے کی کہ پہونچتے ہی تو منہ پھیر کر کھڑے ہوگئے اور کانوں میں اونگلیاں دے لیں مگر بادشاہ تو کم ظرف نہیں ہے اس گستاخی پر نظر نہیں کرتا اور حکم دیتا ہے اپنے خادموں کو کہ اس بیوقوف کی اونگلیاں کانوں سے نکالدو بلکہ ہاتھ باندھ دو کہ پھر اونگلیاں کانوں میں نہ دے سکے اور منہ اسکا ہماری طرف کردو اور جلدی سے شفقت آمیز کلمات فرمانے لگا کہ ایک دفعہ تو اسکے کان میں پڑجائیں دیکھیں تو معلوم کیسے نہیں ہوتا مگر یہ تو قسم کھاکر چلے ہیں کہ ادھا ہی کرینگے جھٹ سے پھر اونگلیاں کانوں کی طرف بڑھائیں مگر ہاتھ بندھے ہوئے تھے جلدی سے اس خوف سے کہ کہیں محبوب کا کلام کان میں پڑجائے اس جگہ سے بھاگ اصطبل میں گھوڑے کے پاس جا چھپے وہاں آدمی پکڑنے کیلئے پہنچے گدھے کے پاس جا چھپے غرض ایک گھنٹہ بھر یہی کیفیت رہی کہ یہ بھاگا کئے اور بادشاہ کے نوکر بلکہ خود بادشاہ۔ اللہ اکبر۔ انکے پیچھے پھرا کیا مگر انہوں نے وہی کیا جو شامت اعمال سے ہونا تھا۔

۲۲۵

ہماری نماز پر سزا نہ ہونا ہی غایۃ درجہ کی رحمت ہے

اب فرمائیے کہ یہ شخص کس سزا کا مستحق ہے یا بادشاہ کو اسپر رحم آنا چاہیئے یہ تو اس قابل ہے اگر ایکدفعہ بھی یہ حرکت اس نے کی ہے تو توہین بادشاہ کے جرم میں اسکو لے لیا جائے اور کبھی دربار کی حاضری کی اجازت نہو اب آپ اپنے معاملہ کو اللہ میاں کے ساتھ دیکھ لیجئے کہ ادھر سے تو حاضری کی اجازت ہر وقت یعنی نفل نماز کے لئے اجازت ہے جب چاہو پڑھو (باستثنائے تھوڑے وقتوں کے) مگر ہمیں توفیق نہیں ہوتی کہ اس اجازت کو غنیمت سمجھیں یہانتک کہ پکڑ کر بلائے کی نوبت پہنچی یعنی فرض نماز کا وقت آیا نہایت کاہلی کے ساتھ گرتے پڑتے پہونچے برا بھلا وضو کیا اور اکراہ نیت نماز کی یعنی سامنے باتیں کرنیکو کھڑے کئے گئے کھڑے ہوتے ہی منہ ایسا پھیرا کہ کچھ خبر نہیں کہ کن الفاظ کا

جاری ہیں دھوکا دینے کے واسطے آداب شاہی بجالا رہے ہیں یعنی سبحانک اللھم پڑھا اللہ میاں نے اس پھیرنے پر نظر نہ کی اور کلام شروع کیا چنانچہ الحمد للہ رب العالمین پر جواب ملنا حدیثوں میں آیا ہے ذرا سی بھنک کان میں پڑتے ہی ایسے بھاگے کہ سیدھے گھر آکر دم لیا کبھی بیوی کے پاس کبھی بچوں کے پاس کبھی سکان میں کبھی طویلہ میں پھر آئے مراد اس سے خیالات کا جولانی دینا ہے غرض یہی مسخرا پن کیا کئے یہانتک کہ بمشکل تمام دربار کی حاضری ختم تک پہنچی یعنی سلام پھیرا بڑی خیر ہوئی بادشاہ کی ہمکلامی سے بچگئے جانے وہ کاٹ کھاتا یا کیا کرتا (یہ خبر نہیں کہ کیا کرتا اور کیا ہوتا اور یہ کیا پاتے۔ صاحبواب ان گستاخیوں کی سزا وہی ہونی چاہئے تھی یا نہیں جو مثال میں میں نے عرض کی کہ اگر ایک دفعہ بھی ہم ایسی نماز پڑھتے تو کبھی اللہ میاں کے یہاں ہمکو گھسنے نہ دیا جاتا اور فوراً دربار سے نکلتے ہی گرفتاری اور حبس دوام کا روبکار جاری ہوجاتا مگر سُنئے کہ اللہ میاں سے کیا روبکار جاری ہوا وکان سعیکم مشکورا۔ اس نے دربار میں آکر اتنی دیر کی مصاحبت کو بہت اچھی طرح انجام دیا مرجانے کی بات ہے اچھی طرح تو جیسے انجام دی وہ ہم بھی خوب جانتے ہیں اور جو وہاں حاضر تھے انھوں نے بھی خوب دیکھا بلکہ حاضرین کے سامنے شرم رکھنے کے واسطے اور فرماتے ہیں اولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات گویا یہ بیوقوف ہے کتنی گستاخیاں کیں مگر ہم اس آنے کو حاضری ہی میں لکھے لیتے ہیں اور اسکی وہی عزت کیجائے جو باقاعدہ آنے والے کی کیجاتی ہے اب فرمائیے کہ اگر ایک مرتبہ ایسا معاملہ بادشاہ کسی کے ساتھ کرے تو کیا دوبارہ اُس شخص کی ہمت پڑسکتی ہے کہ پھر اسی وحشیانہ طریق سے دربار میں جاوے۔ ہرگز نہیں بلکہ سر سے پیر تک خجالت کے پسینہ میں غرق ہوجائیگا مگر ہم ایسے احسان فراموش ہیں کہ ایک دو دفعہ کیا معنی سیکڑوں بار بلکہ ہر روز پانچ بار یہی جفاکاری کرتے ہیں مگر اُدھر سے مطلق خیال نہیں کیا جاتا اسپر طرہ یہ ہے کہ ان لنگڑے لُولے اعمال (بلکہ اعمال کیسے کہا جاسکتا ہے بد اعمالیوں) میں بھی کمی اور کوتاہی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے محرمات کی طرف میلان ہے۔ صاحبو ذرا شرماؤ اور عمل کرو اور حرام سے بچو خاصکر رمضان کے مہینے میں۔

(باقی آئندہ)

۲۲۶

یا وہ کان کو متوجہ کرے اور ابن عطاء نے فرمایا ہے وہ ایسا قلب ہے جو حق کا ملاحظہ اور مشاہدہ کرتا ہو اور اُس سے (ذرا) غائب نہ ہوتا ہو لبوجہ خطرہ (غیر) کے اور نہ سُستی کی راہ سے پس وہ (قلب) بہ اوسی (حق) کے سبب سے سُنتا ہے بلکہ خود اُسی سے سُنتا ہے اور وہ اوسی کے سبب مشاہدہ کرتا ہے بلکہ خود اوسیکا مشاہدہ کرتا ہے پس جب یہ قلب حضرت حق کا عینِ جلال سے مشاہدہ کرتا ہے تو ترساں اور لرزاں ہوتا ہے اور جب اوسکا عینِ جمال سے مطالعہ کرتا ہے تو مطمئن اور ساکن ہوتا ہے اور بعض نے (آیت موصوفہ کی تفسیر میں) کہا ہے کہ (مراد یہ ہے کہ یہ نصیحت ہے) ایسے شخص کیلئے جس کے پاس ایسا قلب ہو کہ صاحب بصیرت ہو جو حق تعالےٰ کے ساتھ تجرید و تفرید اختیار کرنے کی قوت رکھتا ہو یہانتک کہ وہ دنیا سے اور خلق سے اور نفس سے جدا ہو جاوے اور غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہ ہو اور ماسوی اللہ کی طرف مائل نہ ہو پس صوفی کا قلب تمام اکوان سے مجرد (و بے تعلق) ہوتا ہے اُس نے اپنے کان کو (اوسکی طرف) متوجہ کر دیا اور اوسکی بصر نے مشاہدہ کر لیا سو اوسنے سُننے کی چیزوں کو سُن لیا اور دیکھنے کی چیزوں کو دیکھ لیا اور مشاہدہ کی چیزوں کو مشاہدہ کر لیا۔ اسلئے ہے کہ اوسکی خدا تک رسائی ہو گئی اور اوسکے سامنے اوسکو جمعیت ہو گئی اور اشیاء تمامہا حق تعالیٰ کے پاس ہیں اور یہ بھی اللہ تعالےٰ کے پاس ہے اسلئے اسنے (مسموعات کو) سُن لیا اور (مشہودات کا) مشاہدہ کر لیا غرض اُن (اشیاء) کے مجمل درجہ کو دیکھ اور سُن لیا اور اُن (اشیاء کی تفاصیل) کو نہیں سُنا اور نہیں مشاہدہ کیا اس لئے کہ درجہ مجمل بسبب فراخی چشمِ شہود کے ادراک میں آسکتا ہے اور تفاصیل بسبب تنگی ظرف وجود کے ادراک میں نہیں آسکتے (مطلب یہ کہ ادراک اجمالی کے لئے جتنی وسعت نظر کی ضرورت ہے وہ چشمِ شہود کو حاصل ہے اور ادراک تفصیلی کیلئے جتنی وسعت نظر کی ضرورت ہے وہ مدرک کے وجود کو حاصل نہیں) اور اللہ تعالےٰ نے سب اجمالی اور تفصیلی درجوں کو جانتے ہیں اور بعض حکماء اسلام نے استماع (مذکور) میں لوگوں کے متفاوت ہونے کی ایک مثال بیان کی ہے اور کہا ہے کہ ایک تخم بونے والا اپنا تخم لیکر (بونے کے لئے) چلا اور اس اوسکی ایک لپ بھری تھی سو کچھ تو اوسمیں سے سر راہ گر گیا اور بلا توقف اُسپر ایک پرندہ گرا اور اوسکو اوچک کر لیگیا اور کچھ اوسمیں سے ایک پتھر کی چٹان پر گرا جسپر تھوڑی سی مٹی اور کسیقدر نمی تھی اور وہ (اوسمیں) جم آیا یہانتک کہ جب اوسکی جڑیں (مٹی سے گذر کر) پتھر

تنگ ہو گئیں تو اوسکو آگے جگہ نہ ملی جسمیں وہ نفوذ کرتیں پس وہ (جما ہوا) خشک ہو گیا اور کچھ اوسمیں سے زمین قابل زراعت میں گرا جس میں کچھ خاردار درخت جمے تھے سو وہ دانہ نکلا پھر جب اوبھرا تو اوسکو خاردار درخت نے دبا لیا اور اوسکو برباد کر دیا اور اوسمیں مختلط ہو گیا اور کچھ اوسمیں سے ایسے قطعہ زمین قابل زراعت میں گرا جو نہ سر راہ ہے اور نہ چٹان پر ہے اور نہ اوسمیں خاردار درخت ہے پس وہ جما اور بڑھا اور (ہر طرح) ٹھیک (اور کارآمد) ہو گیا پس تخم بونے والے کی مثال تو حکیم (عالم دین) کی ہے اور تخم کی مثال صحیح مضمون کی ہے اور جو تخم سر راہ گر گیا تھا اوسکی مثال اُس شخص کی ہے جو کوئی مضمون سُن لیتا ہے اور اوسکا ارادہ سُننے کا نہیں ہوتا سو شیطان ذرا توقف نہیں کرتا کہ اوسکو اوسکے قلب سے لے بھاگتا ہے سو وہ اوسکو بھول جاتا ہے اور جو تخم پتھر پر گر گیا تھا اوسکی مثال اُس شخص کی ہے جو کلام کو سنتا ہے اور پسند بھی کرتا ہے (مگر) پھر یہ ہے کہ وہ مضمون ایسے قلب میں جاتا ہے جسمیں عزم عمل نہ تھا پس وہ اُسکے قلب سے محو ہو جاتا ہے اور جو تخم زمین قابل زراعت میں گرا تھا جس میں خاردار درخت تھا اوسکی مثال اُس شخص کی ہے جو کلام کو سنتا ہے اور اوسکی نیت بھی عمل کی ہے پھر جب شہوات اوسکے سامنے آجاتی ہیں تو وہ اوسکو عمل پر مستعد ہونے سے مانع ہو جاتی ہیں سو اوسنے عمل کرنیکی جو نیت کی تھی اب اوسکو غلبۂ شہوت سے ترک کر دیتا ہے جیسی وہ کھیتی کہ خاردار درخت سے دب گئی تھی اور جو تخم (پورے طور سے) قابل زراعت زمین میں گرا تھا اُس کی مثال اُس سُننے والے کی ہے جو عمل کی نیت رکھتا ہے پھر اوسکو سمجھتا ہے اور عمل کرتا ہے اور اپنی خواہش نفس سے علحدہ رہتا ہے اور یہ شخص جو ہوائے نفسانی سے علحدہ رہا اور طریق ہدایت پر چلا وہ صوفی ہے کیونکہ ہوائے نفس میں ایک حلاوت ہے اور نفس میں جب حلاوت ہوائے نفس کی رچ جاتی ہے تو وہ اوسکی طرف مائل ہوتا ہے اور اوسکو لذیذ سمجھتا ہے اور ہوائے نفس کا یہ لذیذ سمجھنا ہی وہ چیز ہے جو مثل خاردار درخت کے نبات کو دبا لیتی ہے (یہ تو حالت ہوئی ہوائے نفس اور اوسکی حلاوت کی) اور صوفی کے قلب میں جناب حضرت حق) کی حلاوت نازل ہو چکی ہے اور حُب صافی (کی حقیقت) روح کا حضرت الٰہیہ کے ساتھ متعلق ہونا ہے اور چونکہ روح کی کشش حضرت الٰہیہ کی طرف بہت قوی ہے اس قوت کشش سے وہ روح بواسطہ اُس حب کے داعیہ کے قلب اور نفس کو اپنے تابع بنا لیتی ہے اور حضرت الٰہیہ کی

۲۲

محبت کی حلاوت ہوائے نفس کی حلاوت پر غالب ہوتی ہے کیونکہ ہوائے نفس کی حلاوت تو مثل
اُس ردی درخت کے ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اوکھاڑ لیا گیا اوسکو کچھ ثبات نہ تھا وجہ یہ کہ یہ
(حلاوت) حد نفس سے آگے ترقی نہیں کرتی اور محبت (حضرت حق) کی حلاوت مثل اُس نافع
درخت کے ہے جسکی جڑ محکم ہے اور اوسکی شاخیں بلندی میں چلی گئی ہیں وجہ یہ کہ وہ (حلاوت حب
حق) روح کے اندر جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ اوسکی شاخیں حق تعالے کے قریب ہیں اور اوسکے ریشے
زمین نفس کے اندر جا گھسے ہیں پس جب یہ شخص قرآن مجید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
کا کوئی کلمہ سُنتا ہے تو وہ اوسکو روح اور قلب اور نفس میں رچا لیتا ہے اور اُس کلمہ پر سرتا پا فدا ہو جاتا
ہے اور (بزبان حال) یوں کہتا ہے (شعر جسکا ترجمہ یہ ہے کہ) اے مخاطب میں تجھ سے ایک نسیم
کو سونگھتا ہوں جسکو میں پہچانتا نہیں۔ میرا گمان یہ ہے کہ شیخ لب[1] معشوقہ نے تجھکو اپنا دامن[2]
لگا دیا ہے پس وہ کلمہ (قرآن وحدیث کا) اُس (کے تمام رگ وریشہ کو) عام اور شامل ہو جاتا ہے
اور اوسکا ہر ہر بال گوش اور اوسکا ہر ہر ذرہ چشم بن جاتا ہے پس یہ شخص (اُس مسموع کے)
ہر ہر جزو کو (اپنے) ہر ہر جزو سے سُنتا ہے اور (اُس مبصر کے) ہر ہر جزو کو (اپنے) ہر ہر جزو
سے دیکھتا ہے اور (بزبان حال) یوں کہتا ہے (شعر جسکا ترجمہ یہ ہے کہ) اے محبوب اگر تم
میں تامل کرتا ہوں تو میرا کل وجود آنکھیں ہو جاتا ہے یا تمکو یاد کرتا ہوں تو میرا کل وجود قلوب
ہو جاتا ہے۔ (اور) فرمایا اللہ تعالے نے پس آپ خوشخبری دیدیجئے اُن لوگوں کو جو بات کو
سُنتے ہیں پھر اُس نہایت اچھی بات کا اتباع کرتے ہیں یہی ہیں وہ لوگ جنکو اللہ تعالیٰ نے
راہ دکھلایا اور یہی ہیں اہل عقل بعض نے (اس کے متعلق) کہا ہے کہ عقل کے سو حصے ہیں
ننانوے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور ایک حصہ تمام مومنین میں ہے اور جو حصہ تمام
مومنین میں ہے وہ (پھر) اکیس حصے ہیں سو ایک حصہ میں تو تمام مومنین شریک ہیں اور
وہ شہادت ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اور بیس حصوں میں وہ بقدر اپنے حقائق ایمان
کے متفاوت ہیں بعض نے کہا ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا اظہار
ہے یعنی نہایت اچھی بات (سے مراد) وہ (طریقہ) ہے جسکو آپ (خدا کی طرف سے) لاویں (اور وہ

[1] فی القاموس اللمی سمرۃ الشفۃ الی قولہ ہو اللمی وہی لمیاء ۱۲ منہ [2] فی القاموس الردن بالضم اصل الکم ج اردان ۱۲ منہ

سب سے اچھی بات) اس لئے (ہے) کہ آپ کیلئے جب تمکین کی محبت اور ثبات مقارنت قبل ایجاد خلق کے واقع ہوئی تو آپ پر تمام احوال میں انوار ظاہر ہوئے اور سب سے زیادہ اچھا خطاب بھی آپ ہی کو ہوا اور تمام مقامات میں سبقت بھی آپ ہی کو ہوئی کیا تم کو معلوم نہیں کہ آپ فرماتے ہیں ہم آخر ہیں سابق ہیں یعنی وجود میں آخر ہیں اور خطاب اوّل میں باعتبار تفضیلت کے محل قدس میں سابق ہیں اور اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے اے ایمان والو اللہ اور رسولؐ کا کہنا مانو جب وہ تمکو ایسی چیز کی طرف بُلا دیں جو تمکو حیات بخشنے حضرت جنیدؒ نے (اسکی تفسیر میں) فرمایا ہے کہ ان حضرات نے اُس چیز کی خوشبو سونگھی جسکی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو بُلایا پس وہ اُن علائق کے محو کرنے کیطرف دوڑے جو غافل کرنے والے تھے اور اونھوں نے اپنے نفوس کو تقوی کے ساتھ معالجہ کرنے پر جا ڈالا اور اونھوں نے محنت کشی کی تلخی کو نوش کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ میں صادق ہوئے اور جس چیز کی طرف اونھوں نے توجہ کی تھی اوسمیں وہ اچھی طرح ادب بجالائے اور اونپر مصیبتیں آسان ہوگئیں اور جس چیز کے وہ طالب تھے اُسکی انھوں نے قدر پہچانی اور اپنی ہمتوں کو اونھوں نے بجز اپنے محبوب کے اور کسی شے کی طرف التفات کرنے سے بند کر لیا سو وہ حیات ابدیہ کے ساتھ یعنی ایسی زندگی کے ساتھ جو ازلی ابدی ہے زندہ ہوگئے اور حضرت واسطی نے (اسکی تفسیر میں) فرمایا کہ حیات اُن (نفوس و قلوب) کی اونکا تصفیہ کرنا ہے تمام علتوں[۵] سے قولاً اور عملاً اور بعض نے (اسکی تفسیر میں) کہا ہے کہ اللہ کا کہنا مانو اپنے بواطن سے اور رسولؐ کا کہنا مانو اپنے ظواہر سے (اسکا مطلب تقسیم کرنا نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ ہر وقت بواطن کا علم نہیں ہوتا آپ کی نظر صرف ظاہر کی درستی پر پڑتی تھی یہ معنے ہیں تخصیص ظواہر کے حضور کے ساتھ مقصود یہ ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں کو درست کرو اگرچہ حضور کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی تھی) پس نفوس کی حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ہے اور قلوب کی حیات مشاہدہ غیوب سے ہے اور وہ (مشاہدہ) حیا کرنا ہے اللہ تعالیٰ سے اپنی تقصیر پر نظر کرکے اور ابن عطار نے اس آیت (کی تفسیر) میں کہا ہے کہ استجابت (یعنی کہنا ماننا) چار طور پر ہے اوّل اجابت توحید دوم اجابت تحقیق سوم اجابت تسلیم چہارم اجابت تقریب ۔

۲۴

ط۵ العطل منقول بمعنی المصدر اے العطلۃ ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

پس جو دعا کرنے والا صادق ہو اور جس کو پکار رہا ہے اوسکی معرفت رکھتا ہو ایسے شخص کے نور یقین سے تمام حجابات دریدہ ہو جاتے ہیں اور وہ دعاء اللہ تعالیٰ کے سامنے جاکر اُس حاجت کا تقاضا کرتی ہوئی کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور (جاننا چاہیے کہ) اللہ تعالے نے اِس امت کو تنزیل فاتحۃ الکتاب کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور اس (سورت) میں ثناء کی تقدیم ہے۔ دعاء پر تاکہ تعجیل اجابت کا سبب ہو۔ اور یہ سورت اللہ تعالے کا اپنے بندوں کو کیفیت دعا کی تعلیم فرمانا ہے اور فاتحہ کتاب ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم بھی ہے (یعنی آیت ولقد اٰتیناک الخ میں جو ان دو چیزوں کا ذکر ہو ان دونوں مفہوموں کا مصداق یہی فاتحۃ الکتاب ہے) بعض نے کہا کہ اسکا نام مثانی اس لئے ہوا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر دو بار نازل ہوئی۔ ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس سے ہر بار کے نزول میں جدا فہم عطا ہوا۔ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تو اُس کے ہر بار کے مکرر پڑھنے میں باوجود طول زمانہ کے جدا فہم عطا ہوتا تھا، اور یہی شان ہے آپ کی امت محقق اہل صلوٰۃ کی کہ اونکو اوسکے عجائب اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ اور وہ (سورت) اُن کے سامنے ہر مرتبہ میں اپنے دریاؤں کے موتیوں کو بکھیرتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مثانی اسکو اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اور رسولوں سے مستثنیٰ رکھی گئی۔ (یعنی اوروں کو عطا نہیں ہوئی) اور اسکی سات آیتیں ہیں۔ ام رومان نے روایت کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ مجھکو حضرت ابوبکرؓ نے اس حالت میں دیکھا کہ میں نماز میں جھوم رہی تھی پس اونھوں نے مجھکو اسقدر سختی سے ڈانٹا کہ میں نماز سے ہٹ جانے (یعنی خارج ہو جانے) کے قریب ہو گئی۔ (یعنی ایسی ڈری کہ نماز توڑ دینا چاہا) پھر (نماز کے بعد) فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جب تم میں کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہوا کرے تو اپنے اعضاء کو سکون کے ساتھ رکھا کرے (اور) یہود کی طرح نہ جھوما کرے کیونکہ اعضاء کا سکون منجملہ متممات صلوٰۃ کے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی پناہ مانگو نفاق کے خشوع سے عرض کیا گیا کہ نفاق کا خشوع کیا چیز ہے فرمایا بدن کا خاشع ہونا اور قلب کا منافق ہونا۔ رہا یہود کا جھومنا جس سے ابھی ممانعت آئی ہے۔ اسکی وجہ (میں) بعض نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ ظاہر امور کی موافق معاملہ فرمایا کرتے تھے چونکہ اُن کے قلب میں اثر کم تھا۔ پس آپ امور کو باہیبت اور باعظمت کر کے دکھلاتے تھے وہی راز کے

۲۱

سبب اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی تھی کہ توریت کو سونے سے مطلا کرلیں (تاکہ بنی اسرائیل کے قلب میں کتاب الٰہی کی عظمت ہو پس اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے نماز میں قصداً اس غرض سے حرکت کی ہوگی کہ حق تعالیٰ کی عظمت و جلال ان کے دل پر اثر کرے کہ دیکھو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر موسیٰ علیہ السلام از خود رفتہ ہوگئے۔ حق کی کیسی عظمت و جلالت ہے۔ پس یہود اس راز کو تو سمجھے نہیں۔ صرف تحریک بدن کی نقل لینے لگے حضرت مولف اسمیں اپنی رائے فرماتے ہیں۔ اور میرے قلب میں یہ بات واقع ہوئی اور حقیقت خدا جانے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نماز میں اور مواقع مناجات میں کوئی وارد آتا تھا جس سے ان کا باطن اس طرح متموج ہوتا تھا۔ جیسے کوئی دریا ساکن ہو کہ اسپر (تیز) ہوا چلنے لگے پھر (اس سے) موجوں میں تلاطم ہونے لگے۔ پس موسیٰ علیہ السلام کا اِدھر اُدھر مائل ہوجانا (اونکے) بحر قلب کے امواج کا تلاطم تھا۔ جب اسپر فضل کی نسیم چلتی تھی اور بعض اوقات (اونکی) روح حضرت الٰہ کی طرف مشتاق وار نظر کرتی تھی۔ اوسوقت وہ اوپر آنے کا قصد کرتی تھی اور قالب کو اوسکے ساتھ اتصال شدید اور امتزاج کامل ہی ہے۔ پس قالب بھی مضطرب اور مائل ہونے لگتا تھا۔ سو یہود نے آپکے ظاہر کو دیکھ لیا وہ بھی بدون اسکے کہ اونکے باطن کو اس سے کوئی حصہ میسر ہو جھومنے لگے۔ اور اسی وجہ سے (یعنی یہود کے ویران باطن ہونیکی وجہ سے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل وسوسہ پر انکار کرنے کے لئے فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت بنی اسرائیل کے قلوب سے نکل گئی تھی۔ یہانتک کہ اونکے ابدان (عبادت میں) حاضر ہوتے تھے اور ان کے قلوب غائب ہوتے تھے اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جسکا قلب اس (نماز) میں حاضر نہو۔ جیسا اوسکا بدن حاضر ہوتا ہو اور بعض آدمی اپنی نماز پر دوام کرنے والا ہوتا ہے اور (باوجود اس کے) اس (نماز) کا دسواں حصہ بھی (اس شخص کے نامہ اعمال میں) نہیں لکھا جاتا۔ جبکہ اوسکا قلب فراموشی اور غفلت میں ہو (اور اس روایت میں وسوسہ سے مراد وہ ہے جو بقصد لاوے جیسا عموماً نماز میں اکثروں کی عادت ہے تو یہ مذموم ہے۔ اور جس وسوسہ میں قصد نہو وہ بالکل معاف ہے) اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسکی فرضیت کا درجہ ظاہر کرنیکو) فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے سو جو شخص نماز کو (عمداً) ترک کریگا وہ (ایک طرح سے) کافر ہوجاویگا اور وہ طرح یہ ہے کہ وہ فعل کافروں کا ہے گو اعتقاداً کافر نہوگا جبتک فرضیت کا انکار نکرے اور نہ

استخفاف کرے اور اس وعید سے اظہار درجۂ فرضیت ظاہر ہے) سو نماز ہی سے تحقیق ہے عبودیت کی اور ادا ہوتا ہے حق ربوبیۃ کا اور باقی دوسری عبادات حقیقت صلوٰۃ کے متحقق کرنیکے وسائل ہیں (اور وہ حقیقت عبودیۃ کاملہ ہے جو نماز میں سب سے بڑھکر ہے اور دوسری عبادات اسی کی موکد و موید) حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ بندہ تکمیل فرائض کیلئے سنن رواتب کا محتاج ہے اور تکمیل سنن کیلئے نوافل کا محتاج ہے اور تکمیل نوافل کے لئے آداب کا محتاج ہے اور منجملہ آداب کے ترک دنیا ہے اور یہ جو حضرت سہل نے ذکر فرمایا ہے یہی معنی ہیں حضرت عمر رض کے قول کے جو منبر پر فرمایا کہ بعض آدمی کے دونوں رخسارے اسلام میں بوڑھے ہو جاتے ہیں اور وہ ایک نماز بھی اللہ کے لئے کامل کئے ہوئے نہیں ہوتا عرض کیا گیا اور یہ کیونکر ہے آپنے فرمایا کہ وہ اوسکے خشوع اور تواضع اور اوسمیں توجہ الی اللہ کو پورا نہیں کرتا اور اخبار میں وارد ہوا ہے کہ بندہ جب نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالے اپنے اور اوسکے درمیان میں حجاب اوٹھا دیتا ہے اور اپنے وجہ کریم سے اوسکی مواجہت فرماتا ہے اور فرشتے اوسکے دونوں کندھوں سے ہوا تک کھڑے ہو جاتے ہیں اسکی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اسکی دعا پر آمین کہتے ہیں اور نمازی پر خیر[1] کی بکھیر ہوتی ہے سطح آسمان[2] سے اس کے تارک سر تک اور اسکو ایک ندا کرنے والا پکارتا ہے کہ اگر اس نمازی کو معلوم ہو جاوے کہ کس سے باتیں کر رہا ہے تو کبھی ادہر اودہر نہ دیکھے یا نماز سے نہ ہٹے (پڑھتا ہی رہے) اور اللہ تعالے نے جو اہل سموات پر جدا جدا تقسیم کیا ہے وہ نمازیوں کے لئے ہر ہر رکعت میں جمع فرما دیا ہے (کیونکہ) حق تعالی کے بہت سے ملائکہ ہیں کہ اونکو جب سے اللہ تعالی نے پیدا کیا ہے وہ رکوع ہی میں ہیں کہ قیامت تک رکوع سے سر نہ اوٹھاوینگے اور اسیطرح سجدہ اور قیام اور قعود میں ہیں اور جو بندہ باہوش ہو (اور اس مضمون کو مستحضر رکھے وہ) اپنے رکوع میں ان ملئکہ کی صفت کے ساتھ متصف ہوگا جو رکوع کر رہے ہیں اور سجدہ میں صفت ساجدین کے ساتھ اور ہر ہیئت میں اسی طرح اور ایسا ہوگا جیسا اونمیں میں کا ایک ہے اور گویا ان ہی کے درمیان میں (رہنے والا) ہے اور غیر فرض میں نمازی کو

۲۴۳

---

[1] فی القاموس البر بالکسر الصلۃ والجنۃ والخیر والاتساع فی الاحسان ۱۲ منہ

[2] فی القاموس سن السمار نواحیہا وعنانہا بالکسر ما بدا لک منہا ۱۲ منہ

مناسب ہے کہ اپنے رکوع میں توقف کرے کہ رکوع سے لذت لے اور اُس سے سر اُٹھانیکی فکر میں (پہلے سے) نہ لگ جاوے اور اگر باقتضائے طبیعت اوسکو ملال (و تنگدلی) پیش آنے لگے تو اُس سے استغفار کرے اور اُس ہیئت کو قائم رکھے اور اوسکا انتظار رکھے کہ جو خشوع اِس ہیئت کے لائق ہے وہ ذوق اسکو حاصل ہو تاکہ اوسکا قلب بھی برنگ اِس ہیئت کے ہوجاوے اور اکثر باستبار رکوع کرنے والے کو خود معلوم ہوجاتا ہے کہ اگر رکوع یا سجدہ کی حالت میں اوسکا خیال اُس سے سر اُٹھانے کی طرف چلا جاوے تو اوسنے اِس ہیئت (رکوع و سجود) کا حق ادا نہیں کیا۔ پس اوسکی تمامی فکر یہ ہیئت ہی ہونا چاہئے اوسمیں مستغرق اور اوسکے سوا دوسری ہیئتوں سے بے توجہ ہوکر اوسمیں مشغول ہونا چاہئے سو اس (طریق) سے اسکا حصہ ہر ہیئت کی برکات سے وافر ہوگا کیونکہ عجلت جسکا کہ طبیعت تقاضا کرتی ہے باب فتوحات (باطنیہ) کو بند کردیتی ہے اور (اسکو چاہئے کہ) فیوض الٰہیہ کی جنبش کے مواقع میں ٹھیرا رہے یہانتک کہ بندہ کا حصہ کامل ہوجاوے پھر اس (بندہ) کے آثار اِس حسن ادب[۱] سے (جس سے اوسکو نماز میں ایسا اُنس ہوا) محو ہوجاوینگے اور وہ مقام وصل میں قرار پکڑیگا اور بعض نے کہا ہے کہ نماز میں چار تو ہیئتیں ہیں اور چھ ذکر ہیں سو چار ہیئتیں تو یہ ہیں قیامؔ و قعودؔ و رکوعؔ و سجودؔ اور چھ ذکر یہ ہیں تلاوتؔ و تسبیحؔ و تحمیدؔ و استغفارؔ و دعاؔ و درودؔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سو یہ (سب ملکر) پورے دس ہوئے کہ یہ دس چیزیں ملائکہ کی دس صفوں میں متفرق ہوئی ہیں کہ ہر صف دس ہزار کی ہے پس دو رکعتوں میں وہ چیز مجتمع ہے جو ایک لاکھ فرشتوں میں متفرق (طور پر پائی جاتی) ہے (مطلب یہ کہ ان دس چیزوں میں سے ایک ایک چیز ایک ایک صف ملائکہ کو عطا ہوئی ہے کسی کو صرف قیام کسی کو صرف رکوع و علیٰ ہذا اور کل صفیں دس ہیں اور ہر صف دس ہزار کی ہے یہ کل ایک لاکھ فرشتے ہوئے جو خاص اِن عبادات مذکورہ میں مشغول ہیں انسان کو دسوں چیزیں عطا ہوئیں اور جو فرشتے اور کاموں میں لگے ہیں وہ اِن سے الگ ہیں۔)

[۱] فی القاموس استرسل الیہ انبسط و استانس ۱۲ منہ

مشغول رہنا چاہئے محبوب کو اختیار ہے خواہ ظاہر کردیں یا مخفی رکھیں۔

(حال) میرے قلب کی حالت اچھی بھی ہے اور بُری بھی ہے۔ لیکن بُرائی کے مقابلہ میں اچھائی کا مجھکو بالکل اعتبار نہیں گو اللہ تعالے کا ہزار ہزار شکر اوسپر کرتا ہوں ع بلا بودے اگر ایں ہم نبودے۔ قلبی گناہوں میں مُبتلا رہتا ہوں گو بتوجہات حضور قلب میں کیفیت حضور مع اللہ کی بھی اکثر اوقات پاتا ہوں لیکن بوجہ قلب کی معصیتوں کے اوسکی طرف التفات نہیں کرتا نہ اوسکا اعتبار کرتا ہوں دعائے خاص فرمائیں کہ اللہ تعالے جملہ قلبی خباثتوں سے نجات عطا فرمائیں سخت پریشان ہوتا ہوں ع

دل خرابی میکند دلدار را آگہ کنید	ع	اے شہنشاہ بلند اختر خدا را ہمتے

دانستہ قلب بعض اوقات ایسا خبیث ہو جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ عقل ناقص و فہم کج پر یہ چاہتا ہوں کہ ہر بات عقل میں آجائے ورنہ سخت خلجانات رہتے ہیں تاویل اور حسن ظن کا گویا مادہ ہی نہیں جس سے سخت گمراہیوں کا اندیشہ رہتا ہے۔ للہ دستگیری فرماتے رہیں۔

(تحقیق) درستی کی فکر اور نادرستی کا اندیشہ یہ بھی درستی ہی کی علامت ہے شکر کیجئے اور کام میں لگے رہئے اور توکل سے بھی کام لینا چاہئے صرف اپنی تدبیر ہی کو مدار کار نہ رکھے مگر تدبیر خوب اہتمام سے کرے۔

(سوال) احقر بعارضہ ضعف دماغ علیل ہے تلاوت و ذکر موقوف ہے اللہ پاک کی یاد کرنے اور خصوص ذکر و تلاوت کے کرنے کو طبیعت بیحد چاہتی ہے ہمیشہ خیال ہوتا ہے کہ عمر بہت کم رہی ہے قرب الٰہی کے طریقے حاصل کر کے عاقبت کی فکر کریں رضائے الٰہی حاصل ہو نجات کا سامان جمع کریں کوئی آسان یا دقیق طریقہ جس میں دماغی محنت نہو تو مطلع فرمادیں آیندہ ہمیشہ مفصل معمولات و حالات پابندی سے لکھا کرونگا بچند وجوہ اب لکھ نہیں سکا۔

(جواب) افسوس آپنے بھی کبھی کوئی کام کی بات نہ لکھی یہ خوب فرمائش کی ہے کہ کوئی آسان یا دقیق طریقہ جسمیں دماغی محنت نہ ہو بتلایا جاوے تو کیا آپکا یہ گمان ہے کہ آسان طریقہ کے ہوتے ہوئے اہل طریق بندگان خدا پر مصیبت ڈالتے ہیں اگر یہ گمان ہے تو ایسوں سے پوچھنا ہی لاحاصل ہے اور اگر یہ گمان نہیں ہے تو اس فرمائش کے کیا معنے اس جہل کا علاج اور نیز طریقہ کی تعیین بدون پاس رہے ممکن نہیں آگے آپکو اختیار ہے اگر احقر سے آپکی تسلی نہ ہو تو آپکو خوشی سے اجازت ہے کہ جس شیخ سے چاہے رجوع کریں مگر خدا کے لئے وہ شیخ الشارہ نہ ہو شیخ النو ہو امید ہے کہ آیندہ کوئی فضول

۲۰۵

مضمون آپکی طرف سے نہ آویگا ضروری خدمت سے عذر نہیں۔

(حال) بعد فجر کے اسم ذات تین ہزار بار۔ اور بعد ظہر کے اسم ذات تین ہزار بار۔ اور بعد عشاء کے تہجد پڑھکر لاالہ الا اللہ دو سو بار۔ اور الا اللہ چار سو بار اور اللہ اللہ چھ سو بار پڑھا کرتا ہوں ذکر میں بفضلہ تعالیٰ لذت زیادہ معلوم ہوتی ہے اب اپنا کچھ جدید حال عرض کرتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ موت نہایت ہی قریب ہو یہانتک کہ چلنے پھرنے میں قوت نہیں آتی یہ حال اوسوقت ہوتا ہے کہ جب وظیفہ بدستور پڑھوں اور اگر اتفاق سے وظیفہ کا پڑھنا قضا ہو جائے تو بدن میں خوب زور معلوم ہوتا ہے اور دنیوی معاملات کرنے میں بھی نہایت دل لگتا ہے یہ معاملات میرے ماموں جان سے ابتداء ہوئے تھے وہ دنیا سے گذر چکے ہیں معاملات اب بھی خواب میں بتاتے ہیں کہ ایسا کرو ویسا کرو مگر جب وظیفہ روزمرہ پڑھوں تو ایسا خواب کم نظر آتا ہے اسوقت دلمیں غایت شوق ہوا کہ حضور پرنور کی خدمت شریف میں جاکر رہا کروں اور معاملات بالکل چھوڑ دوں اگر اجازت ہو تو پہنچ جاؤں معاملات و کاروبار جو ماموں جانسے جاری ہے اور شرعاً جائز بھی ہے اوسکا چلانیوالا میری عدم موجودگی میں دوسرا موجود ہے فقط بات یہ ہے کہ مالکان کاروبار نابالغ ہیں اس لئے خدمت میں حاضر ہونے کیواسطے اجازت کا منتظر ہوں گذری رات کو ایک خواب نظر آیا دیکھتا ہوں کہ زمین میں ایک روشنی ایسی ظاہر ہوئی گویا کہ سقف خانہ سے نور آفتاب مٹی پر پڑا اس کے دیکھنے سے پہلے حضور کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف ہوا تھا اب اپنے حال کے انکشاف اور خواب کی تعبیر کے لئے دست بستہ درخواست ہے و بس۔

۲۰۶

(تحقیق) معمولات کافی ہیں موت کے قرب پر جن آثار سے استدلال کیا ہے یہ توہم محض ہے معلوم ہوتا ہے بدن میں ضعف ہے وظیفہ پڑھنے سے وہ بڑھ جاتا ہے اور وظیفہ نہ پڑھنے کے دن وہ نہیں بڑھتا اس لئے بدن میں قوت معلوم ہوتی ہے اسکو قرب موت سے کیا تعلق اور معاملات دنیا میں اس روز دل لگنا اسوجہ سے ہے کہ وظیفہ کی انوار و برکات سے دل خالی ہوتا ہے تو دنیا کی طرف منجذب ہوتا ہے اور اسوقت ایک دوسرا احتمال بھی میرے قلب میں پیدا ہوا غالباً یہ تصرف شیطان کا ہے وہ اور زور پکڑ جاتا ہے اور خواب میں دنیوی معاملات کا فیصلہ نظر آنا ظاہر قرینہ اسی کا ہے جس روز وظیفہ ہوجاتا ہے اوسکا تسلط کم ہوتا ہے اسوجہ سے میرے خیال میں ضرور اسکی ضرورت ہے کہ چند روز ان مشاغل کو چھوڑ دیا جاوے خصوص جبکہ دوسرا شخص کاروبار کرنے والا موجود بھی ہے بشرطیکہ۔

وہ متردد ن ہو کیونکہ کاروبار نابالغوں کا ہے ورنہ پھر مکرر مشورہ کرنا چاہئے اور اگر ان مشاغل کے چھوڑنے کی رائے قرار پاوے تو یہاں آنے کے لئے رمضان المبارک گذرنے دیا جاوے بعد رمضان ارادہ کیا جاوے خواب نہایت مبارک ہے اس خواب کے قبل جو خواب نظر آیا تھا وہ اسکی ظاہری صورت کی یہ دوسرا خواب حقیقت ہے یہ بھی اشارہ اسی طرف معلوم ہوتا ہے جو میں نے رائے دی والسلام مکرر آنکہ کیا یہاں نہ آنیکی صورت میں بھی وہاں رہ کر ان مشاغل کا چھوڑنا آسانی سے ہو سکتا ہے کہ نہیں اور یہ سوال انقضائے رمضان تک کے ساتھ متعلق ہے والسلام۔

(حال) رات قبل تہجد ایک خواب دیکھا کہ خوب ابر ہو رہا ہے اور بجلی چمکتی ہوئی مجھے نظر آرہی ہے اس بجلی کی طرف میرا قلب کھنچ رہا ہے میں اپنے وطن ...... میں مکان کے اندر تنہا بیٹھا ہوا ہوں اور بجلی کے گرنے کا مجھے کچھ خوف نہیں ہے۔

(تحقیق) یہ نسبت عشقیہ ہے جو چشتیہ پر غالب ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسکو ترقی ہوگی۔

(حال) اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور والا ...... میرے غریب خانہ پر تشریف فرما ہیں اور حضور کے پاس ایک سفید کاغذوں کی بہت چھوٹی بیاض ہے اوسمیں سے حضور والا نے مجھے تین اصول بتلائے ہیں جنمیں سے اُصول اوّل میں ایک اور اُصول بھی شامل ہے گویا کہ پہلا اُصول دو اصولوں کا مجموعہ ہے مگر بحیثیت مجموعی وہ ایک ہی شمار کیا گیا ہے ان اصولوں کو میں نے اپنے پاس نقل کر لیا ہے پھر حضور والا نے مجھے وہ اصول بہت اچھی طرح بے تکلفی سے سمجھا دیئے اسکے بعد میں خود ایک اور صاحب کو جنسے کہ میری ملاقات ہے وہی اُصول نرمی سے سمجھا رہا ہوں تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے۔

(تحقیق) انشاء اللہ تعالیٰ مہتدی وہادی ہوں گے۔

(حال) قبل اس کے طبیعت میں ایک قسم کا سرور رہتا تھا مگر اب وہ جاتا رہا۔

(تحقیق) وہ کیفیت شوقیہ تھی اسکی عمر طویل نہیں ہوتی سب اہل طریق کو یہی امر پیش آتا ہے کیفیت باقیہ اُنس ہے جو الحمد للہ باقی ہے۔

(حال) لیکن بحمد اللہ حضوری قلب بدستور ہے۔

(تحقیق) یہی ہے اُنس جو کہ باقی رہا کرتا ہے اور یہ شوق سے افضل ہے۔

۲۰۷

(حال) حالت موجودہ سے پیشتر یہ سلسلہ رہا کہ جس حالت کا اظہار حضور انور سے کر دیا وہ حالت اوسیدن سے بدل گئی مگر موجودہ ۔ نت میں سوائے اس کے کہ سرور کم ہوگیا اور بعض وقت ذکر میں کیفیت طاری ہوجاتی ہو اور کوئی تفاوت نہیں ہوا۔

(تحقیق) اس خاص قسم کی لذت کو بھی زیادہ بقا نہیں ہوا کرتا جیسے منکوحہ قدیمہ سے دل تو زیادہ لگجاتا ہے مگر جوش و خروش نہیں رہتا یہ امر موجب غم نہونا چاہئے اس کے لئے یہی حالت لازم ہے۔

(حال) ایکروز خواب میں دیکھا کہ حضور نے ایک تحریری کاغذ بندہ کو عطا فرمایا ہے مضمون یاد نہیں کہ اسمیں کیا تھا ایک صاحب حاضر ہوئے اور اونھوں نے حضور سے کسی امر کے متعلق دریافت کیا اسپر حضور نے فرمایا کہ جاؤ ہمنے ...... کو دیدیا ہے وہ تمکو بتاویگا۔

(تحقیق) کیا عجب ہے اللہ تعالیٰ ایسی دولت دے کہ آپ سے دوسرونکو بھی نفع دینی پہونچے۔

(حال) ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضور لیٹے ہوئے ہیں، اور بندہ تنہا حضور کے پیر داب رہا ہے اور اوسوقت دایاں پیر ہے حضور نے بندہ سے ارشاد فرمایا کہ پیر کی خدمت کامیابی کا بڑا باعث ہو۔

(تحقیق) اشارہ ہے تواضع اور محبت شیخ کے نافع ہونے کی طرف اور تواضع کی خصوصیت شیخ کیساتھ نہیں بلکہ ہر ایک کے ساتھ۔

(حال) ایکروز خواب میں دیکھا کہ بہت لوگ حضور کی زیارت کو اسٹیشن آئے ہیں منجملہ اونکے بندہ کے بڑے بھائی بھی الہ آباد سے آئے ہیں حضور نے اونسے ملنے کا وقت عصر بعد مقرر فرمایا ہے بندہ بھی اوسوقت حاضر خدمت ہوا بھائی صاحب نے فرمایا کہ تو اسوقت کیسے بیٹھا ہوا ہے یہ وقت مسافروں کے ملنے کا ہے اسپر بندہ نے اُن سے عرض کیا کہ حضور نے بندہ کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔

(تحقیق) یہ صورت ہے زیادہ خصوصیت کی جسکا منشا محبت ہے جانبین میں جو کہ مفتاح اعظم ہے باب سعادت کی۔

(حال) خواب تو ختم ہوئے حضرت بندہ کی یہ حالت ہے کہ عصر کے بعد بندہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے مگر نہیں یہ دھکڑ پکڑ رہتی ہے کہ یہ وقت حضور کے ملنے کا نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ حضور کو ناگوار گذرے مگر بندہ بھی اپنی طبیعت سے مجبور ہے جو حضور کا حکم ہو اوسپر عمل کیا جاوے۔

(تحقیق) چونکہ آپ سے بالکل تکلف نہیں میں جب چاہتا ہوں دھکر چلا جاتا ہوں اس لئے مجھکو ذرا

۲۰۸

بھی کلفت نہیں ہوتی جن لوگوں سے کچھ تکلف ہوتا ہے اُن سے گرانی ہوتی ہے بالکل بیکار ہے۔

(حال) آج صبح کو میں فرائض صبح سے فارغ ہوکر مسجد سے آکر جناب نائب تحصیلدار صاحب کے مکان میں کرسی پر بیٹھا ہوا تسبیح پڑھ رہا تھا کہ یکایک ایسا محسوس ہوا کہ حضور کی جانب سے بڑے زور شور سے بڑی مقدار میں (جسکی نہ کوئی کیفیت بیان کر سکتا ہوں نہ رنگ اور نہ مقدار۔ یہ مقدار ایک خیالی بات لکھدی ہے) ٹھیک میرے قلب کیطرف جاری ہے اور مسلسل آرہا ہے اور اس سے قلب متاثر ہو رہا ہے۔ اور بے اختیار قلب سے اسم ذات (خفی) جاری ہوگیا زبان بالکل بند ہوگئی طبیعت میں نشاط اور قلب میں انشراح محسوس ہوتا تھا یعنی ایسا معلوم ہونے لگا کہ دل کھل رہا ہے اور دل کے اندر کی وسعت بڑھ رہی ہے لیکن قلب میں ایسی کوئی حرکت جیسی کہ ذاکر قلب کی سنی جاتی ہے یعنی قلب کا اوچھلنا وغیرہ کچھ نہ تھی یا مجھکو محسوس ہی نہ ہوتی تھی میری عجیب حالت ہوگئی اور ایک سکوت کا عالم مجھپر جاری ہوگیا کچھ طبیعت گھبرائی اور گھبرا کر میں وہاں سے گھر آنے کے لئے اٹھا کہ یہاں اپنے گھر پر جاکر تنہائی میں بیٹھ جاؤنگا لیکن میرے یوں یکایک اوٹھنے سے نائب صاحب نے کہا کہ بھائی صاحب کہاں چلے بیٹھئے بس مجھے شرم سی معلوم ہوئی اور مجبوری پھر بیٹھ گیا لیکن خاموش اور قلب کی وہی حالت بدستور رہی تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد میں اپنے گھر پر چلا آیا لیکن اب کی مرتبہ جو اٹھا تھا تو نہ کسی قسم کی وحشت کی وجہ سے اور نہ گھبراہٹ کیوجہ سے بلکہ بالکل سادی طرح۔ گھر پر آنے کے بعد بھی اور وہاں سے یہاں تک چلنے کے وقت میں بھی بدستور ویسی ہی حالت رہی یعنی یہ حالت قریب قریب دو گھنٹہ تک مجھپر طاری رہی بعد تخمیناً دو گھنٹہ کے اسم ذات کا ذکر تو بند ہوگیا لیکن بجائے ذکر اسم ذات کے ذکر حسبنا اللہ بلا کسی قصد یا کسی خیال کے قلب سے خود بخود جاری ہوگیا اور یہ ذکر حسبنا اللہ ذرا زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔ بعد اوسکے طبیعت اپنی اصلی حالت پر آگئی اور ۵ بجے شام تک جبکہ میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں کوئی تغیر نہیں ہوا ہاں کبھی کبھی حسبنا اللہ کی یاد آجاتی اور اوسکو میں نے زبان سے پڑھنا شروع کردیا لیکن بلا کسی کیفیت کے اور پہلی مرتبہ بھی جب حسبنا اللہ قلب سے یکایک جاری ہوگیا تھا تب بھی میں زبان سے یہی پڑھتا رہا تھا مگر ذکر اسم ذات قلب ہی سے جاری رہا زبان سے نہیں کیا۔

(تحقیق) ذاکرین کو اونکی غفلت پر متنبہ کرنے کے لئے اکثر ایسی کیفیتیں پیش آتی ہیں اور یہ جذب ہوتا ہے عالم غیب سے مبارک ہو۔

۲۰۹

(حال) ویسے تو کئی بار اتفاق پیش آیا ہے کہ کبھی کبھی قلب سے یکایک اسم ذات جاری ہوگیا اور کبھی دو دن ... دو رات متواتر قلب جاری رہا اور کبھی دو دن اور ایک رات کبھی ایک دن ایک رات کبھی صرف ایک ہی دن اور سلسلہ ایسا ہوتا تھا کہ اٹھتے بیٹھتے خواہ کسی کام میں مصروفیت ہو تب بھی اور فراغت ہو تب بھی برابر جاری رہتا تھا بس گویا یہ کیفیت ہوتی تھی کہ ایک مشین ہے جسکو کسی نے کوک دیا ہے اور وہ برابر اپنا کام کر رہی ہو اور روکے سے نہیں رکتی ہو یہانتک کہ طبیعت پریشان ہوجاتی تھی اور تھک کر نڈھال ہوجاتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ دل اب نکلا چاہتا ہے لیکن بہت دنوں سے یہ حالت جاتی رہی تھی افسوس ہے کہ شومئ قسمت سے انمیں سے کسی حالت سے بھی میں حضور کو مطلع نہ کرسکا۔

(تحقیق) اسکا سبب یا وہی ہے جو اوپر لکھا اور گاہے آثار ذکر اس صورت سے ظاہر ہوتے ہیں۔

(حال) جب سے ادھر پہلا عریضہ میں نے خدمت والا میں ارسال کیا ہے یعنی ۲۲ مئی ۱۹۱۶ء سے طبیعت میں ایک قسم کا نشاط رہتا ہے اور کچھ عجب طرح کی حالت رہتی ہے جسکے لئے مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ادا کرسکتا کہ حضور کے سامنے پیش کرسکوں۔

(تحقیق) اسی عنوان سے پیش کردیا کیجئے وہ نافع ہوتا ہے۔

(حال) کسی کی ذرا سی بھی دل آزاری بری معلوم ہوتی ہے اور بس کچھ ایسی حالت ہے کہ جسکو میں خود بھی کچھ نہیں سمجھ سکتا حالانکہ ذکر میں وہ ذوق اور شوق نہیں ہے جو کہ حضور کے نیاز حاصل ہونے سے پہلے جب میں کبھی ذکر کرتا تھا ہوتا تھا۔

(تحقیق) ایسی کیفیات کو تو بقا ہوتا ہی نہیں۔

(حال) جہانتک مجھ سے ہوسکا اور مجھے الفاظ ملے میں نے اپنی حالت تحریر کردی لیکن افسوس اسکا معلوم ہوتا ہے کہ جب اوروں کی حالت کو اپنے سے مقابلہ کرتا ہوں تو اپنی حالت کو بالکل ردی پاتا ہوں اور اس محرومی پر بعض وقت خوب رونے کو جی چاہتا ہے۔

(تحقیق) بس اسمیں تو اللہ تعالیٰ نے آپکا نمبر اوروں سے بڑھا دیا شکر کیجئے۔

(حال) جب الارشاد حضور والا ذکر اسم ذات اکیہزار مرتبہ صبح کی نماز کے بعد اور ذکر نفی اثبات چھ سو مرتبہ عشاء کی نماز کے تہجد کے بعد پابندی سے کرتا ہوں۔

(تحقیق) کیا طبیعت کچھ اضافہ کی متحمل ہے۔

۲۱۰

(حال) تلاوت بھی نصف پارہ کی کرتا رہتا ہوں لیکن کچھ فائدہ نہیں محسوس ہوتا ہے۔
(تحقیق) فائدہ کی تفسیر کیا ہے۔
(حال) نفس و شیطان کا بہت غلبہ رہتا ہے لیکن خدا کے فضل سے اپنے کو حتی الامکان ان کے حملہ سے بچاتا رہتا ہوں۔
(تحقیق) تو یہ معمولی کیا تھوڑا فائدہ ہے۔
(حال) اور جو ایسے امور خلاف شریعت ہیں کہ جنکا مجھے علم ہے خدا کے فضل و کرم سے اور حضور کی دعا کی برکت سے اونکا مرتکب نہیں ہوتا ہوں۔
(تحقیق) ماشاء اللہ اسکو آپ فائدہ کیوں نہیں سمجھتے۔
(حال) لیکن پھر بھی ؎

یک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز	چاک کرتا ہوں میں جبسے کہ گریباں سمجھا

(تحقیق) یہ یک الف ہی اگر مستحکم ہوگیا تو الف سے بڑھکر ہے۔
(حال) اس سے پہلے کے یعنی کل کے عریضہ میں میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضور والا نے جو حسبنا اللہ کا پڑھنا بلا تعداد بتلایا ہے تو مجھے خیال ہی نہیں رہتا بہت ہی کمی کے ساتھ کبھی کبھی جب یاد آجاتا ہے تو پڑھ لیتا ہوں اور ہنوز وہ عریضہ حضور کی خدمت میں نہ پہونچا ہوگا کہ آج ہی بلا اختیار و بلا قصد خود بخود قلب سے حسبنا اللہ جاری ہوگیا جسکی کہ زبان نے بھی شرکت کی اب سوا اس کے کہ یہ حضور کی کرامت سمجھی جاوے اور کیا ہوسکتا ہے۔
(تحقیق) آپ کو یہ حسن ظن نافع ہوگا خواہ وجہ کچھ ہی ہو۔
(حال) آج صبح کو قریب ۵ بجے یعنی قبل نماز صبح ...... کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا خداوند تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ میں ہم سب کو مبارک فرماویں۔
(تحقیق) آمین۔
(حال) حضور والا کی خدمت میں عرض ہے کہ حضور بھی اوسکے حق میں دعا فرماویں۔
(تحقیق) بدل و جان۔
(حال) یہ بھی حضور کی بین کرامت ہے کہ حضور والا نے اسکا نام پیشتر ہی سے تجویز کردیا تھا۔

(تحقیق) ایسا حسن اتفاق بھی ہو جاتا ہے۔

(حال) تھوڑا عرصہ ہوا رجب میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا میں ایک راستہ پر جا رہا ہوں جو کہ تھانہ بھون کو گیا ہے لیکن میں ایک ایسے راستہ سے جا رہا ہوں جو مکانوں کے پیچھے اور کھیتوں میں ہو کر گیا ہے اور میرے آگے آگے ایک شخص کھیر بیچنے والا کچھ فاصلہ سے جا رہا ہے اس شخص کے کندھے پر ایک پتلی سی بٹی ہوئی رسی ہے جسکے دونوں سرے لٹک رہے ہیں اور ہر ایک سرے میں ہنڈیا نما پیالوں میں کھیر ہے میرے دل میں بار بار آتا ہے کہ اُس سے کھیر خرید کر کھاؤں لیکن خریدتا نہیں یہانتک کہ شام ہونیکے قریب وقت آگیا اب میں ایک مقام پر رُکا اور وہ کھیر بیچنے والا بھی رُکا اب میں نے ایک شخص کو بھیجا کہ جاکر اُس آدمی سے کھیر لے آئے وہ آدمی تو واپس نہ آیا لیکن معلوم ہوا کہ کھیر اوسکے پاس نہیں رہی اب ایسا معلوم ہوا کہ کچھ بارش ہوئی اور بڑی بڑی بوندیاں پڑیں کچھ ہلکی سی نمی سڑک پر ہو گئی اور کہیں کہیں ڈبروں میں پانی بھر گیا اور وقت وہی شام کا ہے اب مجھے خیال ہوا کہ کھیر تو ملی نہیں روزہ کس چیز سے افطار کرونگا کچھ تشویش سی ہوئی کہ ایک چھوٹا سا چار یا پانچ سیڑھیونکا چکردار چوبی زینہ جسکی اونچائی ڈیڑھ یا دو گز ہوگی نظر پڑا میں جلدی جلدی اُس زینہ پر چڑھ گیا اور جب اوسکے اوپر پہنچ گیا تو معلوم ہوا کہ یہ ریلوے اسٹیشن ہے اور ڈاک گاڑی بنارس کے لئے چھوٹنے والی ہے میں بھی جلدی سے لپک کر گارڈ والی گاڑی میں گارڈ کے پاس جاکر بیٹھ گیا جسنے بہت خاطر سے بٹھایا اب یکایک ایسا معلوم ہوا کہ میں تھانہ بھون پہونچ گیا اور ایک بلند مسجد میں نماز پڑھ رہا ہوں اور لوگ بہت سے وہاں موجود ہیں کچھ لوگ مسجد کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں کچھ لوگ مسجد کے فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں لیکن سب لوگ میرا انتظار کر رہے ہیں جب میں نماز سے فارغ ہوا تو اندرونی درجہ سے مسجد کے باہر آیا جہاں سب لوگ میرا انتظار کر رہے تھے اب میں سوچ رہا ہوں کہ اگر کھیر اسوقت کھائے لیتا ہوں تو سحری میں کیا کھاؤنگا کیونکہ صبح پھر روزہ رکھنا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اتنے میں حافظ ۔۔۔۔ صاحب جو حضور کے یہاں مدرس ہیں اونھوں نے کہا کہ کھیر تو سحری کو رہنے دو یہ کھاؤ اب جو دیکھتا ہوں تو بہت بڑے ظرف میں یعنی طباق میں خوب گرما گرم پلاؤ چوٹی تک بھرا ہوا ہے اور اوسمیں بڑی بڑی بوٹیاں ہیں یہ پلاؤ حضور کے گھر سے آیا ہے اور سب لوگ میرے انتظار میں اسی طباق کے گرد پلاؤ کھانے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا کہ ۔۔۔ کو بھی آجانے دو تو اونھوں نے کہا کہ وہ

۲۱۲

ہوا تھا کہ مگر رکابیاں چلنے ہیں بس قبل اس کے کہ وہ لوگ کھانا شروع کریں یہ خیال کر کے کہ مجھے ......
ہی کو استغفار پڑھتا رہا اور اب میں بھی کھاؤں جلدی جلدی کھانا شروع کر دیا اور خوب کھایا بس آنکھ کھل گئی۔

(تحقیق) کھیر عبادت کی حلاوت ہے اور پیاز عشق کی ملوحت دونوں نصیب ہوں گی۔

(حال) چند روز پہلے تو حرارت کا یہ حال تھا کہ بوقت ذکر یا صلوٰۃ قلب میں محسوس ہوتی تھی مگر اب ۲۴ گھنٹہ آناء اللیل و اناء النہار یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلب کے سامنے جمر روشن ہے۔ مگر ابھی تک بیش از تحمل نہیں۔

(تحقیق) شاید یہ بڑھ جاوے اس لئے حفظ ما تقدم ضروری ہے ایک تو مختلف اوقات میں درود شریف کی کثرت رکھئے دوسرے ۱۵ منٹ روزانہ جبکہ معدہ پر نہ ہو اپنے قلب پر چاند کو طلوع ہوا ہوا تصور کیا کیجئے تیسرے کوئی تدبیر طبی حضرت حکیم صاحب سے دریافت کیجئے اور پھر اطلاع دیجئے۔

(حال) میں حضور کی ہدایت کے موافق بعد نماز تہجد چھ تسبیح ذکر نفی و اثبات اور چھ تسبیح ذکر اسم ذات دو ضربی اور بعد نماز مغرب تین ہزار ذکر اسم ذات یک ضربی کرتا ہوں اور صبح کو قرآن شریف کی تلاوت بھی ایک گھنٹہ کم و بیش کر لیتا ہوں مگر ان سب اعمال میں نہایت بے توجہی رہتی ہے اکثر جی گھبراتا ہے اور طبیعت کا تقاضا ہوتا ہے کہ چھوڑ دیجئے کیونکہ بالکل بے سود ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ مغلوب نہیں ہوتا بلکہ کام سب پورا کرتا ہوں گو بے توجہی ہوتی ہے۔

۲۱۴

(تحقیق) اسکا سبب مشخص ہونا چاہئے اگر ضعف دماغ ہے تو اسکی تدبیر ضروری ہے اور اگر ہجوم مشاغل و تعلقات معاملات خانگی ہے تو اسکی تقلیل بقدر ممکن ضروری ہے اور جو ممکن نہ ہو زبانی مشورہ ضروری ہے اور اگر طبیعت میں کیفیت شوقیہ کم ہے تو کتب سیر بزرگان کا خاص اہتمام سے مطالعہ کیا جاوے مثل تذکرۃ الاولیا و مقاصد الصالحین وغیرہ۔ اور اگر ان میں سے کوئی سبب نہیں تو زبانی گفتگو کی ضرورت ہے۔

(حال) حضور نے جن کتابوں کے دیکھنے کی ہدایت فرمائی تھی انکو میں نے دیکھ لیا جنکی تفصیل یہ ہے
تبلیغ دین۔ فروع الایمان۔ قصد السبیل۔ جزاء الاعمال۔ تربیت السالک ہر دو حصہ۔ تعلیم الدین۔ دعوات عبدیت کی جلد اول و چہارم ابھی میں لے سکا ہوں انشاء اللہ العزیز اور جلدیں بھی منگا لونگا۔ دعوات عبدیت ابھی میں دیکھ نہیں سکا ہوں یقین ہے کہ کل سے دیکھنا شروع کروں توجہ اور یکسوئی حاصل ہونے کیلئے

کوئی صورت فرمائی جاوے جسکے کرنے سے توجہ اور یکسوئی حاصل ہو۔

(تحقیق) یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کو سرسری نظر سے دیکھا ہے تعمق اور دلچسپی سے نہیں دیکھا ورنہ کیفیت توجہ کا پیدا نہ ہونا بعید ہے۔

(حال) الحمد للہ اسوقت بھی معمولات کا پابند ہوں درمیان میں دو روز بہت عرصہ کے بعد ناغہ ہوگیا جسکا رنج وصدمہ ابتک باقی ہے استقامت کیواسطے دعا فرمائی جاوے۔

(تحقیق) احیاناً ناغہ ہوجانا لوازم عادیہ طریق سے ہے ایک تجربہ کار کا قول ہے ؎

در بزم عیش یک دو قدح درکش و برو
یعنی طمع مدار وصال دوام را

علاوہ لوازم میں سے ہونیکے اوسمیں مصالح بھی ہیں ایک مصلحت مشاہدہ ہے اپنے عجز اور حقتعالی کی قدرت کا، ایک مصلحت جو اسی کی فرع ہے علاج ہے عجب کا ایک مصلحت بڑھ جانا ہے اشتیاق کا ایک مصلحت تحزن ہے مافات پر جو ایک مجاہدہ عظیمہ ہے ایک مصلحت جو بہت زیادہ ادق اور اغمض ہے خوگر ہانا ہے تسلیم وتفویض کا وغیر ذلک مما لا یحصی۔ اس لئے میں آپکو اس ناغہ پر جو ناگہ ہوگیا ہے ان فوائد کے ترتب پر نظر کرکے مبارکباد دیتا ہوں ولنعم ما قال العارف الرومی ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست
تو بماں اے آنکہ جز تو پاک نیست

وقال ؎

گر مرادت را مذاق شکر ست
بے مرادی نے مراد دلبر ست

وقال ؎

پس زبون وسوسہ باشی دلا
گر طرب را باز دانی از بلا

وقال العارف الشیرازی ایضا

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق
ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

والسلام

(حال) احوال بندہ کا یہ ہے کہ موت یاد آتی ہے تو سب مضطرب اور مضطر معلوم ہوتا ہے اسی میں دماغ ٹھیک رہتا نہیں اسکا علاج کیا کروں۔

(تحقیق) جب موت یاد آیا کرے جنت کا تصور کرلیا کریں اور یہ کہ وہ اعمال صالحہ سے ملیگی۔

۲۱۴

(حال) حالت بندہ کی یہ ہے کہ تعلق باری تعالےٰ قائم اور زیادہ معلوم ہوتا ہے خواہ کوئی کام کروں یا نکروں خدا تعالےٰ کی نعمتوں کا کچھ احساس ہوتا ہے اگر کھانا کھاتا ہوں یا پانی پیتا ہوں تو قلبی رقت اسقدر ہوتی ہے کہ بیان کیا کروں اور کہتا ہوں کہ یا اللہ تیرے ایک لقمہ اور ایک قطرہ پانی کا بھی اس ناکارہ سے شکریہ ادا نہیں ہو سکتا اور گناہ ہر وقت پیش نظر رہتے ہیں اس ہی وجہ سے اگر کوئی بُرا کہے تو زیادہ بُرا نہیں معلوم ہوتا اگر کوئی اچھا کہے تو کچھ زیادہ اچھا نہیں معلوم ہوتا بعض وقت تو آسمان کیطرف نگاہ اوٹھانے میں شرم معلوم ہوتی ہے اور یہ جی چاہتا ہے کہ کسیکو منہ نہ دکھاؤں حضرت کیا عرض کروں کچھ نہیں کہہ سکتا دعا فرمایئے استقامت دین اور عقل سلیم اور حسن خاتمہ نصیب ہو جاوے۔

(تحقیق) جو حالات آپنے لکھے ہیں یہ وہ ہیں کہ جنکے باب میں یہ آیتیں پڑھ دینا کافی ہے وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون لمثل ھذا فلیعمل العاملون اللہ تعالیٰ استقامت و برکت عطا فرماوے والسلام۔

(حال) حال یہ ہے کہ جب سے حضور سے رخصت ہو کر چلا ہوں قلب پر ایک ہیبت رہتی ہے روز افزوں ترقی پر ہے اور ہر فعل مجھے اپنا مخدوش اور اغراض نفسانی پر معلوم ہوتا ہے مگر کوئی غرض متعین نہیں ہوتی اور اسقدر اپنی حالت حقیر معلوم ہوتی ہے کہ ہستی تو کیا معنی بلکہ اس کے کسی فرد کا مصداق نہیں ہوں ؎

کہ ہونے پر نہ ہونے کا گماں ہے	نہ ہونا ہائے کیا ہوگا ہمارا

یہانتک کہ ضعف بھی ہو چلا ہے اور شاید اس ہی میں گھل گھل کر مثل برف کے ختم ہو جاؤنگا۔ دعا کی سخت ضرورت ہے۔

(تحقیق) یہ ہیبت اور حزن مبارک اور رفیع حالات میں سے ہے اگر اسمیں ختم ہو جاے شہادت کبریٰ ہے مگر سُنت کا مقتضا یہ ہے کہ جہانتک اپنا علم اور قدرت کام دے اعتدال اور تعدیل کو اپنا مستقر اصلی بنائے۔ ہیبت کے ساتھ اُنس اور حزن اور سوء ظن بنفسہ کے ساتھ رجاء رحمت اور فنا کے ساتھ بقا اور نیستی کے ساتھ ہستی اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدۂ نعمت کا اہتمام و استحضار کرے تاکہ ختم ہونے سے پہلے دوسروں کا خاتمہ درست کر سکے کیفیات مذکورۂ سابقہ میں صاحب نسبت راسخہ کو اضطرار کم ہوتا ہو اکثر سوچنے سے بڑھجاتی ہیں تو یہ سوچنا بوجہ موجب حرمان ہونیکے کیفیات لاحقہ سے طریق میں مضر سمجھا جاتا ہو حدیث کے یہی معنی ہیں سددوا و قاربوا و استقیموا ولن تحصوا و من شاق شاق اللہ علیہ

۲۱۵

اور حافظ شیرازی نے اسی کے معنی میں کہا ہے ؎

دوش با من گفت پنہاں رازدانِ تیز ہوش	کز شما پنہاں نشاید داشت رازِ مے فروش
گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع	سخت مے گیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

آپ کو اگر آثار ہیبت و سوءِ ظن بنفسہٖ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو یہ سوچا کیجئے کہ بیش بریں نیست کہ ہم جالت میں ناقص اور عاصی ہیں تو خدا تعالیٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہوگی اسی طرح تائبین کی بھی ہوگی اگر صدر نشین نہ ہوں گے تو صفِ نعال ہی میں جگہ بل رہے گی اگر ولیت نہ ہوگی تو جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی بس یہ سمجھ کر بجائے، اللّٰہم اصلحنی کے اللّٰہم اغفرلی کی کثرت کرنی چاہئے انشاء اللہ تعالیٰ مزاج درست ہو جائیگا اور اگر اس پر بھی یہ قبض مغلوب نہ ہو تو بعد رمضان یہاں فوراً آجانا چاہیے۔

(سوال) پچھل شب ذکر و شغل میں کچھ غنودگی سی رہتی ہے اور اوسی حالت میں ذکر کرتا ہوں کچھ حرج تو نہیں ہے۔

(جواب) اگر غنودگی مانع تصحیح الفاظ نہیں تو کچھ حرج نہیں ورنہ یا غنودگی کی تدبیر کی جاوے یا وقت بدلا جاوے۔

(حال) طبعی حالت یہ ہے کہ کوئی آدمی اگر روبرو میں میری شکرت ہے تو نہایت ناگوار لگتا ہے اور مناسب اوسکو بھی تنبیہ کر دیجاتی ہے۔

(تحقیق) انکار علی المنکر حالت مطلوبہ ہے۔

(حال) اور کہیں اچھے لوگوں میں بیٹھنا ہوتا ہے تو نہایت مجھے شرمندگی طاری ہوتی ہے اور اپنے کو بہ نسبت اُن حضرات کے محض ہیچ جانتا ہوں اور کوئی تعظیم تکریم کرتا ہے تب بھی تمام شرم آتی ہے۔

(تحقیق) آثار فنا و تواضع سے ہے مبارک ہو۔

(حال) اور جو چیز ظاہری تجمل سے اور اچھی نظر آتی ہے تو فوراً یہ جانتا ہوں کہ کچ ایسی ہے کل فنا ہو جاوے گی اور اکثر وقت موت یاد رہتی ہے گاہے گاہے تو ایسی حالت ہوتی ہے کہ شاید آجکل چل جاؤنگا

(تحقیق) آثار زہد سے ہے مبارک ہو۔

(حال) اور جس کام کے کرنیکا عزم ہوتا ہے تو فوراً پہلے یہ بات ذہن میں آجاتی ہے کہ اس کام کرنے میں یہ دینی نفع ہے اور یہ دینی نقصان ہے یعنی پہلے ہی جواز و عدم جواز پر اطلاع ہو جاتی ہے اُسی وقت

۲۱۶

شکر کرتا ہوں کہ تنبہ ہوگیا۔

(تحقیق) آثار خشیت سے ہے مبارک ہو۔

(حال) ہفتہ گذشتہ میں بعض وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حقتعالیٰ کے ساتھ جو قلب کو ایک تعلق تھا وہ منقطع ہوگیا اوسوقت طبیعت کو بیحد بے چینی ہوتی تھی مگر اب تین دن سے یہ بات بحمد اللہ تعالیٰ پیش نہیں آئی۔

(تحقیق) یہ توہم انقطاع قبض تھا جو رفع ہوگیا قبض بھی مضر نہیں گو موذی ہے سو جھیلنا چاہیے۔

(حال) عرصہ سے حالت عرض کرنے کو جی چاہتا تھا مگر شرمندہ بھی ہوتا ہوں کہ کیا عرض کروں بالآخر یہی دلمیں آیا کہ جو کچھ بھی حالت ہے عرض کردوں آجکل بس حالت یہ ہے کہ کچھ حالت نہیں عرصہ سے کوئی وارد قلب میں نہیں ایانہ کوئی نئی کیفیت مگر خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اوسکی یاد جذر قلب میں ہے اوسکی دھن تو شاید کسی وقت بھی غائب نہیں ہوتی اور اسی سے بہت کچھ تسکین و تسلی ہے بعض وقت مراقبہ میں قلب میں بہت زیادہ وسعت محسوس ہوتی ہے۔

(تحقیق) ایسا تغیر و تبدل عادۃً لوازم طریق سے ہے۔

(حال) مگر پریشانی اس سے ہوتی ہے کہ اعمال میں بعض وقت سستی ہوجاتی ہے نماز تہجد فوت ہوجاتی ہے کبھی اشراق فوت ہوجاتی ہے اسکا وقت کبھی دلمیں آتا ہے کہ ضعف طبیعت ہی مگر اندیشہ یہ ہوتا ہے کہ قلتِ شوق اسکا سبب نہ ہو۔ پھر جب غور کرتا ہوں شوق بھی پاتا ہوں فوت سے بے چینی اور قلق بھی ہوتا ہے۔

(تحقیق) جو کچھ بھی ہو اعمال میں بلا عذر اختلال ہونا مضر ہے جسطرح بن پڑے بتکلف اعمال ادا کر لینے چاہئیں ورنہ تھوڑے دنوں میں قلق بھی نہیں رہتا۔

(حال) اخلاقی حالت یہ ہے کہ اکثر لوگ اخلاق کے شاکی ہی نظر آتے ہیں بات چیت کرتے ہوئے چونکہ طبیعت اکثر منقبض ہوتی ہے تو کھلکر بشاشت سے مخاطب کی بات کا جواب نہیں دیا جاتا کیا کروں کیا نہ کروں اپنی بداخلاقی پر بڑا افسوس ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں حسن اخلاق کی دولت سے محروم ہی رہونگا للہ دعا فرمائیں کہ ایسا نہو۔ فیا حکیم الوری طبتوا مرضکم والسلام۔

(تحقیق) اسمیں ہمت کی ضرورت ہے اگر کسی سے خشونت ہوجاوے دوسرے وقت اس سے معافی

۲۱۷

مانگی جاوے چندے ایسا کرنے سے اعتدال پیدا ہو جاوے گا۔

(حال) فدوی ایک سخت گناہ گار اور روسیاہ بندۂ خدا ہے میری حالت سخت تباہ ہو رہی ہے چونکہ جناب والا کی ذات میں اخلاق رسول کی جھلک نظر آتی ہے اس لئے اس گناہ گار کو اُمید بندھی کہ اپنی تباہ حالت کا اظہار کر کے آپ سے مناسب علاج طلب کروں اور جناب کے قیمتی وقت کو ضائع کروں کمترین نے اوائل عمر میں اپنے ایک آبائی پیر صاحب سے بیعت کی اور انکے فرمائے ہوئے وظائف اور اوراد پڑھتا رہا جسوقت میں نے ان سے بیعت کی اوسوقت مجھکو ضروریات دین کی بالکل واقفیت نہیں تھی جناب پیر صاحب بھی علم دین اور دیگر ضروریات دین سے بے بہرہ تھے۔ کمترین اکثر اونکی خدمت میں حاضر ہوتا رہا کیونکہ میری سسرال وہیں تھی کچھ عرصہ گذرنے کے بعد جب فدوی کو ضروریات دین سے آگاہی ہوئی اور عام آمدورفت سے کئی قسم کی اخلاقی کمیاں نظر آئیں تو میری سب پہلی عقیدت جاتی رہی۔ ونکے قول وفعل کی تاویل کر کے بھی عقیدت نہ بندھی لیکن یہ بھی عرض ہے کہ میں نے اونکے فرمائے ہوئے معمولات پر آجتک عمل کیا ہے اور کرتا ہوں لیکن اس مدت مدیدہ میں کچھ فائدہ نظر نہیں آیا پھر عرصہ سات سال سے کمترین ایک نقشبندی سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں جانے لگا لیکن ان سے بیعت نہیں کی انھوں نے بہت مہربانی کی اور اپنے درود وظائف بھی پڑھنے کو بتائے ان کو بھی کمترین پورا کر رہا ہے شروع میں تو بہت کچھ روحانی ترقی نظر آئی اور حالت درست ہوگئی اور طبیعت میں خوب ذوق شوق پیدا ہو گیا لیکن اب ایک خاصہ عرصہ گذرا ہے کہ اس ذوق وشوق کا پتہ نہیں اب شرعی حدود سے باہر نکلتے ہوئے کوئی رنج وغم یا شرم محسوس نہیں ہوتی حالت پہلے کی نسبت بہت بری ہوگئی ہے دل کسی وقت اسقدر مایوس ہو جاتا ہے کہ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں اور اکثر خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ شرور نفس وشیطان سے کہیں ایمان ہی نہ کھو بیٹھوں نعوذ باللہ منہا۔

(تحقیق) اسی سے تو محققین نے کیفیات کو معتبر نہیں سمجھا۔ دیکھئے ذوق وشوق سب کچھ ہوا لیکن جو چیز اصل تھی کہ شرع کا اتباع راسخ ہوتا وہ نہ ہوا کاش اگر یہ ہوتا اور وہ نہوتا تو مضر نہ تھا مگر عام اس حالت کو درویشی سے بعید سمجھکر اسکی بے وقعتی کرتے ہیں۔

(حال) عرصہ دو سال سے کمترین ان نقشبندی بزرگ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکا شائد

۲۱۸

اسوجہ سے دل سیاہ ہوگیا ہے جب جانیکا ارادہ کرتا ہوں کوئی نہ کوئی مصیبت واقع ہوجاتی ہے نیز کمترین پیشہ آہنگری کرکے اپنا وقت گذارتا ہے۔ عیالدار ہونے کیوجہ سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ انکی خدمت میں حاضر ہوں کیونکہ جانے آنے میں چھ سات دن لگ جاتے ہیں اور خاصی رقم خرچ ہوتی ہے جسکا مہیا ہونا مجھ جیسے نادار کے لئے مشکل ہے اپنی حالت کے متعلق ان کی خدمت میں بہتیرے عریضے لکھ چکا ہوں لیکن انھوں نے جواب نہیں دیا نیز اونکا ارشاد بھی ہے کہ ہم خطوں کا جواب کسی کو نہیں دیتے۔

(تحقیق) ان مجموعی علامات سے اونکا شیخ ہونا ہی مشکوک معلوم ہوتا ہے، اونکو چھوڑنا چاہیئے۔

(حال) اب میں عجب معذوری کی حالت میں ہوں اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتا رہتا ہوں کہ کوئی صورت بہتری کی نظر نہیں آتی کمترین نے اپنے ایک دوست کے پاس جناب کی تصنیف کردہ ایک دو کتابیں دیکھیں اور دلمیں جناب کی تمام تصنیفات کے منگواکر مطالعہ کرنیکا شوق پیدا ہوا چنانچہ بہشتی زیور حصہ اول و دوم و ہفتم اور الاجتہاد اور تعلیم الدین تو پوری پڑھ چکا ہوں قصد السبیل بھی آج ختم ہوچکی ہے۔ اصلاح الرسوم اور فروع الایمان زیر مطالعہ ہیں انکے مطالعہ سے طبیعت میں بہت کچھ اطمینان حاصل ہوا ہے لیکن بعض وقت پھر بھی ناامیدی ہوجاتی ہے لہذا عرض ہے کہ کوئی مناسب علاج تجویز فرمایا جاوے۔

(تحقیق) کسی محقق صاحب حال و کمال سے تعلق راسخ کرکے اوسکا اتباع کیا جاوے۔

(حال) علم تجوید کی کتاب جمال القرآن بھی پڑھ چکا ہوں جب سے کمترین نے آپکی کتابیں پڑھنی شروع کی ہیں یہی دل چاہتا ہے کہ اور کوئی کتاب نہ دیکھوں یہی مطالعہ کرتا رہوں چند یوم سے مناجات مقبول کی بھی ایک منزل عربی روزانہ پڑھنی شروع کی ہوئی ہے۔

(تحقیق) ان رسائل سے جب نفع اور دلچسپی ہے تو اور کتب بھی تالیفات احقر میں سے دیکھئے امید مزید نفع کی ہے بالخصوص میرے مواعظ جسقدر میسر ہوجاویں وہ انشاء اللہ تعالیٰ اکسیر کا کام دیں گے۔

(حال) کمترین بچپن سے تہجد خواں رہا لیکن اب دل کی غفلت کے باعث پچھلی رات کو نہیں اُٹھا جاتا اور قضا ہوجاتے ہیں اس سے دلکو سخت صدمہ ہوتا ہے براہ عنایت میرے اس مرض کا

کوئی علاج تجویز فرمادیں۔

(تحقیق) ظاہر یہ تو کوئی بڑا مرض نہیں اسکا علاج بہت سہل ہے کہ عشار کے بعد تہجد پڑھ لیا کریں لیکن تفرد میں اور امراض صعبہ پیدا ہو جاتے ہیں اونکا حفظ ماتقدم کیجیے جسکا طریقہ اوپر لکھا گیا ہے کہ کسی محقق صاحب حال وکمال سے تعلق راسخ کرکے اوسکا اتباع کیجیے۔

(حال) رد سہو کے مجھے جناب پر یقین بندھا، در جناب کے سامنے پنا کچا چٹھا بیان کردیا۔

(تحقیق) بہت اچھا کیا میں بھی مشورۂ نیک سے دریغ نکرونگا ذیل میں اسکی تفصیل ہے۔

(حال) کمترین کی صحت انشاء اللہ اچھی ہے پیشہ آہنگری سے اپنا اور اپنے اہل وعیال پیٹ بھرتا ہوں عمر تقریباً ۴۵ یا ۴۶ سال ہے معمولات روزانہ یہ ہیں۔ بعد از فریضۂ صبح تلاوت قرآن کریم اور ایک منزل مناجات مقبول کی بلاناغہ ہر روز پڑھتا ہوں۔ سورۂ فاتحہ ۱۱ بار۔ سورۂ اخلاص ۱۱ بار۔ درود شریف ۱۱ بار۔ کلمۂ استغفار ۱۰۱ بار۔ کلمۂ تمجید ۱۰۱ بار۔ یا عزیز ۵۰۰ بار۔ (سورۂ یٰسین ایکبار۔ سورۂ تغابن ایکبار۔ درود تاج ایکبار) اس کے بعد دو تین طلبہ کو قرآن کریم کی تعلیم دیجاتی ہے پھر اپنا دنیوی کام شروع کرتا ہوں۔ پھر فریضۂ ظہر کی ادائیگی کے بعد عصر تک دنیوی کام ہی کرتا ہوں۔ پھر فریضۂ عصر کے بعد اللہ لا الٰہ الا ہو گیارہ سو بار پڑھکر فریضۂ مغرب صلوٰۃ الاوابین پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ ۱۱ بار۔ سورۂ اخلاص ۱۱ بار۔ درود شریف ۱۱ بار۔ کلمۂ استغفار ۱۰۱ بار۔ کلمۂ تمجید ۱۰۱ بار پڑھکر رات کا کھانا کھاتا ہوں پھر فریضۂ عشار ادا کرنے کے بعد دو نفل صلوٰۃ الواصلین پڑھکر درود شریف حسب فرصت اور سورۂ ملک ایکبار پڑھکر سو رہتا ہوں پہلے تو پچھلی رات تہجد کے لئے بلاناغہ اوٹھتا رہا لیکن اب بالکل غفلت رہتی ہے دن کو فرصت ملنے پر آپ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں یا اور دینی کتب کا۔

(تحقیق) یا عزیز کس نیت سے پڑھتے ہیں۔ سورۂ تغابن کس نیت سے۔ درود تاج میں بعضے الفاظ قابل ترک ہیں اور خود یہ درود کسی روایت صحیحہ میں وارد نہیں درود منقول کیوں نہ پڑھا جاوے صلوٰۃ الواصلین کیا چیز ہے۔ اگر اسکا جواب بھیجا جاوے تو یہ پرچہ بھی ہمراہ آوے، اوسمیں اگر آپ باقاعدہ تعلیم چاہیں گے تو دریغ نہوگا۔

۲۲۰

(باقی آئندہ)

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے

(۲) اس رسالہ کو مسائل خلافیہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹی ٹی کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ [illegible] ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ [illegible] کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے [illegible] کا ویلیو ہوگا۔ امسال [illegible] کا ویلیو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۵ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاوے گی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس (ف) دی جائیگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں جماعت انتخاب التالیفات متعلقہ خانقاہ تھانہ بھون۔ مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کے لئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

ف دلیل اس عقد کے جواز کی الہٰنا مطبوعہ [illegible] ۱۳۲۶ھ جلد رابع صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ پر مذکور ہے۔ ۱۲ منہ

رعایت پر رعایت

حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو ارشادات وافادات میں علی الاطلاق جو ملکہ تامہ حاصل ہے اس سے اسلامیہ طبقہ بے خبر نہیں ہے لیکن رمضان المبارک ماہ ہی جسمیں مبداء فیاض سے عامہ مومنین کے قلوب پر بھی القاء وحکمۃ ہوتا ہے تو جو قلوب پہلے سے منور ہیں وہ تو نور علیٰ نور کا مصداق ہو جاتے ہیں۔ ان بنا پر حضرت مدظلہم العالی کے چھ مواعظ اور سواسو ملفوظات ارشاد کردہ رمضان مبارک ۱۳۴۸ھ موسومہ بہفت اختر درمیان سال کے دیگر مواعظ سے بہت زیادہ ممتاز ہیں اور اُن میں تمام امہات اعمال کی حقیقت اور روح کو بیان کیا گیا ہی خصوصاً ان اعمال کو جو کہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اسلئے قبل رمضان شریف اُن کا مطالعہ نہایت ضروری ہی تاکہ شائقین اُن سے مستفیض ہو کر رمضان المبارک میں اعمال کی ارواح کی تحصیل کر سکیں۔ اسی وجہ سے اسکی قیمت میں خاص رعایت یہ کیجاتی ہے کہ ۳۰ شعبان تک بجائے عـہ کے صرف عـہ میں دیا جاویگا۔ دیگر کتب تصنیف جدید ومواعظ جدید الطبع میں بھی خاص رعایت ۳۰ رمضان تک حسب ذیل ہوگی۔

نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی	نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی
ارشاد الہائم فی حقوق البہائم تصنیف جدید	۲ر	۱ر	اصلاح الخیال - - -	۳ر	۲ر
دعوات عبدیت حصہ ہشتم کے پانچ وعظ جدید الطبع -	۱۵ر	۱۰ر	اصلاح الرجال - - -	۲ر	۱ر
			الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف	۵ر	۳ر
وعظ الباقی - - - -	۳ر	۲ر	اوراد رحمانی اذکار سبحانی -	۳ر	۲ر
مناجات مقبول مجلد سفید -	۱۲	۹ر	امواج طلب معہ جار بلغ طرب غیر مجلد	۱۰ر	۸ر
بہشتی زیور معہ ضمائم جدیدہ وتصحیح شدہ مطبوعہ امداد المطابع بیس حصے	عـہ ۹ر	۲ر	" " " مجلد	۱۵ر	۱۲ر

دیگر کتب مندرجہ فہرست میں ۳۰ رمضان شریف تک کوئی اضافہ نہیں کیا جاویگا مطابق فہرست ثلث رعایت برابر دیجاویں گی۔ جو اُن حضرات کیلئے جو بحوالہ اس رسالہ کے حوالہ سے کتابیں طلب فرماویں گے ورنہ چار آنہ فی روپیہ اخذ فکر کے ثمن کمیشن دیا جاویگا۔

ملنے کا پتہ:- دفتر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

رجسٹرڈ نمبر ۳۷

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وقال ابن مسعود كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علينا

امتثالاً للآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداداً للحدیث کہ دال ست بر مندوبیت قصد از

فصل درارشاد صحیفہ شہریہ ملقب بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ ودائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسنن الحمیدہ و

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ و

ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیہ والعقلیہ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مدظلہ است ما یجل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست و

لقب صحیفہ مشہور ست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خامساً اشتمال بر تحقیقات نادرہ دیگر اہل فضل ست

جلد (۳)	بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۴ ہجری	عدد (۲)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدت شائع اور نام	یافت نے امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۶

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں

تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو ۔ (مدیر رسالہ)

تلاوت قرآن شریف کا مع اپنے حق کے ضروری ہونا

الذین اٰتینٰھم الکتب یتلونہ حق تلاوتہ اولٰئک یؤمنون بہ ومن یکفر بہ فاولٰئک ھم الخسرون

یہ آیت سورہ بقر کی ہے ترجمہ اسکا یہ ہے کہ جنکو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسکو تلاوت کرتے ہیں جیسا حق ہے تلاوت کا - ایمان والے یہی ہیں اور جو کتاب پر ایمان نہ لائے وہ خسارہ والے ہیں - اسکی دو تفسیریں ہیں مگر دونوں میں یہ قدر مشترک ہے کہ تلاوت کرنے والوں کی مدح ہے اس آیت میں ہر چند کہ کتاب سے مراد توریت ہے مگر ظاہر ہے کہ توریت کی تلاوت کے قابل مدح ہونیکا سبب توریت کا کتاب اللہ ہونا ہے محض کتاب ہونا نہیں ہے اور چونکہ قرآن پاک افضل کتب ہے تو اسکی تلاوت اور زیادہ قابل مدح ہوگی اور اسی آیت سے اسکی فضیلت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی اس آیت سے قرآن مجید کے تلاوت کرنیکی اور اسکے حقوق ادا کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بات بدیہی ہے کہ تلاوت بلا سیکھے ہوئے اور پڑھے ہوئے کیسے ہو سکتی ہے سیکھنا اور پڑھنا اسکا موقوف علیہ ہے اور مقدمہ ضروری کا ضروری ہوتا ہے اگر آپ باورچی کو حکم دیں کہ کھانا پکا تو اسکا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ ہانڈی چولھے پر رکھکر آنچ دے لا بلکہ بازار سے گوشت لا اور مصالح لا اور اناج لا اور پکانیکے برتن مہیا کر اور آگ جلا تب ہانڈی کو آنچ دے چنانچہ کھانا پکانے کے حکم کے بعد باورچی کا ان سامانوں میں لگا رہنا آپ کے نزدیک اور کاموں کے نکرنے کا عذر سمجھا جاتا ہے اور ان کاموں میں اسکا لگا رہنا پکانے ہی کے حکم کی تعمیل سمجھا جاتا ہے - اگر اناج مثلاً نہ ہو اور وہ بیٹھا رہے اور عین وقت پر عذر کرے تو یہ عذر اسکا آپ ہرگز نہ سنیں گے کہ حضور آپنے مجھے صرف پکانیکا حکم دیا تھا یہ نہیں فرمایا تھا کہ اناج بھی منگانا اس عذر نہ سننے کی کیا وجہ ہے یہی کہ کسی چیز کا حکم اسکے اسباب و مقدمات کا بھی حکم ہے الشئے اذا ثبت ثبت بلوازمہ بنا بریں تلاوت کتاب کا مطلوب ہونا اس کے سیکھنے اور پڑھنے کا بھی مطلوب ہونا ہے جو فضیلت تلاوت کی ہوگی وہی فضیلت سیکھنے کی ہوگی اور جسقدر ضرورت تلاوت کی ہوگی اسیقدر ضرورت سیکھنے کی بھی ہوگی غرض قرآن شریف کا سیکھنا ضروری ہوا اور دیکھئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے صرف یتلون نہیں فرمایا بلکہ حق تلاوتہ کی قید بھی بڑھائی اور اسمیں اور اوسمیں بڑا فرق ہے مثلاً ایک تو یوں کہیں کہ یہ کام کر لاؤ اور ایک یہ کہ یہ کام خوب سوچ سمجھکر کر لاؤ اسس

۲۲۷

دوسرے لفظ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نفس کام کرنے سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ وہ من کل الوجوہ مکمل نہو، اس سے نفس امر کی اور زیادہ تاکید ہوجاتی ہے تو آیت میں نفس تلاوت کی اور زیادہ تاکید ہوگئی پھر نفس تلاوت میں تشدید ہوجانے سے اس کے مقدمہ یعنی سیکھنے کے حکم میں بھی تشدید ہوگئی غرض قرآن شریف کا سیکھنا ضروری بلکہ نہایت ضروری ہوا پھر اتنا سیکھنا بھی کافی نہیں ہوگا کہ نفس تلاوت کا ذریعہ ہو بلکہ اتنا سیکھنا چاہیئے کہ حقوق تلاوت ادا ہوں۔ اب سمجھئے کہ حق تلاوت کیا ہے ہمیشہ یاد رکھئے کہ جس چیز کی فضیلت بیان ہو اور جس چیز کی برائی بیان ہو اوسکی حقیقت سمجھ لینا چاہیئے اگر وہ چیز اپنی حقیقت پر ہو تو قابل فضیلت یا برائی ہے ورنہ نہیں۔

حقیقت تلاوت

یہاں تلاوت کتاب للہ کی فضیلت بیان ہوئی لہذا اسکی حقیقت سمجھ لیجئے کہ حق سبحانہ تعالی نے اپنی کتاب اُتاری جو مجموعہ ہے اوراد کا اور قصص اور حکایات کا اور احکام کا اور جامع ہے تمام بھلائیوں کو قطع نظر تمام خوبیوں کے محض کلام اللہی ہونا اسکا مقتضی اس امر کا ہے کہ ہم جیسے ناچیز بندوں کی اس تک رسائی بھی نہوتی کہاں وہ کلام مقدس کہاں ہم حقیر بندے۔ دیکھ لیجئے دُنیا کے ذرا ذرا سے بادشاہوں کے دربار کی حاضری کے لئے لوگ کتنی کتنی کوششیں کرتے ہیں اور عمریں گذار دیتے ہیں تب کہیں سلام کرنے کا موقع ملتا ہے اور جسکو ایک دو بات کرنیکا موقع ملگیا وہ اپنے آپ کو کتنا کچھ سمجھنے لگتا ہے اور تمام سلطنت بھر میں اوسکی کیا عزت ہوجاتی ہے جب کلام شاہان دُنیا کی یہ عزت ہے تو شاہنشاہ شاہاں اور احکم الحاکمین کے کلام کی کیا کچھ عظمت ہونی چاہیئے شاہان دنیا کا کلام دو چار برس کی تمنا اور کوششوں کے بعد میسر ہوتا ہو تو کلام الٰہی اگر کچھ بھی نہیں تو دو چار برس کی محنت کے بعد تو نصیب ہونا چاہیئے مگر نہیں کس درجہ رحمت ہے اللہ میاں کی کہ ہمارے ہاتھوں میں اپنی کتاب دیدی اور اذن عام دیدیا کہ جسکا جسوقت جی چاہے ہم سے باتیں کرے پھر صرف اذن ہی نہیں بلکہ مطالبہ بھی ہے بندوں سے کہ باتیں کرو۔ اب ہم بندے اپنی ذلت اور احکم الحاکمین کی عزت کو پیش نظر کرکے دیکھیں کہ یہ باتیں کرنے کی فرمائش کیا چیز ہے سوا اس کے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ محض فضل ہے معلوم ہوگیا ہوگا کہ تلاوت کتاب اللہ کی حقیقت اللہ میاں سے

۲۲۸

باتیں کونا ہے۔ اب اس آیت میں فرماتے ہیں کہ تم ہم سے باتیں تو کروگے مگر قاعدے اور ادب کیساتھ کرنا یتلونہ حق تلاوتہ ترکیبًا تو اخبار ہے مگر مقصداً انشا ہے یعنی تلاوت کرنے والوں کو چاہیئے کہ تلاوت کے حقوق ادا کریں۔

تلاوت کے ظاہری و باطنی حقوق اور قرآن کی تعلیم کی جامعیت

جب تلاوت کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اب سمجھ لیجئے کہ حقوق دو طرح کے ہوتے ہیں باطنی اور ظاہری قربان جائیے تعلیم شریعت کے کہ اعمال میں صرف بناوٹ نہیں سکھلائی بلکہ ظاہری حقوق بھی بتائے اور باطنی بھی اور باطنی کو ظاہری سے زیادہ ضروری رکھا مثلاً ماں باپ کے کہ حق ظاہری کو فرمایا واخفض لھما جناح الذل کہ انکے سامنے پستی اختیار کرو وضع میں قطع میں تکلم میں نشست و برخاست میں غرض ہر چیز میں ان سے تذلل برتو۔ کسی بات میں اپنی ترفع مت کرو یہ تو حق ظاہری ہے اور حق باطنی کو سبحان اللہ کیسے ذرا سے لفظ سے ادا فرمادیا یعنی من الرحمۃ یعنی ان کے سامنے نری ظاہری پستی پر اکتفا نکرو اسکا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اس ظاہری پستی کا منشا رحمت ہو۔ رحمت رقت قلب کو کہتے ہیں یعنی انکی خدمت دل سے کرو جیسا کہ ظاہر انکے سامنے پست کیا ہے باطن کو بھی پست کرو دل کے اندر خشوع بھی ہو خضوع بھی ہو۔ قرآن میں کوئی ضروری بات چھوڑی نہیں جاتی یہی خوبی ہے کلام اللہ کی تعلیم کی کسی حکیم یا کسی فلسفی کی تعلیم میں یہ بات نہیں پائی جاتی اور اسپر بھی اکتفا نہیں کیا آگے فرماتے ہیں وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا اوپر تو ان حقوق کا حکم تھا جنکی ادا کا علم والدین کو اور لوگوں کو وقت ادا ہوتا ہے اور اسمیں فرمادیا تھا کہ صرف ظاہری بناوٹ نہو انکو بھی دل سے ادا کرو یہاں حکم ہے کہ ان حقوق کو بھی ادا کرو جنکی اطلاع بھی نہو قل رب ارحمھما یعنی ان کیلئے دعا بھی کرو۔ یہ بھی ایک حق باطنی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ حق تین ہیں ظاہری اور باطنی اور ابطن اور تینوں قسموں کے ادا کا حکم ہے اسی طرح حق تلاوت بھی مختلف ہوتے ہیں۔ میں اسکی ایک مثال دئے دیتا ہوں جس سے اچھی طرح توضیح ہوجائیگی۔

تلاوت کی ایک مثال

فرض کیجئے کہ بادشاہ کسی کے ہاتھ میں شاہی قانون دیکر کہے کہ اسکو پڑھو تو اوسکی حالت پڑھنے کے

وقت یہ ہوگی کہ ہر ہر لفظ کو صاف صاف پڑھے گا کہیں ایسا نہو کہ اسکا پڑھنا بادشاہ کے ناپسند ہو اور
اوسکے معنی اور مفہوم کو بھی سمجھنا جائیگا ایک تو اس خیال سے کہ عبارت کا لہجہ بلا معنی سمجھے ہوئے ٹھیک نہیں
ہوسکتا اور ایک اس خیال سے کہ شاید کہیں بادشاہ پوچھ بیٹھے کہ کیا مطلب سمجھا تو خفت نہو اور ایک حالت
پڑھنے والے کی یہ ہوگی کہ دلمیں اس قانون کے احکام کی تعمیل کا بھی عزم ہوگا، ورنہ کسی قرینہ سے ظاہر ہونے
دیگا کہ میں اسکی پابندی میں کچھ کوتاہی کرتا ہوں بلکہ حال قال سے یہی ثابت کریگا کہ میں سب سے زیادہ
تعمیل کرنے والا ہوں بس اس مثال کو ذہن میں حاضر رکھئے۔

تلاوت قرآن شریف کے تین مرتبے ہیں

اور سمجھئے کہ قرآن مجید کی تلاوت میں بھی اسی طرح کے تین مرتبے ہیں ایک مرتبہ الفاظ ظاہری کا ہے یعنی ہر ہر
حرف کو علحدہ علحدہ صاف صاف اور اپنے مخرج سے ادا کرنا اور ایک مرتبہ معنی کا یعنی مدلول الفاظ کو سمجھ لینا یہ نہیں
کہ خیال کہیں ہے صرف طوطے کی طرح سے لفظ ادا کردئے یہ مرتبہ حق باطنی کا ہے اور ایک مرتبہ اس کے بھی
ابطن ہے وہ اس کے احکام پر عمل کرنا ہے جب یہ تینوں باتیں جمع ہونگی تب کہا جائیگا کہ حق تلاوت
کا ادا ہوگیا۔ غرض کل تین حق ہوئے۔ ایک حق ظاہری یعنی تلاوت۔ دوسرا حق باطنی یعنی معنی سمجھ
لینا۔ تیسرا عمل کرنا یہ بمقابلہ دوسرے کے بھی باطن ہے تو اسکو ابطن کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ معاملہ فیما
بینہ وبین اللہ ہے ان تینوں میں وجوداً سب سے مقدم حق ظاہری ہے اور موکد سب سے زیادہ تیسرا
درجہ ہے یعنی عمل۔ ان دونوں میں حقیقت اور صورت کا فرق ہے اصل چیز حقیقت ہی ہوتی ہے۔
لیکن وجود اسکا لباس صورت میں ہوتا ہے اسی وجہ سے صورت مقدم ہوتی ہے اور ضروری
دونوں ہیں پس حقیقت بلا صورت کے باطل ہے اور صورت بلا حقیقت کے عاطل۔ غرض
ثابت ہوا کہ عمل بھی ایک حق ضروری ہے یہ نہیں کہ محض مرتبہ مستحب ہی میں ہے دیکھئے
اللہ میاں نے آگے فرمادیا اولئک یؤمنون بہ۔ جو لوگ تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں وہی
ایمان رکھتے ہیں یعنی کامل ایمان انھیں کا ہے پس عمل موقوف علیہ ہے کمال ایمان کا اور کمال
ایمان کی تحصیل واجب ہے تو ضرور عمل بھی واجب ہوگا۔

(باقی آیندہ)

رات میں پڑھی جاتی ہے مگر کبھی کبھی ناغہ بھی ہو جاتی ہے بعض مرتبہ تو بوجہ طبعی طبیعت سبب ہو جاتا ہے اور بعض اوقات دیگر موانع پیش آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دوام اور ثبات مرحمت فرماوے دنیا کی محبت کی کمی کی کوشش کیجاتی ہے مگر یہ آفت ہنوز ایسی قلب میں جاگزیں ہے کہ کسی طرح دل سے نہیں نکلتی توجہ خاص کا طالب ہوں۔

(جواب) بحالت موجودہ دوام کی ضرورت ہے کسی عارف زاہد کی چند روزہ صحبت اور زہاد کی حکایات کا مطالعہ اور کچھ نہیں تو احیاء العلوم کیمیائے سعادت کی کتاب الزہد ہی سہی۔

(حال) میں نابکار نے مدۃ العمر میں جسقدر بڑے بڑے گناہ سرزد ہوئے ہیں اور جنکا حد و حساب نہیں ہے اکثر کیا ہمیشہ بعینہ سامنے رہتے ہیں گر باوجود اس کے بھی نفس شریر کما حقہ شرمندہ اور خائف نہیں ہونے دیتا صرف معمولی طور پر خیال آجاتا ہے کہ ایسے ایسے گناہ مجھ سے ہوتے ہیں اور جسکی تباہ کاریاں ایسی ہوں وہ کیا خاک اپنی مغفرت کا امیدوار ہو سکتا ہے الا ماشاء اللہ۔

(تحقیق) طبعی شرمندگی اور خوف اگر نہ ہو عقلی کافی ہے جو کہ اختیاری ہے۔

(حال) ایک خیال بہت ہی تشویش پیدا کرتا ہے کہ باوجود اپنے گناہگاری پر نظر ہونے اور اپنے کو بالکل لایق عقوبت و عذاب سمجھنے اور اپنے اعمال نہایت ہیچ اور لاشے ہونے کے بھی ہمیشہ یہی خیال رہتا ہے کہ حق جل و علا شانہ اس نابکار کی مغفرت فرما دیں گے اور نعمائے بہشت کے تصور میں طمینان سا ہے نہ معلوم یہ کسدرجہ کی غفلت اور قساوت قلبی ہے کہ ع کام دوزخ کے کروں جنت کا ہوں امیدوار۔ ہر چند دوزخ کے عذاب معلوم اور پیش نظر ہیں مگر اس بیفکری کے آگے کبھی گھبراہٹ اور خشیت نہیں ہوتی اور یہ حال اور خیال ہمیشہ سے ہے اور مجھے اسمیں اپنی بہت ہی خرابی اور تباہ حالی معلوم ہوتی ہے باوجود کوشش کے بھی یہ حالت نہیں بدلتی اگر میرا خیال موجب ذم اور قابل رد ہے تو للہ اس نالایق کی بدحالی اور تباہ حالت پر نظر رحمت اور دستگیرانہ توجہ فرمائی جاوے۔

(تحقیق) یہ امید طبعی ہے اگر عقلی خوف اس کے ساتھ مجتمع ہو کچھ حرج نہیں۔

(سوال) میں حضور کی توجہ اور دعا کا امیدوار ہوں جبتک حضور کی توجہ میرے حال پر نہیں ہوگی اسوقت تک میں کامیاب نہیں ہو سکتا ورنہ مجھے تب کچھ نہ ہونے کی امید معلوم ہوتی ہے۔

(جواب) توجہ کا مطلب صاف لکھئے ورنہ یہ کہ آیا میرے اختیار میں ہے یا آپ کے۔

(سوال) حضور کے فرمان کے مطابق ذکر اللہ کرتا ہوں مگر بوجہ ضعف دماغ کے ذکر جہر نہیں ہوتا ہوں خفی کرتا ہوں مگر بہ نسبت ذکر کے قرآن شریف کے پڑھنے میں ایک لذت و فرحت حاصل ہوتی ہے اگر حضور فرمادیں کلام مجید زیادہ پڑھا کروں بہ نسبت ذکر کے۔

(جواب) بحالت کذائیہ تلاوت ہی کی کثرت کیجئے۔

(سوال) دیگر عرض یہ ہے کہ سخت معذور ہوں کیونکہ نماز پڑھانے میں قطرہ کا خوف ہوتا ہے اور بچوں کے پڑھانے میں بھی معذور ہوں بالغ لڑکے جو عربی پڑھتے ہوں کیونکہ یہاں پر چند کتابیں پڑھاتا رہا مگر اب وہ بھی نہیں لہذا بندہ متفکر و پریشان ہے مگر چند کتابیں طب کی بھی پڑھی تھیں اگر حضرت فرمادیں تو ایک سال اسمیں صرف کروں خدا تعالےٰ کچھ کردے۔

(جواب) معاشں کے باب میں جو لکھا ہے اسکا مشورہ زبانی ہی ٹھیک ہو سکتا ہے بعد رمضان ملکر مشورہ کیجئے۔

۲۲۲

(سوال) ثم یا طبیبی و شفیقی قد بقی فی قلبی اثر من التعلق الذی کتبت الیکم حین قیامکم ههنا من قبل۔ کقرحة اذا برأت و بقی اثرها علی ظاهر الجلد۔ لکنی اجد بینهما فرقا و هو ان اثر القرحة لا یوذی صاحبه بعد البرء و هذا یشوش قلبی فی بعض الاوقات بلا اختیار لکنی اکره التکلم ای الشخص المعهود بعقلا و طبعا و لا اکلمه ابتداء قط الا وقت سواله عن مسئلة شرعیة او علمیة بحیث لا یمکن الاعراض عنه فاجیبه مختصرا ثم افارقه علی الفور و قلبی عنه نفور و فی بعض الاحیان مع الخفة الیه یفور۔ ارید مرة بعد مرة ان امنعه من التکلم بی ثم اذکر ما کتبتم الی فی جواب عریضتی ان لا تمنعه و لا تظهر علیه الاجتناب عنه بل لا تجبه بحیلة کانک لم تسمع قوله فما ذا افعل وقت سواله بحیث لا یمکن الاعراض عنه مثلا ربما اطالع الکتب او اتلو القرآن فجاء و سأل فکیف اظهر انی لا اسمع کلامه

جواب۔ قولوا انی لا اعلم ایه۔

(حال) و کثیرا عند نشران هذا (ای میلان القلب بلا اختیار) لیس بمضر فان مثلک

فهذا كمثل المريض الذي تشتاق نفسه الى الغذاء الذي يضره وهو لا ياكل فما ضره فيه فكذلك

انت انما يضرك اذا تخاطبه قصداً او تتصور به بالاختيار اما انجذاب القلب اليه

بدون الاختيار في بعض الاحيان فلا يضرك اصلا

(تحقيق) هذا صحيح اذا لم يكن جبلة متكلمة فانها اختيارية

(حال) فطالما اقول لها هذا ايضا يدل على بقاء المواد الفاسدة ويخاف عليه

العود ويعلم من هذا الميلان ولو بلا اختيار انه لم يبرأ بعد والا لم هذا التشويش

ولو في بعض الاحيان۔

تحقيق هذا ايضا صحيح لكن بقاء المادة ليس علة للعود بلا قصد والكف عنه اختياري

فماذا تخافون۔

(سوال) فارجو من نوالكم والطافكم وشفقتكم ان تخلصني من هذا الداء العضال

وتعلق البال فانه ولو كان ضعيفا واحيانا لكنه مقابل لعلاقة الله تعالى فانه

ما جعل الله لرجل من قلبين في جوفه ۔

(جواب) ادعو لكم فان الدعاء مطلوب في كل حال

(سوال) ثم ربما ارى وقت صلوة الفجر نائما فتحيرما ذا فعل ان اتركه فاتت جماعته

وان ايقظه فهو خلاف المعاهدة وكذا في السحور وان آمر احدا بايقاظه فماذا

يقول هو في نفسه في هذا الحكم۔

(جواب) لا تفعلوا ولا تامروا غيركم فيما انت عليه بوكيل

(حال) ایک شبہ اور پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر والدہ سے بھی زیادہ

شفیق ہیں اور جب بندہ کے حق میں آخرت میں کوئی بڑا درجہ مقرر فرما دیتے ہیں اور یہ بندہ اپنے عمل

کی بدولت اس تک نہیں پہونچ سکتا تو اس کو غم و حزن و مصائب و تکالیف میں مبتلا فرما کر اس درجہ کا

مستحق بناتے ہیں اور بعض اوقات بطور آزمائش ایسا کرتے ہیں جس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ بعد

صبر کے اپنی رحمتیں نازل فرمائیں اور یہ آزمائش صرف اس لئے ہوتی ہے کہ دوسرے رحمت قائم رہے

اس کے مستحق ہونے کے لئے کما فی قولہ تعالیٰ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس الآیۃ

خلاصہ یہ کہ بندوں پر مصائب کا آنا اُن کے حق میں عین رحمت خداوندی ہے ؎

الا لا یجارین اخو البلیۃ ‖ فللرحمن الطاف خفیۃ

ایسے وقت میں اونکے دفعیہ کی تدبیر کرنا یا اللہ تعالےٰ ہی سے دعا کرنا کہ ہم سے ہٹائے ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی بچہ اپنے والد کی سختی جو اسکی آئندہ زندگی کے لیئے ازبس مفید تھی (مثلاً تعلیم کے معاملہ میں وغیر ذلک) ہٹانے کی کوشش کرے خصوصًا اوسوقت جبکہ اوسکو معلوم ہوجائے کہ والد صاحب کو یہ منظور ہے کہ اس آزمائش کے بعد مثلاً اپنا ولی عہد بنادیں گے اور یہ سختی اسواسطے کرتے ہیں تاکہ دوسرے لوگوں پر اس عہدہ کے عدم استحقاق پر حجت قائم کریں ظاہر ہے کہ اگر لڑکا ایسی صورت میں اُن تکلیفوں کے ٹلانے کی کوشش کرے اور باپ ہی سے کہے کہ مجھے ایسی تکلیف نہ دیجیے یا سفارشیں پہونچائے یا اور تدبیریں اختیار کرے تو اوسوقت اس سے زیادہ نالائق کون ہوگا اس صورت میں باپ کو بھی رنج ہوگا نیز لوگوں سے اوسکو خفت بھی ہوگی کما لا یخفی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا یا دوا کرنا بظاہر رضا بالقضا کے خلاف ہونیکے علاوہ عقلاً بھی درست نہیں ہے یاد آتا ہے کہ مسلم شریف میں ایک حدیث کتاب الایمان میں اس مضمون کی ہے کہ ایک شخص کو رات کے وقت عہد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں بچھو نے ڈنک مار لیا یہ حدیث بہت طویل ہے آخر کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب قالوا من ھم یا رسول اللہ قال الذین لا یکتوون ولا یسترقون وعلی (او کما قال) اس حدیث سے اسباب تخمینیہ وظنیہ ونیز اسباب بعیدہ خفیہ وہمیہ دونوں سے احتراز کرنا عین توکل معلوم ہوتا ہے۔ دوا یا دعا میں بجز اسباب تخمینیہ ظنیہ کے اور کچھ نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ دونوں سے احتراز بہتر ہے لیکن یہ بھی معلوم ہے دعا کی غایت درجہ فضیلت آئی ہے حتیٰ کہ الدعاء یرد القضا فرمایا گیا ہے دوا بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے طب نبوی مشہور ہے نیز بعضے ابتلاء مخلوط بالمعاصی ہوتے ہیں اگر اُن کے دفعیہ کی کوشش نکریں تو گویا رضا بالمعاصی ہے وہو کما ترے واللہ اس شبہ کے ظاہر کرنے سے کوئی تحقیق علمی مقصود نہیں بلکہ سخت تشویش ہے کہ کیا کیا جاوے بعض وقت پھوڑے میں درد ہوتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ

۲۲۴

ﻋﻠﻪ اکثر اوس میں مادہ کے اندر اثر ہوتا ہے اور استرقا بظاہر موثر نہیں ہے ۱۲

اللہ میاں کو یہی منظور ہے اور یہی مرضی ہے تو ہم بھی خوش ہیں خوب گُناہ جھڑتے ہیں اور دوا نہیں لگاتا اور درد میں عجب لطف ملتا ہے اور بعض وقت نماز میں اُٹھا بیٹھا نہیں جاتا اور کپڑے میں سوا دلگتا ہے تو شبہ ہوتا ہے کہ کہیں نماز نہ ہوئی ہو یا دل سے ادا نہیں ہوئی اللہ میاں ناخوش نہ ہوں۔

(تحقیق) چونکہ رحمت صورتِ بلا رہی میں منحصر نہیں دعا سے صورتِ بلا رکا دفع مقصود ہے نہ کہ رحمت کا پس معنے یہ ہیں کہ اے اللہ یہ رحمت ہمکو دوسری صورت سے عطا فرما اور جب تک وہ صورت دفع نہ ہو یوں سمجھے کہ اسوقت تک اسی صورت سے عطا رحمت مقصود ہے پس اوسپر راضی رہے وہلم جرّا اور اسباب ظنیہ کا مسئلہ دوسرا ہے آپمیں اسکو ناحق مخلوط کر دیا مگر ترک رقیہ سے اُس پر استدلال غیر تام ہے لانہ لیس من الاسباب الظنیۃ المبحوث عنہا وان شئتم فاذکروہ مشافہۃ

(حال) کل پرچہ جات کو موافق مضمون ترتیب دیکر الرفیق فی سواء الطریق سے شروع کیا اُس کے بعد تربیۃ السالک کو شروع کیا، اِن پرچوں کے پڑھنے سے شرمندگی بوجہ عدم پابندی نماز کے طبیعت کو ہوئی اور اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے نماز کو پھر شروع کرنے اور پابندی سے ادا کرنے کی ہمت دی اور ساتھ اوسکے شوق پڑھنے اسم ذات کا بھی پیدا ہوا چنانچہ چار ہزار تک اسم ذات صبح و ظہر و مغرب و عشاء کی نمازوں میں پُورا کر دیتا تھا اور پانچسو بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی بعد عشاء پڑھ لیتا تھا لیکن تربیۃ السالک کو دیکھتے دیکھتے جسوقت نمبر ۳۵ پر پہونچا تو دیکھا کہ بلا اجازت کچھ نہ پڑھنا چاہیے طبیعت میں ایک طرح کا خوف پیدا ہوا اور معمول ۱۴؍ شعبان کی شب سے پھر ترک ہو گیا۔

(تحقیق) چھوڑنا مناسب نہ تھا پڑھتے رہتے اور اطلاع دیکر اجازت لے لیتے سو اب اجازت دیتا ہوں۔

(حال) آج ملفوظات خبرت کے نمبر ۱۲ میں دیکھا کہ بدون اصول طریق کے جانے ہوئے فقط ذکر پر قناعت کرنے سے جمعیت حاصل نہیں ہوتی جس کے بغیر کوئی کام درست نہیں ہوتا۔

(تحقیق) مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ پہلے سب اصول جان لے پھر ذکر شروع کرے بلکہ مطلب

یہ ہے کہ کام کرتا رہے اور حالات سے اطلاع دیتا رہے اِس اطلاع ہی کے ضمن میں اصول کی تعلیم ہوجاوگی اور جتنے اصول معلوم ہوتے جاویں اونکی پابندی ہوتی رہے۔

(حال) میں نے حضور کے فیض اور برکت سے جب سے شروع کیا ہے چھ سو مرتبہ ذکر نفی اثبات اور اسیقدر اسم ذات اور ایک سو مرتبہ اسم یا مُغنی مع اوّل آخر درود شریف یک یکبار کے بعد نماز عشاء اور کبھی بعد نماز مغرب اور اسیقدر بعد نماز تہجد اور کبھی بعد نماز فجر پڑھتا ہوں۔ شروع میں بہت زیادہ جہر سے اور ضرب سے پڑھتا تھا مگر اسمیں بعض صاحبان کو بے چینی کی شکایت ہوئی تو حضور سے اجازت حاصل کر کے بعد عشاء کا ذکر خفی اور بعد تہجد خفیف جہر سے کرتا تھا مگر اسمیں بھی شکایت ہوئی تو اب بالکل خفی کرتا ہوں مگر مجھکو خفی میں قبض اور جہر میں انشراح ہوتا ہے اور خفی میں ضرب بھی بہت خفی ہوتی ہے اسکو اچھا نہیں جانتا۔

(تحقیق) آپ عشاء کے بعد اور تہجد کے وقت خفی کیجئے یا کچے باغ (یہ ایک باغ بمقام ڈیگ ریاست بھرتپور متصل حویلی ڈپٹی کلکٹر کے ہے جن کے پاس کاتب خط رہتے ہیں) میں جاکر جہر سے کر لیا کیجئے اور دوسرے اوقات میں جہر رکھئے جیسے بعد مغرب یا بعد فجر۔

(حال) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مکان کے اندر جب میں نماز پڑھتا ہوں میرے برابر ہی میری بیوی تھوڑے فاصلہ پر نماز پڑھتی ہوتی ہیں۔ مگر وہ اپنی علحدہ اور میں اپنی علحدہ اور ایسی حالت میں کبھی اونکی جانب کسیقدر میلان بھی ہوتا ہے تو کیا اونکو پیچھے ہٹا دیا جایا کرے یعنی برابر نہ کھڑا ہونے دیا جایا کرے یا کوئی حرج نہیں۔

(تحقیق) کوئی حرج نہیں۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بسا اوقات نماز تہجد کی حالت میں حضرت عائشہ رضؓ لیٹی ہوتیں اور آپ سجدہ میں جانے کے وقت اونکے پیر کو اونگلی لگا دیتے اور وہ پاؤں سمیٹ لیتیں۔ آپ کو اُن کے ساتھ جو تعلق حُبّی تھا اُس سے عادۃً میلان ہونا لازم ہے مگر پھر بھی اسکا انسداد نہ کیا گیا۔

(حال) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ذکر کرتے وقت دوسرے ذاکر کی آواز سے آواز ملجاتی ہے تو اچھا معلوم ہوتا ہے پھر ایسا قصداً کرے اچھا معلوم ہونیکی وجہ سے تو کیسا۔

(تحقیق) کچھ حرج نہیں لیکن اُس شخص کو اوسکی اطلاع نہ ہونا چاہئے بعض اوقات یہ دوسرے پر

۲۲۶

گراں ہوتا ہے۔

(حال) کلام مجید کے پڑھنے کو بہت کچھ ہمت کرتا ہوں اور اوسکے نہ پڑھنے کو بہت ہی برا سمجھتا ہوں مگر اوسکے پڑھنے میں طبیعت نہیں جمتی اور جو دس پندرہ سورت زبانی یاد تھیں اور اونکو اکثر پڑھ لیا کرتا تھا اونکو بھی نہیں پڑھا جاتا اور بھولا جاتا ہوں اسمیں حضور کی دعا کا خواستگار ہوں کسطرح اس کام میں جی جمے اسکا فکر زیادہ ہے اور کچھ ہو سکتا نہیں۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا مضمون ہے۔

(تحقیق) میں دعا کرتا ہوں۔ آپ بھی ہمت کریں بدون جی لگے پڑھا کریں اور اگر کوئی سننے والا مل جاوے تو اوسکو سنا دیا کریں۔ انشاء اللہ چند روز میں یہ شکایت جاتی رہیگی۔

(حال) حضور کے ڈیگ تشریف لیجانے کے بعد عجیب حالت پیش آئی کہ جس کے بیان کرنے کے واسطے الفاظ ٹٹولتا ہوں اور نہیں ملتے کہ حضور سے پورا نقشہ عرض کر دوں۔

(تحقیق) یہ علامت ہے اُن حالات کے واقعی باطنی ہونے کی کہ اُن کے ادا کے لئے الفاظ نہیں ملتے ہیں کہ حال کو قال محیط نہیں ہو سکتا اور وجدان کو لسان ادا نہیں کر سکتی۔

۲۲۷

(حال) حضرت یہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ نہیں رہا ہے اور نہ سرور تھا اور نماز میں طبیعت قدرے تعب سے لگتی تھی مگر بحمد اللہ دنیا دی وسوسہ و خیال نہ آتا تھا۔

(تحقیق) وہ حالت سابقہ کا زوال نہ تھا بلکہ وحشت مفارقت سے اوسکا اضمحلال تھا جو رفع ہو گیا۔

(حال) دو تین روز تک یہ کیفیت باقی رہی اور بعد حضور کی توجہ سے پہلی سی حالت ہو گئی۔ اور اوسی دن سے یہ معلوم ہونے لگا کہ حضور انور کے سینۂ مبارک سے انوار بندہ کے سینہ میں داخل ہو رہے ہیں اور روزانہ ایسا ہی معلوم ہوتا رہا۔

(تحقیق) یہی دلیل ہے اُس حالت سابقہ کے عدم زوال کی۔

(حال) گذشتہ شنبہ کی شب کو خواب دیکھا کہ بندہ حضور کی خدمت میں حاضر ہے حضور کے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے۔ حضور نے بندہ سے دریافت فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کو کتنا عرصہ ہوا یہ سنکر بندہ کے دلمیں یہ خیال آیا کہ حضور غالباً یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ . . . . حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہی عرض کرنے کا ارادہ کیا کہ حضرت بندہ نے تو

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی نہیں کی ہے مگر خاموش ہو گیا اور جواباً عرض کیا کہ تقریباً دس سال کا عرصہ ہوا ہوگا غالباً تیسری شوال تھی حضرت نے اس کاغذ پر مضمون معلوم نہیں کہ کیا ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط کر کے بندہ کو مرحمت فرمادیا

(**تحقیق**) اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپکو میری اُس نسبت سے فیض ہوگا جو میرے اندر مولانا کی نسبت کے مشابہ ہے کیونکہ متعدد نسبتوں میں سے بعض کی خاص شان ہوتی ہے۔

(**سوال**) احقر نے بارہا آزمایا ہے کہ جب میں شہادت قلبیہ بشروطہا پر عمل نکروں اس خیال کے غلبہ سے کہ میں ناقابل نااہل ہوں نیز بوجہ مشغلۂ علمیہ وغیرہا کے کامل یکسوئی بھی نہیں پس میری شہادت قلبیہ کیا چیز ہے ضرور مجھے اُس کام کے کرنے میں جسکا کہ قلب مخالف ہو اور جسکے نکرنے میں قلب متقاضی ہو دنیاوی ضرر ہوتا ہے، ورگاہے اسکا تعدیہ بعض فضائل دینیہ تک بھی ہو جاتا ہے اور قصد بھی کرتا ہوں کہ آئندہ عمل بالشہادۃ سے انحراف نکرونگا مگر بعض وقت خیال مذکور کا غلبہ پھر منحرف کر دیتا ہے۔ عارف سہروردی قدس سرہٗ نے الہام پر (بشروطہ) عمل نکرنے کے باب میں لکھا ہے کہ ایسی کرنے سے احوال مسلوب ہو جاتے ہیں اور شہادت مذکورہ بھی ایک نوع الہام ہی کی ہے حضور والا دعا بھی فرمادیں کہ عمل پر ہمیشہ ہمت ہو جایا کرے اور فراست صحیحہ مرحمت ہو اور مفید مشورہ بھی عطا فرمادیں کہ اب میں کیا عملدرآمد رکھوں۔

(**الجواب**) یہ بالکل صحیح ہے ایسے وارد پر عمل اولیٰ ہے بشروطہ اور تمام امر اسمیں اور قابل نظر یہ ہے کہ یہ رُجحان عمل اوسوقت ہے جب بار بار قلب پر اوسکا ورود ہو یا ایکبار ہو مگر بہت قوت کیساتھ ہو۔ خلاصہ یہ کہ اسمیں خواہ قوۃ کمیہ ہو یا قوۃ کیفیہ۔

(**حال**) مختصر یہ ہے کہ اکثر شب کی تراویح اسطرح ہوتی ہیں کہ شروع سے آخر تک یہ تصور رہتا ہے بشکل مشاہدہ کے قوۃ میں کہ بہت ہی پرسکون اور نورانی ایک مجلس منعقد ہے جسمیں ہر قسم کے سامان آرائش و آسائش موجود ہیں اور ملائکۃ اللہ سب کے سب اُس مجلس کے ترتیب و نظم میں مشغول ہیں ہر ایک اپنے اپنے کام پر مامور ہے اور گلاب پاش وغیرہ سامان فرحت و ابتہاج اُن کے ہاتھوں میں ہیں اور بیچ میں اُس مجلس منورکے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا گروہ اور اُن سب کے وسط میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے پیچھے تراویح

۲۲۸

مؤمنین اپنے اپنے طبقات پر موجود ہیں اس حالت میں یوں خیال گذرتا ہے کہ جسطرح کسی پہاڑ پر سے نہایت سفید اور شیریں پانی کی بڑی بھاری آبشار گر رہی ہو اسی طرح ایک خالص نور کی آبشار نہایت وسیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سروں کے اوپر سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اوپر کا حال کچھ خیال میں نہیں آتا کہ کسطرح کا ہے اور اس آبشار نوری کا منبع کہاں ہے اوسوقت خیال یہ جما رہتا ہے کہ آبشار نوری حق تعالیٰ شانہ کا کلام بسیط ہو اور جس طرح دریا کا یا آبشار کا پانی جھرنوں اور مختلف جداول و انہار میں کو منقسم ہوکر تکثر و تعدد اختیار کر لیتا ہو اسیطرح حقتعالیٰ کا کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصوات اور کلام و ذہن میں کو ہو کر حتیٰ کہ تمام مخلوق کی آوازوں اور حروف اور زبانوں میں جلوہ گر ہوکر تقطیع و تقسیم اختیار کر رہا ہو غرض حروف و اصوات سے اوپر ایک خاص صورت کلام اللہ کی مخیل ہوئی ہے اوسوقت جب وہ کلام نازل ہو رہا ہے تو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور بالخصوص ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت عجیب از خود رفتگی اور رعب اور شوق اور محویت اور استغراق کی معلوم ہوتی ہے آپ اسقدر اوسکے سُننے میں محو اور مستغرق ہیں کہ آپکو کچھ خبر آس پاس کی کسی چیز کی نہیں - اور لکھتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے ورنہ اوسوقت تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپکی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حالت اُس کلام کے نزول سے ایک مغمیٰ علیہ کی سی بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور تمام مؤمنین اور حضار مجلس پر ایک عجیب کیف اور سرور طاری ہو اور سکوت و سکون کا یہ عالم ہے کہ گویا یہاں کوئی متنفس نہیں -

(تحقیق) وہی مراقبہ ہے فی الحدیث راقب اللہ تجدہ تجاہک -

(حال) جو کچھ عرض کیا نہایت مختصر کیا کیونکہ جو احوال و واردات بندہ کو پیش آتے رہتے ہیں اُن کے ادا کرنے پر واللہ بندہ قادر نہیں ہے اور ہر وقت کے ایک حال کو کیا لکھے -

(تحقیق) وجدانیات عبارت میں نہیں آتے - ولنعم ما قیل فی امثالہ ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست		بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

(حال) یہ عجیب بات ہے کہ بندہ کو جسقدر قدرت حقتعالیٰ کی طرف سے تحریر میں اظہار مافی الضمیر کی تھی اب اوسکا عشر عشیر نہیں بڑی مشکل سے اپنے مضمون کو ادا کر سکا ہوں -

۲۲۹

(تحقیق) واللہ بہت مسرور ہوا کہ مضمون حدیث ترمذی الحیاء والحی شعبتان من الایمان الخ کا ظہور ہوا اور ظہور بھی معاینۃً وحالاً، ور واقعی حدیث کا انکشاف تام بھی حال ہی سے ہے۔ اسکو میں بھی اپنے اندر محسوس کرتا ہوں اور خوش ہوں۔

(حال) چند معمولی امور درپیش ہیں جنکے عرض کرنے کی ہمت بوجہ خیال تکلیف جناب عالی ہنوتی تھی لیکن بار بار تقاضا ہونے اور طبیعت کے اسطرح سمجھانے سے کہ تو مریض ہے تیرے اندر جو کچھ تغیر و تبدل وسکون وحرکت پیدا ہو سمجھنا چاہیئے کہ یہ طبیب حاذق کے نسخہ کا اثر ہے بعض آثار محمود و نافع ہوتے ہیں اور بعض مضر و مذموم اگرچہ معمولی ہی ہوئے لیکن اسکی اطلاع ضروری ہے تاکہ طبیب اسکی اصلاح کر سکے ورنہ تیری ہلاکت کا باعث ہوگا لہذا جناب کی بے انتہا شفقت کو خیال کرکے عرض کر دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے (اوّل) کثرت اسم ذات رکھنے سے بعض اوقات بلا اختیار زبان پر اس کثرت ولذت سے جاری ہو جاتا ہے کہ گویا اوسکے روکنے کی قدرت نہیں معلوم ہوتی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے عام مجمع میں یا چلتے پھرتے زور زور سے نکلنے لگتا ہے بعد کو خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیا خیال کرتے ہوں گے ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے۔

(تحقیق) اِس حال کا اتباع کرنا چاہیئے روکنا نہ چاہیئے۔

(حال) بعض وقت زبان سے جب نہیں ذکر کرتا تو معلوم ہوتا ہے سانس کے ساتھ اللہ اللہ ادا ہوتا ہے اور جو سانس اندر جاتی ہے اُس سے ایک ضرب سی آواز محسوس ہوتی ہے اور بہت دیر دیر تک کبھی قصداً اسی طرح جاری رکھا جاتا ہے اور کبھی بلا قصد رہتا ہے اسمیں بھی وہی لُطف ملتا ہے جو زبان سے کرتے وقت معلوم ہوتا ہے۔

(تحقیق) یہ کافی نہیں زبان سے بھی ذکر کرنا چاہیئے اور توجہ بھی رکھنا چاہیئے۔

(حال) سونے کے وقت یہ حالت اکثر رہتی ہے خیال ہوتا ہے بالکل خاموش ہو کر سو رہوں مگر سانس تو آنا ضروری ہے اور اوسکے ساتھ یہ بعض وقت لازم غیر منفک معلوم ہوتا ہے۔

(تحقیق) اسکا ابقاء رکھنا چاہیئے۔

(حال) اور کبھی کبھی یہ حالت نماز میں بھی ہوتی ہے اوسمیں سے سری میں زیادہ اور جہر میں

۲۳۰

کہ جس سے امام کی آواز کی طرف توجہ تام باقی نہیں رہتی آواز تو آتی ہی رہتی ہو توجہ نہیں رہتی۔
(تحقیق) اسمیں بھی کوئی تصرف نکیا جاوے۔
(حال) ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔
(تحقیق) ہر ایک میں لکھدیا۔
(حال) اور سانس کے زور زور سے سینہ پر گرنے سے کسی بیماری کا خوف تو نہیں ہو۔
(تحقیق) قصداً اسکا نکیا جاوے پھر ان شاء اللہ تعالےٰ مضر نہیں۔
(حال) بہرکیف ایسی حالت کی بابت کیا ارشاد ہے آیا قصداً دفع کی ضرورت ہے یا باقی رکھا جاوے بر تقدیر ثانی زبان سے ادا کرنا بہتر ہے یا اسطرح سے ادا ہونا کافی ہے۔
(تحقیق) میں ہر ایک کے متعلق جدا جدا لکھ چکا ہوں۔
(حال) (دوم) جب شمار سے ذکر کیا جاتا ہے تو وہ لطف نہیں ملتا جو بلا تسبیح و تعداد کے معلوم ہوتا ہے بلا تسبیح کے طبیعت بہت لگتی ہے۔ تسبیح سے بھی بہت گھبراتی نہیں لیکن باہمی فرق ضرور رہتا ہے لہذا جو کچھ علاوہ معین مقدار کے توفیق ہوتی ہے بلا تعیین ادا کیا جاتا ہے اسمیں کچھ نفس کا دخل تو نہیں۔
(تحقیق) نہیں۔
(حال) (سوم) ایک نظام الاوقات جب جناب ڈیگ تشریف فرماتھے لکھکر جناب کے پاس روانہ کیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ تمام رات بیداری سے بسر کیجائے اور دن میں چھ گھنٹہ سونا چاہئے جناب نے اسکو مستحسن فرمایا تھا یہ نظام الاوقات جناب کی عدم تشریف آوری تک کیلئے بنایا تھا اور بعد نماز ظہر بھی کچھ کام مقرر کیا تھا اب جناب کی موجودگی میں خیال ہوتا ہے ظہر کے وقت کا کام بھی دوپہر سے پہلے پہلے ادا کر لیا جاوے لیکن وقت کی وسعت شاید روزانہ اتنی نہو لہذا خیال ہوتا ہے کہ شب میں ایک گھنٹہ پونے بارہ بجے سے ایک بجے تک سو رہا جائے اور دن میں اسکی عوض میں بعد ظہر جو کام تھا ادا کیا جائے ظہر کے بعد مستقل کام صرف دو پارہ قرآن مجید ایک پارہ خود تلاوت کرنا، اور ایک پارہ مولوی کا سننا تھا۔

۲۳۱

(تحقیق) مناسب ہے لیکن سونے کا وقت قدرے اور بڑھایا جاوے۔
(حال) (چہارم) بعض اوقات جس کام کا وقت جو مقرر ہے اوسمیں طبیعت نہیں لگتی کبھی بوجہ سستی یا تکان کے اور کبھی بوجہ کسی عارضی کام پیش آجانے کے مثلاً کسی جگہ سے خط آگیا جسکا جواب لکھنا ضروری تھا اور وقت کسی خاص کام کا ہے گو کام کیا جائے تو اس خط کا خیال آیا کرتا ہے کبھی اوسکے مضامین دلمیں جولانی کرنے لگتے ہیں کہ یہ لکھنا چاہئے ایسے وقتوں میں کیا کرنا چاہیئے آیا کام مقررہ کو دوسرے وقت رکھنا چاہیئے یا اس عارضی کام کو کرلینا چاہیئے۔
(تحقیق) گر اچاٹ ہوا ور تقاضا زیادہ ہو تو عارضی سے اول فارغ ہو جاویں ورنہ عارضی کو موخر رکھا جاوے اگر ایک شرط بھی مفقود ہو۔
(حال) (پنجم) اسوقت عبادت کا اتنا شوق ہے کہ جی چاہتا ہے جو سنت ہو اگرچہ اوسکو ادا کرنے میں تکلیف ہو ضرور ادا کروں اور نوافل کی کثرت رکھوں اور ہر وقت یہی کام رہے مگر کیا کیا جائے جسمانی ضعف کو تکان آجاتی ہے کبھی درد سر ہونے لگتا ہے لیکن مستمر نہیں رہتا جب تھک گیا چھوڑ دیا۔ در تھوڑی دیر کے بعد پھر کیا دہم رمضان شریف تک تو معلوم ہوتا تھا کہ جسم میں قوت پہلے سے زیادہ ہو گئی ہے اور لوگ دبلے ہوتے ہیں تو بندہ کو محسوس ہوتا تھا موٹا ہو رہا ہے اور نہایت عمدگی اور بشاشت سے سب کام ادا ہوتا تھا اتفاق سے دہم رمضان شریف کی عصر کے بعد شکم میں اتنی سختی سے درد ہونے لگا جسکا برداشت مشکل تھا ٹپک ٹپک کر رہتا تھا و حرارت بھی آگئی اور تمام رات پریشان رہا، ور گیارہ کو تمام دن مع تخفیف کے درد تھا اور شب میں بھی رہا اب بحمد اللہ نہیں ہے مگر اس درد کیوجہ سے معلوم ہوتا ہے جسم کی نصف قوت سلب ہو گئی دماغ بعد مغرب کی نماز کے بالکل خالی معلوم ہوتا ہے اور ضعف بھی محسوس ہوتا ہے (اللھم انی ضعیف فقوفی رضاک ضعفی وخذ الی الخیر بناصیتی وقوتنی حسن عبادتک یا ارحم الراحمین) دعائے دفع ضعف کی درخواست ہے۔
(تحقیق) دعا کرتا ہوں مگر اتنی مشقت مناسب نہیں۔
(حال) (ششم) ایک شبہ یہ ہوا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی کے دکھلانے

۲۳۲

کے لئے کہ نا یہ دکھلانا خواہ کسی درجہ کا ہو مساوی ہو یا اکثر ہو یا اقل ہو یا کم از کم عبادت خداوندی ہی مقصود ہو مگر مجمع میں کرنے سے زیادہ دل لگتا ہو یا تنہا ہی عبادت کرتا ہو مگر لوگوں کے مطلع ہو جانے کے بعد دل میں سرور پیدا ہوتا ہو یا عبادت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں توقیر کا مستحق بننے کا خیال پیدا ہوتا ہو یہ سب صورتیں ریار میں داخل کی گئی ہیں (اللہم احفظنا منہ وجمیع المومنین والمومنات) اِن تمام درجوں میں قدر مشترک یہ نکلتی ہے کہ عبادت خداوندی میں صرف ذات معبود ہی بالذات و بالعرض ہر طرح مقصود ہو کسی غیر کا شائبہ اصلا نہو چنانچہ بعض بزرگوں کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے جب تک عبادت میں اسطرح دل کی توجہ خلاص کی اس درجہ تک نہ پہونچے کہ اوسکے سامنے جانور اور بچہ اور بڑے سے بڑے شخص کا گذر ہونا برابر ہو جاوے اُسوقت تک ریار کی جڑ باقی رہتی ہے۔ اب گذارش یہ ہے کہ اتنا تو بندہ کے اختیار میں ہے کہ نیت کو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے لیکن کسی کی اطلاع کے بعد قلب میں سرور کا پیدا ہونا یا بچہ اور بڑے کے گذرنے سے عدم مساوات کا ہو جانا یہ تو بظاہر غیر اختیاری معلوم ہوتا ہے یہ ریار میں کیسے داخل ہو سکتا ہے ریار تو ایک اختیاری فعل ہے جسکی وجہ سے مواخذہ یا حبط عمل یا تقلیل اجر مرتب ہوگا خصوصًا جب صورت مذکورہ میں کوئی ایسا سبب بھی اختیاری داخل نہیں جسکی بنار پر کہا جاوے کہ یہ سزا اُس سبب کی وجہ سے ہے ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا کی اسناد الی الفاعل میں بندہ محض اختیاری کا مکلف معلوم ہوتا ہے۔

۲۳۳

(تحقیق) آپنے جو سمجھا ٹھیک ہے اگر اسکا خلاف کسی ثقہ سے منقول ہو ماؤل ہے۔

(حال) دوسری بات جو اصل شبہ ہے یہ کہ بعض اوقات کسی عبادت میں مثلاً کوئی مشغول تھا اور اوسوقت اوسکو معلوم ہوا کہ میرا کوئی بزرگ سامنے آگیا یا کوئی جماعت آگئی جسکی وجہ سے اسکی عبادت میں بجائے خوشی کے شرم معلوم ہوئی اور جسطرح مشغول تھا ویسا اشتغال باقی نرہا بلکہ کمی ہو گئی یا بعض عبادات یا اذکار اپنے بڑوں کے سامنے کرتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے یا بعض اوقات مجمع میں یا ایسی جگہ جس جگہ کہ لوگونکو اطلاع ہو جائے تو طعن کرینگے اسوجہ سے عبادت نکرنا یا بوجہ شرم ترک کر دینا ان صورتوں میں بھی

کیا ریا ہی ہے یا کیا ہے بظاہر تو معلوم ہوتا ہے ریا ہی ہو اس لئے کہ غیر اللہ کے اثر سے عبادت میں تغیر یا کمی پیدا ہو گئی جو آیت مذکورہ بالا کے مفہوم میں داخل ہے۔

(تحقیق) یہی صحیح ہے کہ ان عوارض سے ترک کرنا ریا ہے۔

(حال) لیکن جب وہ حدیث یاد آتی ہے جسکے اندر نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ میں کبھی ارادہ کرتا ہوں کہ قرارت طویل کروں اور بچوں کے رونے کی آواز کان میں آگئی اور انکی مائیں نماز میں شریک تھیں تو انکی رعایت کی میں قرأت میں تخفیف کرکے جلد ادا کر دیتا ہوں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے خیال سے عبادت خداوندی میں تخفیف کی گئی شاید صورہ مذکورہ بالا میں بھی ریا نہ ہو مگر تشفی نہیں ہوتی۔

(تحقیق) یہ تخفیف غیر اللہ کے خیال سے نہیں مقتدی کی رعایت خود حکم اللہ ہے بخلاف اُن عوارض کے کہ وہاں ترک یا تخفیف حکم اللہ نہیں فکیف القیاس۔

(حال) بعض فقہا نے بعض مقام میں اسکی تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص[۵] وضو کرکے نماز کی طرف چلا اور امام رکوع میں جا چکا تھا تو اوسکو اتنی دیر کرنے میں کہ وہ بھی شریک ہو جائے کوئی مضائقہ نہیں ہے فقہا کے اس قول سے بھی تائیدا صور مذکورہ میں اگر ریا کی نفی کی جائے تو مساغ معلوم ہوتا ہے۔

(تحقیق) قد مر وجہ الفرق۔

(حال) مگر خود مقیس علیہ ہی میں شبہ ہوتا ہے کہ دونوں صورتیں ریا سے خالی کیوں ہیں ان دونوں میں بھی تو غیر اللہ کی رضامندی و بہتری اختیار کیگئی ہے جو اخلاص کے بظاہر مخالف معلوم ہوتا ہے بہرکیف امید کہ تشفی فرمائی جائے۔

(تحقیق) قد سبق وجہ الشفاء ببیان الفرق۔

(حال) بعض وقت سخت خلجان ہوتا ہے کہ لوگوں کے سامنے ذکر کیسے کیا جائے یا چلتے پھرتے کبھی اسم ذات خفیف جہر سے ادا کیا جاتا ہے تو اسمیں اگرچہ کسی کو سنانا مقصود نہیں ہوتا مگر پھر بھی خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں ریا میں داخل نہ ہو۔ بلکہ آہستہ کرنے میں تو گرانی

[۵] (یعنی غیر معلوم شخص)

(۹) ایک صاحب جو ذاکر شاغل تھے اور اردو فارسی علم حساب کی طلبہ کو تعلیم بھی دیتے تھے مگر غیر منتظم تھے اُن سے یہ حرکت سرزد ہوئی کہ ایکبار ایک نومسلم طالب علم دوسرے ایک ذاکر طالب علم اپنے اوستاد سے کہہ رہا تھا کہ اوستاد جی (اور یہ کلمہ اوسنے اپنے نزدیک محبت اور عظمت سے کہا تھا) مگر اونھوں نے یہ لفظ سنکر کہا کہ یہ لفظ بے ادبی کا ہی کیونکہ اس سے مُراد عہ میراثی ہوتا ہے اس ذاکر طالب علم نے حضرت والا کی خدمت میں یہ قصہ پیش کیا اور حضرت نے بصیرت باطنیہ سے معلوم فرمایا کہ اس اعتراض کا منشا تکبر ہے اسپر زجراً ارشاد فرمایا کہ معلوم ہوتا ہی یہ شخص زنان فواحش کے یہاں گیا ہے اور اس نے وہانسے اس اصطلاح کو اخذ کیا ہو میں تو ذاکرین کو اپنے مٹا دینے کی تعلیم دیتا ہوں اور انکا یہ عمل ہے کہ اپنے کو خوب بڑا لگتے ہیں اور بڑا سمجھتے ہیں پھر انکی یہ سزا تجویز فرمائی کہ تم بطریق خاص ذکر چھوڑ و صرف چلتے پھرتے کرلیا کرو اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہو نیز نمازیوں کی جوتیاں اوٹھاؤ اور جھاڑو دو کوڑا پھینکو نمازیوں کے لئے پانی بھرو جبتک میں اس امر کو نہ بدلوں اسی پر مداومت رکھو پھر بحمد اللہ تعالیٰ اس تجویز سے ان صاحب کو بہت بڑا نفع ہوا اور اذکار معمولہ کی اونکو اجازت دیدی گئی۔

ف سبحان اللہ حضرت والا کے ذریعہ سے عجیب نور سنّت و نور سلف و نور اتباع سلف منتشر ہو رہا ہے چونکہ احقر کو قصص سلف و احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام پر خصوصیت کے ساتھ نظر اور انکے مخصوص طریق پر دلچسپی ہے اور وہاں ایسی سزائیں بکثرت جاری کیجاتی تھیں۔ اسلئے عرصہ سے دل چاہتا تھا کہ اس نوع کی سزائیں سالکین کیلئے آجکل تجویز کرنا نہایت ضروری ہیں اور دربار مشائخ اس سے بالکل خالی ہے اور ضرورت اسقدر ہے کہ جو حضرات مجاز کر دیئے جاتے ہیں وہ بھی اکثر غضب و اخلاق ردیئہ سے خالی نہیں ہوتے اور حلم و کرم و اخلاق حمیدہ سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں مگر مقتدائیت حاصل ہوجاتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ کیا اہل اقتدار کے لئے ان امور کی حاجت نہیں سمجھی جاتی یا باوجود حاجت کے بے پروائی کیجاتی ہے رحمہ اللہ تعالیٰ علینا و علیہم۔ اور یہ تو

عہ علی عرف بعض المواضع الہندیۃ وہو المتیقن واما استعمالہ فی ہذا المعنی فی جمیع المواضع الہندیۃ فلا علمہ ۱۲ جامع

بہت ہی دل چاہتا تھا کہ کم سے کم خانقاہ امدادیہ میں جو مرجع اصلاح اخلاق ہو اور جسکو باعتبار اہتمام اعمال و اخلاق و تجوید قرآن، غلبہ ظن کے اعتبار سے ہندوستان میں تفرد کا رتبہ حاصل ہے اس نوع کی اصلاحات کا اجرار نہایت ضروری ہے مگر ہنوز حضرت والا سے عرض نہ کرنے پایا تھا کہ خود ہی اس رائے کو حق تعالیٰ نے حضور کے قلب میں القا فرمادیا اور اس نوع کی اول ایک عظیم سزا ایک مجاز صاحب کو دیگئی گو پہلے سے بھی اس نوع کی سزاؤں کا یہاں اجرار تھا لیکن تخفیف کے ساتھ جنکا مؤثر ہونا نفوس لطیفہ کے ساتھ مخصوص ہے اور زیادہ ضرورت کے بقدر شدت کی محسوس ہوتی ہے اور اس ابتدائی واقعہ کو ارشاد الرشید میں قلمبند کیا گیا ہے وللہ الحمد علی ما انعم و وفق لاتباع السنۃ النبویۃ و اسلف الصالحین قالہ الجامع عفی عنہ۔

( ) فرمایا کہ طریقت کے فلاں خاندان کے شیوخ عموماً آجکل تصور شیخ و شغل رابطہ کی تعلیم کرتے ہیں اور اسمیں ایسا غلو ہو گیا ہے کہ حضرت قطب ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اسکو ایسی حالت میں ہرگز گوارا نہ فرماتے پھر فرمایا کہ بعض مشائخ نقشبندیہ کی اسمیں اور تحقیق ہے ومنہم مولانا العارف فضل رحمٰن قدس سرہٗ کہ غلبہ حب شیخ کا نام تصور شیخ ہے جب محبت کا غلبہ ہوتا ہے بے اختیار تصور حاصل ہو جاتا ہے۔

بقیہ ملفوظات خبرت حصہ دوم

(۱) فرمایا کہ کانپور میں ایک مسافر شخص آئے جو جبہ اور ذی علم بھی تھے اور بیعت بھی کرتے تھے فصیح و بلیغ تھے عربی زبان بے تکلف بولتے تھے اُن کے ظاہری حالات دیکھکر میں بھی معتقد ہوا اور میری وجہ سے اور لوگ بھی اُنکی طرف متوجہ ہوئے چند روز لکھنؤ گئے وہاں قیام کیا پھر اونسے بعضی ناشائستہ حرکات ظاہر ہوئیں جس سے معلوم ہوا کہ وہ طالب دنیا اور غالباً جاسوس ہیں اور یہ سب ظاہری دھج اونکا فریب تھا پھر وہ وہاں سے چلے گئے اور معلوم ہوا کہ کہیں شبہ میں خارج الارض کر دئیے گئے۔

ف بڑا نازک زمانہ ہے بڑے مکر و فریب پھیلے ہوئے ہیں اجنبی آدمی کیسا ہی صاحب وجاہت و تقویٰ ہو حسن ظن تو اُس سے رکھے تاوقتیکہ اُس سے کوئی معصیت ظاہر نہ ہو مگر اُس سے کوئی

خصوصیت کا برتاؤ کرنا ہرگز نہ چاہیئے دیکھئے محدثین نے خیر القرون مین بھی کس قدر تدقیق کی ہے شکر اللہ تعالیٰ سعیہم اور اب تو زمانہ کذب وفسق کا ہے۔

(۲) فرمایا کہ غیر خاندانی امرا مین حیا وتمیز وسلیقہ کم ہوتا ہے جسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگ انکی خوشامد کی وجہ سے اُنکی ہان مین ہان ملاتے ہین کوئی اُن کے خلاف نہین کہتا گو وہ کیسی ہی بےموقع بات کہین اور جہان یہ بات ہوگی وہان سلیقہ او رتمیز معدوم ہوگی

(۳) فرمایا کہ ایک بار حضرت مولٰنا شاہ رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ جبکہ بارش ہو رہی تھی اور طلبہ اپنی کتابین اُٹھا رہے تھے طلبہ کی جوتیان اُٹھا رہے تھے سبحان اللہ کس درجہ کی تواضع تھی

(۴) فرمایا کہ ایک انگریز نے بعض علماء سے حقانیت اسلام کی دلیل دریافت کی اُنھون نے جواب دیا اُس نے کہا کہ میری سمجھ مین تو ایک دلیل مذہب اسلام حق ہونیکی ہے اور وہ یہ کہ اگر اسلام حق نہوتا تو امام غزالی جیسا کہ محقق اور مدقق آزاد شخص مسلمان نہوتا۔

ف ۔ معلوم ہوا کہ اُسکے قلب مین حضرت امام علام کی بہت بڑی وقعت تھی۔

(۵) فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت امام غزالی پر کچھ مطاعن لکھے تھے اُس کتاب کے ایک دیکھنے والےکو اس باب مین سخت حیرانی ہوئی اُنھون نے خواب مین دیکھا کہ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ ایک خنزیر کو جسکے گلے مین حسب دستور رسّی بندھی ہے اُس رسّی سے پکڑے ہین اُنھون نے اس کا سبب حضرت امام علام سے دریافت کیا فرمایا کہ یہی وہی صاحب مطاعن ہین جو مسخ کردیا گیا تھا اور میرے اختیار مین دیدیا گیا ہی کہ مین جو چاہے سو کردن اس کا

ف ۔ آپکے مناقب بہت ہین فضل الاحیا مین تفصیل ہے۔ ۲۸ جمادی الاولےٰ ۳۳ھ

(۶) فرمایا کہ عموماً چھوٹی چھوٹی باتون کو بھی لوگ صاف نہین بیان کرتے قوت بیانیہ بہت کم ہوگئی ہے اصل مقصود بیان کرنے مین اکثر کمی رہجاتی ہے۔

(۷) فرمایا کہ والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ لڑکی کی شادی (بشرط قدرت) امیر جگہہ کرے اور لڑکے کی غریب جگہہ کیونکہ دونون صورتون مین لڑکی جب اپنے میکے سے سسرال مین زیادہ عیش دیکھے گی اور برتے گی شکر خداوندی بجالاویگی

ف ۔ یہ مشورہ مفید ہے جبکہ اور کوئی مرجح اس امر پر ہو مثلاً امیر جگہہ لڑکی کی شادی کرنیسے لڑکی کی

حاشیہ: بابِ فضائل امام غزالی — فضل الامام الغزالی
حاشیہ: بابِ فضل امام غزالی
حاشیہ: باب

تذلیل ہو اور نباہ دشوار ہو تو جیسا موقع ہو ویسا کرے۔

(۸) فرمایا کہ بھائی اکبر علی اور بعض دیگر دوستون نے یون چاہا کہ مجکو کچھ ماہانہ دیا کرین مین نے یہ منظور نہ کیا اسلیئے کہ باقتضائے طبعی مجھے مہینہ ختم ہونے پر منتظر رہتا کہ اب منی آرڈر وہان سے چلا ہوگا اب یہان پر آویگا اور ظاہر ہے کہ یہ نظر خالق سے ہٹ کر مخلوق کیطرف ہے دوسرے دینے والون کو اس کا التزام کرنا پڑتا کہ ضرور وقت پر پہنچانا چاہیئے اور فکر ہوتی اور غیر ضروری بات کا بار ڈالنا مین کسی پر پسند نہین کرتا اور جو لوگ بلا میری اطلاع کے ایسا التزام کرتے ہین اور قرائن سے مجھے معلوم ہو جاتا ہے تو مین ان کا ہدیہ واپس کر دیتا ہون۔

(۹) فرمایا کہ مسائل اختلافیہ مین اُنہون نے اپنے مشائخ کے عمل کو افضل سمجھا اور بمقتضائے حسن ظن اُسکو حسن قرار دیا اور اُسکے خلاف جو منقول ہوا اُس کو عارض پر محمول کیا اور قطع نظر اس ترجیح بعمل مشائخ کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دونون طرح عمل جائز ہے ہان کوئی خاص مرجح پایا جاوے وہ امر دیگر ہے۔ ۱۰ ربجمادی الاخری ۳۵ھ

(۱۰) فرمایا کہ مین بازار وغیرہ کی طرف نکلتا ہون مگر اپنے ہاتھ سے سودا اس وجہ سے نہین خریدتا کہ لوگ میرے ساتھ رعایت کرینگے تعظیم تکریم کرینگے اور ان امور سے اُنکو کسی درجہ مین تکلیف ہوگی اور سودا لینے مین مجھے کچھ عار نہین مین کیا چیز ہون حضرات صحابہؓ یہ کام کرتے تھے۔

ف ۔ یہ کمال حقیقی کی دلیل ہے حضرات اہل اللہ تعالیٰ دین کو حصول دنیا کا آلہ نہین بنایا کرتے۔ بلکہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین کو کسی درجہ مین بھی آلہ دنیا قرار دینا قطع نظر مذموم شرعی ہونے کے دنیا کے اعتبار سے بھی بہت برا اور ذلت ہے کہ ایسی نفیس شئے کے عوض نہایت حقیر اور فانی چیز خریدی جاوے اہل کمال اس کو کبھی گوارا نہین کر سکتے۔

(۱۱) ایکبار ایک ڈپٹی صاحب نے جن سے اور حضرت والا سے غایت بے تکلفی تھی آپ کو ایک تاریخ معین مدعو کیا آپ نے منظور فرما لیا پھر ڈپٹی صاحب نے تحریر کیا کہ مین فلان جگہ جاتا ہون اگر تاریخ مذکور پر بر قیام مکان پر نہ ہو تو آپ کو اس تاریخ پر تکلیف نہ دون گا اور اس امر سے مطلع کرون گا اور جو میری کوئی اطلاع نہ آوے تو آپ حسب قرارداد تشریف لے آوین مگر حضرت والا اُس تاریخ پر بوجہ احتمال عدم موجودگی داعی کے تشریف نہ لے گئے کیونکہ جناب والا کو اعلیٰ درجہ کا تجربہ ہے لوگون کی بے انتظامیان معلوم ہین چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اُنہون نے تاریخ پر اپنے موجود نہونے کی اطلاع بھی نہ دی اور موجود تھے بھی نہین اگر حضرت تشریف لیجاتے

توکیسی پریشانی ہوتی انگریزی عملداری کے لوگ بڑی مدعی انتظام ہیں کیفیت ہے ان لوگوں کی واقعی تمام امور دینی و دنیاوی کو اہل دین عامل پر سنت ہی انجام دے سکتے ہیں۔

(۱۲) آپ نے اپنے ایک اخص عزیز کی نسبت بیان کیا جنکو آپ کو بہت بڑی محبت تھی کہ وہ جب عقائد فاسدہ میں مبتلا ہوئے تو میں نے لکھدیا کہ ہم سے تم سے کچھ واسطہ نہیں جبتک اپنے عقائد درست نہ کرلو چنانچہ اُن کے عقائد درست ہو گئے اسی طرح وہی عزیز ایک ایسی جائداد کو جو موکہ اہل قرابت یتامی تھی اور اُنکی جائداد میں مشترک تھی اور وہ محصول سے زیادہ اُن یتامی عزیزوں کو دیدیتے تھے مگر باقاعدہ جائداد کو علحدہ نہیں کرتے تھے اور جدا اُسکے محصول کا بندوبست اور حساب کتاب نہیں کرتے تھے تب بھی میں نے اُن سے کہدیا کہ تم کوئی چیز ہمکو ہدیہ نہ بھیجا کرو جب تک کہ اس جائداد کو منفصل نہ کردو اس لیے کہ شرعی حکم یہی ہے معاملات صاف رہنے چاہئیں پس انھوں نے وہ جائداد باقاعدہ علحدہ کردی۔

ف اس قصہ سے اُن صاحب کی نیکبختی اور فہم اور محبت اہل قرابت اور حضرت والا کا کمال بغض فی اللہ تعالیٰ ثابت ہوتا ہے جو بہت بڑی چیز ہے اور آجکل گویا کہ مفقود ہے۔ ۲۱ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۳۲ھ

(۱۳) فرمایا کہ تجربہ ہے کہ مٹی کے برتن میں اگر شربت کیا جائے تو وہ خراب ہو جاتا ہے اور اس قابل نہیں رہتا جو اسمیں پانی لیکر وضو کیا جائے اور دھونے سے بھی درست نہیں ہوتا۔

۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۲ھ

(۱۴) فرمایا کہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جو لوگ ابتداءً ذکر و شغل کرنا چاہیں اُن کو رمضان میں اس کے شروع کرنا مناسب ہے اس لیے کہ اس مہینہ میں تغیر حالات کی وجہ سے ثمرت پورے طور پر مرتب نہیں ہوتے جس سے طالب شکستہ دل ہو جاتا ہے اس ماہ میں وہ کام کرنے مناسب ہیں جو سنت ہیں جیسے روزے قرآن نوافل وغیرہ اور ذکر و ہیئت معروفہ شغل گو عبادت ہے مگر مقصود لغیرہ ہے۔

(۱۵) فرمایا کہ مجکو ذکر کرنے کی بوجہ کثرت مشاغل دینیہ متعددہ توفیق نہیں لیکن دل چاہتا ہے اور نفل صیام میں دل بھی نہیں چاہتا اس لئے میں نفل روزہ نہیں رکھتا۔

ف شیخ کو ذکر نہ یا اس کا عدم رکھنا بوجہ کثرت معذوری، تعبیر حالیہ میں باعث برکت ہے اور ذکر کو دل چاہنا یہ بھی گویا ذکر ہی ہے اسواسطے جناب والا نے اسکی نفی نہ فرمایا فالہ بحانت حقی عنہ۔

(۱۶) فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب مرحوم معقولی خیرآبادی فرماتے تھے کہ میں عقلیات میں مولٰنا اسمٰعیل صاحب شہید قدس سرہ سے بحث کرنے پر قادر نہیں ہوں۔

(۱۷) فرمایا کہ مولنا عبد القیوم صاحب (جو شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے خاندان میں سے ایک بزرگ عالم تھے) سے بھوپال میں عناداً کسی نے کوئی سوال کیا تو جنابؒ نے جواب دیا کہ بھائی میرے والدین نے مجھے علم عمل کرنے کے لئے پڑھایا تھا نہ کہ جھگڑا کرنے کے لیے جو مجھے معلوم تھا وہ میں نے جلادیا اگر تشفی نہ ہو کسی اور سے دریافت کرلو۔

(۱۸) فرمایا مولنا عبد القیوم صاحبؒ سے کسی نے کوئی سوال کیا مولنا نے جواب دیا سائل نے کہا کہ یہ مسئلہ حدیث میں مذکور ہے یا نہیں فرمایا کہ میں تو مسلم نہیں ہوں جو حدیث تلاش کروں میرے باپ کا اسی پر عمل تھا اور انھوں نے میرے دادا کو اسی پر عمل کرتے ہوئے دیکھکر خود یہ عمل اختیار کیا تھا اسی طرح اور میرے اجداد نے اپنے بزرگوں سے حاصل کیا حتی کہ یہ سلسلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے لہذا جو ہمارا معمول ہے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

ف سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے شریعت اور عرف کے موافق لکنہ مقصور علی العوام السائل اذا کان منھم تامل۔

(۱۹) فرمایا کہ مولنا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ جب جہاد کو تشریف لے گئے ہیں تو فرما گئے تھے کہ اگر زندہ واپس آیا تو منطق کو ایسا سہل کردونگا کہ بنات بقال اپنی دوکانوں پر بیٹھکر اس کو سمجھ لینگے مگر حضرت شہید ہوگئے۔

(۲۰) سئل عن الفرق بین المسئلتین حیث ترتب علی احدھما العذاب وعلی الاخر الثواب مع ان الاول کالثانی وبیانھما ان من صام یوم الشک متطوعا وعزمہ التطوع لا غیر فصومہ ھذا افضل من افطارہ فی ذلک الیوم مع انہ یخطر بالنیتہ الترددبین فرض الصوم وبین تطوعہ وان لم یعزم علیہ وفی الحقیقۃ ھو الباعث علی الصوم للذی لم توافق عادتہ للصوم فی ذلک الیوم وقد نھی عن یوم الشک ومحل النھی الصوم بنیۃ الفرض فھذا الصوم ترتب علیہ الثواب لانہ عمل بالاحتیاط فھذا بیان المسئلۃ الاولی والثانیۃ ما نسب الی بعض الفقہاء انہ کان یھب ماله النصابی لزوجتہ فی اثناء الحول ثم تھب ذلک المال بعد مضی ذلک الحول فلا تجب علیہ الزکوۃ ولا علیھا سامحہ اللہ تعالی عنھما وھذا

الفعل لایخلو عن المعصیۃ مع ان الظاہر ان عزمہ کان للھبۃ وان خطر ببالہ ان
ھذا الطریق لمنع الزکوۃ فرتب علیہ العذاب فاجاب عن ھذا الاشکال ان الخطور
فی القلب بای شئ کان لا اعتبار لہ انما ترتب الثواب والعقاب علی العزم والفرق
بینہما ان ذلک الصائم عمل بالاحتیاط وکونہ خیرا لایخفی وھو الباعث لہ علی
عزم التطوع والثانی قصد المنع عن الزکوۃ وھو الباعث لہ علی الھبۃ وکونہ شرا غیر
خفی وفیہ ابطال لاعمال الشرع مجملا وھو معصیۃ فمن ھذا الوجہ رتب علیہ العقاب
تامل فانہ عزیز واما القصۃ فاللہ تعالی اعلم بصحتہ وانما نقلتہ لترتب حکم الشرع علیہ

(۲۱) فرمایا کہ جذامی شخص کو حکم ہے کہ لوگوں سے علحدہ رہے حضرت عمر رض کے زمانہ میں ایک عورت جسکو
یہ مرض تھا طواف کر رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اے اللہ کی بندی اپنے گھر میں بیٹھ اور لوگوں کو ایذا
نہ دے چنانچہ وہ چلی گئی پھر جوش میں کسی موقع پر حج کو آئی جبکہ حضرت عمر رض کا وصال ہو چکا تھا تو ایک
شخص نے کہا کہ وہ شخص مر گئے جو تجھے طواف سے روکتے تھے اب خوب جی بھر کر طواف کر لے اس نے
جواب دیا کہ وہ ایسے نہ تھے کہ ان کا حکم انکی زندگی میں مانا جائے اور بعد وفات ترک کیا جائے
میں تو اس خیال سے آئی تھی کہ معافی چاہ لونگی پھر وہ چلی گئی اور کبھی نہ آئی۔

(۲۲) مولنا فضل الرحمن صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک کوڑھی ہمارے پاس آیا ہم کو وہ
حدیث یاد آئی جسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوڑھی کے ہمراہ کھانا کھانا مروی ہے سو ہم نے بھی
اسکے ساتھ کھانا کھایا اتباع سنت کی برکت سے وہ شخص اچھا ہو گیا۔

ف اسمیں حضرت مولانا قدس سرہٗ کی قوت توکل اور بے نفسی ظاہر ہے کہ برکت کو اپنے تحمل کیطرف
منسوب نہ کیا بلکہ اتباع سنت کی طرف منسوب کیا۔

(۲۳) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ اگر کسی بات کا پوشیدہ رکھنا ہو تو یا تو
کسی سے ظاہر نہ کرے یا چند لوگوں سے ظاہر کرے اس صورت میں لوگ اس راز کا افشا نہ کریں گے
اس لیے کہ وہ سمجھیں گے کہ اگر یہ بات قابل پوشیدگی ہوتی تو اس طرح ظاہر نہ کیجاتی پس ان لوگوں کے
سوا اور کسی کو ظاہر نہ ہوگی - ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

(۲۴) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے سرکاری ملازمت اختیار کرنے کا قصد کیا خواب میں دیکھا

کہ چند عربی خوان ملازمان سرکاری کے گلے میں خنزیر لٹکائے گئے ہیں اُنھون نے خواب میں کسی
سے پوچھا کہ فلان فلان ملازمان سرکاری اس جماعت مین نہین ہین جواب ملا کہ یہ حالت فقط عربی خوان
ملازمان سرکار کے لیے تجویز کیگئی ہے نہ کہ کل ملازمان سرکاری کے لیے بیدار ہوکر پریشان ہوئے اور
حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کی خدمت مین خواب عرض کیا اور یہ بھی کہا کہ مین معاش کی کیا صورت
اختیار کرون مولانا نے فہم سلیم سے سمجھا کر دینی خدمت سے ان کو شوق نہین معلوم ہوتا پس طب حاصل
کرنیکی رائے دی چنانچہ اُنھون نے طب پڑھی اب طب کے ذریعہ سے بہت کچھ کماتے ہین اور دینداری کے ساتھ
بسر اوقات کرتے ہین۔

ف القصۃ فیہ عبرۃ عظیمۃ وتلک الاجارۃ حبیبۃ مزینۃ بذہب وفضۃ ظاہرہا
محبوب خادع وباطنہا مذموم سم قاتل فالحذر کل الحذر۔

(۲۵) فرمایا کہ اکثر بزرگون نے وفات سے کچھ قبل بیعت چھوڑدی ہے بوجہ ارتفاع تعلقات اس عالم کے اور دیگر
امور بھی مثل قبول ہدایا وغیرہ بھی ترک کر دیئے۔

ف جامع کہتا ہے کہ یہ حالت غلبہ تعلقات عالم بالا کی وجہ سے ہوجاتی ہے اس کا ہونا ہر بزرگ کے لئے
ضرور نہین وہذہ حالۃ الغلبۃ ولیس فیہا الکمال لانہ لم یعمل صلی اللہ علیہ وسلم بمثلہ فی
قرب وفاتہ وحالہ کان اکمل الاحوال۔

(۲۶) ابوداؤد مین تیمم مجروح کے باب مین ایک حدیث ہے اور ضعیف ہے اسکے ظاہر مضمون سے جمع بین الغسل
بالغسل والتیمم فی حالۃ واحدۃ مستفاد ہوتا ہے وہو مذہب الامام الشافعیؒ مولانا صاحب نے ضعف سے قطع
نظر کر کے اسکے دو جواب دیئے ایک تو یہ کہ یہ مضمون قرآن مجید کی آیت تیمم کے خلاف ہے کہ وہان عدم
وجدان ماء کی حالت مین فقط تیمم مذکور ہے دوسرے بسہولت دو حالتون پر محمول ہوسکتا ہے لہذا اس
ظاہر پر عمل متعذر ہے اور اسکی تفصیل احیاء السنن مین تحریر کردیگئی ہے پھر ایک شبہ ہوا کہ کوئی مسئلہ
ہے نبیذ کے موجود ہوتے ہوئے حنفیہ جمع بین الوضوء والتیمم کے قائل ہوئے ہین جیسا کہ فقہ مین مذکور ہے اور
یہ بھی قرآن مجید کے خلاف ہے سو جواب یہ فرمایا کہ قرآن مجید کی مخالفت جب ہے جبکہ یقیناً ماء مطلق
میسر ہو اور پھر تیمم کیا جاوے اور جبکہ ماء مطلق ہونے مین نبیذ کے شک ہے تو پھر مخالفت کہان
لازم آئی تامل۔

(۲۷) فرمایا اپنے ملک میں جو خطرناک واقعات ہو جاتے ہیں لوگوں کے قلب پر اوسکا اثر کم ہوتا ہے اور غیر ملک میں جو تھوڑی سی بھی بے اعتدالی ہوتی ہے وہ بڑی گراں معلوم ہوتی ہے چنانچہ سفر حج میں بدویوں کی بے اعتدالی بڑی گراں معلوم ہوتی ہے اور ہندوستان میں بہت سے اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں وہ ایسے گراں نہیں معلوم ہوتے۔

ف یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ اس مبارک سفر کے مشتاق کو متنفر کر دیتا ہے تاکہ لوگ پست ہمت ہو کر اس نعمت حج سے محروم رہیں اس سے بڑا اجتناب چاہئے اور خاصان خدا تعالیٰ پر تو اکثر اس بےحیا کے اس اغوار کا اثر نہیں پڑتا قال اللہ تعالیٰ ولیس سلطان علی الذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون۔

(۲۸) قد سئل عن الحکم بقانون انصارٰی المخالف للشریعۃ فی الہند لقبول قضائھم علی شرط الحکم بقوانینھم وعدم القدرۃ بخلافہ فاجاب اجاد بما حاصلہ انہ جائز اما اولاً فان المقصود من ذلک القضاء ہو احیاء الحقوق لا الحکم بقوانینھم فیجوز نظرا الی اصل المقصود اذا کان لا یقدر علیہ بالطریق المشروع والحکم بہا انما وجد ضمنا لا قصدا واما ثانیا انہ تعالیٰ ذکر فی سورۃ یوسف ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک الخ وکذلک نجزی الظالمین وہو یدل علی ان قانون الملک کان مخالفا لشریعۃ یعقوب ویوسف ع کان تابعا لذلک الملک فلا بد من اعتبار حکم یوسف علی قانون الملک بالفعل وبالقوۃ وترک حکم الشریعۃ فی ذلک القانون ولم ینکر علیہ فی شریعتنا فہو حکم لنا ایضا کما ثبت فی الاصول فثبت ان المطلوب اذا کان احیاء الحقوق وکان فی طریقۃ مخالفۃ للشرع ولم یکن قادرا علی العمل بہ فلا باس وعزی ہذا الاستدلال الی شیخہ العلامۃ محمد یعقوب قدس سرہ واما ثالثا ان المسلم الجاسوس لہ ان یبدل زیہ ویختار زی الکفار فی دار الحرب لمصلحۃ المسلمین فکذلک یجوز ہذا الامر المذکور ایضا وعزہ الی مولانا رشید احمد قدس سرہ واما رابعا ان لم یقبل المسلمون قضائھم فی دیارنا کثر استیلاء العنود علینا لقولھم ذلک وفیہ ما لا یخفی من الضرر الشدید تامل حق التامل۔

(۲۹) ایک شخص نے درخواست بیعت کی مگر یہاں آکر کئی روز کے بعد اور اس عرصہ میں محض سکوت اختیار کیا کوئی مقصود ظاہر نہ کیا دریافت کرنے پر درخواست مذکور ظاہر کی اور بہت

بڑی عبارت سے جسکے غیر مہذب اور بموقع ہونیکا خود حضرت والا نے ابھی سے اقرار لیا اور گفتگو نے یہ بھی کہا کہ میں کتابیں ختم کرکے آیا ہوں حضرت نے فرمایا کہ بڑی بڑی کتابوں کے نام لو کہا ہدایہ تمام کی ہے اور دورہ حدیث شریف ختم کرلیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اصول میں کیا پڑھا ہے بہت دیر کے بعد کہا حمد اللہ حضرت کو بہت ناگوار ہوا اور فرمایا کہ آپکو یہ بھی نہیں معلوم کہ حمد اللہ کس فن میں ہے اگر آپکو بیعت ہونا ہے تو کتابیں عمدہ لیاقت سے پڑھکر آیئے جب بیعت کرونگا نیم ملا خطرۂ ایمان ہوتا ہے یا تو عالم کامل ہو یا غیر ضروری علم بالکل نہ پڑھا ہو جب کام چلتا ہے مگر وہ اسپر راضی نہوئے حضرت نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ نصیحت کی وہ اس امید پر کی تھی کہ آپ اسکو مان لینگے اور اب آپ مانتے نہیں لہذا سب میرا کہا سنا معاف کر دیجئے یا بدلے لیجئے کیونکہ اجنبی آدمی کو کچھ کہنا سننا مناسب نہیں جو طالب اصلاح ہو البتہ اوسکو جو کچھ مناسب ہو کہا جاوے مضائقہ نہیں اور فرمایا کہ لوگ میری بداخلاقی مشہور کرتے ہیں اگر بداخلاقی کی وجہ بھی مشہور کریں تو بہتر ہو تاکہ سامعین کو پورا حال معلوم ہو جاوے۔

ف اس مضمون سے حضرت کی کسقدر تواضع اور شفقت علی الخلق ظاہر ہے۔

(۳۰) مضمون ذیل تحریر فرماکر عنایت فرمایا کہ ملفوظات میں درج کردیا جاوے۔

یک سوال بتحقیق صلہ با مسلم غیر مسلم آمدہ بود در جوابش نوشتہ شد ولا باس بان یصل الرجل المسلم المشرک قریبا کان او بعیدا محاربا کان او ذمیا واراد بالمحارب المستامن واما اذا کان غیر المستامن فلا ینبغی ان یصلہ بشئ کذا فی المحیط وذکر القاضی الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیا فی دار الحرب وکان الحال حال صلح ومسالمۃ فلا باس بان یصلہ کذا فی التاتارخانیۃ عالمگیریۃ ج ۶ ص ۲۳۱۔

۲۹ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ باز سوالے از معاملہ باہمان جماعت مسالم غیر مسلم کہ میان او و جماعتے مسلم آویزش افتادہ بود آمدہ جوابش بنہی از عذر باین آیات دادہ شد قال اللہ تعالیٰ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق وقال تعالیٰ اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا فقط آخر ذی الحجہ ۱۳۳۲ ہجری

(یعنی اوّل توحید کو قبول کیا پھر احکام کی تحقیق کی پھر اُن پر عمل کیا پھر زیادت قرب کے طریقے اختیار کئے) کیونکہ استجابت بقدر سُننے کے ہے اور سُننا بحیثیت فہم کے ہے اور فہم باندازہ معرفت رتبہ کلام کے ہے اور کلام (کے رتبہ) کی معرفت باندازہ معرفت اور علم (رتبہ) متکلم کے ہے (اور اسمیں مراتب متفاوت ہیں پس استجابت کے مراتب بھی مختلف ہونگے) اور فہم کے وجوہ غیر محصور ہیں اسلئے کہ (خود) کلام کے وجوہ غیر محصور ہیں فرمایا حق تعالیٰ نے سوا محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہدیجئے کہ اگر بحر (اعظم) میرے پروردگار کے کلمات کیلئے روشنائی ہو جاوے تو قبل اسکے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں وہ بحر ختم ہو جاوے پس قرآن کے ہر کلمہ میں اللہ تعالیٰ کے اتنے کلمات (اور مضامین) ہیں کہ اونکے ختم ہونے سے پہلے بحر ختم ہو جاوے سو پورا کلام (اللہ) ذات واحد پر نظر کرنے کے اعتبار سے ایک کلمہ ہے اور (اوسمیں کا) ہر کلمہ علم ازلی کی وسعت پر نظر کرنے کے اعتبار سے متعدد کلمات ہیں حدیث کی ہمسے ہمارے شیخ ابو النجیب سہروردی نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو رئیس ابو علی بن نبہان نے کہا۔ اونھوں نے خبر دی ہمکو حسن بن شاذان نے کہا اونھون نے خبر دی ہمکو دعلج بن احمد نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو الحسن علی بن عبد العزیز بغوی نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا۔ اونھوں نے حدیث بیان کی ہمسے حجاج نے حماد بن سلمہ سے۔ اونھوں نے علی بن زید سے۔ اونھوں نے حضرت حسن (بصری) سے اور وہ اسکو نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچاتے تھے کہ آپنے فرمایا قرآن مجید میں جتنی آیتیں نازل ہوئی ہیں سب کے ایک ظہر ہے اور ایک بطن ہے اور ہر حرف کیلئے ایک حد ہے اور ہر حد کے لئے ایک محل ہے اطلاع کا (علی بن زید) راوی کہتے ہیں کہ میں نے (حسن سے) کہا کہ اے ابو سعید وہ محل اطلاع کیا ہے اونھوں نے کہا کہ وہ لوگ مطلع ہوتے ہیں جو اوسپر عمل کرتے ہیں (یعنی محل اطلاع عمل ہے کہ اوسکی برکت سے انوار حاصل ہوتے ہیں پھر اُن سے اسرار منکشف ہوتے ہیں) ابو عبید راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حسن کا یہ قول عبد اللہ بن مسعود کے قول کی طرف راجع ہوتا ہے (جو آگے مذکور ہے یعنی) ابو عبید کہتے ہیں کہ حدیث کی مجھ سے حجاج نے شعبہ سے اونھوں نے عمرو بن مُرہ سے اونھوں نے مرہ سے اونھوں نے

۲۵

عبداللہ بن مسعود سے اونھوں نے فرمایا کہ جتنے حروف یا آیتیں ہیں سب پر کسی نہ کسی قوم نے عمل کیا یا اوسکے لئے ایک قوم ہوگی جو اوسپر عمل کریگی پس محل اطلاع محل صعود ہے کہ اوسپر اپنے معرفت فہم سے صعود کیا جاتا ہے پس (حاصل معنی) محل اطلاع (کا) فہم ہے جسکو اللہ تعالیٰ ہر ایسے قلب پر کشادہ فرماتا ہے جسکو نور عطا کیا جاتا ہے اور لوگوں نے ظہر اور بطن کے معنی میں اختلاف کیا ہے سو بعض لوگوں نے کہا ہے ظہر لفظ قرآن ہے اور بطن اوسکی تاویل ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ظہر صورت قصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر اپنے غضب فرمانے کی اور اُس قوم کو سزا دینے کی خبر دی ہے پس ظاہر اسکا وہی خبر دینا ہے اور باطن اوسکا نصیحت اور تنبیہ ہے اُمت میں سے اُس شخص کیلئے جو پڑھے اور سُنے اور بعض نے کہا ہے کہ ظاہر اُسکا نازل فرمانا ہے جسپر ایمان لانا واجب ہے اور باطن اوسکا اوسپر عمل کا واجب ہونا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ظاہر اوسکا موافق نزول کے تلاوت کرنا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور قرآن کو ترتیل سے پڑھو اور اوسکا باطن اوسمیں تدبر اور تفکر کرنا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ ایک کتاب ہے جسکو ہمنے آپکی طرف نازل کیا یہ برکت والی ہے تاکہ لوگ اوسکی آیات میں تدبر کریں اور تاکہ اہل عقل (اُس سے) نصیحت قبول کریں اور بعض نے کہا ہے کہ یہ جو (حدیث مذکور میں) ارشاد ہے کہ ہر حرف کیلئے ایک حد ہے یعنی تلاوت میں (یہ حد ہے کہ) اُس مصحف سے تجاوز نکرے جو امام ہے (یعنی مصحف عثمانی) اور تفسیر میں (یہ حد ہے کہ) مسموع منقول سے تجاوز نکرے اور تفسیر اور تاویل میں فرق ہے (تو تفسیر کے مقصور علی السمع ہونے سے یہ شبہ نکیا جاوے کہ تمام اقوال مفسرین کے کہاں منقول ہیں) سو تفسیر تو علم ہے نزول آیت اور شان نزول اور اُن قصص اور اسباب کا جنکے بارہ میں وہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ علم ہے کہ اسمیں بدون سماع اور نقل کے کچھ گفتگو کرنا تمام لوگوں پر ممنوع ہے اور رہی تاویل سو وہ آیت کو ایسے معنے کیطرف منصرف کرنا ہے جسکو وہ آیت محتمل ہو جب کہ وہ معنی محتمل جسکو یہ شخص رائے سے سمجھا ہے کتاب و سُنّت کیموافق ہو (یعنی معارض نہو نہ یہ کہ منقول ہو) پس تاویل باختلاف حال اہل تاویل مختلف ہوجاتی ہے جیساکہ ہمنے اوپر صفاء فہم اور رتبۂ معرفت اور منصب قرب مع اللہ (میں متفاوت ہونے) کو بیان کیا ہے حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ کوئی شخص پورا فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن میں وجوہ کثیرہ کو نہ سمجھے پس عبداللہ

۴۶

بن مسعود کا قول (مذکورہ بالا) کیسا خوب ہے کہ متقی آیتیں ہیں اونکے لئے ایک قوم ہوگی جو اونپر عمل کریگی اور
یہ کلام ہر طالب صاحب ہمت کو اس امر کی ترغیب دینے والا ہے کہ وہ کلام کے گھاٹوں کو صاف
کرے اور اوسکے دقیق معانی اور اسرار غامضہ کو اپنے قلب سے سمجھے پس صوفی کے لئے بسبب
اوسکے کمال زہد فی الدنیا اور اخلاء قلب عن غیر اللہ کے ہر آیت میں ایک محل اطلاع ہے اور
اوسکے لئے تلاوت کے ہر بار میں مطلع جدید ہے اور فہم مہیا ہے اور (پھر) اوسکے لئے ہر فہم پر
عمل جدید ہے پس اونکا فہم داعی الی العمل ہے اور اونکا عمل اسرار خطاب میں صفاء فہم ولطف
دقیق کا جالب ہے سو فہم سے علم ہوتا ہے اور علم سے عمل۔ اور علم وعمل اُس (فہم) میں برابر نوبت
بنوبت آتے رہتے ہیں (یعنی یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے کہ فہم پھر علم پھر عمل پھر فہم پھر علم
پھر عمل وعلیٰ ہذا) اور یہ عمل جو ابھی مذکور ہوا عمل قلوب ہے اور عمل قلوب مغائر ہے عمل قالب کا
اور یہ اعمال قلب اپنے لطافت اور صرافت کے سبب علوم کے ہم رنگ ہیں کیونکہ یہ اعمال
محض نیتیں اور مخفی خصلتیں اور تعلقات روحیہ اور تہذیبات قلبیہ اور حادثات باطنیہ ہیں
اور جب ان اعمال (قلبیہ) میں سے وہ کوئی عمل کرتے ہیں تو اونکا ایک علمی پرچم بلند ہوتا ہے اور
فہم آیت کے متعلق وہ ایک جدید محل اطلاع پر مطلع ہوتے ہیں اور میرے دلمیں (اس
حدیث کے متعلق) یہ مضمون حرکت کرتا ہے کہ وہ مطلع یہ نہیں کہ صفاء فہم کے سبب اُس آیت کے
کسی معنی دقیق اور ستر غامض پر واقف ہوجاوے بلکہ وہ مطلع یہ ہے کہ ہر آیت کے نزدیک وہاں
متکلم کے مشہود ہونے پر مطلع ہو کیونکہ وہ آیت اوسکے اوصاف ونعوت میں سے کسی نہ کسی وصف
ونعت کا محل ودیعت ہے پس اوسکو آیات کی تلاوت وسماع کے سبب تجلیات جدیدہ ہوں اور
اوسکے سامنے بہت سے آئینے ہوجاویں جو اوسکی جلال عظیم کے مخبر ہوں اور حضرت جعفر صادق رض
سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے تجلی
فرمائی ہے لیکن وہ دیکھتے نہیں پس ہر آیت کے لئے اس طور سے ایک مطلع ہوتا ہے پس (حدیث
مذکور میں جو ہے کہ ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اور ہر حد کے لئے ایک مطلع ہے اسمیں) حد سے مراد
حد کلام ہے اور مطلع وہ ترقی ہے حد کلام سے مشاہدہ متکلم تک اور (نیز) حضرت جعفر صادق رض
سے منقول ہے کہ وہ حالت نماز میں بیہوش ہوکر گر گئے پھر آپ سے پوچھا گیا آپنے فرمایا میں آیت کو

۲۷

بار بار پڑھ رہا تھا یہانتک کہ میں نے اوسکو متکلم سے سُنا (بس آپ تو بیہوش ہوگیا) پس صوفی کو جب ناصیہ توحید کا نور نمایاں ہوتا ہے اور وہ وعدہ اور وعید کے سننے کیلئے اپنے کانوں کو اور تجرد عن ماسوی اللہ کے لئے اپنے قلب کو متوجہ کرتا ہے تو وہ شدت ہی کے سامنے حاضر ہوجاتا ہے کہ اپنی زبان کو یا دوسرے کی زبان کو تلاوت میں شجرہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح خیال کرتا ہے کہ اونکو اللہ تعالیٰ نے اُس درخت میں سے یہ خطاب سُنایا تھا کہ میں خدا ہوں پس جب اسکا سُننا بھی اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہوتا ہے اور اوسکا کان لگانا بھی اللہ تعالیٰ کیطرف ہوتا ہے تو اسکی سمع بعینہٖ اسکی بصر ہوجاتی ہے اور اسکی بصر بعینہٖ اس کی سمع ہوجاتی ہے اور اسکا علم اوسکا علم ہوجاتا ہے اور اسکا عمل اوسکا علم ہوجاتا ہے اور اسکا آخر اوسکا اوّل اور اوسکا اول اسکا آخر ہوجاتا ہے اور حقیقت اسکی یہ ہے کہ (اوّل) حقتعالیٰ نے اُن ذرات کو (یعنی ارواح کو جو کہ اس شکل میں تھیں) الست بربکم کے ارشاد سے مخاطب فرمایا تو اونھوں نے اس نداء کو غایت صفاء کی حالت پر سُنا (اس لئے کہ اوسوقت کوئی حجاب نہ تھا) پھر وہ ذرات برابر اصلاب میں متبدل اور ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے (چنانچہ) حقتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایسا ہے جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور ساجدین میں آپکے تقلب کو بھی دیکھتا ہے یعنی آپ کے ذرہ کے تقلب کو جو اہل سجود کے یعنی آپکے آباء انبیاء کے اصلاب میں واقع ہو سو وہ ذرات برابر منتقل ہوتے رہے یہانتک کہ اپنے اجساد کی طرف اونھوں نے ظہور کیا (پس اس مرتبہ میں آکر وہ حکمت (یعنی علوم عقلیہ) کی وجہ سے قدرت سے اور عالم شہادت کیوجہ سے عالم غیب سے محجوب ہوگئے اور اطوار مختلفہ میں تقلب کے سبب اونکی ظلمتیں یکے بادیگر جمع ہوگئیں پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لئے حسن استماع (کے عطا فرمانے) کا ارادہ کرتا ہے اسطرح سے کہ اوسکو صوفی صافی بنادے تو اوسکو تزکیہ و تخلیہ کے مراتب میں ترقی دیتا رہتا ہے یہانتک کہ وہ عالم حکمت کی تنگ جگہ سے فضاء قدرت کیطرف پہونچ جاتا ہے اور اوسکی بصیرت سے حکمت کا پردہ اوٹھا دیا جاتا ہے سو اوسکا الست بربکم کو سُننا کشف اور عیاں ہوجاتا ہے اور اوسکی توحید و عرفان ظہور اور برہان ہوجاتا ہے اور اوسکے لئے اطوار مذکورہ کی ظلمتیں انوار کی تابشوں میں درج (ہوکر غائب) ہوجاتی ہیں۔

(باقی آیندہ)

بابِ سی و ہفتم اہلِ قُرب کی نماز کی صفت میں

اور ہم اس فصل میں نماز کی کیفیت مع اوسکی ہیئتوں اور شرطوں اور اوسکے ظاہری باطنی آداب کے علیٰ وجہ الکمال اُس انتہائی طریق سے بیان کرینگے کہ وہاں تک اُس طور پر ہمارا فہم و علم پہونچا ہے اور اسکے ہر جزو میں اقوال نقل کرنے کی طرف توجہ نکرینگے کیونکہ اس سے مضمون بڑھجاوے گا اور حدِ اختصار و ایجاز مقصود سے نکل جاویگا پس ہم کہتے ہیں اور اللہ ہی کیطرف سے ہے توفیق۔ بندہ (مکلّف) کو مناسب ہے کہ نماز کے لئے اوسکا وقت داخل ہونے سے پہلے وضو کرکے مستعد ہوجاوے اور نماز کے وقت میں وضو کو واقع نکرے (یعنی وقت داخل ہوچکنے کا منتظر رہے) کہ یہ بھی نماز کی محافظت میں سے ہے اور وقت کے پہچاننے میں زوال اور تفاوت اقدام کے پہچاننے کی اسکو حاجت ہوگی کیونکہ دن کبھی لمبا ہوتا ہے کبھی چھوٹا (اور اس سے اقدام میں تفاوت ہوجاتا ہے) اور زوال کا اسطرح اعتبار کیا جاتا ہے کہ سایہ جب تک گھٹتا ہے وہ دن کا نصف اوّل ہے پھر جب سایہ زیادہ ہونا شروع ہوجاوے وہ نصف آخر ہے اور (گھٹنے کے ساتھ ہی سمجھو کہ) دن ڈھل گیا اور جب زوال کو پہچان لیا اور اس بات کو (پہچان لیا) کہ آفتاب کتنے قدم پر ڈھلتا ہے تو (اس سے) اوّل وقت معلوم ہوجاویگا اور اوسکا (یعنی ظہر کا) اختتام عصر کا (اوّل) وقت ہے اور اسکو منازل کے پہچاننے کی بھی حاجت ہوگی تاکہ (اس سے) طلوع فجر کو اور شب کے اوقات کو معلوم کرے اور اسکی شرح (ازبس) طویل ہے اور اسکی محتاج ہے کہ اوسکے لئے ایک مستقل باب لایا جاوے غرض جب نماز کا وقت آجاوے (اور وضو پہلے ہی کرچکا ہے) تو سُنّت راتبہ کو مقدم کرے کیونکہ اسمیں ایک راز ہے اور اسکی (وہ) حکمت یہ ہے اور پورا علم تو خدا تعالیٰ ہی کو ہے کہ بندہ کا باطن منتشر تھا، وہ اوسکے خیالات پراگندہ تھے بسبب اُن بلاؤں کے جنمیں وہ مبتلا رہتا ہے یعنی لوگوں سے مخالطت کرنا اور ضروریات معاش کا اہتمام کرنا یا وہ غفلت جو مقتضائے جبلت واقع ہوجاوے یا بمقتضائے عادت کھانے یا سونے کیطرف خیال منعطف ہوجاوے پس جب سُنّت کو مقدم کریگا تو اوسکا باطن نماز کی طرف منجذب ہوجاویگا اور

۲۵

مناجات کیلئے تیار ہو جاویگا اور سُنّت راتبہ کے سبب غفلت اور کدورت کا اثر باطن سے جاتا رہیگا پس باطن درست ہو جاویگا اور فرض کیلئے تیار ہو جاویگا پس سُنّت ایک مقدمہ ہے جسکے ذریعہ سے برکات نازل کرائی جاتی ہیں اور فیوض کی آمد ہوتی ہے اسکے بعد فرض کے وقت اللہ تعالی کے سامنے تمام کئے ہوئے گناہوں سے اور (مطلق) گناہوں سے بھی عام ہوں یا خاص ہوں تازہ توبہ کرے سو عام گناہ تو کبائر و صغائر ہیں جنکی طرف شرع نے ایما فرمایا ہے اور کتاب و سُنّت اوسکے ساتھ ناطق ہیں اور خاص گناہ اس شخص کے حال (خاص) کے اعتبار سے جو گناہ ہیں کیونکہ ہر شخص کے لئے بقدر اُس کے صفاء حال کے (خاص گناہ بھی) ہیں جو اسکے حال کے مناسب ہیں اور جنکو وہ شخص پہچانتا ہے اور کسیکا قول ہے ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہوتی ہیں پھر بے جماعت کے (یعنی تنہا) نماز نہ پڑھے (بلکہ جماعت سے پڑھا کرے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے پھر اپنے ظاہر کو قبلہ کیطرف اور اپنے باطن کو درگاہ الٰہی کیطرف متوجہ کرے اور قل اعوذ برب الناس پڑھے (جسمیں شر شیطان سے پناہ مانگی گئی ہے) اور اپنے دلمیں آیت توجہ کی پڑھے (یعنی انی وجهت وجهی الخ) اور یہ آیت توجہ کی پڑھنا نماز شروع کرنے سے پہلے ہے اپنے ظاہری رُخ کو قبلہ کیطرف متوجہ کرنے کے لئے اور اوسکو ایک جہت خاص کیطرف نہ دوسری جہت کی طرف متوجہ کرنے کی تخصیص کے لئے (اور ایک بار اور اس آیت کا پڑھنا عنقریب ذکر کرینگے جو بعد نماز شروع کرنے کے ہے وہ اپنے باطنی رُخ یعنی قلب کو متوجہ کرنیکے لئے ہے اور یہ قل اعوذ برب الناس اور آیہ توجہ کا پڑھنا مذہب حنفی میں منقول نہیں ہے) پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے مقابل اوٹھاوے اسطرح سے کہ اسکی دونوں ہتیلیاں کندھوں کے مقابل رہیں اور اسکے دونوں انگوٹھے کانوں کی لَو کے پاس رہیں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے ساتھ رہیں (اور مذہب حنفی میں کانوں تک ہاتھ اوٹھاتے جاتے ہیں) اور انگلیوں کو ملالے اور اگر کھلی ہوئی رکھے تب بھی جائز ہے۔ ورملا لینا اولیٰ ہے کیونکہ بعض نے کہا ہے کہ نشر یعنی کھلی ہوئی رکھنے سے مراد ہتیلی کا نشر ہے (کہ اسکو خوب پھیلائے سمیٹے نہیں

نہ کرے انگلیوں کا نشر (اور مذہب حنفی میں اپنے حال پر چھوڑے نہ قصداً ملائے نہ قصداً پھیلائے) اور اللہ اکبر کہے نہ اکبر کی با اور اوسکی را کے درمیان میں الف نہ داخل کرے اور اکبر پہ جزم کرے اور لفظ اللہ میں مد پیدا کرے (یعنی لام کے بعد) اور اللہ کی ہا کے ضمہ دینے میں مبالغہ نکرے اور اللہ اکبر اوسوقت شروع کرے جبکہ دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل آکر قرار پکڑ لیں اور اللہ اکبر کے ساتھ اونکو نیچے چھوڑ دے مگر اونکو جھاڑے نہیں (یعنی جھٹکا دیکر نہ چھوڑے بلکہ وقار و سکون کے ساتھ) سو وقار جب دل میں قرار پا جاتا ہے تو جوارح بھی اوسی کے ساتھ متشکل ہوجاتے ہیں اور اولیٰ اور صواب تر (طریقہ) کے ساتھ مقابلہ ہو جاتے ہیں اور نماز کی نیت اور اللہ اکبر کہنے کو باہم اسطرح جمع کرے کہ اللہ اکبر کہنے کے وقت اوسکے قلب سے یہ بات غائب نہو کہ وہ فلاں معین نماز پڑھ رہا ہے اور حضرت جنیدؒ سے حکایت کی گئی ہے کہ اونھوں نے فرمایا ہر شئے کا ایک ممتاز جزو ہوتا ہے اور نماز کا ممتاز جزو تکبیرہ اولیٰ ہے اور یہ تکبیر جزو ممتاز اس لئے ہوا کہ وہ موقع ہے نیت کا اور آغاز ہے نماز کا۔ ابو نصر سراج نے کہا ہے کہ میں نے ابن سالم سے سُنا ہے کہ کہتے تھے کہ نیت اللہ کے ساتھ ہے اور اللہ کیلئے ہے اور اللہ کی طرف سے ہے (یعنی ایسی ہونا چاہیے) اور جو آفتیں بندہ کی نماز میں بعد نیت کے داخل ہو جاتی ہیں وہ دشمن (یعنی شیطان) کی طرف سے ہیں (پس نیت تو من اللہ ہوئی اور آفت بعد النیۃ من الشیطان ہوئیں) اور دشمن کا حصہ اگرچہ کثیر ہو وہ اُس نیت کا ہموزن (و مقابل) نہیں ہوسکتا جو کہ للہ اور باللہ تھی اگرچہ قلیل ہی ہو (پس اثر اُس نیت ہی کا غالب رہیگا اسلئے اوسکو بہت درست کرنا چاہیے) اور ابو سعید خراز سے سوال کیا گیا کہ نماز میں داخل ہونا کسطرح سے ہے اونھوں نے فرمایا اوسکا طریقہ یہ ہے کہ تو حقتعالے کی طرف اسطرح متوجہ ہو جیسا تو اوسکی طرف قیامت کے دن متوجہ ہوگا اور اوسکے روبرو کھڑا ہوگا جبکہ تیرے اور اوس کے درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا اور وہ تیری طرف متوجہ ہوگا اور تو اُس سے باتیں کرتا ہوگا (پس اسطرح سے نماز میں کھڑا ہو) اور (اوسکا طریقہ) یہ ہے کہ تو یہ سوچ لے کہ تو کس کے سامنے کھڑا ہے کیونکہ وہ بہت بڑا بادشاہ ہے اور بعض عارفین سے کہا گیا کہ تکبیر اولیٰ کسطرح کہی جاتی ہے اونھوں نے جواب دیا کہ جب تم اللہ اکبر کہو تو شایاں یہ ہے کہ لفظ اللہ کہنے میں تمھارا قرن

الف کے ساتھ تعظیم ہو اور لام کے ساتھ ہیبت اور ہا کے ساتھ مراقبہ اور قرب اور جاننا چاہیے کہ
بعضے لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ جب وہ اللہ اکبر کہتے ہیں تو عظمت اور کبریا کے ملاحظہ میں غائب
ہو جاتے ہیں اور اونکا باطن نور سے پر ہو جاتا ہے اور تمام عالم اوسکے سینہ کی کشادگی کی
فضا میں ایسا ہو جاتا ہے جیسا ایک رائی ہو ایک بڑی چٹیل زمین میں پھر اُس رائی کو
پھینکدیا جاوے پس ایسے شخص کو وسوسہ اور حدیث النفس اور خیالات باطنی کا ایسے عالم
سے کیا اندیشہ ہوگا جو بمنزلہ رائی کے دانہ کے ہوگیا ہو پھر اوسکو پھینکدیا جاوے پس وسوسہ
وحدیث النفس ایسے شخص سے کیا مزاحمت کریگا اور کبھی اس عظمت کا مطالعہ اور اس میں
غائب ہو جانا وجود نیت کا مزاحم ہوتا ہے (یعنی اس استحضار و غلبۂ عظمت کا مقتضا یہ ہے
کہ نماز کی نیت کا بھی وجود اسکے ساتھ جمع نہ ہو سکے کیونکہ وہ بھی ایک خیال ہے گو محمود ہے
اور خیالات سب فنا ہوگئے تو نیت بھی فنا ہوگئی پھر نماز جو نیت پر موقوف ہے کیسے درست
ہوگی) مگر (دونوں کے اجتماع کی) یہ (صورت) ہے کہ غایت لطافت حال کے سبب
روح تو مطالعہ عظمت کیساتھ مختص ہوتی ہے اور قلب نیت کے ساتھ متمیز ہوتا ہے (یعنی
دونوں فعلوں کا محل الگ الگ ہے مطالعہ عظمت فعل روح کا ہے اور نیت فعل قلب
کا) پس نیت اپنی لطیف ترین کیفیت کے ساتھ موجود ہوتی ہے (اور باوجود موجود ہونے
کے) نور عظمت میں اسطرح مندرج (اور مستور) ہوتی ہے جیسے کوکب ضوء آفتاب میں
مندرج ہوتا ہے (کہ موجود بھی ہے اور مغلوب بھی اور دوسرے خیالات اسطرح بھی مجتمع نہیں ہوتے
اسلئے کہ نیت کا یہ وجود تو بوجہ قصد کے متحقق ہوا ہے اور دوسرے خیالات کا قصد کیا نہیں
گیا اور خود مطالعہ عظمت کا مقتضا ریتھا اونکا افنا، اسلئے دوسرے خیالات کا بالکلیہ افنا
ہوگیا) پھر اپنے داہنے ہاتھ سے اپنا بایاں ہاتھ پکڑ لے اور دونوں کو ناف و سینہ کے
درمیان میں رکھے (اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ناف کے نیچے رکھے) اور داہنا بوجہ
شرف کے بائیں کے اوپر رکھا جاتا ہے اور سبابہ اور وسطی کو دراز کرکے کلائی پر رکھے
اور تین باقی اونگلیوں سے بائیں ہاتھ کو دونوں طرف سے پکڑ لے اور امیر المومنین علی رض
نے حقتعالیٰ کے اس قول کی فصل لربك وانحر یہ تفسیر کی ہے۔

۲۸

اصول و مقاصد رسالہ ہذا و ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ عہ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کر کے عہ کا وی پی ہوگا۔ امسال عہ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۵ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاوے گی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں اجماعت انتخاب تالیفات مقیم خانقاہ تھانہ بھون۔ مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریدار رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ و سابق نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

گذارش

ناظرین کرام کو شعبان کے رسالہ کا بہت انتظار کرنا پڑا حالانکہ رسالہ کی کاپیاں اوائل شعبان میں تیار ہو چکی تھیں اور حسب قاعدہ ۱ شعبان سے پہلے پہلے رسالہ شائع ہو سکتا تھا۔ آپکو معلوم ہے کہ جمادی الاول و جمادی الثانی کے رسالوں میں جداگانہ اعلان شائع کئے گئے تھے کہ جن حضرات کو خریداری رسالہ سال آئندہ منظور نہو وہ بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع فرماویں تاکہ صحیح تعداد خریداران معلوم ہو جانے پر بقدر تعداد خریداران باقیماندہ آئندہ رسالہ شعبان شائع ہو سکے اسلئے کہ بوجہ گرانی کاغذ زائد از تعداد خریداران شائع کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور رجب کا رسالہ جب وی پی پہونچا تو اولاً اسکو زیادہ عرصہ تک امانت رکھکر بالآخر واپس کر دیا گیا زیادہ تعداد میں رسالے واپس آئے اور ابتک برابر واپس آ رہے ہیں۔ پس اس باعث سے ابتک شعبان کا رسالہ شائع نہیں کیا گیا تھا چونکہ اب صحیح تعداد خریداران معلوم ہو گئی لہذا رسالہ شائع کیا جاتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اپنے وقت پر شائع ہوا کریگا۔ اس تاخیر اشاعت اور نقصان مطبع کا باعث وہی حضرات ہیں کہ جنھوں نے بجائے ایک پیسہ خرچ کرنیکے ایک ایک ماہ تک رسالہ کو امانت رکھوا کر بلا کسی خیال نقصان رسالہ کو واپس کر دیا۔

(احقر مدیر)

جسٹرڈ نمبر ۲۰۲

۸۶

وقال اللہ تعالیٰ

فتعالی اللہ الملک الحق ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ

رب زدنی علما

اتنا لا لائیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم وامداد وللتحدیث کہ دال ست بر پسندیدگی قدرے از

فضل درارشاد صحیحہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ سلسلہ ودائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ

ملفوظات خیرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت کلانا اشرف علی

حسب تجویز است وجل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است و

لقب صحیفہ شہریت بہ تبرک بنام نامیش نیز وخاصیت داشت و تحقیقات کردہ دیگر اہل فضل ست

عدد (۳)	بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۶ھ	جلد (۱)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

ایں صحیفہ کا مدد ش امداد نام	یافت ز امداد المطلع بع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۶

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں

تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو ۔ (مدیر رسالہ)

اللہ تعالیٰ کی صفت کبریا کے لحاظ رکھنے سے کل مفاسد کی اصلاح ہو جاتی ہے

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ اس آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے خاص اپنی ایک صفت بیان فرمائی ہے کہ اگر اسکو انسان پیش نظر رکھے تو کل مفاسد ان سے الگ رہیں خلاصہ اسکا معرفت تعلق انسانی ہے اللہ تعالےٰ کے ساتھ۔ ظاہر ہے کہ تعلق امر نسبتی ہے جو طرفین کو چاہتا ہے ایک طرف حقتعالےٰ ایک طرف بندہ تو اس تعلق کے پہچاننے کا طریق دو معرفتوں کا جمع کرنا ہے معرفت حقتعالےٰ کی اور معرفت اپنے نفس کی اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ تلازم بھی ہے اگر حقتعالیٰ کو پہچان لیا جائے تو نفس کی پہچان ہو جائیگی اور اگر نفس کا علم ہو جائے تو معرفت حق تعالےٰ ہو جائیگی اسی واسطے کہا گیا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور پہلی معرفت دوسری معرفت سے اسلئے اہم ہے کہ نفس تو حاضر ہے اور اللہ غائب اور غائب کا پہچاننا مشکل ہے حاضر سے اس اہمیت کے سبب اس آیت میں اسی کی تعلیم کی گئی ہے کہ اسمیں اپنی ایک صفت ذکر فرمائی کہ اس صفت سے پہچانیں اور وہ صفت کبریا ہے جو تمام صفات کے درجہ کمال کو شامل ہے اور معنی اسکے بڑائی ہیں جسکو حقتعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور جب یہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو دوسرے میں نہ ہونی چاہیئے سو جب تک یہ معرفت محفوظ رہیگی حاشا وکلا جو کوئی مفسدہ بھی ہونے پائے

کبر تمام عیوب حتیٰ کہ کفر و شرک کی بھی جڑ ہے

اور جب یہ معرفت نہ رہیگی اور بندہ صفت کبریا کو اپنے اندر رہنا چاہیگا تو جو کچھ بھی مضرتیں اور عیوب پیدا ہوں کم ہیں اور واقع میں بھی ایک صفت کبر ہے کہ جڑ ہے تمام مفاسد کی حتیٰ کہ شرک کی دنیا میں جو کوئی بھی کافر ہوا ہے وہ کافر نہیں ہوا مگر اپنے نفس کے کبر سے ورنہ حق مخفی نہیں رہتا وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا فرمایا ہے جحد کا علو اور کبر ہم معنی ہیں۔ ابو طالب کو ایمان سے کس نے روکا صرف عار نے یوں کہا کہ مرتے وقت ایمان لاؤنگا تو قوم میری کہیگی ابو طالب دوزخ سے ڈر گیا اسکی حقیقت یہی تو ہے کہ جو رفعت قوم پر حاصل ہے وہ نہ رہیگی اس رفعت نے بچا

یہ چھوٹا یہاں تک کہ کام تمام ہی کر دیا اور کبر کا وجود کسی ایک گروہ میں نہیں بلکہ یہ وہ عام مرض ہے کہ کم و بیش ہر طبقہ کے لوگ اسمیں مبتلا ہیں اور دوسرے عیوب میں تو اکثر جاہل لوگ پھنسے ہوتے ہیں تعلیم یافتوں میں وہ عیب کم ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے بُرے نتائج کو جانتے ہیں لیکن اسمیں جاہل عالم سب کم و بیش مبتلا ہیں۔ مشرکین عرب تو جاہل تھے اب اس گروہ کو دیکھئے جو تعلیم یافتہ کہلاتا تھا یعنی اہل کتاب ان کو بھی ایمان لانے میں جو مانع ہوا سو وہی کبر ا س مختصر بیان سے بقدر کفایت اسکی توضیح ہو گئی کہ کفر و شرک کا مبنیٰ ہمیشہ کبر ہے اب غور کر کے دیکھئے تو یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ اور بہت سے معاصی کا مبنیٰ بھی کبر ہی ہے جو کفر و شرک سے نیچے ہیں ایسے گناہ کبر سے اسطرح ہوتے ہیں کہ گنہگار باوجود بُرے عمل کو صرف اس عار کی وجہ سے نہیں چھوڑتا کہ لوگ کہیں گے کیا اتنے روز سے یہ احمق رہا اس کام کو ہمیشہ سے کیوں کرتا رہا جواب چھوڑنا پڑا اس شخص نے عیب حماقت سے اپنے نفس کو بچایا یہی کبر بڑا مرض ہے۔

تکبر کا علاج

اور علاج بالضد ہوا کرتا ہے یہ مرض پیدا ہوا عدم معرفت کبریا حق سے تو علاج معرفت کبریا حق ہوگا یعنی عظمت حقتعالے کی اسکو حق تعالیٰ نے آیت میں بلفظ حصر اپنے واسطے ثابت کیا ہے وله الکبریاء یعنی اسی کیواسطے ہے عظمت۔ بلاغت کے قاعدے سے له کو مقدم کرنیکا یہی مطلب ہے کہ عظمت مخصوص ہے ذات باری تعالے کیساتھ یہ صفت دوسرے میں بالکل نہیں ہوسکتی نیز یہ نہیں فرمایا وله الکبریا العظمیٰ کہ بڑی عظمت تو حقتعالیٰ کے لئے ہے اور چھوٹا موٹا کوئی حصہ اسکا دوسرے کے لئے بھی ثابت ہو بلکہ مطلق کبریا کو دوسرے سے نفی کر دیا ہی کو حدیث میں اس لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے العظمة ازاری والکبریاء ردائی فمن نازعنی فیهما قصمته یعنی عظمت میرا تہہ بند ہے اور کبریا میری چادر ہے جو کوئی ان دونوں کو مجھسے چھیننا چاہیگا میں اسکی گردن توڑ دونگا چادر اور تہہ بند فرمانا کنایہ ہے خصوصیت سے معنی یہ ہوئے کہ یہ دونوں صفتیں خاص ہیں میرے ساتھ دوسرا کوئی مدعی ہوگا تو میں اسکو سزا دونگا جب کبر حق ہوا باری تعالے کا تو اپنے نفس میں اسکا رکھنا مساوات ہوئی باری تعالے کے ساتھ اور

دیگر معاصی کیلئے تو حدود ہیں کہ جب تک ان تک نہ پہونچے معصیت نہیں ہوتی مثلاً کھانا کہ جب
تک اتنا زیادہ نہ ہو کہ موجب ہو جائے مرض کا اُسوقت تک مباح ہے یا بھوکا رہنا جب تک کہ
سبب نہ ہو جائے ہلاکت کا جائز ہے مگر کبر وہ معصیت ہے کہ اسکے لئے کوئی حد نہیں بلکہ فرماتے
ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من
کبر یعنی جسکے دلمیں ایک ذرہ کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائیگا بلکہ ایک حدیث میں
اس سے بھی زیادہ تشدد ہے اخرجوا من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان
یعنی قیامت کے دن حکم ہوگا کہ جس کے دلمیں ایک ذرہ بھر بھی ایمان ہے اُسے دوزخ سے نکال لو۔
اسکو پہلی حدیث سے ملائے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے وہاں فرماتے ہیں ایک ذرہ بھر بھی کبر جس کے
دلمیں ہے جنت میں نجائیگا یہاں فرماتے ہیں ایک ذرہ بھر بھی ایمان جسکے دلمیں ہے جنت
میں جائیگا اس سے صاف یہ بات نکلتی ہے کہ ذرہ بھر کبر بھی جس دلمیں ہے اُسمیں ذرہ بھر
ایمان نہیں ہو سکتا اور ذرہ بھر ایمان جس دل میں ہے اُسمیں ذرہ بھر کبر نہیں ہو سکتا
یہ دونوں بالکل نقیضیں ہیں گو اسکی توجیہ یہ ہے کہ جنت میں جانے کے وقت ذرہ بھر کبر نہ ہوگا لیکن
آخر اس سے بھی تو اس صفت کا مضاد ایمان کسی درجہ میں ہونا ثابت ہوا اب سمجھ لو کہ کبر کسقدر
سخت معصیت ہے اور ہونا چاہئے کیونکہ سب سے بڑا گناہ کفر ہے اور کبر خود اسکی بھی اصل ہے اور کفر
اسکی فرع تو مسلمان کو چاہئے غور کیا کرے کہ اسکے دلمیں کبر ہے یا نہیں مگر ہماری تو عادت ہو گئی
ہے کہ سوچتے ہی نہیں ورنہ معلوم ہو جاتا کہ نہ دیندار ہمارے خالی ہیں کبر سے نہ دنیادار خالی ہیں
کبر سے جو دیندار کہلاتے ہیں وہ دین کے پیرایہ میں اسمیں گرفتار ہیں اور جو دنیادار ہیں ان کو خبر
ہی نہیں کہ کبر کوئی چیز ہے یا نہیں چنانچہ دیندار لوگ نماز پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ
ہم دنیاداروں سے اچھے ہیں جتنی ترقی انکو نماز پڑھنے سے ہوتی ہے اس سے زیادہ تنزل
اس پندار سے ہوتا ہے دین کے ساتھ ساتھ بدترین دنیا ان کے قلب میں جگہ پکڑے ہوئے
ہے اسکا مطلب کوئی یہ نہ سمجھے کہ نماز میں جب یہ خرابی ہے تو ان کو چاہئے نماز چھوڑ دیں اصل یہ ہے
کہ یہ خرابی نماز میں جب پیدا ہوتی ہے جبکہ حقتعالی کی عظمت قلب میں نہو اور جب عظمت ہو تو دوسری
طرف توجہ ہی نہیں ہو سکتی بلکہ حقتعالے کی عظمت کے سامنے اپنی نماز سے آدمی بجائے اسکے کہ اترادے

ندامت و شرمندہ ہوتا ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی بہت بڑے شاہنشاہ کے حضور میں ایک نہایت ذلیل آدمی کوئی تحفہ بہت کم قیمت لیجائے دربار کی عظمت و شوکت دیکھکر اسکی کیا حالت ہوگی مختصر یہ ہے کہ اس ذلیل تحفہ کو پیش کرنے پر بھی اسکو قدرت نہوگی ہاتھ پیر پھول جاینگے اور غنیمت سمجھیگا کہ کسی سزا کا حکم نہو جائے جلدی کسی طرح یہاں سے خیریت سے نکل جاؤں ہماری نمازوں کی جو حقیقت ہے وہ خوب معلوم ہے پھر اسکو حقتعالے جیسے احکم الحاکمین کے سامنے پیش کرکے ذرا شرم بھی نہ آنا اسی وجہ سے ہے کہ عظمت و جلال حق تعالےٰ سے ہم نے قطع نظر کرلی ہے اور اسی سے یہ خرابی پیدا ہوئی کہ دوسری طرف توجہ ہوئی اور اپنی نماز کو کچھ سمجھکر دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے اس تقریر سے بخوبی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ نماز پڑھنے یا اور دین کے احکام بجالانے سے اگر دلمیں کبر پیدا ہو تو اسکا علاج یہ نہیں کہ اس عمل کو چھوڑ دیا جاوے بلکہ جو سبب ہو اسکو قطع کیا جائے۔

تکبر کا سبب اور اسکا عموم اور غموض

سبب اس کبر کا تعمیل حکم دین نہیں ہے بلکہ عظمت آلہی کا دلمیں نہونا ہے سو اسکو پیدا کرنا چاہئے اس سے تعمیل حکم بھی ہوگی اور وہ خرابی جو اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ بھی نہ رہیگی، اس غلطی میں بہت سے پڑھے لکھے اور سمجھدار بھی مبتلا ہیں خوب سمجھ لو غرض ہمارے دیندار بھی کبر میں مبتلا ہیں اور دنیادار بھی۔ دنیاداروں میں اسطرح کا کبر تو نہیں ہے جو دینداروں میں ہے ان دنیا داروں میں اور طریقے کبر کے ہیں وضع میں۔ لباس میں بیاہ شادی میں۔ کبر میں سب گناہوں سے بڑھکر ایک خرابی اور ہے وہ یہ کہ مسلمان خواہ کسی درجہ کا ہو مگر اسکے دلمیں یہ بات ضروری ہے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے کر تو گذرتا ہے کسی ضرورت سے لیکن کرنے کے بعد دل میں چوٹ ضرور لگی ہو اور پشیمان ہوتا ہی مگر کبر کہ یہ گناہ ساری عمر دلمیں رہتا ہے اور دل پر صدمہ نہیں ہوتا۔

غیبت و حسد وغیرہا جو کبر ہی سے پیدا ہوتے ہیں انکا چھوڑنا بھی معین فی العلاج ہے

۲۲۴

تو ہر اس عمل کو جو کبر کی فرع ہو چھوڑ دو جیسے غیبت حسد وغیرہ غیبت کوئی جب ہی کرتا ہے کہ جب اپنے آپ کو اُس سے اچھا سمجھتا ہے جسکی غیبت کرتا ہے کسی مریض کو ہنستا وہی شخص ہے جو خود تندرست ہو اور اگر اپنے آپ کو اس سے بھی زیادہ مریض پائے تو کہیں نہیں دیکھا ہوگا کہ وہ اپنے سے کم مریض کو ہنستا ہو یہ اچھا سمجھنا ہی کبر ہے علی ہذا دوسرے کی نعمت کو دیکھکر جو آدمی جلتا ہے (جسے حسد کہتے ہیں) اسکی بنا بھی اسپر ہے کہ اس صاحب نعمت سے زیادہ اپنے آپ کو اس نعمت کا اہل سمجھتا ہے یہ بھی اپنے نفس کی بڑائی ہے جسے کبر کہتے ہیں غرض اکثر گناہوں کو ٹٹولوگے تو بنا کبر ہی پر پاوگے لہذا سب کو چھوڑ دو حتّٰی کہ معاصی کی اصل ہی دل سے نکلجائے کیونکہ بڑائی کو حقتعالے نے اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے کسی دوسرے کا اسمیں حصہ نہیں تو جو شخص کبر کو نہیں چھوڑتا وہ نہیں پہچانتا کہ یہ کسکا حق تھا اور کسکو دیتا ہے تو اس نے نہ نفس کا حق پہچانا نہ حقتعالے کا اس سے بڑھکر جاہل کون ہوگا۔ یہ شخص معاصی سے کبھی چھوٹ نہیں سکتا جس گناہ میں بھی پڑجائے کم ہی کیونکہ معاصی کی جڑ اسکے دلمیں موجود ہے ایک سے بچیگا دوسرے میں پڑجائیگا

کبر کا نہایت مجرب اور کافی علاج

اسواسطے حقتعالے نے ایک ایسا علاج اسکا بتایا کہ جب اسکو مستحضر رکھا جائے تو نہ چھوٹا گناہ ہو نہ بڑا۔ وہ علاج یہ ہے کہ اپنی ایک صفت کو بیان فرمایا کہ جب خیال رکھوگی کہ یہ کسی دوسرے کے لئے کسی وقت اور کسی حالت میں ثابت نہونے پائے تو گناہ تم سے خود بخود چھوٹتے جائیں گے وہ صفت عظمت ہے وله الکبریاء فی السموات والارض یہ اصل کل ہے تمام گناہوں کی حفاظت کی اور جب صفت کبریا یعنی عظمت مختص ہوئی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ تو نفس کے واسطے کیا رہ گیا تذلل یہ اصل ہے تمام عبادت کی تو جس شخص نے صفت کبریا کو مختص مان لیا حقتعالیٰ کے ساتھ اس نے حق حقتعالی کا بھی پہچان لیا اور نفس کا بھی اس سے بڑھکر کوئی عالم یا محقق ہوسکتا ہے انہیں کی شان میں ہے واولئک هم اولوا الالباب یعنی عقلمند لوگ یہی ہیں جب آدمی کے دلمیں سے تمام گناہوں کی اصل نکل گئی اور تمام عبادات کی جم گئی تو سبھی کچھ اسنے پالیا اس کو دن دونی رات چوگنی ترقی ہوگی اسکے ساتھ اتنا اور سمجھ لو کہ یہ اصل کلی بہت مختصر الفاظ میں سمجھائی

۲۳۵

گئی ہے کہ بعض اوقات بلا تفسیر کے اس پر عمل دشوار ہوتا ہے یعنی جب تک ہر ہر عمل کی نسبت معلوم
نہ ہو کہ اس کا منشا کیا کس طرح ہے اس کا ترک آسان نہیں ہو سکتا۔

کتبِ دین کا مطالعہ بھی اعون فی العلاج ہے

اس کے لئے سہل اور مفید تدبیر یہ ہے کہ کتابوں کا مطالعہ کیا جائے بلکہ کسی سے سبقاً سبقاً پڑھ
لیا جائے اور جو کوئی نہ پڑھ سکے وہ کسی عالم سے وقتاً فوقتاً سن لیا کرے واقعات کو پوچھتا رہے
اور وعظ سنا کرے اور عورتوں کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں ان کی ہانڈی چولہے کا
ایک وقت ہے کتاب کے پڑھنے یا سننے کا بھی ایک وقت ہونا چاہئے لیکن افسوس کے ساتھ کہا جاتا
ہے کہ مستورات کو اس سے بالکل مس بھی نہیں مرد تو کبھی کوئی مسئلہ پوچھ بھی بیٹھتے ہیں مگر عورتیں تو
نہ کہیں زبانی پوچھواتے دیکھا نہ کوئی تحریر کسی کی آتی ہے (الا ماشاء اللہ) حالانکہ بعض مسائل عورتوں کے
اس قدر پیچیدہ ہیں کہ جواب دینا بھی ہر ایک کا کام نہیں مثلاً پاکی اور ناپاکی کے مسائل کہ فقہ کی
تمام بحثوں سے ادق بحث یہ مشہور ہے صورتیں مشکل سے مشکل پیش آتی ہیں مگر اسپر عمل ہے
کہ نہ پڑھی نہ قضا ہوئی کچھ عورتیں تو شرم کے مارے نہیں پوچھتیں اور بعض جو کسی قدر پڑھی لکھی
ہیں وہ کسی اردو کی کتاب میں دیکھکر جو الٹا سیدھا سمجھ میں آیا کر گذرتی ہیں حیف کی بات ہے
کہ اگر کوئی مرض شرم کا ہو جاتا ہے تو اسکے علاج میں یہ نہیں کرتیں کہ بلا سے جان جاتی رہے مگر
شرم نہ جائے علاج کے لئے سوچکر کوئی نہ کوئی تدبیر ایسی نکال لیتی ہیں کہ شرم بھی نہ جائے اور علاج
بھی ہو جائے یہی ہو کسی مسئلہ کی تحقیق کر لینا تو آجکل کچھ بھی بات نہیں دو پیسے میں جا بجا جہاں سے
جواب منگا لو اگر خود نہ لکھ سکو اپنے خاوند کی معرفت پوچھوا لو یا اور کسی بی بی کے ہاتھ سے لکھوا کر دریافت
کر لو اگر نہ خود لکھ سکو نہ شوہر موجود ہو مگر بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ جب ہو کہ جب دین کا خیال ہو
اس غفلت کو چھوڑو اور دین کو دنیا سے بھی زیادہ ضروری سمجھو دنیا ختم ہو جائیگی اور آخرت ختم نہ ہوگی
جو طریقہ میں نے بیان کیا اس سے بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے گھر میں جب مسائل کا تذکرہ ہوگا
بچوں کے کان میں پڑیں گے اور ساری عمر انکو یاد رہینگے جو لوگ تمھارے تابع ہیں انکی اصلاح
ہوگی انکی اصلاح بھی تمھارے ذمہ ضروری ہے حدیث میں ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ

۲۳۶

یعنی ہر بڑے کو چھوٹے کے لئے حضورؐ نے محافظ فرمایا کہ ہر ہر شخص کچھ نہ کچھ ذمہ دار ہے اور اس کی
جوابدہی اس کے ذمہ ہے اگر نوکرنی تمہاری نماز نہیں پڑھتی ہے تو وہ تو گنہگار ہے ہی مگر تم بھی
اسکے ساتھ گنہگار ہو اور جواب دینا ہوگا کہ اسے نماز کیوں نہیں سکھائی تھی بعض لوگوں نے اس کا
جواب یہی اختیار کر لیا ہے کہ ہم نے بہتیری تاکید کی مگر وہ نماز پڑھتی ہی نہیں کیوں بی بی اگر کھانے
میں وہ نمک کم و بیش کردے تو تم کیا کرتی ہو کیا ایک دو دفعہ کہہ کر نیک بخت نمک ٹھیک
رکھا کر خاموش ہو رہتی ہو اور پھر نمک ویسا ہی کھا لیتی ہو جیسا اسنے ڈالدیا ہو یہ تو کبھی بھی نہ کروگی
چاہے نوکرنی رہے یا نہ رہے اسے سمجھاؤگی پھر مار دیٹوگی اگر کسیطرح نہ مانے گی تو نکال باہر
کروگی - بی بیو دین کا اتنا بھی خیال نہیں جتنا نمک کا جو نماز کے مقابلے میں بالکل غیر ضروری چیز
ہے دین کا خود بھی خیال کرو اور جن پر تمہارا قابو چل سکتا ہے ان کو بھی دیندار بناؤ تمہاری
کوشش سے جو کوئی دیندار بنے گا تمہیں بھی اسی کے برابر ثواب ملیگا، اسکا طریقہ وہی ہے جو
میں نے بیان کیا کہ جہاں دنیا کے دس کاموں کا وقت ہے وہاں دین کے کام کا بھی وقت نکالو

۲۲۷

جو بی بی خود کتاب پڑھ سکیں وہ کتابوں کو دیکھکر اپنی اصلاح کریں اور جو خود نہ پڑھ سکیں کسی
دینے رشتہ سے پڑھوا کر سنیں. علماء سے وعظ اپنے مکان میں کہلوایا کریں جو واقعات پیش
آیا کریں انکی پوچھ پاچھ کیا کریں علماء سے انکی بی بی کی معرفت یا خط کے ذریعہ سے جواب منگا لیا
کریں اس سے دین میں ایسی بصیرت پیدا ہو جائیگی کہ رفتہ رفتہ ہر ہر عمل کی نسبت علم معلوم ہو جائیگا
جب کسی چیز کی برائی معلوم ہو جاتی ہے تو کبھی نہ کبھی تو دل میں اس سے بچنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہی ہے
اس صورت میں اگر ذرا سی بھی ہمت سے کام لوگی تو دن دونی رات چوگنی ترقی ہوگی اور اسی میں
شدہ شدہ تمام مفاسد کی جڑ یعنی کبر بھی قلب سے نکل جائیگا اسی کو حقتعالیٰ نے اس آیت میں
بیان فرمایا ہے اور تمام مفاسد کا علاج بتا دیا کہ اس ایک صفت کو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص
مان لو یہ صفت کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتی وہ صفت کبریا ہے یہ ایک جڑ ہے جس کے ہزاروں
شعبے ہیں اجمالاً نہیں بلکہ تفصیلاً اس کے تمام شعبوں کو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص کردو اور میں یہ نہیں
کہتا کہ سب کی سب متبحر مولوی بنجاؤ بلکہ جہانتک ہوسکے غفلت نہ کرو جیسا روپیہ اور زیور کے جمع کرنیکا
سب کو شوق ہے یہ یقینی بات ہے کہ تمام بیبیاں اپنا دل بھر کے زیور اور روپیہ نہیں پا سکتیں مگر

غریب ہے تو امیر ہے تو ہر بی بی کو کوشش ضرور ہے کہ زیور اور روپیہ ملجاوے جتنی کوشش سے
نیک مقدار روپیہ کی مل سکتی ہے اتنی کوشش سے بلکہ اس سے کم سے دین کی بہت بڑی مقدار
ملسکتی ہے ہمت نہ ہارو کچھ نہ کچھ ہو ہی رہیگا تم ایک حصہ کماؤ گی تو خدائے تعالےٰ کی طرف سے
دس حصہ مرحمت ہوں گے۔

کبر پر وعید اور توقف وقوع وعید سے دھوکہ نہ کھانا اور خائف رہنا

آگے اس مضمون کو حقتعالیٰ نے وھو العزیز الحکیم سے موکد کیا ان لوگوں کے چونکانیکے لئے
جو اس مقصد سے کسی طرح بچتے ہی نہیں اور اپنے عیب پر انکی نظر پڑتی ہی نہیں جب ان کو
سمجھانے اور انکی بھلائی سوجھانے سے اثر نہیں ہوتا تو فرماتے ہیں میں عزیز یعنی غالب بھی ہوں
اگر تم کہنا نہ مانوگے تو میرے ہاتھ سے کہیں جا نہیں سکتے جیسی چاہونگا سزا دونگا اور اگر کسی
برے عمل پر فوراً سزا نہ ملے تو مطمئن مت ہو جاؤ میں حکیم بھی ہوں کسی مصلحت سے مہلت دیتا
ہوں بعض لوگ رشوت لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں تو رشوت سزاوار ہے۔ صاحبو اس دھوکے
میں نہ رہو خدا کے غضب کو مت بھولو اول تو دنیا ہی میں سزا ملیگی اور اگر دنیا میں کسی حکمت اور
مصلحت سے ٹل ہی گئی تو آخرت تو دار الجزا ہے ہی وہاں کی سزائیں اور زیادہ سخت ہیں انکی
سزا سے تو دنیا ہی کی سزا بھگت لینا اچھا ہے وہاں کے احوال و آفات کو سوچتے رہنا چاہیے
تصریح موجود ہے ولتنظر نفس ما قدمت لغد یعنی چاہیئے کہ خیال رکھے ہر شخص کہ کل
کے لئے کیا سامان کیا ہے اور اسی کے یاد دلانے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں
زوروا القبور واکثروا ذکر ہاذم اللذات یعنی قبروں پر جایا کرو اور لذتوں کو مٹانیوالی چیز یعنی
موت کو بہت یاد کیا کرو (اس سے عورتیں یہ فتویٰ نہ نکال لیں کہ قبرستان میں جانا جائز ہے عورتوں کے پردے
سے نکلنے میں بہت سی خرابیاں ہیں مراد تذکرِ آخرت و قیامت ہے جس طرح بھی ہو کسی معتبر کتاب
میں قیامت کے حالات پڑھیں یا سنیں) اور یہ موت اور قیامت کی اجمالی حالت کافی نہیں
کہ کوئی موت موت کی تسبیح پڑھا کرے بلکہ موت کو یاد رکھنا یہ ہے کہ جب کوئی کام کرے سوچ لے
کہ بعد موت اسپر کوئی جواب دہی تو میرے ذمہ عائد نہ ہو گی ہمیشہ اسکا خیال رکھو۔

۲۳۸

معلوم ہوتی ہے ہاں آہستہ گر ضرب کیساتھ کیا جائے تو دقت نہیں ہوتی مگر پھر قریب جہر کے ہو جاتا ہے۔

(تحقیق) خوف ریار واجب التحرز نہیں۔

(حال) ایکہفتہ ہوا میں اب ہمیرپور میں آگیا ہوں جو ذکر حضور نے ہدایت فرمائے تھے وہ پابندی کے ساتھ ادا کر رہا ہوں۔ ذوق وشوق ابتک نہیں پیدا ہوا جیسی حالت پہلے تھی ویسی ہی اب بھی ہے حضور کی توجہ اور دعا کا محتاج ہوں میرے حق میں اتباع سُنت اور محبتِ خداوندی کی دعا فرمادیں۔

(تحقیق) یہاں کے قیام کے زمانہ میں آپکو بہت جلدی جلدی اپنی حالت سے اطلاع دینی چاہئے تھی بہت سے سوالات کا حل بالمشافہ خوب ہوتا ہے اب بجز اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کام میں لگے رہیں حالات سے اطلاع دیتے رہیں وقتاً فوقتاً جو مناسب ہوگا تعلیم دیتا رہونگا۔ ایک بات سے ضرور میرا دل تنگ ہوتا ہے وہ یہ کہ آپکے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک ذوق وشوق بھی مطلوب ہے جو نہ آپ کے اختیار میں ہے نہ میرے اختیار میں ہے اسکا فیصلہ آپکو بیعت سے قبل کرنا چاہئے تھا اور جانچ کے زمانہ میں جب آپنے اُس کے آثار نہ دیکھے تھے آپکو یہ امر ظاہر کرنا چاہئے تھا اسپر میں جو کچھ جواب دیتا جسکا حاصل وہی غیر اختیاری ہونا اسکا تھا اُس جواب کو اگر آپکا دل قبول نکرتا تو آپکو بیعت نکرنا چاہئے تھا اور اگر دل قبول کرلیتا تو آپ کو اسوقت اسکے فقدان کی شکایت کی نوبت نہ آتی جب آپنے بار بار بیعت کی درخواست کی مجھکو دھوکہ ہوا کہ آپکو اپنے مطلوب کے آثار مطلوب ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اسلئے آپ درخواست کرتے ہیں مجھکو غیب کا علم نہ تھا کہ آپ دل میں کیا لئے ہوئے ہیں اب آپ اپنے نزدیک مجھکو ان کیفیات کے پیدا کرنیکا ذمہ دار سمجھتے ہیں جسکی نسبت آپ سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ میں نے کب ذمہ داری کی تھی یا کب کہا تھا کہ یہ لوازم طریق سے ہیں آپ رجماً بالغیب اپنے ذہن میں ایک شیخ جی کا گھر بنا بیٹھے اور شیخی کا سا حساب لگالیا جسنے کہا تھا کہ لیکھا جوں کا توں کُنبہ ڈوبا کیوں۔ اب جب وہ آثار موہومہ مرتب نہیں ہوتے تو شکایت پیدا ہوتی ہے ایسی حالت میں اگر اسکے غیر اختیاری

۲۲۵

ہونا سمجھا یا جاوے تو طالب کا نفس اس جواب کو دفع الوقتی اور حیلہ پر محمول کرتا ہے بس یہ ہے وہ تنگی کا سبب اب آپکے ذمہ لازم ہے کہ مفصل فیصلہ اس مسئلہ کا کر لیجئے کہ آپکو طریق میں مطلوب کیا ہے اور کس کس ثمرہ کے مرتب ہونیکی آپکو امید ہے میں بھی بے تکلف ظاہر کردونگا کہ کون کون باتیں ہونیوالی ہیں اور کسکا ہونا مشکوک ہے پھر آپکو اختیار ہوگا خواہ اس دوکان سے اُس متاع کو خریدیں یا دوسری دوکان تلاش کریں اور مجھکو بھی اختیار ہوگا کہ اُس خریدار کو اپنی دوکان پر بیٹھنے دُوں یا آگے کو چلتا کروں۔ اب بھی آپکی سمجھ میں آیا کہ میں نے پہلی بار آپ سے بیعت کو انکار کر دیا تھا اور اکثر لوگوں سے عذر کر دیتا ہوں یہ اُسکا سبب ہے تاکہ طالب کو دھوکہ ہو نہ مجھکو دھوکہ ہو گول مول قصہ میں جانبین کو بے مزگی ہوتی ہے بہت جلد جواب دیجئے اور اُس جواب کے ساتھ یہ خط بھی بعینہٖ واپس بھیجئے والسلام۔

(سوال) بوقت استماع خطبہ جمعہ و وعظ ذکر قلبی جاری باید داشت یا نہ۔

(جواب) مقصود اجتماع خاطر بذکر ست پس اگر باستماع خطبۂ وعظ ایں اجتماع حاصل شود ذکر اصطلاحی قطع باید کرد ورنہ جاری باید داشت۔

(حال) میں سچ عرض کرتا ہوں کہ بعض بعض وقت ہماری ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ معاذ اللہ فتویٰ شرعی کی رُو سے العیاذ باللہ اپنے ارتداد کا شُبہ ہو جاتا ہے۔ اب تو مجھکو اسی کا اندیشہ اور خوف ہے کہ کہیں معاذ اللہ ایسی حالت میں موت نہ آجاوے اپنی ایسی حالت کو کسی پر ظاہر کرنے سے اوّلاً تو شرم آتی ہے۔ دوم فضول اور بیکار سمجھتا ہوں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت۔

(تحقیق) دعا دل وجان سے کرتا ہوں اور یہ خشیت خود علامت ایمان کی ہے صحیح بخاری میں دیکھا ہوگا ادرکت سبعین بدریا کلہم یخافون النفاق علی نفسہ

(حال) اوراد و اذکار بدستور سابق چلے جاتے ہیں اللہ کا شکر ہے۔ ہاں رمضان شریف میں البتہ کچھ کسل ہو جاتا ہے سحری کے بعد تہجد میں ایک پارہ سے کم ہی ہوتا ہے اور قبل سحری وقت تنگ اور نیند کا غلبہ رہتا ہے دعا کا طالب ہوں۔

(تحقیق) جتنا ہو جائے نعمت ہے اوسی کو کئے جائیے اوسکی بے قدری کر کے اُس سے بھی محروم نہ ہو جانا چاہیئے۔

(سوال) اب بجائے حرارت کے برد و سلاما کا مضمون ہے کیا اب بھی بجائے ذکر کے درود شریف کی کثرت قائم رکھی جائے مراقبہ طلوع قمر بحالہ رہے۔

(جواب) اختتام رمضان تک وہی معمول رہے عید کے بعد بجائے درود شریف کے ذکر کی کثرت کر دیجئے اور وہ مراقبہ بھی موقوف کیجئے بجائے اوسکے سریان ذکر فی جمیع الاعضاء والاجزاء کا مراقبہ کیجئے۔

(حال) بندہ کے معمولات میں کئی معصیتوں سے تفرقہ پڑ گیا تھا اب چند روز سے خدا کے فضل اور آنجناب کے فیض باطن کی برکت سے اپنے معمولات پر قائم ہے آیندہ بھی اسپر دائم رہنے کو دعا فرماویں۔ بندہ کئی قسم کے گناہوں میں مبتلا ہے مگر سب کے اصل اصول دو معلوم ہوتے ہیں کئی ترکیب سے نکالنا چاہا تین چار روز سے زیادہ پرہیز نہ ہوسکا کیا کرے۔ اِن دونوں کو اپنی تباہی اور گمراہی کا سبب سمجھتا ہوں اسلئے براہ کرم کچھ ترکیب ارشاد فرماویں تاکہ میں اوسپر عمل کروں اور وہ نکلجاویں۔ پہلا مرض غصہ ہے یہ مجھے سخت ستاتا ہے موقعہ غیر موقعہ حق و باطل میں تمیز کرنے نہیں دیتا آخر میں شرمندگی اُٹھاتا ہوں کئی بار رو کر معافی کے لئے لوگوں کے پاؤں پڑنا پڑا۔ چند روز کے پہلے ایک مسئلہ میں تکرار کرتے کرتے نہ ماننے سے مقابل کو مارنا بوجہ غصہ کے پڑا پھر معافی کیواسطے قدم پر ہاتھ رکھنا پڑا وہ بھی مشکل سے معاف ہوا۔ دوسرا نظر ہے۔ یہ دونوں برائی نکل جانے کیلئے کوئی ترکیب تحریر فرماویں اُمید قوی ہے آنجناب کے قول پر عمل کرونگا۔

۲۳۷

(تحقیق) اللہ تعالے استقامت نصیب فرماوے۔ پہلے مرض کا علاج یہ ہے کہ جسوقت غصہ آوے اوسوقت یہ سوچ کر اگر اللہ تعالے مجھپر اسطرح غصہ کرنے لگے تو آخر میں بھی چاہونگا کہ معافی ہو جاوے تو مجھکو چاہئے کہ اس شخص کو بھی معافی دیدوں اور یہ سوچ کہ یہ شخص میرا اتنا خطاوار تو ہوگا بھی نہیں جتنا میں اللہ تعالے کا گنہگار ہوں پھر جب میں معافی کا آرزو مند ہوں تو اسکو کیوں نہ معاف کر دوں۔ دوسرا کام یہ کرے کہ فوراً وہاں سے جدا ہو جائے یعنی اُس جگہ نہ رہے جب تک غصہ بالکل فرو نہ ہو جاوے انشاء اللہ تعالے اس تدبیر سے اوسکے

شر سے محفوظ رہینگے۔ تیسرا کام یہ کرے کہ کوئی وقت معین کرکے اپنے عیوب کو مستحضر کیا کرے اور سوچا کرے کہ میں سب سے بدتر ہوں اس سے کبر کی جڑ کٹ جاویگی۔ اور غصہ کا منشا کبر ہی ہے اور غصہ کے وقت یہ خیال کر لیا کرے کہ تُو تو سب سے بدتر ہے اپنے سے بڑے شخص پر غصہ نہ آنا چاہئے۔ دوسرے مرض کا علاج صرف ہمت ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ فعل اختیاری ہے اگر قصداً نگاہ نہ کرے تو نگاہ خود بخود نہیں اٹھ سکتی جب یہ بات ہے تو قصداً نگاہ نیچی کرے اور اس ہمت کی اعانت اس سے ہوتی ہے کہ یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اگر اسوقت تیرا استاد یا تیرا باپ یا تیرا پیر دیکھ رہا ہو تو تُو اسکے دیکھتے ہوئے نگاہ بد نہیں کر سکتا اور اس سے شرما جاویگا تو کیا خدا سے حیا نہیں آتی بس اس سے انشاء اللہ اسکا انسداد ہو جاویگا ان معالجات کے بعد پھر بھی اطلاع دیں۔

(حال) ایک عجیب بات اسوقت عرض کرتا ہوں کہ جبتک میں حضرت کی خدمت سے دور رہتا ہوں اکثر یہی حال جوش وغیرہ کا رہتا ہے اور جہاں سامنے گیا بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے جلتی آگ پر پانی کا چھینٹا ڈالدیا وہاں جاکر لذت تو بیحد رہتی ہے مگر یہ جوش و خروش طبیعت میں نہیں رہتا نہ معلوم کیا بات ہے۔

(تحقیق) بعد میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے قرب میں انس کا وہذا ہو مقتضی سلامۃ الفطرۃ ویکون خلافہ بعارض۔

(حال) بندہ کا حال اس عشرہ میں بھی بحمد اللہ تعالیٰ مثل سابق رہا۔ قبض بھی اور بسط بھی برابر پیش آتا رہتا ہے ایک حالت پر استقرار نہیں۔ لوٹنا پیٹنا بھی کبھی کبھی بالکل بےقابو ہو کر ہو جاتا ہے۔

(تحقیق) اسماء متقابلہ کی تجلی ہے۔

(حال) نہ تو مجھکو کوئی نور دکھائی دیتا ہے نہ قلب میں کوئی حرکت خاصہ محسوس ہوتی ہے نہ کوئی بات ہوتی ہے بعض تصورات اور وجدانیات ہیں کہ جنکے غلبہ سے بسا اوقات بالکل مجبور ہو جاتا ہوں۔ حالانکہ بہت شوق ہے کہ جیسے لوگوں کا قلب ذاکر ہو جاتا ہے میرا بھی ہو جاتا تاکہ لذت فراواں ذکر کی حاصل ہوتی مگر یہ شوق ہی ہے الحمد للہ کہ اصل مقصد کو جو حضرات

۲۳۸

صحابہ رضی اللہ عنہم کا سطح نظر تھا اپنے اکابر کی تحریرات سے خوب طرح سمجھ چکا ہوں اور ہزاروں ہزار شکر اُس خدائے کریم کا کہ اُس مقصد سے حضرت کی غلامی روز بروز قریب کرتی جاتی ہے لیکن ہاں جی ضرور چاہتا ہے کہ اس قسم کے احوال پیش آتے کیا عجب ہے کہ اگر حضرت والا خاص توجہ فرمائیں تو بندہ کو یہی حاصل ہو جائے۔

(تحقیق) مقصود سے قرب ہوتے ہوئے اِن احوال کی آرزو تنزل کی آرزو ہے ؎

دست بوسی چوں رسید از دستِ شاہ ‏ پائے بوسی اندراں دم شد گناہ

(حال) بندہ کو تمام دنیا کے طاعات سے زیادہ نماز میں حظ اور محویت اور استغراق ہوتا ہے اتنا کہ اکثر ساری نماز اِسطرح ہوتی ہے کہ بحمد اللہ غیر اللہ کا خیال بحیثیت غیر اللہ ہونیکے بہت ہی شاذ آتا ہے بالخصوص بین العشائین کے نوافل میں اور پہلے تہجد میں یہ ہی ہوتا تھا لیکن اب چونکہ ایک قسم کا تقاضا طبیعت پر ذکر بارہ تسبیح کے پورا کرنے کا بلا اختیار رہتا ہے اسلئے عرصہ سے اُسوقت کی نماز میں حسب دلخواہ جمعیتِ خاطر اور حظ اور استغراق نہیں ہاتھ آتا نماز الحمد للہ ثم الحمد للہ میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ الحمد للہ الف الف مرۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ معصیت ادنیٰ بھی اگر پیش آتی ہے تو اسقدر غم کا پہاڑ ہوتا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا ہاں اسوقت بندہ کی خلاصہ حالت یہ ہے کہ عموماً طاعات کی طرف رغبت اور بالخصوص نماز سے بالخصوص عشق ہے اور معاصی سے نفرت ہے۔ اگر کوئی مذکر نہو تو اکثر خیال بھی نہیں آتا مذکر کے بعد حقتعالےٰ کے سامنے حیا آتی ہے نماز میں جب کوئی دوسرا خیال آتا ہے معاً استحضار اس امر کا ہوتا ہے کہ حقتعالیٰ میرے سینہ کے اندر اس تیرے خیال کو دیکھ رہا ہے (نہ یہ کہ جانتا ہے بلکہ دیکھ رہا ہے) بس فوراً وہ خیال غائب ہو کر حقتعالےٰ کا خیال قائم ہو جاتا ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ کا تذکر بہت سہولت سے ہوتا رہتا ہے اپنے تمام معاملات میں بحمد اللہ تعالےٰ خدا تعالےٰ کے اوپر اعتماد اور بھروسہ اسقدر رہتا ہوں کہ تقریباً تمام عمر کی نسبت یہ خیال بھی اب نہیں گذرتا کہ مجھکو کسی معاملہ میں حقتعالےٰ کے سوا کسی کی احتیاج کبھی پڑیگی۔ اور اسبات کا جوش خوب موجزن ہے کہ خود کو تو ایک ایک جزئی میں شریعت کا پابند بنایا جائے اور اسکے بعد جو ضرورت واقعی اسلام کی ہو اس زمانہ میں اوسمیں اپنی تمام کوشش

مصروف کر دیجائے اور ہر وقت اور ہر ساعت خدا تعالےٰ کے دین اور قرآن اور حدیث کے پھیلانے میں سرگرم رہیں۔ بالخصوص آجکل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خیال خاص طور پر پیدا ہے یعنی یہ کہ بغیر کسی خوف اور پروائے لوم وطعن کے اس بارہ میں جدوجہد کرنی چاہئے خواہ کچھ ہی اوسمیں ایذا اوٹھانی پڑے تاکہ اسطرح یہ ناکارہ بھی حزب اللہ میں داخل ہوجائے۔ اور حزب اللہ میں جو داخل ہوگیا اوسکو کسیکا کیا خوف ہے یہ مختصر اور بے ربط معروض ہوا مطلب حضور نے خیال فرمالیا ہوگا اس لئے تطویل کی ضرورت نہیں۔

(**تحقیق**) میں خوب سمجھ گیا یہی ہیں مقاصد اصلیہ جنکا امتیاز ہی حالت رفیعہ ہے فضلاً عن الوقوع مبارک ہو اور تہجد میں بارہ تسبیح کا تصور یہ بھی ذکر ہی ہے پس منافی حضور جمعیت کے نہیں البتہ امر بالمعروف میں اتنی بات گذارش کے قابل ہے کہ حالت کذائیہ میں اسکا نفس تقاضا محمود و مقصود ہی لیکن چندے اسکا انفاذ قابل تاخیر ہے کہ مبتدی کے لئے اسمیں غوائل نفسانیہ محرمہ کا ملجانا کثیر الوقوع ہے جن سے احتراز ضروری ہے اور خود امر بالمعروف فرض عین ہی نہیں پس جس غیر فرض کا ترک موقوف علیہ ہو ترک حرام کا اوس غیر فرض کا ترک واجب ہوجاویگا و حج بہ الغزالی وہذا ہو السر فی تاخیر نزول آیات القتال الےٰ ان کملت نفوسہم بالفضائل وطہرت عن ہذہ الغوائل۔

(**سوال**) اور ایک آجکل مجکو سادہ قرآن شریف کی تعلیم کی ضرورت (کتب تفسیر کی نہیں) بہت زیادہ محسوس ہورہی ہے۔ کیونکہ تفسیروں میں عموماً مباحث لغویہ یا عربیہ وغیرہ اسقدر بھرے ہیں کہ نفس کلام اللہ کا مضمون سادہ اسمیں مستور رہتا ہے اور بہت سے مباحث جنکی اس زمانہ میں ضرورت ہے اور جو سب کے سب قرآن شریف کے تحت میں آسکتے ہیں (بحیث لا یشذ عنہ شئی) طلبہ کے کانوں میں پڑ سکیں گے جنہیں اپنے حضرات اور گروہ محققین کی تحقیقات خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور جو مضامین تفاسیر میں اُس زمانہ کے انداز کی رعایت کرکے بیان کئے جاتے ہیں وہ حذف کئے جائیں مثلاً اسم مسمیٰ کا متحد یا متغائر ہونا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض تقریباً جو غرض حضرت والا کے تفسیر لکھنے کے وقت پیش نظر ہے وہ ہی بندہ کو قرآن مجید کی تعلیم میں مرکوز خاطر ہے اور اس بہانہ سے کیا عجب ہو کہ حقتعالےٰ شانہ بندہ کو خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ میں

۲۴۰

داخل فرماویں۔ اسمیں شبہ نہیں کہ فی زمانا مدارس میں خالص قرآن شریف کے فہم کیطرف اعتنا بہت ہی کم ہے۔ اگرچہ مفسرین کی کتابوں کی طرف ہو حتیٰ کہ بعض اوقات تو مجھ جیسے مولویوں کو کلام اللہ کا ترجمہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اوسکو مقصود سمجھکر نہیں پڑھا جاتا اور اس صورت میں شاید فائدہ کچھ عام بھی ہوگا یعنی جسقدر استعداد کی ضرورت بیضاوی وغیرہ کے واسطے پڑتی ہے اوسکی ضرورت نہوگی بلکہ عجب نہیں کہ اکثر مضامین سے تو بالکل عوام کو بھی حظ حاصل ہو اگر اونکے سامنے بیان کئے جائیں (یعنی جنہوں نے عربی کی تعلیم نہیں پائی) اس اشتار میں بیان نقرآن کا مطالو بالخصوص معلم ومتعلم کو مفید ہوگا بلکہ میں تو کہہ سکتا ہوں کہ فی الحقیقۃ یہ اوسی کی تدریس ہوگی۔ اس خیال کو حضرت والا کیا سمجھتے ہیں اور بھی بعض خیالات ہیں ضروریات اسلامیہ کے متعلق کہ جنمیں سب سے بڑے خیال دو ہیں ایک تو صحیح مسلم کی شرح کی تکمیل تاکہ حنفی طالب علموں کو اور عام طلبہ حدیث کو بہت سے شروح کے انبار سے ایک حد تک استغنا ہو۔ اور اسی شرح کے ضمن میں بہت سی تحقیقات حدیثیہ اپنے اکابر کی ضبط ہو سکیں اور دوسرا خیال وہی ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کی تسہیل اور تعمیم سو انشاء اللہ تعالیٰ اسکا وقت بھی آرہا ہے اگر حضرت والا کی توجہات اسی طرح جلوہ افگن رہیں تو نہ معلوم حقتعالیٰ شانہ اپنے فضل سے بندہ کو اپنے دین کی کس کس خدمت سے نوازدے اور یہ سب خیالات یا انمیں سے بعض پورے فرمادے چونکہ تصنیف کے واسطے فراغ اور آزادی کی بہت ضرورت ہے اس لئے دعا فرمائیں کہ وہ نصیب ہو۔

(جواب) یہ تینوں خیال بالکل میرے مذاق کے موافق ہیں مگر بعض مصالح ہیں ان کے درمیان میرے ذہن نے ایک خاص ترتیب قائم کی ہے کہ خیال ثالث اول ہے۔ اور خیال اول ثانی اور خیال ثانی ثالث پھر اس مجموعہ میں اور تفرغ عن جمیع المشاغل العلمیۃ لمدۃ کافیۃ میں بھی ترتیب ہے کہ یہ سب اس تفرغ مذکور کے بعد ہونا چاہئے۔

(حال) اپنے حال کے متعلق یہ عرض ہے کہ بدستور ہے قرآن شریف کی تلاوت آجکل جو ہوتی ہے تو تیز اور رواں ہوتی ہے جسمیں قریبًا پندرہ پارے روزانہ دن میں ہو جاتے ہیں اور بتفہیم اور بلا فہم پر عمل کرتا ہوں۔

۲۴۱

(تحقیق) بہت مناسب ہے۔
(حال) اور ذکر وغیرہ اپنے اوقات میں ہوتے ہیں اب پرسوں یہ عشرہ بھی ختم ہوکر انشاء اللہ تعالے تیسرا عشرہ شروع ہونیوالا ہے جو مقصود اعظم ہے کیا بعید ہے کہ توجہات خاصہ اس دور افتادہ کی جانب مبذول رہے۔ کہ پاس رہنے والے تو ہر وقت مزے لوٹتے ہیں۔ کل انشاء اللہ تعالے مفتی صاحب کا کلام اللہ ختم ہوکر پرسوں سے فلاں مولوی صاحب ساڑھے تین تین پارے تراویح میں اور فلاں مولوی صاحب اسیقدر نوافل میں سُنانے کو آمادہ ہوئے ہیں اللہ تعالے پورے کریں اور متمتع فرمائے اور ان لیالی کی برکات سے بہرہ ور کرے۔
(تحقیق) آمین۔
(سوال) ہاں ایک بات حضرت کے والا نامہ میں سمجھ میں نہیں آئی کہ الحیاء والعی شعبتان من الایمان کے مطابق تو تمام مومنین کاملین راسخین فی العلم کے اندر عی کا شعبہ موجود ہونا چاہئے لیکن دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی اور پہلے زمانہ میں بھی ان لوگوں کی برابر قدرت کسی میں نہیں ہے اسمیں شفاء پوری طرح نہیں ہوئی گویا حضرت کے والا نامہ سے علیحدہ ہوکر بھی نفس حدیث کے متعلق یہ شبہ گذرتا ہے۔
(جواب) یہ عی عجز نہیں بلکہ مشابہ عجز ہے یعنی باوجود قدرت کے یہ خوف کہ کبھی منہ سے کوئی کلمہ خلاف مرضی حق نہ نکل جاوے جسکو حدیث میں حیاء سے تعبیر کیا ہے اُنکی روانی مقدور کو روک کر مشابہ عاجز کے بنا دیتا ہے اور وہ رُک رُک کر بولتے ہیں اور جتنی روانی اس حالت میں بھی ہوتی ہے وہ بہ نسبت روانی مقدور کے عی ہوتی ہے اگر یہ خوف نہ ہوتا تو اُنکی روانی زیادہ ہوتی البتہ جب اصابہ میں ملکہ تامہ راسخہ ہو جاتا ہے تو پھر یہ احتیاط عادت بنکر بشکل عی ظاہر نہیں ہوتی اور کبھی غلبہ التفات الی الحق سے علوم اصطلاحیہ سے ذہول ہونے لگتا ہے اس لئے تکلم میں عی واقع ہوتا ہے۔ سو یہ التفات بھی شان مومن سے ہے اور اس تقدیر پر حیا مستقل صفت ہوگی عی کی علت نہوگی الا بتوجیہ بعید وہو حمل الحیاء علی الحیاء عن الالتفات الے غیر الحق اور ایک حالت جو صورۃً عی ہے منتہی غیر مغلوب الحال کو پیش آتی ہے وہ یہ کہ امر محقق ہے کہ افعال لسان میں مقصود بالذات ذکر ہے اور کلام مقصود بالذات

۲۴۲

نہیں دو طبع سلیم کا مقتضیٰ یہ ہے کہ غیر مقصود میں مشغول ہونا گراں معلوم ہوتا ہے اور اشتغال بالمقصود میں انبساط ہوتا ہے پس محقق مبتدی جب کلام میں مشغول ہوگا جاٹ دل سے ہوگا اور اسوقت بھی اسکو انجذاب ذکر کی طرف ہوگا اس سے مبتدی میں ایک گونہ تکلف ہوگا اور شکستگی ہوگی اور اسکے لئے کسی درجہ میں عی لازم ہے اگر منتہی محقق کو عی نہ ہو تو اسکا سبب غلبۂ حال ہے جو احیانا اکابر کو بھی ہوتا ہے جیسا سابق میں عی کا سبب حال کا غلبہ تھا یہاں عدم عی کا سبب حال کا غلبہ ہے۔

(حال) حالت اپنی یہ ہے کہ اکثر کاموں کے انجام دینے میں یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں مجھ میں تکبر نہ ہو جس شخص پر نظر پڑتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجھ سے تو بہتر ہیں ہے، حتی کہ مجھ میں ہر کفار پر نظر پڑتی ہے تو فوراً اسواسطے اسکے دلمیں نہیں آتا ہے کہ اگرچہ یہ کافر ہیں مگر جو کچھ انکی حالت ہے انھوں نے ظاہر میں بھی ویسی ہی بنا رکھی ہے غرضکہ انکا ظاہر و باطن یکساں ہے اور میرے دلمیں کچھ ہے اور ظاہر صورت کچھ اور ہے اس لئے میں انسے بدتر ہوں علاوہ ازیں یہ خیال خوب جم گیا ہے کہ کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں ہے جو اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہو اور سب کے خلاف میں ایسا کمینہ ہوں کہ اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہوں لہذا میں دنیا میں سب سے بدتر ہوں کوئی مجھسے بدتر نہیں ہے۔ سبکو سلام کرنے میں سبقت کرتا ہوں اکثر اوقات دل چاہتا ہے کہ کفار کو بھی سلام کر لیا کروں سب سے نرمی سے بات چیت کرتا ہوں قلب پر خود بخود ایک ہیبت سی رہتی ہے ہر شخص کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں پہلے یہ خیال ہوا کرتا تھا کہ اہل کمال کے پیچھے ہی نماز پڑھنی چاہئے مگر اب اسکے خلاف کسی کے پیچھے نماز پڑھنے میں عار نہیں ہوتی اگر کبھی سخت مجبوری میں محلہ کی مسجد میں جبکہ کوئی اور نہ ہو نماز پڑھانی پڑتی ہے تو زبان سے آواز بہت آہستہ نکلتی ہے۔ خوف کے مارے آواز بلند نہیں ہوتی اب دہی شیوہ ہے کہ جہاں جانا مسجد میں وہاں جوتے سیدھے کر دینا اور پانی لوٹوں میں بھر دینا اور جھاڑو اگر موقعہ ہوا تو دیدینا بعض موقع پر بعض لوگوں سے میں نے پیر دابنے کے لئے عرض کیا مگر کوئی منظور نہیں کرتا کسی پر حقارت سے نظر نہیں پڑتی۔

(تحقیق) مبارک ہو خدا تعالے کا فضل ہوگیا چونکہ مبالغہ ضرورت کی چیز ہے اور وہ ضرورت

۲۴۳

رفع ہوگئی اب یہ معالجہ چھوڑ دیا جاوے انشاء اللہ تعالیٰ صحت مستحکم ہوگئی اب اوسی حالت سابقہ کا اعادہ کریجئے وہی مجلس وہی ختم وہی ے۔

(حال) غیر مسلم لوگ اور وہ لوگ جو فی زمانہ ڈاڑھی نہیں رکھتے ہیں ان سب کا چہرہ بعض اوقات تو نہایت محبوب معلوم ہوتا ہے اور اکثر ان سب کے چہروں پر نظر کرنے سے صاف بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان سب نے تو وضعاً یہ حالت اپنی بنائی ہے اور یہ سب اپنے کو حقیر و ذلیل ظاہر کر رہے ہیں اور میں ایسا خبیث ہوں کہ ظاہرا صورت تو ایسی بنائی ہے اور دل میں تکبر بھرا ہوا ہے اسلئے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور میں مردود ہوں۔

(تحقیق) اس خیال کا منشا غلبۂ حال سوء ظن بنفسہ ہے مگر اعتقاداً اس خیال کو صحیح نہ سمجھا جاوے۔

(حال) جو کوئی اپنے کو اچھا کہتا ہے تو بہت گراں گذرتا ہے ناواقف لوگوں میں سے کوئی تو مجھے مولوی کہدیتا ہے کوئی طالب علم کہدیتا ہے اور نیک تو اکثر لوگ سمجھتے ہیں اس سے طبیعت سخت متوحش ہے اور یہ سمجھ میں آتا ہے کہ لوگوں کا یہ گمان اس ڈاڑھی اور لباس کی بدولت ہے لہٰذا ان دونوں میں ایسی تبدیلی کیجاوے کہ جس سے لوگ برا سمجھنے لگیں بعض وقت تو دل چاہتا ہے کہ ڈاڑھی منڈوا دوں اور انگریزی لباس پہن لوں تاکہ سب لوگ نفرت کی نظر سے دیکھیں بغیر اسکے میرا بچاؤ نہ ہوئیگا۔

(تحقیق) یہ اثر اوسی غلبۂ حال کا ہے اسمیں کمال یہ ہے کہ حال پر درع غالب رہے یعنی حال کے اس اقتضاء پر عمل نہ کیا جاوے یہ مجاہدہ عظیمہ ہے اور ایسے حال کا اتباع دلیل کم ہمتی کی ہے کہ مغلوب ہوگیا۔

(حال) حسب الحکم حضور والا سب کام چھوڑ دیئے ہیں بس پانچ وقت کی نماز اور تہجد کو چند رکعت پڑھ لیتا ہوں۔ قرآن مجید نصف پارہ یا کبھی ایک پارہ تلاوت کر لیتا ہوں چلتے پھرتے ذکر کرتا ہوں مگر بہت کم وقت ذکر زبان سے جاری رہتا ہے اکثر باتوں میں چھوٹ جاتا ہے۔

(تحقیق) بس اب پہلا ہی طریقہ اختیار کر لیا جاوے جیسا اوپر لکھ چکا ہوں۔

۳۳۴

(حال) وقت کا زیادہ حصہ اس خیال میں گذرتا ہے کہ میرے اندر تکبر بھرا ہوا ہے میں نہایت ہی نالایق اور دنیا میں سب سے بدتر شخص ہوں بعض وقت تو یہ دل چاہتا ہے کہ مجھے موت آجاتی تو اچھا ہوتا میری زندگی سے تو موت بہتر ہے۔

(تحقیق) اسکا استحضار قصداً اب ضروری نہیں رہا بلا اضطرار جتنا ہو جاوے کافی ہے۔

(حال) ذکر جہر کو دل ترستا ہے۔

(تحقیق) کیجئے اور مزے لیجئے۔

(حال) یہ تو پکا عہد کر لیا ہے اور اسپر بفضلہ تعالےٰ ابتک عمل بھی کیا ہے کہ کسی سے کوئی پابندی دین کے متعلق نہ کہونگا خواہ کوئی شخص کیسا ہی خلاف کام کرتا رہے اپنی پچھلی نالایق حرکتوں سے توبہ کرتا رہتا ہوں آیندہ کیلئے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ ہرگز کبھی کسی سے یہ نہ کہونگا کہ یہ کام کرو اور یہ نکرو مجھے کسی سے کچھ مطلب نہیں۔

(تحقیق) ہاں چند روز یعنی جب تک آپکا مربی اجازت نہ دے ایسا ہی کیجئے۔

(حال) اس بات کا خیال آکر بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے ذکر اللہ کی قدر نکی اگر ذکر کی قدر کرتا تو کسی سے کچھ واسطہ نہ رکھتا کچھ قدر نہونے کی یہ بھی وجہ ہوئی کہ ذکر کسی دن ناغہ نہ ہوا تھا سو جہ سے ناغہ کے افسوس سے واقفیت نہ تھی اب قدر نعمت بعد از زوال کا حظ حاصل ہوا ؎

مزہ وصال کا کیا گر فراق یار نہو
نشہ کی قدر نہیں اسمیں گر خمار نہو

(تحقیق) یہ بھی ایک حکمت ہوئی۔

(سوال) حضرت کی خدمت میں نہایت ادب سے اتنا عرض کرتا ہوں کہ خدا کیواسطے صرف بارہ تسبیح کے ذکر کی خواہ جہر سے یا اخفا کے ساتھ مقررہ تعداد کی اجازت مرحمت فرمائیے میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ ایسی جگہ ذکر کرونگا کہ کسی شخص کو اطلاع نہو گی اور دیسے چلتے پھرتے ذکر خفی ہی جاری رکھونگا اگر حضور والا اجازت مرحمت نہ فرماوینگے تب بھی میں راضی ہوں چونکہ بہت دل بیقرار ہے اس لئے عرض کر دیا آیندہ جو حضور کی مرضی ہو وہی درست ہے مریض کا دل تو بدپرہیزیوں کو چاہا ہی کرتا ہے لیکن طبیب اگر منظور کرے تو مریض کی موت ہی آجائے۔

۲۴۵

(جواب) جزاک اللہ اتباع کے یہی معنی ہیں اور یہی اتباع مفتاح نجاح و فلاح ہو باقی میں آپکو دوبارہ تمام کارخانہ کے افتتاح کی اجازت دیچکا ہوں۔

(حال) بعض اوقات قلب خدا کی یاد سے غافل معلوم ہوتا ہے حق تعالیٰ کا جو تصور رہتا ہے اس میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ میری تو ادہر کو توجہ ہے مگر ادہر سے کچھ توجہ نہیں ہے اور میری طرف سے بھی جو تصور رہتا ہے اس میں بہت کمزوری محسوس ہوتی ہے ؎

کیا کہوں درد حسان یہب نی	وقت کوتاہ و قصہ طولانی
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی	موت آتی ہے پر نہیں آتی
قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا	غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا	کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

(تحقیق) یہ بھی قرب ہے المقصود ہی تھا گو بصورت بُعد تھا اب صورۃ بھی قرب تجویز کر دیا گیا۔

۲۴۶

(حال) کیا کروں بال بچوں کا ساتھ ہے ورنہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ مزدوری کرتا یا گھاس کھود کر بیچتا تو نفس کی سب حقیقت ذلیلی ہو جاتی مگر مزدوری میں بیچارے بچوں اور بیوی کی گذر نہ ہوگی وہ بیچارے بیٹھا ناحق مصیبت میں پڑینگے۔

(تحقیق) بس اسکا عزم بھی علاج نفس کے لئے کافی ہو گیا فعل کی ضرورت نہیں۔

(سوال) اب آخری میری یہی عرض ہے کہ حضرت والا میری خطاؤں کو معاف فرمادیں اور میرے حق میں خاص طور پر دعائے مغفرت فرمادیں میرا کہیں دونوں جہان میں ٹھیک نہیں ہے۔

(جواب) دل و جان سے دعا ہے بیفکر رہیں اس دستور العمل سے بفضلہ تعالیٰ رفع مراتب ہو گیا۔

(حال) ایک عجیب عیب پیدا ہو گیا ہے وہ یہ کہ میں اکثر اوقات کچھ نہ کچھ پڑھا کرتا تھا زبان پر ذکر کے الفاظ جاری رہتے تھے اب چند روز سے وہ بات نہیں بلکہ اکثر اوقات زبان ساکت

رہا کرتی ہے جس سے اندیشہ اور تردد معلوم ہوتا ہے۔
(تحقیق) اس عیب کا علاج یہ ہے کہ ہاتھ میں تسبیح رکھا کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ پھر ذکر آسان ہوگا۔

(حال) کل ذکر میں عجب کیفیت ہوئی کہ تمام بدن میں لرزہ پیدا ہوگیا اور آواز بند ہونے لگی اور تسبیح ہاتھ سے چھوٹی جاتی تھی اور تمام بدن پسینہ سے تر ہوگیا اور خوف معلوم ہوتا تھا کہ کہیں دم نہ نکل جائے یہ خیال کرتا تھا کہ حضور بھی تشریف نہیں رکھتے ہیں کہ جس سے تسلی ہو بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ اگر تھوڑی دیر اور یہی حالت رہتی تو شاید دم نکلجاتا کیونکہ سانس وغیرہ قریب بند کے ہوگئے تھے حضرت والا پوری طرح تحریر میں لا نہیں سکتا مجبور ہوں
(تحقیق) مبارک ہو یہ کیفیت سلطان الاذکار کہلاتی ہے حضرت شیخ جلال تھانیسری کو بکثرت ہوتی تھی اگر کبھی ایسا ہو ہرگز پریشان نہ ہوں یہ اثر ہے غلبۂ ذکر و سرایت ذکر کا۔
(حال) حالت دعا میں دل بہت لگتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ہر وقت دعا ہی کرتا رہوں میرا خیال ہے کہ دعا کے برابر کوئی چیز مؤثر نہیں ہے اور حضرت والا حصول نسبت کیلئے دعا کرنا خلاف تو نہیں ہے۔
(تحقیق) عین مطلوب ہے۔
(سوال) یاد پڑتا ہے کہ حضور نے کہیں تحریر فرمایا ہے کہ ثمرات پر نظر نہ ہونی چاہئے۔
(جواب) یعنی اسکے انتظار میں نہ رہے کہ اس سے تشویش خاطر ہو والا مس باس نہ۔
(سوال) اور نسبت بھی ثمرہ ہی ہے ذکر کا یا مقصود ہے اگر مقصود ہے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مقصود تو ذکر سے رضائے حق ہے۔
(جواب) نسبت اوسی کا دوسرا عنوان ہے کیونکہ تعلق مع اللہ و رضائے حق متقارب ہیں
(حال) واقعات مناظرہ خواب میں کثرت سے دکھلائی دیتے ہیں قلب کو جس سے ایک طرح کی پریشانی سی ہوتی ہے اور خوف ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ باعث ابتلاء ہو۔ خواہش ہے کہ یہ حالت موقوف ہوجاتی تو اچھا ہوتا۔
(تحقیق) واقعات کا انکشاف اگر بلا توجہ بلا اشتغال ہو تو کچھ مضر نہیں بس متوجہ نہ ہونا کافی ہے

خواہ موقوف ہو یا نہو یہ بھی ایک قسم کا مجاہدہ ہے کہ ایک امر کے وقوع سے دلچسپی نہیں پھر خلاف
مذاق اسکا وقوع ہو رہا ہے ممکن ہے کہ موقوف نہ ہونے تک حقتعالےٰ کو اجر صبر کا عطا
فرمانا ہو۔

(سوال) تربیۃ السالک کے اندر فلاں مولوی صاحب کے خط آنے کے قبل جب حدیث الحیاء
والعی شعبتان من الایمان جواب میں جناب نے اونکے اس جملہ کے کہ مجھے باوجود اس قدرت کے
جو اللہ تعالےٰ نے تحریر کی مجھکو دی ہے اپنے مقصود کو بمشکل تمام ادا کر سکا اور اب نہیں
لکھ سکتا" لکھا تو احقر کو اپنی حالت کے موافق اوسپر شبہ تھا اور خیال تھا کہ دریافت کروں کہ اسی
روز حضرت نے وہ خط جسمیں مولوی صاحب نے خود شبہ ظاہر کیا تھا اور جواب جناب نے لکھا تھا
دیا اوسکے دیکھنے سے کامل تشفی ہوگئی مگر ذرا سا شبہ اپنی حالت کے موافق باقی رہگیا یہ
وہ عرض ہے۔ جناب نے لکھا ہے عی کے مختلف وجوہ ہوتے ہیں بعض وقت درحقیقت عی
نہیں ہوتی مشابہ عی کے معلوم ہوتا ہے جو بوجہ خوف خداوندی کہ کوئی کلمہ خلاف منہ سے
نہ نکلے پیدا ہوتا ہے۔ البتہ بعد ملکہ تامہ راسخہ روانی و قدرت ہوجاتی ہے و نیز بعض اوقات
غلبہ التفات الی الحق سے علوم اصطلاحیہ سے ذہول ہونے لگتا ہے جس سے کلام میں عی واقع
ہوتا ہے اور ایک حالت جو صورۃً عی ہے منتہی غیر مغلوب الحال کو پیش آتی ہے سبب اسکا یہ ہوتا
ہے کہ اشغال لسان میں مقصود بالذات ذکر ہے محقق مبصر کا مقصود بالذات کے علاوہ میں مشغول ہونے
میں دل اوچاٹ ہوجاتا ہے۔ اگر ایسے شخص کو عی ہو تو اوسکا سبب غلبۂ حال ہے (انتہی بقدر الضرورۃ
بتغیر) یہ تمام درجات عی شان مومن سے ہیں جو کہ بے انتہا ممدوح ہیں ہر اسباب میں قدر
مشترک یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کی طرف غایت التفات ہوگی (جو کہ شان مومن
ہے) اوسوقت اسکی جملہ تحریر و تقریر و افعال میں ایک قسم کی شکستگی ہوگی جو کہ ایک درجہ میں
عی کہا جا سکتا ہے اور واقعی یہ بات بدیہی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ جب ہم لوگ جناب کی
خدمت میں بیٹھے رہتے ہیں تو اوسوقت ایک بات کا بولنا بھی اتنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے
مقام میں دو چار گھنٹہ تک تقریر مشکل نہیں معلوم ہوتی تو جسکو ذات خداوندی کا مشاہدہ کثرت التفات
کے ساتھ ہوگا اور مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید کا ظہور ہوگا تو اوسکو ضرور سخت مشکل ہوگا

۲۴۸

خلاصہ یہ ہوگا کہ جملہ علوم واسورکی قدرت میں بہ نسبت پہلے کے کمی ہوگی۔ البتہ منتہی مغلوب الحال کو ممکن ہے کہ بعض وقت نہو۔

اس تقریر کے مفہوم مخالف کو لحاظ کرتے ہوئے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ قدرت غیر منتہی کو حقتعالیٰ سے بُعد پر دال ہے خواہ وہ قدرت نفس علم میں ہو یا تحریر میں ہو یا تقریر میں ہو اور ایمان کی شان کے خلاف ہے۔ اب گذارش ہے کہ احقر جب سے دیوبند سے آگیا یا ہے یوماً فیوماً اپنی سابقہ حالت کے اعتبار سے ہر قدرتوں میں ترقی پاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتوں کی حقیقت جن سے اسکے پہلے بالکل بے خبری تھی سامنے رکھدی گئی حتے کہ بعض احباب نے کسی بات کے متعلق سوال کیا تو ایسا جواب ذہن میں آیا کہ بعینہٖ وہی بات جناب کے بعض رسالوں میں تھی جنکی بندہ کو اصلاً خبر نہیں تھی۔ ونیز بعض قوی شبہات خود ذہن میں پیدا ہوئے اور اونکا جواب اپنے ساتھیوں نے دریافت کیا اور نہ معلوم ہوا اور پھر غور کیا اور سمجھ میں آجانے کے بعد ظاہر کیا تو بعد کو معلوم ہوا کہ جناب نے بعینہٖ فلاں جگہ یہ جواب لکھا ہے۔ بعض اوقات کسی جگہ سے خط آیا اور کوئی بات قابل جواب تھی تو اونکے جواب میں ایسا لکھا گیا کہ لکھنے کے بعد تعجب ہوتا تھا کہ کیسے لکھدیا بہرکیف خلاصہ یہ کہ اپنے سابق حالت کے اعتبار سے ترقی نظر آتی ہے جس سے بعض اوقات نفس کو عُجب بھی پیدا ہوا جسکے ساتھ ہی ساتھ لاحول ولا قوۃ اور اعوذ باللہ سے دفع کیا گیا اور اپنے معائب کا اظہار اور عدم قدرت سابقہ کا استحضار کیا گیا جس سے عُجب بالکل دفع ہوگیا۔

(جواب) یہ مفہوم غلط سمجھا گیا جسکا مبنی قیاس غیر الاختیاری علی الاختیاری ہے کلام ضیق ہے اسمیں اسباب مذکورہ مانع ہونگے اور علم بہذا المعنی غیر اختیاری ہے اونمیں وہ امور مانع نہ ہوں گے بلکہ قرب مع المبدء الفیاض اوسکے انکشاف کا زیادہ سبب ہے۔

(سوال) حالت موجودہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احقر کو بجائے قرب خداوندی کے بُعد ہوتا ہے اسمیں سخت تشویش ہے کہ کیا صورت کیجئے کہ یہ حالت مندفع ہو۔

(جواب) اذا انہدم المبنی انہدم المبنی۔

(حال) کمترین کے دلمیں معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کی خیرخواہی بلا ذکر کئی ہے یہ کوت

پہلے بھی تھی مگر یہاں آنے کے بعد بہت زیادتی پیدا ہوگئی کسی کو کسی مصیبت میں دیکھا نہیں جاتا جہانتک اوسکی مدد ہوسکے ایسی طیب خاطر سے کرنیکو جی چاہتا ہے جیسے اپنے ضروری کام انجام دینے کو مگر اب اس سے بھی دل سرد کرنا پڑا کہ مبتدی کیلئے کسی کے نفع ضرر سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے بعض اوقات اسکے ضبط میں تکلیف بھی ہوتی ہے۔

(تحقیق) میرا یہ مطلب تھا کہ اوسکا اہتمام نکرے یا جو نفع درجہ ضرورت تک نہ ہو اوسکا قصد نکرے باقی عین وقت پر اگر اضطرارًا کسی ضروری نفع (بایں معنی کہ اوسکے عدم سے اُس دوسرے کا کوئی ضرر ہو) پہونچانے کا تقاضا قلب میں پیدا ہو اوسکو منع نہیں کرتا وہ نافع ہے۔

(سوال) اِندنوں قوت فکریہ میں بہ نسبت پہلے کے زیادتی ہے جب فارغ رہا تو خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ سوال جواب مسئلہ علمی شرعی وغیر ذلک سوچا کرتا ہوں یکسوئی نہیں ہوتی (اللّٰہم اجعل وساوس قلبی ذکرک وخشیتک) یکسوئی کی کیا تدبیر کیجائے۔

(جواب) کثرت ذکر و فکر۔

۲۵۰ (سوال) اثنائے ذکر میں خدائے تعالیٰ سے محبت کے وقت بعض دفعہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ چوم لوں حضور یہ عجیب حالت مذموم تو نہیں ہے۔

(جواب) نہیں ؎

هر دم هزار بوسه زنم دست خویش را
کو دامنت گرفته بسویم کشیده است

(سوال) بندہ کو چند امور میں عرصہ سے خلجان تھا اور بارہا ارادہ ہوا کہ اونکو جناب میں پیش کرکے رفع خلجان کروں مگر توفیق نہوئی آج بحمد اللہ توفیق اسکے عرض کی ہوگئی ہے لہذا عرض کرتا ہوں ۱؎ باجے کی آواز سے بجائے اسکے کہ اوسکی طرف میلان ہوتا خداوند تعالیٰ کی محبت جوش مارتی ہے اور دل سے رونا آتا ہے اور عجیب سوزش اور درد کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور سماع آواز قصدًا نہیں کیا جاتا اب اسکے متعلق دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ صفت محمود ہے یا مذموم۔

(جواب) یہ ایک اضطراری حال ہے جو خود تو مذموم نہیں لکونہ اضطراریا لیکن خطرناک ہے لافضائہ الی المذموم فی بعض الاحیان۔ (باقی آئندہ)

یہانتک کی تقریر سے عقلاً و شرعاً ایک بہت مفید اصول معاشرت کا بتلایا گیا جسکو گرکے لفظ سے تعبیر کیا گیا تھا اب سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم جو حقوق قرابت داروں کے بیان کرینگے اوسکا مطلب یہی ہوگا کہ دوسرے اونکے اِن حقوق کا خیال رکھیں اور یہ برتاؤ اونکے ساتھ رکھیں نہ یہ مطلب ہوگا کہ جس کا حق بیان کیا جائے گا وہ دوسروں سے اُس حق کے تحصیل کی کوشش کرے جیسا کہ بہت تفصیل اور لسط کے ساتھ ہمنے بیان کیا ہے۔

اب ہم ماں باپ۔ شوہر۔ خسر۔ نند۔ دیور۔ دیورانی۔ جٹھانی۔ بھاوج۔ بہو۔ ساس وغیرہ کے حقوق بیان کرتے ہیں۔

ماں باپ کے جو حقوق اولاد پر ہیں اُن کے بیان کی ضرورت نہیں سب جانتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے بعد ماں باپ کی برابر کسی کا مرتبہ نہیں ہم کو اُن حقوق کے بیان کرنے کی ضرورت ہے جو اولاد کے لئے ماں باپ کے ذمے ہیں اور اونمیں سے بھی ہمارے موضوع بحث وہ حقوق ہیں جنکا تلف کیا جانا موجب خانہ جنگی ہوتا ہے ایک اُن میں سے یہ ہے کہ اولاد میں مساوات رکھے یہ بات قابل تسلیم ہے کہ سب اولاد سے قلبی محبت یکساں نہیں ہوسکتی اور اس میں انسان مجبور ہے اور اس کی تکلیف دینا تکلیف مالایطاق ہے جسکو شریعت نے جائز نہیں رکھا لیکن اس بات کا انسان مکلف ہے کہ اپنے امکان بھر ظاہری کسی برتاؤ میں فرق نہونے دے۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹوں میں جائداد کو اسطرح تقسیم کیا ہے وہ تقسیم مساوات کے ساتھ نہ تھی حضور نے فرمایا کہ اگر تمکو کچھ خدمت کی ضرورت پڑے تو اس بات کی خواہش کروگے یا نہیں کہ سب اولاد تمھاری خدمت کرے عرض کیا ہاں فرمایا پھر تم نے سب کو برابر کیوں نہیں رکھا یہیں حضور نے حکم شرعی کو عقلی وجہ کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ خوب اچھی طرح دلمیں جاگزیں ہوجاوے اسکو بعض لوگ بہت سرسری بات سمجھتے ہیں کہ مساوات کی یا نہ کی ہم کو اپنی چیز و نپر مالکانہ حق حاصل ہے جسکو چاہا دی اور جسکو چاہا نہ دی لیکن اسمیں اسقدر خرابیاں ہیں کہ بعض وقت قتل کی نوبت آجاتی ہے اسطرح کہ جب ایک کو اولاد میں سے حصہ میں

امتیاز ہوجاتا ہے تو دوسروں کو حسد ہوتا ہے اور اوسکے دشمن ہوجاتے ہیں یا ماں باپ کے خلاف ہوجاتے ہیں پھر بروقت موقع جو بھی کر گذریں تعجب نہیں بہت جگہ ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ باپ کو ایسی باتوں پر زہر دیا گیا ہے۔

آجکل املاک و جائداد میں تو برابری کرنا دُور ہے کھانے پینے تک میں بھی برابری کم لوگ کرتے ہیں خصوصًا اُس صورت میں کہ عورت مرجاوے اور باپ دوسری عورت کریگا پہلی عورت کی اولاد جوتی کی برابر بھی نہیں رہتی حالانکہ وہ بھی اسی کی اولاد ہے۔ سوتیلی ماں کے آنے سے اوسکا رشتہ منقطع نہیں ہوگیا ہم نے ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ ایک شخص کی بیوی مری اور اُس نے دوسرا نکاح کرلیا اور اُس سے بھی اولاد ہوئی عید کے دن اِس نئی اولاد کو بڑے بڑے بڑھیا کپڑے پہنائے گئے اور پہلی صغیر السن اولاد مُنہ دیکھتی تھی جوتے تک بھی ثابت اوسکے پیر میں نہ تھا اور اُس ظالم باپ کی روزمرہ کی ترجیح بلا مرجح اور بے وجہی دیکھکر اُن کی یہ ہمت بھی نہوئی کہ باپ سے کچھ کہہ سکیں حتیٰ کہ محلہ والوں کو دیکھا نہ گیا اور ایک شخص نے کہہ ہی دیا کہ میاں یہ بھی تو تمہاری اولاد ہے یہ بھی نہیں کہ اُس عورت کی دوسرے خاوند سے ہو دونوں میں اتنا تو فرق نہیں چاہئے جواب دیا کہ سب کیلئے کہاں سے لاؤں اور اِن نئی اولاد کے یہ کپڑے بارسال کے ہیں اور اُن کے بھی پارسال ہی کے ہیں وہ بدسلیقہ ہیں خراب کردئے اور اِنھوں نے تمیز اور طریقہ کے ساتھ رکھے اُس نے کہا کہ خیر ہمیں تو اوسی روز معلوم ہوگیا تھا جس روز اِن کی ماں مری تھی کہ اب دنیا بھر کے عیب اِن میں آگئے۔ سمجھ لینا چاہئے کہ حدیث مذکور کے بموجب ہرگز جائز نہیں ہے کہ دونوں بچوں میں فرق کیا جاوے اگر ہے تو دونوں کے لئے ہو اور نہیں ہے تو ایک کے لئے بھی نہو اس کی وجہ ضعف طبیعت ہے کہ نئی اولاد کی خوشامد میں اپنی صُلبی اولاد بھی نظر سے گر جاتی ہے مردانگی سے یہ بات بہت دُور ہے چنانچہ ہم نے ایسے بھی مرد دیکھے ہیں کہ جن کے یہاں اسکا کافی انتظام تھا ایک شخص کی بیوی مرگئی اور کئی لڑکا لڑکی چھوڑے اُس نے دوسرا نکاح کیا اور اوّل ہی دن نئی بیوی کو اور اُن بچوں کو سامنے بٹھا کر بیوی سے کہا کہ تمکو یاد رہے کہ یہ میری اولاد ہے

اِن کو کوئی کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچے ورشکایت کا موقع نہو اور اگر شکایت ہوئی تو میں اِن سے تو تیرے مقابلہ میں سُن لوں گا اور تجھ سے اِن کے مقابلہ میں کبھی نہیں سُنوں گا اِس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ عورت ڈرتی کانپتی رہتی اور اُن بچوں کی اسقدر دلجوئی کرتی کہ اپنی اولاد کی بھی کوئی نہ کرے اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ وہ شخص اُن بچوں کا ظلم اُس عورت پر دیکھ سکتا بلکہ بطور سدّ باب ایسا کیا تھا۔ بچوں کو بھی ڈانٹ ڈپٹ میں رکھتا تاکہ عورت کو تکلیف نہ پہونچا سکیں اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوئی دیکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اِس گھر میں سوتیلے ماں بچے ہیں۔ یا ایک شخص کو دیکھا کہ اُن کی بیوی کا انتقال ہوگیا تھا اور ایک لڑکا تھا جس کی عمر گیارہ بارہ سال کی ہوگی اُس شخص نے دوسرا نکاح کیا اور اِس خیال سے کہ وہ عورت اسکو تکلیف نہ پہونچاوے یہ انتظام کیا کہ اُس کے رہنے کا انتظام علٰحدہ کیا صرف کھانے کے واسطے لڑکا گھر میں آتا اور باقی وقت علٰحدہ رہتا اِس عورت کو اُس کے کام میں کسی قسم کا دخل نہ تھا۔ یہ بھی ایک تدبیر ہے۔ غرض ادا ءِ حقوق آدمی کو کرنا چاہیئے۔ آجکل یہاں تک نوبت پہونچی ہے کہ سوتیلی اولاد تو درکنار خود اپنی صُلبی اولاد میں بھی مسلمان لڑکے اور لڑکی میں فرق کرتے ہیں لڑکی جس کے گھر پیدا ہوئی تو کہتا ہے کہ میرے اوپر ایک ڈگری ہوئی اور یار آشنا بھی اُس کا مذاق بناتے ہیں۔ بعضے تو ہنسی میں کہتے ہیں اور بعضے سچ مچ اوسکو سمجھاتے ہیں اور تسلی کرتے ہیں کہ بھائی خدا کی دین ہے کچھ غم نہ کرو جس نے جان دی روٹی بھی دے گا خدا دے اور بندہ نے یہ الفاظ تو کچھ بُرے نہیں مگر صاحب نظر کے نزدیک منشاء اِس تعزیت کا یہی ہے کہ لڑکی اوسکے نزدیک بڑی چیز ہے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ مذاق بدترین مذاق ہے اور جب اس کے منشاء کی حقیقت معلوم ہوگئی تو ثابت ہوجاوے گا کہ یہ جاہلیت کا مذاق ہے اور اسلام سے بہت دُور ہے اور عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے یہ وہی مذاق ہے جسکی بدولت زمانۂ جاہلیت میں دُختر کُشی کی جاتی تھی الفاظ کیسے ہی معمولی ہوں لیکن حقیقت

ان کے اندر نہایت گندی ہے قرآن شریف میں بہت جگہ اس کی تردید ہے۔ مثلاً
وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ
أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ اہل جاہلیت کی نامت کا بیان ہے کہ
جب اُن میں سے کسی کو خبر ملتی ہے کہ لڑکی پیدا ہوئی تو اوسکا مُنہ مارے غصّہ اور
رنج کے سیاہ پڑ جاتا ہے اور خون کا سا گھونٹ پیکر رہ جاتا ہے اور یہ سوچتا ہے
کہ اسکو نہایت بُری طرح یا ذلیل کر کے رکھوں یا مٹی میں پاٹ دُوں اسپر
حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ کیا بُرا خیال ہے اور دوسری آیت میں ہے وَإِذَا
الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ یعنی لڑکیوں کو مارا تو ہے۔ اور ذراسی بھی عقل ہو تو یہ بات بہت
ظاہر ہے کہ اگر اولاد اناث پیدا نہو تو دنیا کا سلسلہ کیسے چلے یہ عجیب بات ہے کہ بیٹے کے ہونے سے
خوشی ہو اس امید پر کہ اس سے ہمارا نام چلیگا اور کوئی پوچھے کہ نام چلیگا کیسے اوسکی صورت سوائے
اسکے کیا ہے کہ اسکی ایک لڑکی سے شادی ہو اور دونوں سے اولاد ہو اور نسل باقی رہے تو
لڑکے سے نام باقی رہنا بھی تو موقوف ہوا لڑکی پر پھر لڑکی کو بُرا سمجھنا اور بقاء نسل کی امید رکھنا
معلوم نہیں کہ معنی اسکے کیا ہیں۔ غرض مسلمانوں کے مذاق میں اسقدر انقلاب ہوگیا ہے کہ
جاہلیت کے مذاق انکے طبیعت ثانیہ بنگئے ہیں حتےٰ کہ صلبی اولاد میں فرق کرتے ہیں سوتیلی اولاد
کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ قربان جایئے شریعت کے کہ حقوق کی اسقدر تعلیم کی ہے کہ کسی دوسری ملت
میں نہیں ملسکتی حقوق العباد کے اتلاف پر وہ وعیدیں شریعت میں وارد ہیں جو عبادات کے
ترک پر بھی نہیں ہیں مثلاً شریعت کا مسئلہ ہے کہ بہت سے حقوق اللہ تو توبہ سے بھی معاف
ہو جاتے ہیں مگر حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ صاحب حق ہی معاف
نہ کرے اور شریعت نے حقوق العباد کی بحث کو ایسا مکمل کیا ہے اور اوسمیں ایسی حقیقت
شناسی اور باریک بینی سے کام لیا ہے کہ اگر اوسکی تعلیم کے موافق حقوق ادا کئے جاویں تو
دنیا سے دنگہ و فساد کی توجڑ ہی نہ دارد ہو جاوے اور حقیقی امن و چین نصیب ہو شریعت کا حکم
ہے کہ اگر باپ اولاد کو کچھ دے تو مساوات کا ضرور لحاظ رکھے بلا لحاظ ذکورت و انوثت کے اور بلا لحاظ
اسکے کہ اونمیں سے کسکی ماں حقیقی موجود ہے اور کسکی سوتیلی (باقی آیندہ)

۶۸

اور بعض نے کہا ہے کہ مجھکو الست بربکم کا خطاب یاد ہے یہ اس قائل سے اس حال کیطرف
اشارہ ہے (جو اوپر مذکور ہوا ہے کہ اوسکا الست بربکم کو سننا کشف وعیاں ہو جاتا ہے
مع اوسکے سیاق وسباق کے) پس جب اس وصف کیساتھ متصف ہو جاتا ہے اوسکا وقت
(یعنی حال) سرمدی ہو جاتا ہے اور اوسکا حضور ابدی ہو جاتا ہے اور اوسکا سننا پیاپے
اور نو بنو ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اور اوسکے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام
کو ایسا سنتا ہے جیسا سننے کا حق ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ علم کا اول مرتبہ سننا ہے
پھر سمجھنا پھر یاد رکھنا پھر عمل کرنا پھر اشاعت کرنا اور بعض نے کہا ہے کہ اچھی طرح سننا بھی سیکھلو
جیسا اچھی طرح بولنا سیکھے ہو اور بعض نے کہا ہے کہ حسن استماع میں یہ بھی داخل ہے کہ متکلم کو اتنی
مہلت دینا کہ وہ اپنی بات پوری کرے (یعنی بیچ میں نہ بول پڑے) اور ادھر ادھر التفات
نکرنا اور اپنے رُخ اور نظر کو متکلم کی طرف متوجہ کرنا اور یاد رکھنا (مجلس کے اندر تاکہ بتلائی ہوئی
بات کو مکرر پوچھکر متکلم کو اذیت نہ دے) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام سے فرمایا اور آپ قرآن
کے ساتھ جلدی نہ کیجئے قبل اسکے کہ اوسکی وحی آپکی طرف پوری کی جاچکے اور یہ بھی فرمایا کہ آپ
قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے تاکہ آپ اوسکے ساتھ عجلت فرماویں سو یہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حسن استماع کی تعلیم ہے بعض نے اسکے یہ معنی کہے
ہیں کہ آپ اسکو صحابہ پر پیش نہ کیجئے یہانتک کہ (پہلے) خود اوسکے معانی میں تدبر کر لیجئے تاکہ
آپ اوّل وہ شخص ہوں جو اوسکے غرائب عجائب سے منتفع ہو اور بعض نے کہا ہے کہ رسول
صلے اللہ علیہ وسلم پر جب جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے تھے اور آپ پر وحی آتی تھی تو آپ قرآن
نکلجانے اور بھول جانے کے اندیشہ سے قرآن مجید کا پڑھنا موقوف نہ فرماتے تھے پس آپ کو اللہ
تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا یعنی اسکے پڑھنے میں قبل اسکے کہ جبرئیل علیہ السلام اسکو آپ پر
القاء کرنے سے فارغ ہو جاویں جلدی نہ کیجئے اور کتبی علوم کا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
اخبار کا مطالعہ کرنا سماع کے حکم میں ہو جاتا ہے اور جو شخص ان علوم و اخبار کو اور اہل صلاح کی
سیر و حکایات کو اور انواع حکمتوں اور امثال کو جنمیں عذاب آخرۃ سے نجات ہو مطالعہ
کرے وہ اسکا محتاج ہوگا کہ ان سب میں آداب حسن استماع کا عامل ہو کیونکہ مطالعہ بھی (حکماً)

استماع ہی کی ایک قسم ہے (گو بظاہر دونوں متقابل ہیں) اور حکماً اسمیں داخل ہونگی، وجہ یہ ہوگی
جسطرح قلب میں حسن استماع سے بواسطہ زہد و تقوے کے ایک خاص استعداد ہوگئی یہانتک
کہ ہر سُنی ہوئی چیز میں سے اچھی اچھی باتوں کو لے لیا سو اسی طرح) مطالعہ سے بھی ہر چیز میں سے
اچھی اچھی باتوں کا لینے والا ہو جاتا ہے (پس دونوں کا ایک ہی نفع ہوا پس مطالعہ بھی حکماً استماع
میں داخل ہوگیا) اور منجملہ ادب مطالعہ کے یہ ہے کہ یہ شخص جب حدیث اور علم میں سے کسی چیز کے
مطالعہ کا ارادہ کرے تو (اول) یہ جان لے کہ کبھی اسکا تقاضا نفس کی خواہش سے اور ذکر و طاعت
و عمل پر صبر نکر سکنے سے ہوتا ہے پس وہ مطالعہ سے راحت حاصل کرتا ہے جیسا لوگوں کے ساتھ مجالست
مکالمت سے راحت حاصل کرتا ہے (اور یہ غرض محمود نہیں) اسلئے سمجھدار آدمی کو چاہئے کہ اس باب
میں اپنے نفس کی حالت تحقیق کرلے اور مطالعہ کتب کو اس حد تک لذیذ نہ سمجھے کہ وہ اسکا پورا
وقت لیلے اور مطالعہ میں زیادتی ہو جانیکا خیال رکھے (کہ زیادتی نہ ہو جاوے) پس جب کسی کتاب
یا کسی علم کے مطالعہ کا ارادہ کرے تو اسمیں بدون تحقیق اور توجہ اور رجوع الی اللہ اور طلب تائید
من رحمۃ اللہ کی جلدی نکرے کہ (ان امور کی برکت سے) کبھی مطالعہ سے ایسی بات نصیب ہو جاتی
ہے جس سے اسکے حال کی ترقی ہو جاتی ہے اور اگر اسکے لئے پہلے استخارہ بھی کرے تو بہت ہی
خوب ہے کہ (اسکی برکت سے) اللہ تعالےٰ اس پر فہم و تفہیم کا دروازہ محض موہبت کے طور
پر کشادہ فرما دیتا ہے اور علم کی جو صورت نمایاں ہے یہ اوسپر زیادت ہوتی ہے سو علم کی ایک ظاہری
صورت ہے اور ایک باطنی حقیقت ہے اور وہ فہم (صحیح) ہے اور اللہ تعالیٰ نے فہم کے شرف پر
اس قول میں متنبہ فرمایا ہے کہ ہم نے وہ مقدمہ سلیمانؑ کو سمجھا دیا اور دونوں کو ہم نے قوت فیصلہ
اور علم عطا فرمایا تھا اس قول میں) اللہ تعالیٰ نے فہم کے مزید اختصاص اور حکم و علم سے اوسکے
متمیز ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے (اور) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک سُناتا ہے
اللہ تعالےٰ جسکو چاہے پس جب سُنانیوالا اللہ تعالےٰ ہے تو وہ کبھی بواسطہ زبان کے سُنا دیتا ہے
اور کبھی بواسطہ اُس بیان کے جو مطالعہ کتب کے ذریعہ سے نصیب ہوا ہے پس اللہ تعالےٰ جو کچھ
مطالعہ کتب کے ذریعہ سے مفتوح فرماتا ہے اس حُسن استماع کی برکت سے وہ بھی اوسی کے حکم میں
ہوگیا جو سُنے ہوئے مضمون سے اسکو نصیب ہوتا ہے۔ تاکہ یہ شخص اس حسن استماع کے بارہ میں

۳۰

اپنے حال کو دیکھ بھال لے اور اوسکا علم اور ادب سیکھ لے کیونکہ حسن اتباع ایک باب کبیر ہے منجملہ ابواب خیر کے اور ایک عمل صالح ہے منجملہ اعمال مشائخ وصوفیہ وعلماء زہدین کے جنھوں نے رحمت کے اور ہر قسم نافع سلوک آخرت کی ترقی کے دروازے کھلوانے کے لئے سب علاقے (ماسوی اللہ کے) قطع کرائے ہیں۔

باب سوم علوم صوفیہ کی فضیلت اور اُنکے ایک نمونہ کیطرف اشارہ میں

حدیث کی ہم سے شیخ الاسلام ابوالنجیب سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو عبدالرحمن صوفی نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو عبدالرحمن بن محمد نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو محمد عبد اللہ بن احمد سرخسی نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو عمران سمرقندی نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو ابو محمد عبد اللہ بن عبدالرحمن دارمی نے کہا اونھوں نے خبر دی ہمکو نعیم بن حماد نے کہا اونھوں نے حدیث بیان کی ہم سے بقیہ نے احوص بن حکیم سے اونھوں نے اپنے باپ سے اونھوں نے کہا کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شر کی تحقیق کیلئے سوال کیا آپ نے فرمایا تم مجھسے شر کا سوال مت کرو مجھسے خیر کا سوال کرو اسکو تین بار فرماتے تھے پھر (اصل سوال کے جواب میں) فرمایا کہ سب شروں سے بڑھکر شر علماء شر ہیں اور سب خیروں کر بڑھکر خیر علماء خیر ہیں پس علماء رہنمایان امت ہیں اور ارکان دین ہیں اور ظلمات جہالات جہلیہ کے چراغ ہیں اور دفتر اسلام کے سردار ہیں اور کتاب و سنت کی حکمتوں کے معدن ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اوسکے امین ہیں اور بندوں کے طبیب ہیں اور ملت حنیفیہ (یعنی شریعت) کے نقاد[1] ہیں اور امانت عظیمہ کے حامل ہیں پس وہ لوگ تمام خلائق سے زیادہ حقیقت تقویٰ کے مستحق ہیں اور سب بندوں سے زیادہ زہد فی الدنیا کی اونکو ضرورت ہے کیونکہ یہ لوگ اس تقوے و زہد کے محتاج ہیں اپنے لئے بھی اور اپنے غیر کیلئے بھی سو انکا فساد بھی فساد متعدی ہے اور انکی صلاح بھی صلاح متعدی ہے۔ سفین بن عیینہ فرماتے ہیں کہ سب آدمیوں سے زیادہ جاہل وہ شخص ہے جو جانتے ہوئے علم پر عمل ترک کرے اور سب آدمیوں نے

[1] کذا فی القاموس فی معنی الجہبذ ۱۲ منہ

۳۱

زیادہ عالم وہ شخص ہے جو جانتے ہوئے علم پر عمل کرے اور سب آدمیوں میں افضل وہ شخص ہے جو اللہ کے لئے زیادہ خشوع کرنے والا ہو اور یہ ایک صحیح قول ہے جو اسکا حکم کرتا ہے کہ عالم جب اپنے علم پر عمل نہ کرے تو وہ عالم نہیں۔ تجھکو اوسکی فصاحت اور زبان آوری اور مہارت اور قوت مناظرہ و مجادلہ فریفتہ نہ کرے کیونکہ وہ جاہل ہے عالم نہیں ہے مگر یہ کہ حق تعالے اوسکو برکت علم کے توبہ کی توفیق دیدے (تو ادربات ہے) ہکیونکہ علم اسلامی رکھنے والے (اکثر) ضائع نہیں ہوتے اور علم کی برکت سے عالم کے رجوع (الی الحق) کی امید رہتی ہی ہے اور علم (میں دو درجے ہیں) ایک فریضہ ہے دوسرا فضیلت سو فریضہ تو وہ علم ہے جسکا پہچاننا انسان کو ضروری ہو تاکہ دین کے حقوق واجبہ کا اہتمام کرسکے اور فضیلت وہ ہے جو اسکی قدر حاجت سے زائد ہو جو اوسکے نفس میں ایک ایسی خاص فضیلت پیدا کردے کہ وہ کتاب و سنت کیموافق ہو باقی جو علم ایسا ہو کہ نہ کتاب و سنت کے موافق ہو اور نہ اون علوم و فنون کے موافق ہو جو کتاب و سنت کے مستفاد ہیں یا اونکے فہم میں معین ہیں یا اونکی طرف مستند ہیں خواہ وہ کچھ ہی ہوں تو ایسا علم رذیلہ ہی فضیلت نہیں۔ اُس سے انسان کی بیقدری اور رذیلہ میں زیادتی ہوگی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ پس جو علم فریضہ ہے اُس سے ناواقف رہنے کی تو کسی شخص کو گنجائش ہی نہیں جیسا کہ حدیث بیان کی ہم سے ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابو النجیب نے اونھوں نے کہا خبر دی ہمکو حافظ ابو القاسم مستملی نے اونھوں نے کہا خبر دی ہمکو شیخ عالم ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری نے انھوں نے کہا کہ خبر دی ہمکو ابو محمد عبد اللہ بن یوسف اصفہانی نے، اونھوں نے کہا خبر دی ہمکو ابو سعید ابن الاعرابی نے اونھوں نے کہا حدیث کی ہمسے جعفر بن عامر عسکری نے اونھوں نے کہا حدیث کی ہمسے حسن بن عطیہ نے اونھوں نے کہا حدیث کی ہمسے ابو عاتکہ نے انس بن مالک سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلب کرو علم کو گرچہ وہ چین میں ہو (یعنی بہت دور ہو) کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور علمار نے اُس علم (کے مصداق) میں اختلاف کیا ہے جو فرض ہے بعض نے تو کہا ہے کہ وہ طلب کرنا ہے علم اخلاص کا اور معرفت آفات نفس اور مفسدات اعمال کا کیونکہ اخلاص ویسا ہی مامور بہ ہے جیسا عمل مامور بہ ہے فرمایا اللہ تعالے نے اور اُن لوگونکو یہی حکم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالے کی عبادت کریں اسطرح سے کہ اخلاص کرنے والے ہوں۔

(باقی آیندہ)

۳۲

کہ داہنے ہاتھ کو بائیں پر سینہ کے نیچے رکھے اور یہ اسطرح ہے کہ سینہ کے نیچے ایک رگ ہے جسکو
ناحر کہتے ہیں یعنی اپنا ہاتھ ناحر پر رکھو (اور چونکہ یہ تفسیر متعین نہیں اسلئے ناف کے نیچے ہاتھ
باندھنے والوں کو مضر نہیں) اور بعض نے کہا ہے کہ وانحر یعنی اپنے سینہ کو قبلہ کی طرف
متوجہ رکھو اور اسمیں ایک خفی راز ہے جسکا مکاشفہ پردہائے غیب کے پیچھے سے ہوتا ہے اور
وہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی حکمت سے آدمی کو پیدا کیا اور اوسکو مشرف اور مکرم کیا اور
اوسکو اپنا محل نظر اور موردِ وحی بنایا اور اوسکو تمام موجودات ارض وسماء کا منتخب بنایا کہ وہ
روحانی بھی ہے جسمانی بھی ہے وہ ارضی بھی ہے سماوی بھی ہے راست قامت بلند ہیئت
پس اسکا نصف اعلیٰ یعنی حد قلب تک تو ودیعت گاہ ہے اسرار سموات کا اور اوسکا نصف
اسفل ودیعت گاہ ہے اسرار ارض کا سو اوسکے نفس کا محل اور مرکز نصف اسفل ہوا اور
اوسکی روح روحانی اور قلب کا محل نصف اعلیٰ ہوا تو روح کے جذبات نفس کے جذبات
کے ساتھ تدافع اور محاربہ کرتے ہیں اور ان ہی دونوں کے تدافع اور تزاحم کے اعتبار سے
لمۂ ملک اور لمۂ شیطان (یعنی فرشتہ کا اثر اور شیطان کا اثر) پیدا ہوتا ہے اور نماز کیوقت
یہ تدافع زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ایمان اور طبیعت میں کشاکشی واقع ہوتی ہے پس جس نمازی
کا قلب سماوی فناء وبقاء کے درمیان میں آمد ورفت کرنے والا ہو گیا ہو اوسکو جذبات
نفس کے متعلق یہ کشف ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرکز سے صعود کرنا چاہتے ہیں (اور روح وقلب
میں تصرف کرنا اور اونپر غالب آنا تاکہ خیالات فاسدہ واحوال واعمال کاسدہ میں اُن دونوں کو
اپنا تابع بناوے) اور (بمقتضائے عادت وحکمت الٰہیہ) جوارح کو اور اونکے تصرف وحرکت کو
معانی باطن (کیفیات روحیہ وقلبیہ) کے ساتھ ایک قسم کا تعلق اور مناسبت حاصل ہے۔ پس
داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھنے سے نفس کو مقید کر دیا جاتا ہے اور اوسکے جذبات کے صعود کو روک
دیا جاتا ہے اور اوسکا اثر اسطرح ظاہر ہوتا ہے کہ وسوسہ دفع ہو جاتا ہے اور حدیث النفس کا
زوال ہو جاتا ہے پھر جب روح کے جذبات غالب ہو جاتے ہیں اور سر سے قدم تک اونکا
پورا تسلط ہو جاتا ہے جسوقت کہ (نماز میں) انس کا اہل ہو جاتا ہو اور (اوسمیں) آنکھوں کی
ٹھنڈک متحقق ہو جاتی ہے اور سلطان مشاہدہ کا استیلاء ہو جاتا ہے اوسوقت نفس مقہور وذلیل

ہوجاتا ہے اور اوسیکا مرکز (جو کہ پہلے ظلمانی تھا) نور روح سے منور ہوجاتا ہے اور اسوقت نفس کے جذبات منقطع ہوجاتے ہیں اور جسقدر نفس کا مرکز منور ہوجاتا ہے اوسیقدر تکان عبادت کا زائل ہوجاتا ہے اور اوسوقت نفس کی مقاومت سے اور بواسطہ وضع یمین علی الشمال اوسکے جذبات کے روکنے سے استغنا واقع ہوجاتا ہے پس اوسوقت (بجائے ہاتھ باندھنے کے) ہاتھ کھولدئے جاتے ہیں اور شاید اسی وجہ سے واللہ اعلم وہ فعل واقع ہوا ہو جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپنے ہاتھ کھولکر بھی نماز پڑھی اور یہ امام مالک کا مذہب ہے۔

ف یہ کسی صحیح روایت میں نہیں آیا اور اسلیئے حضرت مؤلف نے جزم سے نقل نہیں کیا اور بر تقدیر نقل یہ اسپر دال نہیں کہ بجائے وضع کے ارسال کیا بلکہ یہ احتمال ہے کہ تحریمہ کیلئے ہاتھ اوٹھاکر چھوڑ کر پھر باندھے اور ہر حال میں یہاں جو مذکور ہے نکتہ ہے نہ اثبات حکم کیلئے کافی ہے، و نہ اطراد اسکا ضروری ہے ممکن ہے کہ اِس نے وضع ہی کا حکم دیا ہو۔ اوسوقت پھر یہ آیت پڑھی اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ الآیۃ اور یہ آیت توجیہ کا پڑھنا اپنے قلب کے رُخ کے صاف کرنیکو ہے (توجہ الی الغیر سے) اور وہ جو قبل صلوۃ یہ آیت پڑھی گئی تھی وہ قلب کے رخ (کے متوجہ الی القبلہ کرنے) کے لئے تھی (جیسا اوپر بھی یہ مضمون آچکا ہے) پھر یہ پڑھے سبحانک اللھم وبحمدک تبارک اسمک تعالیٰ جدک لا الٰہ غیرک اللھم انت الملک لا الٰہ الا انت سبحانک وبحمدک انت ربی وانا عبدک ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جمیعا انہ لا یغفر الذنوب الا انت واھدنی لاحسن الاخلاق فانہ لا یھدی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا فانہ لا یصرف عنی سیئھا الا انت لبیک وسعدیک فالخیر کلہ بیدیک تبارکت وتعالیت استغفرک واتوب الیک (حنفیہ کے نزدیک فرض میں یہ طویل دعائیں نہیں ہیں) اور قیام میں سر کو جھکائے رہے اور اوسکی نظر موضع سجود کی طرف رہے اور قیام اسطرح کامل ہوتا ہے کہ قامت کو سیدھا رکھے (یعنی رکوع کی طرح نہ جھکادے) اور دونوں گھٹنوں اور کمر اور بدن میں جہاں جہاں سے مُڑ سکتی ہے ان سب اعضاء میں ایک خفیف لچک پیدا کرے اور اسطرح کھڑا ہو گویا

عـــہ عبارۃ الاصل نزع لسیرا نظوا راھ اے جذب انطوا ر التقلیل وتناد لہ ۱۲ منہ

۳۰

اپنے تمام بدن سے زمین کی طرف دیکھ رہا ہے (یعنی تمام اعضاء کا جھکاؤ زمین کی طرف رہے) پس یہ خشوع ہے تمام اجزاء کا اور خشوع کے ساتھ قلب کے رنگین ہونے سے تمام جسد بھی رنگین ہو جاتا ہے اور دونوں قدموں کے درمیان بقدر چار انگشت کے وسعت رکھے کیونکہ دونوں ٹخنوں کا ملا لینا صفد ہے جسکی ممانعت آئی ہے اور ایک پاؤں کو نہ اٹھائے رکھو کہ یہ صفن ہے جسکی ممانعت آئی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صفن اور صفد سے ممانعت فرمائی ہے اور جب صفن منہی عنہ ہے تو ایک پاؤں پر زیادہ زور دینا اور دوسرے پر نہ دینا اسمیں بھی صفن کے کچھ معنے ہیں پس اولی رعایت اعتدال کی ہے دونوں پاؤں پر بوجھ دینے میں اور اشتمال صماء بھی مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ سینہ کیطرف سے نکالے (یعنی لپیٹے ہوئے کپڑے کے اوپر سے ہاتھ باہر نکالے اور مشہور تفسیر اسکی اور ہے) اور سدل سے بھی بچے اور وہ یہ ہے کہ کپڑے کے کنارے زمین میں لٹکا دے پس اسمیں معنی تکبر کے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ وہ یہ ہے کہ کپڑے میں لپٹ جاوے اور دونوں ہاتھ اندر ہی رکھے اور رکوع و سجدہ اسیطرح کرے اور اسی کے حکم میں یہ صورت بھی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ آستین کے اندر کرلے (عبارت کے اتصال سے تو یہ سدل کی تفسیر ہونا چاہیئے مگر اقرب تفسیر صماء کی ہے گو لفظاً بعید ہے) اور کپڑا سمیٹنے سے بچا اور وہ یہ ہے کہ سجدہ میں جانے کے وقت اپنے کپڑے اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا دے اور اختصار بھی مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ کوکھ پر رکھ لے اور صلب بھی مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ دونوں کوکھوں پر رکھ لے اور دونوں بازوں کو (بغلوں سے قدرے) علحدہ رکھے پس جب نماز میں اس ہیئت سے کھڑا ہو جائے جو ہم نے ذکر کی ہے اور اسنے قیام کو تام اور کامل کر لیا پس آیت توجیہ اور دعا کو پڑھے تمام مکروہات سے بچتا ہوا جیسا ہم نے (قریب) ذکر کیا پھر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے اور اسکو ہر رکعت میں قرأت سے پہلے کہے اور فاتحہ اور ما بعد کی قرأت حضور قلب اور اجتماع فکر اور موافقت بین القلب و اللسان کے ساتھ مع وصل و قرب و ہیئت و خشوع و خشیت و تعظیم و وقار و مشاہدہ و مناجاۃ کے کامل حصے کے پڑھے اور اگر فاتحہ اور ما بعد کی

قرارت کے درمیان میں جبکہ یہ امام ہو سکتہ ثانیہ میں یہ دعا پڑھ لے تو بہتر ہے (حنفیہ کے نزدیک سکتہ ثانیہ نہیں ہے اسلئے یہ دعا بھی نہیں دعایہ ہے) اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب ونقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد اور اگر اسکو سکتہ اولے میں کہہ لے تب بھی بہتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے اسکو کہا ہے (حنفیہ کے نزدیک نوافل پر محمول ہے) اور اگر تنہا ہو تو اس دعا کو قبل قرأت پڑھ لے اور بندہ اسکو جان لے کہ تلاوت (کی صورت) لسان کا ناطق ہونا ہے اور اُس (تلاوت) کی حقیقت قلب کا ناطق ہونا ہے اور جو شخص کسی سے کچھ خطاب کرتا ہے (قاعدہ یہ ہے کہ) وہ اپنی زبان سے بات کرتا ہے اور اوسکی زبان اوسکے مافی القلب سے تعبیر کرتی ہے اور متکلم کو بدون واسطہ زبان کے اپنے مخاطب کا سمجھا دینا ممکن ہوتا تو وہ ایسا ہی کرتا (کیونکہ اصل مقصود تو مافی الضمیر کا اعلام ہے) لیکن چونکہ بدون کلام کے سمجھانا متعذر ہو گیا اسلئے زبان کو (بضرورت) ترجمان بنایا گیا ہے (جب یہ مقدمہ ممہد ہو گیا) تو (اب سمجھنا چاہئے کہ) جب زبان سے بدون موافقت قلب کے کچھ کہا (جیسا عام عادت ہے کہ زبان چلتی ہے اور دلمیں اوسکا نشان بھی نہیں) تو نہ زبان ترجمان ہوئی اور نہ قاری متکلم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی حاجت سُناتا ہوا ورنہ خدا کی بات سُننے والا ہوا کہ خدا تعالےٰ جو اس سے خطاب فرماتے ہیں یہ اوسکو سمجھتا ہو (خدا تعالےٰ کا خطاب یا تو مضامین قرآن ہیں یا واردات الہامیہ) اور اسکے پاس کچھ بھی نہیں بجز اس کے کہ زبان کو حرکت ہو ایسے قلب سے جو زبان سے کہی ہوئی بات کے قصد سے غائب ہو پس مراد اور یہ ہے کہ متکلم اور مناجات کرنے والا ہو یا سُننے والا خیال رکھنے والا ہو (یہ منع الخلو ہے) سوا دنیٰ مرتبہ اہل خصوص کا نماز میں جمع کرنا ہے قلب اور لسان کا تلاوت میں اور اس سے آگے خواص کے اور احوال ہیں کہ اوسکی شرح طویل ہے بعض نے کہا ہے کہ میں کبھی نماز میں داخل نہیں ہوا کہ مجھکو کوئی اور خیال آیا ہو بجز اسکے جو زبان سے پڑھوں اور عامر بن عبداللہ سے کہا گیا کیا تم نماز میں دُنیا کی کوئی بات (دلمیں) پاتے ہو فرمایا مجھپر بھالے سنانوں یعنی بھالوں کا واقع ہونا مجھکو زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں نماز میں وہ چیز

۳۲

اصول ومقاصد رسالہ ہذا وضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اشاعت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالی شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے اڑہائی جزو سے کم نہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑہ جائیگا۔ قیمت سالانہ [illegible] ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ [illegible] کی گئی ہے۔

(۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے [illegible] وی پی ہوگا امسال [illegible] کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۵ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں جماعت انتخاب التالیفات مقیم خانقاہ تھانہ بھون۔ مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

راقم

رفیق احمد مالک امداد المطابع ومدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

جمادی الثانی کے رسالہ میں صفحہ ۳۲ پر بذیل اطلاع یہ شائع کیا گیا ہے کہ آئندہ رسالہ کی نسبت بھی مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ مدیر کی امداد فرمایا کرے گی۔

چنانچہ جماعت مذکورہ جن قواعد و ضوابط کے مطابق عمل پیرا ہے بغرض آگاہی عام وہ حسب ذیل شائع کئے جاتے ہیں تاکہ اگر کسی کو پسند آویں تو وہ بھی دستور العمل بنا سکیں۔

قواعد و ضوابط برائے جماعت انتخاب التالیفات

مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

(۱) اس جماعت کی قائمی کا مقصود اصلی یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہم العالی کے ملفوظات و مکتوبات روزانہ کو قبل اشاعت اس نظر سے ملاحظہ کرے کہ

(الف) آیا اس میں کوئی ابہام کسی شخص کی تنقیص کا تو نہیں ہے۔ (ب) کوئی امر موہم دعویٰ یا اپنی ذات کی مدح کا تو نہیں ہے۔ (ج) کوئی امر ایسا تو نہیں ہے کہ جسکے خلاف شرع ہونیکا وہم ہوسکے (د) کوئی ایسا مضمون تو نہیں ہے کہ جس میں کوئی مستند بافادہ عموم مذکرہ بالا صورتوں میں ملفوظات مذکورہ رجسٹر النقل میں نقل کر دیا جاوینگے، ورنہ بصورت دیگر حذف کئے جاویں گے۔

(۲) اس جماعت میں تین ممبر ہوں گے۔

جس وقت کوئی ممبر چلا جاوے یا کسی وجہ سے علحدگی اختیار کرے تو بقیہ ممبران بعد مشورہ حضرت مولانا مدظلہم تیسرا ممبر مقرر کریں گے۔

(۳) جس مسودہ کو یہ جماعت ملاحظہ کرے اسکے آخر میں اپنے دستخط ثبت کردے۔ مہر جماعت انتخاب التالیفات ایک شخص معتمد کے پاس رکھی جاویگی جس وقت مسودہ دیکھ لیا جاوے تو جماعت میں سے ایک ممبر معتمد علیہ کے پاس جاکر اپنے دستخطوں کے نیچے مہر ثبت کردیں اور اپنا نام مہر کے نیچے ان الفاظ سے لکھدیں (مہر کنندہ)

(۴) مسودہ ملاحظہ طلب میں کسی مضمون کی بابت اگر کسی ایک ممبر کی رائے اسکی عدم اشاعت پر ہو تو اس مضمون کی اشاعت نہ کی جاوے۔

(۵) اگر حضرت مولانا کی تالیفات میں کسی دوسرے شخص کا مضمون شامل ہو اور اس مضمون میں بھی کسی امر مذکورہ (دفعہ ۱) کا احتمال ہو تو اسکی نسبت بھی حسب قواعد مذکورہ بالا عمل ہوگا لیکن جس شخص کا وہ مضمون ہے اگر وہ بھی خود وہیں شامل کرلیا جاویگا اگر وہ اختلاف ممبران کو رفع کرسکے تو اسکی اشاعت نہیں کیجاویگی۔ اگر کسی وجہ سے صاحب مضمون موجود نہ ہو تو ممبران جماعت کو ہر طرح اسکی اشاعت یا عدم اشاعت کا اختیار ہوگا۔

جماعت انتخاب التالیفات تھانہ بھون

(۶) اگر کسی ملفوظ میں جامع ملفوظات کو کچھ اختلاف ہو تو وہ اسی ملفوظ کو ضبط کریں کہ ذکر ایسے ملفوظات کو لکھکر اپنی رائے کیساتھ شائع کرنے میں محبین کی دلشکنی کا باعث ہوتا ہے گو جناب ملفوظ کو ان امور کی طرف اصلا التفات نہیں ہے۔

(۷) مضامین جنکو جماعت ملاحظہ کرتی ہے امداد المطابع میں طبع ہوتے ہیں، اسلئے موجودہ ممبران میں سے کوئی ممبر یا ان کے بعد جو جدید ممبر مقرر ہو وہ اپنے وقت کا معاوضہ لینا چاہیگے تو مطبع نہایت خوشی سے ان کو معاوضہ دینے کو تیار ہے فقط
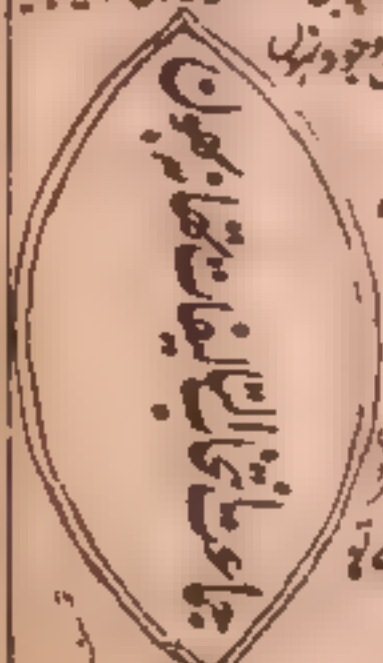
۷۸۶

قال الله تعالیٰ

رب زدنی علما

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علینا

اسمش لاقلابیکه دال ست بر طلب زیادت عموم امداد و مدد بیکمال است
بر مسند بیت قدسی از فضل و دهش صحیفه شهریه

الامداد

مشتمل بر شعب علمیه متنوعه خمسه سلسله و دائره

یعنی امداد الفتاوی فی الفقه و اعتدال و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالبسوق الجدیده و تربیة السالک فی الاحوال الخ بعد من السلوک الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال بعامه سینه و ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفة النقلیة و العقلیه که کل آن یا از افادات سلسله حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظله است باز جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب و العجم مولانا الحاج شاه محمد امداد الله ست که لقب صحیفه مشیر ست بتبرک بنام نامیش نیز رخاسمها الاشتات که از تحقیقات دائره دیگر اهل فضل ست

جلد (۴)	بابت ماه شوال و ذیقعده سنه ۱۳۳۶ هجری	عدد ([illegible])

باداره الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تهانه بهون جلوه نمودن گرفت

فہرست مضامین

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے (۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے (۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا (۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔ (۵) کسی ماہ کا رسالہ ۳۲ صفحے کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ ۱ؔ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ ۲ کی گئی ہے (۶) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کر کے ۔۔ کا وی پی ہوگا۔ امسال ۔۔ کا وی پی ہوگا۔ (۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔ (۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے ان کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۰ھ سے بھیجے جاویں گے سوا ابتدا سے خریدار سمجھے جاویں گے۔ (۹) قیمت ہمیشہ پیشگی بھیجی جاوے گی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں (۔) اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقیہ قیمت نسبۃً ادا کر دی جاوے گی۔ (۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں بہ عنایت و تحت التحقیقات بقیہ خانقاہ حقہ ۔۔ مجیب مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتی ہیں (۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام ۔۔ ہونی چاہئیں (۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب بطور رسالہ ہیں براہ مہربانی ۔۔ مفہوم ۔۔ جواب کی ۔۔ ہو۔

محمد یحییٰ احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ تھانہ بھون

ترجیح الراجح

حصہ ششم

فصل دوم در تحقیق حکم بعض مغلوبین

بذیل حکایت (۳) مندرجہ الامداد جمادی الاخریٰ ۳۶ھ از نمبر (۴) کے جواب میں۔ اس شخص کے حکم فقہی سے تعرض نہ کرنے کی وجہ ذکر کرکے حضرات اہل علم کے فتاوے کا خلاصہ نقل کرکے وعدہ کیا گیا تھا کہ کسی موقع پر ان کو بعینہا مع ایک مفصل تحریر ایک صاحب علم کی مرتب کرکے اگر کوئی صاحب شائع کرنے کے لئے مانگیں گے دیدیے جاویں گے آہ صفحہ (۲۳) چنانچہ اب اسکا موقع آگیا اس فصل میں اُس وعدہ کا ایفاء ہے اور وہ مشتمل ہے چند اجزاء پر۔

جزو اوّل سوال متعلق واقعہ۔ جزو دوم جواب سہارنپور۔ جزو سوم جواب دیوبند۔ جزو چہارم جواب سوال متعلق جسم جز بلند دیوبند۔ جزو پنجم جواب دہلی مع ضمیمہ۔ جزو ششم تحریر صاحب علم موصوف بالا۔ جزو ہفتم۔ ایک خط مختصر صاحب علم بالا بعبارت عام فہم۔

(نوٹ) اس مقام پر حکایت مذکورہ کے خاتمہ کی اُس عبارت کو جسکا حاصل اپنی رائے کو ان فتاوٰی میں دخل نہ دینا اور ان فتاوے کو بعینہا نقل کرکے سبکدوش ہو جانا ہے الامداد سے مکرر نقل کرتا ہوں وہی ہذہ۔ اب میں اس باب میں علماء کی تحقیقات کو (جنہیں بعضے میرے اس شخص کو معذور سمجھنے کی بنا پر حکم فقہی سے تعرض کے ضروری نہ جاننے کے من کل الوجوہ مؤید ہیں) ظاہر کرکے سبکدوش ہوتا ہوں اب علماء اپنی تحقیق سے اور عوام اپنے معتقد فیہ علماء کی تقلید سے اور اسی طرح صاحب واقعہ بھی ان فتووں کی تنقیح سے حکم فقہی معلوم فرمالیں آہ۔

کتبہ اشرف علی شوال ۳۶ھ

ف۱ البتہ کہیں کہیں ایک پہلو کے ساتھ دوسرے پہلو کا پتہ حاشیہ پر اسلئے دیدیا ہے کہ اہل علم کو دونوں پر نظر کرکے تنقیح میں سہولت ہو بدون اس کے کہ ایک پہلو کو دوسرے پہلو پر ترجیح دی جاوے ۱۲۔

ف۲ اس مقام پر اس حاشیہ کا اعادہ ضروری ہے جو الامداد جمادی الاخریٰ ۳۶ھ کی سطر اخیر پر وہی ہذہ در اصل مدعا میں یہ سب فتوے متحد ہیں یعنی ۱ عدم حکم بالارتداد ۲ بقاء نکاح زوجہ یعنی عدم حرمتہ زوجہ ۳ عدم جواز نکاح زوجہ منکوحہ ثانی در جواب [illegible] پس ان فتووں کے باہم مخالف ہونے کا شبہ نہ کیا جاوے ۱۲ منہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جزو اوّل سوال متعلق واقعہ

ایک شخص کہتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جگہ زید نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اوسکو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اِس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے زید نکل جاتا ہے حالانکہ مجھکو اِس بات کا علم ہے کہ اسطرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو زید کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔ اور بھی چند شخص اوسکے پاس تھے۔ لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اسکے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری۔ اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی۔ اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب و بیداری میں زید کا ہی خیال تھا۔ لیکن حالتِ بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اِس بات کا ارادہ ہوا کہ اِس خیال کو دل سے دور کیا جاوے۔ اسواسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا۔ اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ اللّٰھم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا زید حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں۔ زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی۔ خوب رویا انتہیٰ۔

اِس واقعہ کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں۔ اُن کے متعلق جو حکم شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کا ہو صاف اور مدلل ارشاد فرمایا جاوے۔

نمبر ۱۔ صاحب واقعہ کے بیان سے بالکل واضح طور پر ظاہر ہے کہ وہ خواب میں قصد صحیح کلمہ

پڑھنے کا کرتا تھا مگر اوسکی زبان سے بلا قصد و اختیار غلط کلمہ نکلتا تھا۔ نیز اوسکے الفاظ "اتنے میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں انتہی۔ ظاہر کر رہے ہیں کہ غلط کلمہ پڑھنے کے وقت اوسے اُس غلطی کا احساس نہ تھا۔ پھر باوجودیکہ یہ حالت خواب تھی اور وہ اس حالت میں اگر بہ اختیار تخیل بھی غلطی کرتا جیسے کہ کوئی خواب میں اپنے اختیار تخیل سے زنا کرے تو وہ بحکم رُفع القلم عن ثلثۃ الخ معذور تھا۔ لیکن وہ اپنے حُسن اعتقاد کی بنا پر بلا شعور اور بلا اختیار بھی اس غلطی کو اچھا نہیں سمجھتا اور شعور و احساس غلطی کے بعد خواب ہی میں اوسکا تدارک کرنا چاہتا ہے اور صحیح کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہے۔ مگر وہ اوسکا خیالی شعور و اختیار پھر فنا ہو جاتا ہے اور پھر بلا اختیار و شعور اُس سے وہی غلطی سابق سرزد ہوتی ہے اور جبکہ وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر اسکو بھی گوارا نہیں کرتا کہ خواب میں بھی اور بلا شعور و اختیار بھی میری زبان سے الفاظ خلاف شریعت نکلیں اور اسلیے پھر اُس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا ہے مگر وہ پھر مسلوب الاختیار ہو جاتا ہے اور بلا قصد اور بلا اختیار اُس سے وہی غلطی کا صدور ہو جاتا ہے۔ غرضکہ وہ اپنی صحت اعتقاد کو صاف صاف لفظوں میں ظاہر کرتا ہے اور اوسکے کسی لفظ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اوسکے عقیدہ میں کوئی خلل ہے بلکہ اوسکے بیان سے اوسکا کمال خوش عقیدہ ہونا اور اپنی غلطی غیر اختیاری پر بھی سخت متوحش اور نادم ہونا ظاہر ہوتا ہے اور جس غلطی کا وہ اقرار کرتا ہے اوسکی نسبت وہ کہتا ہے کہ وہ مجھ سے بلا میرے کسی قصد اور بلا کسی اختیار کے صادر ہوئی۔ ایسی حالت میں آیا اوسکو دعوی بطلان شعور و قصد و اختیار میں صادق سمجھا جائیگا یا کاذب۔ اگر کاذب سمجھا جائے تو کیوں۔ آیا اسلیے کہ عقلاً یا شرعاً ایسا ہونا ممکن ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔ جو صورت ہو اوسکو موجہ بیان فرمایا جاوے۔ اور اگر صادق سمجھا جاوے تو پھر اوسکا سقوط قصد و اختیار و شعور[ع۵] عذر شرعی قرار دیا جاویگا یا نہیں۔ اگر اوسکو عذر شرعی

ع۵ سقوط شعور کا علم اصالۃً حالت منام کے اعتبار سے ہے اور حالت تیقظ کے اعتبار سے دلالۃً اسطرح سے کہ صاحب واقعہ کہتا ہے کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں الخ اس کے ان الفاظ سے کہ اتنے میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے غلطی ہوئی ظاہر ہوتا ہے کہ اول مرتبہ غلطی کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا اور بعد کی غلطیوں کا اعتبار بھی حالت اولی کے مماثل حالتیں تھیں اسلیے ظاہر یہی ہے کہ انمیں بھی اسے اس غلطی کا احساس نہ ہوا اور ایک نفی شعور سے اُس شعور کی نفی مراد ہے جو معتدبہ ہو ورنہ نفی مطلق شعور تو سکران اور مجانین اور معتوہین کو بھی ہوتا ہے جو کہ قابل اعتبار ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سائل کے بیان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی یہ حالت جو منشا غلطی تھی مستمر نہ تھی بلکہ دورہ کے طور پر

(بقیہ ملاحظہ ہو بر صفحہ ۹)

نہ قرار دیا جاوے تو اسکی کیا وجہ ہے۔ حالانکہ اصول امام فخر الاسلام بزدوی صفحہ ۳۴۷ میں ہے "ان السکران
اذا تکلم بکلمۃ الکفر لم تبن منہ امرأتہ استحسانا"۔ اور صاحب کشف نے اس کی شرح میں لکھا ہے "وجہ الاستحسان
ان الردۃ تبتنی علی القصد والاعتقاد ونحن نعلم ان السکران غیر معتقد لما یقول بدلیل انہ لا یذکرہ بعد الصحو وما
کان عن عقد القلب لا ینسی خصوصا المذاہب فانہا تختار عن فکر وروِیّۃ وعما ہو الحق من الامور عندہ
واذا کان کذلک کان ہذا عمل اللسان دون القلب فلا یکون اللسان معبرا عما فی الضمیر فجعل کانہ لم ینطق
بہ حکما کما لو جری علی لسان الصاحی کلمۃ الکفر خطاء کیف ولا یخلو سکران من التکلم بکلمۃ الکفر عادۃً وہذا
بخلاف ما اذا تکلم بالکفر ہازلاً لانہ بنفسہ استخفاف بالدین وہو کفر وقد صدر عن قصد صحیح فیعتبر وتمسک بعضہم بما
روی ان واحدا من کبار الصحابۃ سکر حین کان الشرب حلالا فقال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہل انتم الا عبیدی وعبید آبائی ولم یجعل ذلک منہ کفرا۔ وقرأ سکران سورۃ قل یا ایہا الکافرون
فی صلوٰۃ المغرب وترک لاآت فنزل قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ ولم یحکم النبی
صلی اللہ علیہ وسلم بکفرہ ولا بالتفریق بینہ وبین امرأتہ ولا بتجدید الایمان فدل ان بالتکلم بکلمۃ الکفر
فی حال السکر لا یحکم بالردۃ کما لا یحکم بہا فی حالۃ الخطاء والجنون فلا تبین منہ امرأتہ ولقائل ان یقول
ہذا التمسک غیر مستقیم ہہنا۔ ان کلامنا فی السکر المحظور وکان ذلک السکر مباحا لان الشرب کان
حلالاً فصیرورتہ عذراً فی عدم اعتبار الردۃ لا یدل علی صیرورۃ المحظور عذراً فیہ"۔ انتہی

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ اگر کسی کی زبان سے کلمۂ کفر نکلے مگر نہ وہ دل سے اوسکا
اعتقاد رکھتا ہو اور نہ اوسنے بقصد واختیار صحیح وہ کلمہ کہا ہو تو ایسے شخص پر ردت کا حکم نہ کیا جاویگا
خواہ منشا اوسکا سکر ہو یا خطا یا جنون یا کچھ اور۔ کیونکہ مناط حکم عدم۔ مواطات قلب باللسان
وعدم قصد واختیار صحیح قرار دیا گیا ہے نہ کہ خصوص سبب۔ لیکن بعض کے نزدیک صرف اتنی قید
اور ملحوظ ہے کہ سبب مزیل اختیار محظور شرعی نہو۔ اس تحقیق مناط کے بعد حسب ضابطہ واقعہ کی معذوری

بقیہ از صفحہ ۵۔ طاری ہوتی تھی جب یہ حالت طاری ہوتی تھی اوسوقت اسکا اختیار وشعور باطل ہوجاتا تھا اور
جب وہ زائل ہوجاتی اوسوقت شعور وغیرہ عود کر آتا تھا لیکن چونکہ حالت طاریہ میں شعور بالکل باطل ہوتا تھا
اسلئے بعد افاقہ اسے خیال ہوتا تھا کہ مجھسے غلطی ہوئی جیسے کہ بیداری کے بعد آدمی کو خواب کے واقعات یاد آتے ہیں
اور یاد آنے کے بعد وہ پھر اوس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا تھا مگر پھر اسپر دورہ پڑتا تھا اور وہ پھر مجبور ہوجاتا تھا رہی
یہ بات کہ اس دورہ کا سبب کیا تھا آیا جسمانی یا خارجی اسکی تعیین نہیں ہوسکتی واللہ اعلم ۱۲ منہ

ظاہر ہے۔ کیونکہ وہاں مواطات قلب باللسان بھی مفقود ہے اور قصد و اختیار صحیح بھی۔ اور سبب مزیل اختیار محظور شرعی بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خود اوسکا اختیاری نہ تھا۔ پس ایسی حالت میں اوسکو معذور نہ کہنے کی کیا وجہ ہے۔ اور جبکہ سکران کو معذور قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اوسنے اپنے اختیار کو ایک سبب اختیاری کے ذریعہ سے باطل کیا ہے تو وہ شخص کیوں نہ معذور ہوگا جسکے اختیار کو زوال اختیار میں بھی دخل نہ تھا۔ یا جبکہ سکران کے عدم مواطات قلب ثابتہ بدلالۃ الحال کا اعتبار کیا جاتا ہے تو ایسے شخص کے عدم مواطات قلب کا کیسے انکار کیا جاویگا جو بیزار زبان اس کلمۂ کفر سے بیزاری ظاہر کر رہا ہے۔ اور جبکہ خاطی کو معذور قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اگر وہ فعل خطا کا قصد نہیں کرتا تو اوس سے بچنے کا بھی اہتمام نہیں کرتا۔ تو صاحب واقعہ کو کیوں نہ معذور قرار دیا جائیگا جبکہ وہ اوس سے بچنے کا امکانی اہتمام بھی کر رہا ہے۔ نیز جبکہ مکرہ کو معذور قرار دیا گیا اور اگرچہ اوسنے کلمۂ کفر بہ اختیار جاری کیا مگر چونکہ وہ اس اختیار میں مقسور بحد معتبر عند الشرع تھا اسلئے اوسکے اس اختیار کو کالعدم قرار دیا گیا اور اوسپر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا۔ چنانچہ درمختار جلد خامس صفحہ ۱۳۳ میں ہے " ولا ردتہ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان فلا تبین زوجتہ لانہ لا یکفر بہ والقول لہ استحسانا۔ وفی رد المحتار تحت قولہ لا یکفر بہ قال فی الہدایۃ لان الردۃ تتعلق بالاعتقاد الا تری لو کان قلبہ مطمئنا بالایمان لا یکفر وفی اعتقادہ الکفر شک فلا تثبت البینونۃ بالشک اہ منتحہ وقال تحت قولہ استحسانا وجہ الاستحسان ان ہذہ اللفظۃ غیر موضوعۃ للفرقۃ وانما تقع الفرقۃ باعتبار تغیر الاعتقاد والاکراہ دلیل علی عدم تغیرہ فلا تقع الفرقۃ ولہذا لا یحکم علیہ بالکفر زیلعی انتہی۔

تو جو شخص بالکل مسلوب الاختیار ہو وہ اوس امر خاص میں جسمیں اختیار ناقص بہ نقصان معتبر عند الشرع کالعدم سمجھا جاتا ہے کیوں نہ معذور قرار دیا جائیگا اور کیوں نہ اوسکو مجنون یا معتوہ یا مسحور کی حد میں داخل کیا جائیگا۔ اور اگر اوسکو عذر شرعی قرار دیا جائے تو اوسپر زجر یا ملامت کرنا یا اوسکو تجدید ایمان و نکاح کا حکم کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ احتیاطاً اوسکو تجدید ایمان و نکاح کرنا چاہیے تو پھر یہ سوال ہے کہ آیا یہ احتیاط واجب ہے یا مستحب۔ اگر واجب ہے تو اوسکی دلیل کیا ہے اور اسوقت اوسکے معذور ہونے کے کیا معنے ہونگے۔ نیز اگر اس صورت میں زوجہ قبول نکاح جدید پر راضی نہ ہو اور دوسرے سے نکاح کرے تو اس نکاح کا

کیا حکم ہے۔ اور اگر مستحب ہی تو اِس امر کی صاف طور پر تصریح ہونی چاہیئے کہ نکاح اوّل بحالہ باقی ہی اور عورت کو کسی دوسرے سے نکاح جائز نہیں۔ تاکہ وہ مجمل الفاظ سے مغالطہ میں پڑکر کسی اور سے نکاح کرنے پر جرأت نہ کرسکے۔

نمبر۲۔ اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے کہ صاحب واقعہ اگر واقع میں بے اختیار تھا تب تو معذور ہے اور اِس صورت میں تجدید ایمان و نکاح صرف رفع تہمتِ عوام کیلئے اور محض مستحب ہی اور اگر وہ واقع میں بے اختیار نہ تھا بلکہ وہ درحقیقت تکلم بکلمہ حقہ پر قادر تھا مگر اوسنے اوسے ترک کیا اور کلمہ کفر زبان پر لایا تو معذور نہیں ہے اور اِس صورت میں تجدید ایمان و نکاح اوسپر واجب ہے۔ اور معیار اوسکے صدق و کذب کا اوسکے تدین و صلاح کو قرار دیا جاوے تو آیا اس واقعہ کا یہ جواب بروئے قواعد شرعیہ صحیح ہے یا نہیں۔

جزو دوم جواب سہارنپور

صورۃ مسئولہ میں خواب دیکھنے والے کے متعلق سوال میں سائل نے دو امر ونکا ذکر کیا ہے۔ اوّل یہ کہ صاحب خواب سے خواب میں کلمہ شریف لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ غلطی سے بجائے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زید کا نام نکلتا ہے اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ میں کلمہ غلط پڑھ رہا ہوں اور صحیح پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن مجبوراً بے ساختہ بجائے نام مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زید کا نام بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بعد بیداری بیداری کی حالت میں بھی کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اور پھر ایسی کوئی غلطی نہ ہوجائے کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے اللہم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے نام مبارک کی جگہ زید کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بارہ میں بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں جو کلمہ اوسکی زبان سے نکلتا ہے وہ کلمہ کفر کا ہے غیر نبی کو نبی یا رسول کہنا صریح کفر ہے لیکن امر اوّل ایک خواب کی حکایت ہے اور جو کفر کا کلمہ حکایۃً تکلم کیا جائے خواہ وہ حکایت کسی دوسرے کافر کے قول کی ہو یا اپنے ہی اُس قول کی جسکا

ہو جو ایسی حالت میں سرزد ہو جسمیں شرعاً وہ معذور ہو تو وہ تکلم بکلمۃ الکفر کفر پر دال نہ ہوگا اور نہ موجب ارتداد ہوگا نہ دیانۃً نہ قضاءً لہذا جو اوسنے اپنے خواب کی حکایت کی ہے اور تکلم بکلمۃ الکفر حکایۃً کیا ہے اوسپر شرعی مواخذہ نہیں ہے۔ البتہ بیداری کے بعد وہ جو یہ کہتا ہے اللہم صل علی سیدنا و مولانا و نبینا زید جو امر دوم ہے یہ کلمہ کفر کا ایسی حالت میں کہتا ہے جو حالت معذوری نہیں لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ بالجملہ اوسکے تمام سوق کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرتا ہے اعتقاد سے نہیں کرتا بلکہ اسکو برا جانتا ہے اور اسی کا تدارک کرنا چاہتا ہے لیکن چونکہ زبان قابو میں نہیں سمجھتا اسلئے وہ اوسی طرح درود شریف غلط پڑھتا ہے لہذا اوسکو دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی کافر نہ قرار دیا جائیگا لیکن باعتبار ظاہر جب اوسکے عذر میں بغور نظر کیجاتی ہے تو اوسکا یہ عذر اُن اعذار شرعیہ میں سے نہیں معلوم ہوتا کہ جنکو فقہاء رحمہم اللہ تعالٰی نے عذر معتبر فرمایا ہے درمختار میں ہے وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل وسکران ومکرہ علیہا یہ شخص عاقل اور صاحی اور طائع ہونے کے باوجود متکلم بکلمۃ الکفر ہوتا ہے تو اوسکا عذر ان اعذار شرعیہ میں داخل نہیں اوسکا یہ دعوی کہ میں بے اختیار و مجبور ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے اوسوقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اوسکی مجبوری و بے اختیاری کا سبب منجملہ اُن اسباب عامۃ کے ہو کہ جو عامۃً سالب اختیار ہوتے ہیں مثلاً جنون۔ سکر۔ اکراہ۔ عتہ اور حالت موجودہ میں جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اوسکے لئے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامۃ سالب اختیار سے ہو کیونکہ اوسکی بے اختیاری کا سبب کوئی اوسکے کلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جسکو سالب اختیار قرار دیا جائے اگر ہے تو وہ غلبۂ محبت زید ہے اور غلبۂ محبت سوالب اختیار میں سے نہیں غلبۂ محبت میں اطراء کا تحقق ہو سکتا ہے جسکو شارع علیہ التحیۃ والتسلیم نے محظور و ممنوع فرمایا ہے لا تطرونی کما اطرت الیہود والنصارٰی ولکن قولوا عبد اللہ ورسولہ اگر غلبۂ محبت اور اوسکا شغف سالب اختیار ہوتا تو نہی عن الاطراء موجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا نہی عن الاطراء خود دال ہے کہ شغف محبت سالب اختیار نہیں ہے اسی وجہ سے اطراء سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہی فرما رہے ہیں لہذا شرعاً اوسکا یہ دعوی معتبر نہ ہوگا علاوہ ازیں یہ شخص اگر اسکی زبان قوت

سلہ ملاحظہ ہو حقہ قول اس واقعہ کے متعلق ای قول لیکن یہ ضروری نہیں حنہ ۲ ۲صفحہ۱۲ قولہ شبہ نجم ۱۲

تکلم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اوسکے اختیار میں تھا کہ وہ جب[عہ] یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کر سکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا لہذا ایسی حالت میں اِس کلمہ کے تکلم کا یہ حکم ہوگا کہ اوسکو اسمیں شرعًا معذور نہیں سمجھا جائیگا علامہ شامی نے حاشیہ ردالمحتار باب المرتد میں لکھا ہے وقولہ (لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن) ظاہرہ انہ لایفتی بہ من حیث استحقاقہ للقتل ولا من حیث الحکم ببینونۃ زوجتہ وقد یقال المراد الاول فقط لان تاویل کلامہ للتباعد عن قتل المسلم بان یکون قصد ذلک التاویل وہذا لاینافی معاملتہ بظاہر کلامہ فیما ہو حق العبد وہو طلاق الزوجۃ بدلیل ماصرحوا بہ من انہ اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأً بلا قصد لایصدقہ القاضی وان کان لایکفر فیما بینہ وبین ربہ تعالیٰ فتامل ذلک اور علامہ شامی دوسری جگہ باب المرتد ہی میں لکھتے ہیں وفی البحر عن الجامع الاصغر اذا اطلق الرجل کلمۃ الکفر عمدًا لکنہ لم یعتقد الکفر قال بعض اصحابنا لایکفر لان الکفر یتعلق بالضمیر ولم یعقد الضمیر علے الکفر وقال بعضہم یکفر وہو الصحیح عندی لانہ استخف بدینہ اھ بنابر علی ہذا باعتبار بعض احکام ظاہر اُس قائل کو دعویٰ بطلان قصد و اختیار میں ظاہرًا صادق نہیں سمجھا جائیگا اور بطلان شعور و ادراک کا وہ خود مدعی نہیں ہے بلکہ بطلان اختیار کا اور زبان قابو میں نہ ہونے کا مدعی ہے معلوم نہیں کہ سائل نے بطلان شعور اوسکے کس لفظ سے سمجھا ہے[عہ] تقریر بالا سے واضح ہوگیا کہ جو عبارۃ سائل[عہ] نے اصول امام فخر الاسلام بزدوی رح سے نقل کی ہے اوسکو مبحث مسئول عنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے محل مسئول عنہ میں نہ سکر ہے نہ اسکو قیاسًا سکر میں داخل کیا جاسکتا ہے نہ یہاں خطا ہے اور خطا میں بھی پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ خاطی کا عذر بھی قاضی نہیں قبول کر سکتا لہذا عبارۃ بزدوی میں حقیقی ردۃ کا حکم ذکر کیا گیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے مگر وہ دل سے اوسکا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص پر ردۃ حقیقیہ کا حکم نہ کیا جائیگا اور تمام احکام مرتد کے اوسپر جاری نہ کئے جائینگے کیونکہ جب تک مع اطاۃ

عہ ملاحظہ ہو ص۲۳ قولہ یہ خیال کہ جب اوسے معلوم تھا الخ و ص۲۷ قولہ شبہ اول الخ ۱۲ عہ ملاحظہ ہو رسالہ ہذا ص۱۲ قولہ اس کے معارض الخ و ص۱۲ قولہ اسکے متعلق گزارش ہے الخ و ص۲۵ قولہ اگر شبہ کیا جاوے الخ و ص۳۳ قولہ عبارت مذکورہ میں اپنی تو الیس کسی کو کچھ خبر نہیں ص۲۱ فقط عہ ملاحظہ ہو ص۲۱ کا حاشیہ للعہ ملاحظہ ہو ص۱۲ قولہ پس احقر کے نزدیک الخ ۱۲

عہ علاوہ اسکے حکم نفی شعور کا تبرع ہی باقی اصل مدار نفی اختیار پر ہے اور وہ ثابت ہے ۱۲

قلب بللسان نہو اور صدور قصد و اختیار صحیح سے نہو او سوقت تک اوسکو دیانۃً وقضاءً مرتد نہیں کہاجاسکتا اور یہ اوسکو منافی نہیں ہے کہ باعتبار بعض احکام ظاہراً اوسکو احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح اور استغفار و توبہ کا حکم کیا جائے اور اسی طرح سوال میں جو عبارۃ درمختار جلد خامس کتاب الاکراہ سے نقل کیگئی ہے ولاردۃ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان فلاتبین زوجتہ اس عبارۃ کا بھی وہی جواب ہے جو عبارت اصول بزدوی رح کا جواب دیاگیا ہے درمختار باب نکاح الکافر میں ہے مایکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اسپر علامہ شامی فرماتے ہیں قولہ وتجدید النکاح اے احتیاطاً وقولہ احتیاطاً اے یامرہ المفتی بالتجدید لیکون وطوہ حلالاً بالاتفاق وظاہرہ انہ لایحکم القاضی بالفرقۃ بینہما وتقدم ان المراد بالاختلاف ولو روایۃ ضعیفۃ ولو فی غیر المذہب اھ صورۃ موجودہ میں جو کلام کہ صاحب واقعہ نے زبان سے نکالا ہے اوسکا کلمہ کفر ہونا باعتبار ظاہر مختلف فیہ نہیں ہے اور یہ حسب روایات مذکورہ اسکو مقتضی ہے کہ اوسکو بالضرور تجدید ایمان و نکاح کا حکم کیاجائے اور وجہ اسکی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوچکی کہ تکلم بکلمۃ الکفر ہونا مختلف فیہ نہیں ہے اور سلب اختیار جسکا قائل مدعی ہے اوسکا سبب کوئی ایسا نہیں ہے کہ جسکو شرعاً سبب سلب اختیار قرار دیا جائے اور اگر[عــه] بالفرض اوسکو مسلوب الاختیار مانا بھی جائے تو اوسکا سبب حالت موجودہ میں بجز فرط محبت[عــه] زید اور کوئی نہیں ہے اور یہ سبب شرعاً سالب اختیار قرار نہیں دیا جاسکتا شرعاً تو اور مناط حکم نہیں قرار دیئے گئے ہیں بکمام۔

گذشتہ تقریر سے معلوم ہوچکا ہے کہ صاحب واقعہ کا حادثہ ذوجہتین[عــه] ہے ایک جہۃ وہ ہے کہ جس سے فیما بینہ وبین اللہ تعالے اوسکو مومن قرار دیا جاتا ہے دوسری جہۃ ظاہر اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے کہ جسپر اوسکو مامور بتجدید الایمان والنکاح کیا جاتا ہے اور ہر فقہاء رحمہم اللہ تعالے تصریح کرتے ہیں چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے وفی الخلاصۃ وغیرہا اذا کانت فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم زاد فی البزازیۃ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلاینفعہ التاویل۔ یہی وجہ ہے کہ اوسکو مامور

عــه ملاحظہ ہو صفحہ قولہ شبہ چہارم الخ ۱۲ عــه ملاحظہ ہو صفحہ قولہ اب ہم سبکا ایک اجمالی الخ ۱۲

تجدید النکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے اس صورۃ میں فیما بینہ وبین اللہ تعالےٰ نکاح اول بحال باقی ہی لہذا اوسکی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے فقط

کتبہ احقر

خلیل احمد وفقہ اللہ تعالےٰ للتزود لغد

جزو سوم جواب دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعہ مذکورہ میں یہ امر ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کی زبان سے کلمہ کفر نکلا اور اگر وہ باختیار خود بلا کسی جبر و اکراہ کے ایسا کلمہ کہتا تو اوسکے کافر ہونے میں کچھ تردد نہ تھا اور اجراء احکام کفر اوسپر یقینی تھا لیکن خواب میں بحالت نوم جو اوسنے اپنے کو متکلم اُس کلمہ کفر کے ساتھ دیکھا اور ساتھ میں ندامت اور اپنی غلطی کا احساس بھی ہے تو اوسپر حکم کفر نہ ہونا ظاہر ہے کہ اُس حالت میں وہ مکلف نہیں ہے اور مرفوع القلم ہے باقی بعد بیداری کے جو اوسنے بتدارک غلطی کلمہ شریف درود شریف پڑھا اور اوسمیں بھی بجائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے زید کا نام نکلا۔ اِسکے متعلق صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ بلا اختیار و قصد اوسکی زبان سے یہ کلمہ نکلا پس موافق اوسکے بیان کے اوسپر حکم کفر و بینونۃ زوجہ کا نہ کیا جاویگا کیونکہ ارتداد کے لئے باختیار کلمہ کفر کا زبان سے نکالنا شرط کیا گیا ہے درمختار میں ہے وفی الفتح من ہزل بلفظ کفر ارتد الخ

قولہ من ہزل بلفظ کفر اے تکلم بہ باختیارہ الخ شامی فشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع درمختار قولہ والطوع اے الاختیار شامی اور بلا اختیار و قصد اگر کسی کی زبان سے خطاءً کلمہ کفر نکلجاوے تو اوسکو مرتد و کافر نہیں کہا گیا قال فی الشامی ومن تکلم بہا مخطئا او مکرہا لا یکفر عند الکل الخ اور جبکہ حسب تصریح فقہاء محتمل میں بھی حکم کفر کا نہیں کیا جاتا اور تاویل ضعیف کی امکان کی صورت میں بھی حکم کفر منفی کیا گیا ہے تو جسکے بارہ میں فقہاء یہ لکھتے ہیں ومن تکلم بہا مخطئا او مکرہا لا یکفر عند الکل وہاں حکم کفر و بینونۃ زوجہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اور جبکہ قائل دعوی خطاء کا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ بالارادہ اوسنے ایسا نہیں کہا بلکہ بلا ارادہ

اوسکے خلاف کا کیا تو قول اوسکا مصدق ہوگا جیسا کہ خلاصۃ وغیرہا سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے

اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم زاد فی البزازیۃ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل ۔ پس جبکہ مفتی خود بلا بیان متکلم بکلمۃ الکفر اوسکے کلام میں حتی الوسع تاویل کرنے کا اور تحسین الظن بالمسلم کا مامور ہے تو جب متکلم خود صدور کلمۃ الکفر عن الخطاء کا مقر ہے تو بالضرور اوسکو اس بارہ میں صادق مانا جاویگا جیسا کہ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر بھی اسکو مقتضی ہے بلکہ وہ خلاف ارادہ موجب کفر کی تصریح کر رہا ہے لہذا اوسکو معذور رکھنے اور حکم کفر وارتداد نہ کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے اور جبکہ حکم کفر وارتداد اوسپر صحیح نہیں ہے تو حکم بینونۃ زوجہ بھی متفرع نہوگا استحبابا تجدید کر لینا بحث سے خارج ہو لیکن ضروری کہنا خلاف ظاہر ہے ۔ باقی علامہ شامی کا قول درمختار لا یفتی بکفر مسلم الخ کی شرح میں یہ کہنا وقد یقال المراد الاول فقط اسکو خود علامہ موصوف قابل تامل سمجھ رہے ہیں اور اسکی تصریح کہیں نہ دیکھنے کا اقرار کرتے ہیں جیسا کہ آخر میں کہا فتامل ذلک حررہ نقلا فانی لم ار التصریح بہ اور اسکے بعد جو قولہ سیذکر الشارح الخ نقل کیا ہے وہ اس واقعہ سے متعلق نہیں کیونکہ واقعہ مذکورہ میں عدم کفر کا حکم اتفاقی ہے اور اس موقع پر جہاں درمختار میں یہ تفصیل مذکور ہے یکون کفرا اتفاقا الخ خود علامہ موصوف خود صاحب فصول عمادیہ سے ناقل ہیں قولہ وتجدید النکاح ای احتیاطا کما فی الفصول العمادیۃ وزاد فیہا قسما ثالثا فقال وما کان خطاء من الالفاظ ولا یوجب الکفر فقائلہ یقر علی حالہ ولا یومر بتجدید النکاح ولکن یومر بالاستغفار والرجوع عن ذلک ۔ اس روایت فصول عمادیہ میں تصریح ہے کہ خطاء جو الفاظ کفر صادر ہوں اور بوجہ صدور عن الخطاء کے وہ موجب کفر نہیں ہیں تو قائل کو اوسکے حال پر رکھا جاویگا اور امر تجدید النکاح نہ کیا جاویگا۔

پس احقر کے نزدیک سوال میں جس روایت اصول بزدوی اور اوسکی شرح سے استدلال کر کے صاحب واقعہ کو معذور قرار دیا گیا ہے اور حکم کفر و بینونۃ زوجہ نہیں کیا گیا اور تجدید نکاح کو واجب نہیں کہا گیا وہ حق ہے اور جو جواب سوال مذکور کا ضمن سوال میں درج کیا گیا ہے بقولہ اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے الخ وہ جواب صحیح ہے فقط واللہ تعالی اعلم کتبہ الاحقر عزیز الرحمن عفی عنہ

۲۶ ج ۲ ۱۳۳۶ھ ۔

الجواب صحیح
شبیر احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صواب حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ کلمہ تو کلمۂ کفر ہے لیکن چونکہ حسب بیان سائل بلا اختیار زبان سے نکلا اور اسکی تکذیب کا مفتی کو کوئی حق نہیں تو قائل بالاتفاق کافر نہیں اور نہ اوسپر کوئی حکم کفر کا جاری ہوگا، اور فرق اِن دو صورتوں میں کہ کوئی کلمہ کفر کا کہکر بعد میں دعوے عدم اختیار کا کرے یا یہ کہ وہی قائل اپنی زبان سے حکایت کرتا ہو کہ مجھسے کلمۂ کفر خطاءً بلا قصد صادر ہوا اور صورت اولی میں قاضی اسکی تصدیق نکرے گو دیانۃً مصدق ہو اور صورت ثانیہ میں قاضی کو تکذیب کا حق نہیں صحیح فرق معلوم ہوتا ہے اور رد المحتار کی عبارت بدلیل ما صرح بہ من انہ اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاء بلا قصد لا یصدقہ القاضی وان کان لا یکفر فیما بینہ و بین ربہ تعالٰے اھ اسکے معارض دوسری عبارت انکی موجود ہے وما فیہ اختلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اھ در مختار قولہ وتجدید النکاح اے احتیاطاً کما فی الفصول العمادیۃ وقولہ احتیاطاً اے یأمرہ المفتی بالتجدید لیکون وطؤہ حلالا باتفاق وظاہرہ انہ لا یحکم القاضی بالفرقۃ بینہما ام رد المحتار الحاصل عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اسکے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا دیانۃً متفق علیہ ہے البتہ زوجہ اسکی اگر تصدیق نکرے تو غایت یہ کہ زوج کو حلف دے واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

جزو چہارم جواب سوال متعلق اصل جواب از دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ الکریم ؕ

علماء دین متین و مفتیان شرع مبین اس صورۃ میں کیا ارقام فرماتے ہیں کہ۔ زید نے بحالت خواب کلمۂ طیبہ میں بجائے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مولوی صاحب کا نام لیا اور بحالت بیداری اسی طرح درود شریف میں جسکے الفاظ ہیں اللہم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا تک شامل ہیں انہی کا نام پڑھا اور پھر مولوی صاحب کو یہ واقعہ لکھ بھیجا۔ اُن مولوی صاحب نے بجائے زید کو کوئی تنبیہ

نہیں کی۔ اور نہ اس خیال کے بدلنے کی کوئی صورت بتائی۔ بحالت موجودہ سوال یہ ہے کہ

(۱) زید کا اسطرح کلمۂ طیبہ اور درود شریف میں تغیر و تبدل کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(۲) جن مولوی صاحب کے روبرو زید نے یہ واقعہ پیش کیا۔ اونکا اسپر ناپسندی و ناراضی ظاہر نہ کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(۳) زید کا مذکورہ خواب اضغاث احلام (شیطانی وسوسے) میں شمار ہوگا یا۔ رویائے صادقہ (سچے خواب) میں سے؟

(۴) زید اور وہ مولوی صاحب جبتک ان کلمات سے گریز نہ کریں ان کو مسلمان سمجھنا یا انکے پیچھے نماز پڑھنا یا اُن مولوی صاحب کو پیر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

احرکم اللہ خیر الجزاء خادم العلماء والاطیار۔ ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

الجواب۔ اس واقعہ میں زید کا یہ بیان ہے کہ کلمۂ مذکورہ بلا اختیار اور بلا ارادہ زبان سے نکلا اور اس غلطی پر ندامت ہے اور اوسکی تصحیح کا قصد اور تدارک کا ارادہ ہے اور اسی خیال سے غلطی مذکورہ کا تدارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے سے کرنا چاہا مگر بلا اختیار پھر زبان سے بجائے نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی دوسرا نام نکلا اس حالت میں موافق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و روایات کتب معتبرہ اس شخص پر حکم کفر کا اتفاقاً نہیں ہے قال تعالے ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطأنا وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع عن امتی الخطاء والنسیان قال فی الدر المختار وفی الفتح ومن ہزل بلفظ کفر ارتد الخ قولہ ومن ہزل ای تکلم باختیارہ الخ شامی وفی الدر المختار باب المرتد ایضاً وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع الخ قولہ والطوع ای الاختیار شامی وفیہ ایضاً ومن تکلم بہا مخطئا او مکرہا لا یکفر عند الکل ص ۲۸۵

الحاصل زید پر بحالت مذکورہ جبکہ وہ کہتا ہے کہ بلا اختیار کلمہ کفر زبان سے نکل گیا حکم کفر باتفاق فقہاء نہیں ہے کما مر عن الشامی لا یکفر عند الکل۔ اور جبکہ قائل خاطی پر حکم کفر کا نہیں ہے تو اگر ان مولوی صاحب نے بوجہ اوسکے مجبور اور معذور ہونے کے اوسکو ملامت اور تنبیہ نہ کی تو موجب ملامت و اعتراض نہیں ہے۔ پھر غیر کا ذکر جسکو فقہاء نے کافر نہیں کہا اور جو شخص عند اللہ کافر نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکو مرفوع القلم فرمایا کافر نہ کہنا موجب کفر کیسے ہو سکتا ہے۔

احادیث صحیحہ میں ہے۔ وعن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اشد فرحاً بتوبۃ عبدہٖ حین یتوب الیہ من احدکم کان راحلتہ بارض فلاۃ فانفلتت منہ وعلیہا طعامہ وشرابہ فایس منہا فاتی شجرۃ فاضطجع فی ظلہا قد ایس من راحلتہ فبینما ہو کذلک اذ ہو قائمۃ عندہ فاخذ بخطامہا ثم قال من شدۃ الفرح اللہم انت عبدی وانا ربک اخطأ من شدۃ الفرح رواہ مسلم۔ اس حدیث سے واضح ہے کہ اگر خطاءً بلا اختیار کلمہ کفر نکل جاوے تو اوسپر حکم کفر کا نہیں ہے۔ اور اوسپر کچھ طعن اور ملامت نہیں ہے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے اس کلمہ کفر پر سوا اسکے کچھ نہیں فرمایا اخطأ من شدۃ الفرح اور یہ پہلے معلوم ہوا کہ خطاء ونسیان اس امت سے مرفوع ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۲۶ ج۲

اور یہ خواب اوسکا بیشک شیطانی اثر اور خیال تھا اور بیداری میں بھی جو کچھ اوسکی زبان سے نکلا وہ بھی شیطانی اثر تھا لیکن چونکہ بلا اختیار ہوا اسلئے اوسپر مواخذہ نہیں اور نہ اُن مولوی صاحب پر ترک ملامت معذوری کی وجہ سے کچھ مواخذہ ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔

جزو پنجم جواب دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال میں صاحب واقعہ کے دو حالتوں کے دو واقعہ مذکور ہیں ایک حالت خواب کا دوسرا حالت بیداری کا۔ حالت خواب کے واقعہ کا تو اصول شرعیہ کے موافق حکم صاف ہے کہ حسب ارشاد رفع القلم عن ثلاثۃ الخ نائم مرفوع القلم ہے۔ اور حالت نوم کا کوئی فعل اور کلام شرعاً معتبر نہیں بلکہ حالت نوم کا کلام مثل کلام طیور کے مشابہ، ور اسی حکم میں ہے لو فی التحریر وتبطل عباراتہ من الاسلام والردۃ والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء وصدق وکذب کالحان الطیور آہ ومثلہ فی التلویح فہذا صریح فی ان کلام النائم لا یسمی کلاماً لغۃ ولا شرعاً بمنزلۃ المہمل آہ (رد المحتار) پھر اس خواب کے واقعہ کی

ع۵ ملاحظہ ہو رسالہ الامداد جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ ص۱۹ تو دوسرا احتمال صنہ قول یا یہ کہ یہ شیطانی تصرف ہوا ہی تو نہ عاصی ہو۔

حکایت ایک ایسے واقعہ کی حکایت ہے کہ وہ کفر نہیں تھا۔ اگرچہ الفاظ کفریہ ہیں لیکن الفاظ کفریہ کی محض نقل کافر نہیں بناتی۔ اگر کوئی کہے نصاریٰ کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں تو اس کہنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ الفاظ کفریہ کی نقل تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے قال اللہ تعالیٰ وقالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاری المسیح ابن اللہ۔ یہ الفاظ کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور مسیح خدا کے بیٹے ہیں یقیناً کفر کے کلمات ہیں اور مسلمان انھیں رات دن تلاوت قرآن مجید اور نماز میں پڑھتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کے یہ کلمات نقل کرتے ہیں۔ تو جبکہ ان کلمات کا نقل کرنا باوجودیکہ منقول عنہم نے انکا تکلم بحالت اختیار کیا تھا اور اونپر انھیں کلمات کے تکلم کی وجہ سے کفر کا حکم کیا گیا کما قال تعالیٰ وقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شیئا ادا الآیۃ ناقلین کے لئے موجب کفر نہوا۔ تو حالت خواب کے وہ کلمات کہ نہ اونکا قائل کافر ہوا اور نہ نوم کی حالت میں اُن کلمات کو کلمات کفر کہا جا سکتا ہے نقل کرنے سے کفر کا حکم بدرجۂ اولیٰ نہیں دیا جا سکتا۔

رہا دوسرا واقعہ جو حالت بیداری کا ہے اوسکے متعلق صاحب واقعہ کا بیان یہ ہے کہ وہ اپنی حالت خواب کی غلطی سے نادم اور پریشان ہو کر چاہتا ہے کہ درود شریف پڑھکر اوسکا تدارک کرے اور درود شریف پڑھتا ہے لیکن اوسمیں بھی بجائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے زید کا نام اوسکی زبان سے نکلتا ہے۔ اوسے اس غلطی کا احساس تھا۔ مگر کہتا ہے کہ زبان پر قابو نہ تھا۔ بے اختیار تھا مجبور تھا۔

اس واقعہ کے متعلق دو باتیں تنقیح طلب ہیں۔ اوّل یہ کہ آیا حالت بیداری میں ایسی بے اختیاری اور مجبوری کہ زبان قابو میں نہ رہے بغیر اسکے کہ نشہ ہو جنون ہو اکراہ ہو عتہ ہو ممکن اور متصور ہے یا نہیں کیونکہ ان چیزوں میں سے کسیکا موجود ہونا سوال میں ذکر نہیں کیا گیا تو ظاہر یہی ہے کہ ان اسباب میں سے کوئی سبب بے اختیاری پیدا کرنے والا نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن اور متصور ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کیجائیگی یا نہیں۔

امر اول کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے بہت سے اسباب ہیں۔ صرف سکر و جنون و اکراہ و عتہ میں منحصر نہیں۔ کتب اصول فقہ و فقہ میں ان اسباب کے ذکر پر اختصار کرنا تحدید و حصر پر مبنی نہیں۔ بلکہ اکثری اسباب کے طور پر انھیں ذکر کیا گیا ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ متعدد کتب فقہیہ میں اسکی تصریح موجود ہے کہ خواہ کسی وجہ سے عقل مغلوب ہو جائے وہ مغلوبیت موجب رفع قلم ہو جاتی ہے الا فی بعض المواضع حیث یکون

الزجر مقصوداً۔ فتاوےٰ عالمگیری میں ہے من اصابہ برسام او اطعم شیئا فذہب عقلہ فہذیٰ فارتد

لم یکن ذلک ارتداداً وکذا لو کان معتوہاً او موسوساً او مغلوباً علی عقلہ بوجہ من الوجوہ فہو علی ہذا کذا فی السراج الوہاج (ہندیہ مطبوعہ مصر ص ۲۴۲ ج ۲)

اس عبارت میں لفظ موسوس اور لفظ بوجہ من الوجوہ قابل غور ہے لیکن واقعہ مسئول عنہا میں نہ تو زوال شعور و زوال عقل کی تصریح ہے اور نہ میں واقعات مذکورہ کی بنا پر زوال شعور کا ہونا صحیح سمجھتا ہوں کیونکہ صاحب واقعہ بحالت تکلم اپنی غلطی کا ادراک ہونا بیان کرتا ہے اور عذر میں صرف بے اختیاری مجبوری زبان کا قابو میں نہونا ذکر کرتا ہے اسلئے میں صرف اسی بات کو ٹھیک سمجھتا ہوں کہ وہ باوجود شعور و ادراک کے کلمۂ کفریہ کہتا ہے مگر بے اختیاری سے مجبوری سے۔ اور عین تکلم کی حالت میں بھی اوسے غلط اور خلاف عقیدہ سمجھتا ہے اور بعد الفراغ من التکلم بھی اوس پر نادم ہوتا ہے پریشان ہوتا ہے روتا ہے اسباب معلومہ (سکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ کبر سنی۔ مرض۔ مصیبت۔ غلبۂ خوشی۔ غلبۂ حزن فرط محبت وغیرہا بھی زوال عقل یا زوال اختیار کے سبب بن سکتے ہیں۔ اور جہاں زوال عقل یا زوال اختیار ہو وہاں حکم ردۃ ثابت نہیں ہو سکتا درمختار میں ہے وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ یغتفر فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملا علی انہ فی حال زوال عقلہ انتہی۔ یعنی قریب موت و نزع روح اگر محتضر سے کچھ کلمات کفریہ ظاہر ہوں تو اونھیں معاف سمجھا جائے اور اوسکے ساتھ اموات مسلمین کا سا معاملہ کیا جائے، و ظہور کلمات کفریہ کو زوال عقل و اختیار پر محمول کیا جائے۔ اس عبارت سے صرف یہ غرض ہے کہ اسباب مذکورہ معلومہ میں سے یہاں کوئی سبب نہیں۔ پھر بھی ایک اور چیز یعنی شدت مرض یا کلفت نزع روح کو زوال عقل کے لئے معتبر کیا گیا۔ اور میت کے ساتھ مرتد کا معاملہ کرنا جائز نہیں رکھا گیا۔ اگرچہ نزع کی سخت تکلیف کی وجہ سے ایسے وقت زوال عقل متصور ہے لیکن تاہم یقینی نہیں صرف تحسیناً للظن بالمسلم احتمال زوال عقل کو قائم مقام زوال عقل کے کر لیا گیا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے گنہگار بندے کے توبہ کرنے پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے کہ ایک مسافر کا جنگل میں سامان سے لدا ہوا اونٹ گم ہو جائے اور وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نا امید ہونے کے بعد مرنے پر تیار ہو کر بیٹھ جائے اور اسی حالت میں اوسکی آنکھ لگ جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد اوسکی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اوسکا اونٹ مع سامان اوسکے پاس کھڑا ہے۔ اس روایت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شخص کی زبان سے غایت

خوشی میں بیساختہ یہ لفظ نکلجاتے ہیں انت عبدی و انا ربک یعنی خدا تعالے کی جناب میں وہ یوں بول اُٹھا کہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں۔ رسول خدا صلعم فرماتے ہیں اخطأ من شدۃ الفرح یعنی شدت خوشی کی وجہ سے اُس سے خطاءً یہ لفظ نکل گئے۔ اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوگیا کہ شدت فرح بھی زوال اختیار کا سبب ہوجاتی ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ الفاظ کفریہ کا یہ تکلم جو خطاءً ہوا تھا موجب کفر اور مزیل ایمان تھا اسلئے آپ کے سکوت سے معلوم ہوگیا کہ الفاظ کفر کا تلفظ جو خطا کے طور پر ہو مثبت ردّۃ نہیں۔

صلح حدیبیہ کے قصہ میں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ذکر کیا گیا ہے کہ جب صلح مکمل ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ سر منڈاؤ اور قربانیاں ذبح کرو تو صحابہ بوجہ فرط حزن وغم کے کہ اپنی تمنا و آرزو و امید کے خلاف خانہ کعبہ تک نہ جاسکے ایسے بیخود ہوئے کہ باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکرر سہ کرر فرمانے کے کسی نے فرمان عالی کی تعمیل نہ کی آپ غمگین ہوکر خیمہ میں حضرت اُم سلمہ رضہ کے پاس تشریف لیگئے اونھوں نے پریشانی کا سبب دریافت کرکے عرض کیا کہ آپ باہر تشریف لیجاکر اپنا سر منڈا دیں اور کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حالق کو بُلاکر اپنا سر منڈا دیا جب اصحاب کرام نے دیکھا تو اونکے ہوش و حواس بجا ہوئے اور ایک دم ایکدوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرط حزن بھی موجب زوال اختیار ہوجاتا ہے کیونکہ قصد و اختیار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اصحاب کرام کی جانب وہم بھی نہیں ہوسکتا۔

امتحان تقریری کے وقت جن طلبہ کی طبیعت زیادہ مرعوب ہوجاتی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اونکی زبان سے باوجود ادراک شعور کے بے قصد غلط الفاظ نکلجاتے ہیں۔ حالانکہ صحیح جواب ان کے ذہن میں ہوتا ہے مگر فرط رعب کی وجہ سے زبان قابو میں نہیں ہوتی۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں عدل کی پوری رعایت کرکے فرماتے اللھم ہذہ قسمتی فیما املک فلا تاخذنی فیما تملک ولا املک۔ یعنی اے خداوند میں نے اختیاری امور میں تو برابر کی تقسیم کردی اب اگر فرط محبت عائشہ رضہ کی وجہ سے میلان قلب بے اختیاری طور پر عائشہ رضہ کی طرف زیادہ ہوجائے تو اوسمیں مواخذہ نہ فرمانا۔ کیونکہ وہ میرا اختیاری نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

گر فرط محبت کی وجہ سے بے اختیاری طور پر کوئی امر صادر ہو جائے وہ قابل مواخذہ نہیں۔ رہا اطرار ممنوع جو فرط محبت سے پیدا ہوتا ہے وہ اختیاری حد تک ممنوع ہے۔ اگر وہ بھی غیر اختیاری حد تک پہونچ جائے تو یقیناً مرفوع القلم ہو گا۔ نیز حدیث لاتطرونی الخ میں اطرار کی نہی ضرور ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ اطرار کا سبب فرط محبت ہی ہو بلکہ جہالت تعصب غلط فہمی وغیرہ اسباب بھی موجب اطرار ہو سکتے ہیں۔ پس نہی عن الاطرار مستلزم نہی عن غلبۃ المحبۃ نہیں ہو سکتی۔ اسیطرح غلبۂ محبت منحصر فی الاطرار الاضطراری نہیں اسلئے نہی عن الاطرار کو مستلزم نہی عن غلبۃ المحبۃ قرار نہیں دیا جا سکتا۔
حدیث مذکور اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ غلبۂ محبت بسا اوقات غیر اختیاری طور پر محبوب کی طرف میلان پیدا کر دیتا ہے اور یہ میلان قابل مواخذہ نہیں۔ کیوں، اسلئے کہ غیر اختیاری ہے۔ اور اسکو غیر اختیاری کس چیز نے بنایا غلبۂ محبت نے۔
بخاری شریف کی وہ حدیث دیکھئے جسمیں امم سابقہ میں سے ایک شخص کا یہ حال مذکور ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت کہا تھا کہ مجھے جلا کر میری خاک تیز ہوا میں اڑا دینا فواللہ لئن قدر اللہ علی الخ۔ ان الفاظ کے (اس تقدیر پر کہ قدر قدرت سے مشتق مانا جائے) الفاظ کفریہ ہونے میں شبہ نہیں لیکن اوسکا جواب رب خشیتک اوسے کفر سے بچا کر مغفرت خداوندی کا مستحق ٹھیرا دیتا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوف خداوندی نے اوسکی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلوا دئے۔ اور بے اختیاری کی وجہ سے وہ مواخذہ سے بچگیا۔ بہرحال وجوہ مذکورہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ اسباب معلومہ (سکر۔ جنون۔ اکراہ عتہ) کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں جنسے شعور وادراک یا ارادہ واختیار زائل ہو جاتا ہے۔ پس اگرچہ واقعہ مسئولہ عنہا میں سکر۔ جنون۔ اکراہ عتہ نہیں ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ محض ان اسباب اربعہ کے عدم کی وجہ سے لازم کر دیا جائے کہ اوسنے الفاظ مذکورہ ضرور ارادے اور اختیار سے کہے ہیں۔
اسکے بعد دوسرا امر تنقیح طلب یہ تھا کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کیجائیگی یا نہیں؟ اسکے متعلق گزارش ہے کہ اس سے پہلے کہ اوسکی تصدیق یا عدم تصدیق کی بحث کیجائے اول یہ بتا دینا ضروری ہے کہ صاحب واقعہ اپنی بے اختیاری کس قسم کی ظاہر کرتا ہے اور اوسکا سبب کیا ہو سکتا ہے سو واضح ہو کہ صاحب واقعہ کا قول یہ ہے (لیکن حالت بیداری میں

کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے
اسواسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہو جائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر
کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن
پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا زید - حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں
لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں) اس کلام سے صاف واضح ہے
کہ اوسے اپنی خواب کی حالت میں غلطی کرنے کا افسوس اور پریشانی بیداری میں لاحق تھی اور اسی
غلطی کا تدارک کرنے کے لئے اُس نے درود شریف پڑھنا چاہا اوسکا قصد یہ تھا کہ صحیح طور پر وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھکر اپنی سابق غلطی کا تدارک کرے - لیکن اب بھی اُس سے بے اختیاری
طور پر وہی غلطی سرزد ہوتی ہے اور اوسکی زبان اوسکے ارادے اور اعتقاد کے ساتھ موافقت نہیں
کرتی - اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ غلطی اُس سے خطاءً سرزد ہوئی یعنی وہ اپنی اس غلطی کو خطاءً
سرزد ہونا بیان کرتا ہے - کیونکہ خطا کے معنی یہی ہیں کہ انسان کا قصد اور کچھ ہو اور جوارح سے
فعل اوسکے قصد کے خلاف صادر ہو جائے - مثلاً کوئی ارادہ کرے کہ اللہ واحد کہوں اس ارادے
سے زبان کو حرکت دے لیکن زبان سے بے اختیار اللہ عاجز نکلجائے خطا کے یہ معنی عبارات ذیل
سے صراحۃً ثابت ہوتے ہیں - الخاطی من یجری علی لسانہ من غیر قصد کلمۃ مکان کلمۃ (فتاوے
قاضی خاں) الخاطی اذا جری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاءً بان کان یرید ان یتکلم بمالیس بکفر فجری علی
لسانہ کلمۃ الکفر خطاءً - (قاضی خاں) اما اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاءً
بلا قصد (بزازیہ)

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ خطا کے معنی یہی ہیں کہ بلا قصد شعور وادراک کی حالت میں
جو کلمہ زبان سے نکلجائے وہ خطا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کا ان الفاظ کفریہ کے ساتھ
تکلم کرنا خطاءً ہے - کیونکہ اوسکا قصد اسکے خلاف الفاظ مباحہ کہنے کا تھا - اور بلا قصد اوسکی
زبان سے یہ الفاظ نکل گئے -

در جب ان الفاظ کا خطاءً صادر ہونا ثابت ہوگیا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر الفاظ کفر خطاءً کسیکی
زبان سے نکل جائیں تو اونکا حکم کیا ہے اوسکے لئے کتب فقہ میں مختلف عبارتیں ملتی ہیں - اون میں یہ کہ

الفاظ کفریہ کا خطائً زبان سے نکلجانا موجب کفر نہیں رجل قال عبد العزیز عبد الخالق عبد الغفار عبد الرحمٰن بالحاق الکاف فی آخر الاسم قالوا ان قصد ذلک یکفر وان جری علی لسانہ من غیر قصد او کان جاہلا لا یکفر وعلیٰ من سمع ذلک منہ ان یعلمہ الصواب (قاضی خاں)، الخاطیٔ اذا جری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطاء بان کان یرید ان یتکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطائً لم یکن ذلک کفرا عند الکل (کذا فی العالمگیریۃ نقلا عن الخانیۃ) دوسرے یہ کہ الفاظ کفریہ کا خطائً تکلم اگرچہ دیانۃً بالاتفاق موجب کفر نہیں مگر قضاءً تصدیق نہ کیجائیگی اما اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطائً والعیاذ باللہ لا یکفر لکن القاضی لا یصدقہ علی ذلک (بزازیہ) بدلیل ما صرحوا بہ من انہ اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطائً بلا قصد لا یصدقہ القاضی وان کان لا یکفر فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ تعالیٰ فتامل ذلک اھ (رد المحتار) اگر کہا جائے ممکن ہے کہ قاضی خاں کی دونوں عبارتیں صرف حکم دیانت بتاتی ہوں کیونکہ بزازیہ اور رد المحتار کی عبارتوں میں بھی حکم دیانت یہی بتایا گیا ہے کہ کافر نہیں ہوگا لیکن اوسکے بعد حکم قضاء یہ بتایا کہ قاضی تصدیق نہ کرے اور حکم قضا کی قاضی خاں کی عبارتوں میں نفی نہیں بلکہ وہ حکم قضا سے ساکت ہیں۔ اسکے متعلق گزارش ہے کہ ہاں بیشک یہ احتمال ہے لیکن اوّل تو مفتی کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ حکم دیانت بتائے اسلئے صورت مسئولہ میں مفتی کو یہی فتوے دینا لازم ہے کہ قائل مرتد نہیں ہوا۔

دوئم یہ بھی دیکھنا ہے کہ جبکہ شرائط صحت ردّۃ میں طوع واختیار بھی داخل ہے اور بے اختیاری ردّۃ معتبر نہیں ہوتی تو یہ عدم اعتبار صرف مفتی کے اعتبار سے ہوتا ہے یا قاضی بھی غیر اختیاری ردّۃ کو معتبر نہیں سمجھتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے اسباب اگر ظاہر ہوں تو اوسمیں مفتی اور قاضی دونوں بے اختیاری کو تسلیم کرتے اور ردّۃ کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں جیسے کہ جنونِ معروف یا سُکرِ ثابت عند القاضی یا طفولیۃ مشاہدہ وغیرہ پس صورتِ مسئولہ میں اگر اوسکی حالت بیخودی و بے اختیاری کو اور لوگوں نے بھی محسوس کیا ہو جب تو ظاہر ہے کہ قاضی کو بھی اوسکا اعتبار کرنا پڑیگا ورنہ زیادہ سے زیادہ قاضی کو صاحبِ واقعہ سے اسکی اس حالت بیخودی و بے اختیاری کے متعلق قسم لینے کا حق ہوگا۔

سوم یہ کہ اگر قاضی کے سامنے یہ واقعہ اسطرح جاتا کہ اس شخص نے فلاں الفاظ کفریہ کا تکلم کیا ہے اور

یہ شخص قاضی کے سامنے عذر بے اختیاری پیش کرتا تو ضرور تھا کہ قاضی اُس سے بے اختیاری کا ثبوت مانگتا۔ اور صرف اسکے کہنے سے حکم ردّۃ کو اسپر سے مرتفع نہ کرتا۔ لیکن یہاں یہ واقعہ نہیں ہے بلکہ قاضی کے سامنے اگر اس قائل کا بیان جائیگا تو اسطرح جائیگا کہ میں نے بحالتِ بیخودی و بے اختیاری کہ زبان قابو میں نہ تھی یہ الفاظ کہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ الفاظ باین حیثیت کہ بیخودی اور بے اختیاری سے سرزد ہوئے ہوں موجب کفر نہیں ہیں۔

چہارم یہ کہ ردّۃ حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے۔ اور اگرچہ بعد ثبوت ردّۃ بعض عباد کے حقوق متعلق ہو جاتے ہیں لیکن اونکو نفس ثبوت و اثباتِ ردّۃ میں دخل نہیں بلکہ وہ بعد ثبوتِ ردّۃ مترتب ہوتے ہیں جیساکہ بزازیہ میں اسکی تصریح ہے۔

پس کسی متکلم کے دعوے خطا کرنے سے کوئی حقِ عبد زائل نہیں ہوتا اور اس لئے قاضی کو اوسکی تصدیق کرلینا ہی راجح ہے جیساکہ حدیث اخطا من شدۃ الفرح۔ اور حدیث واللہ لئن قدر اللہ علی اور محتضر کے کلمات کفریہ کا اعتبار نہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ بات باقی رہی کہ آیا صاحبِ واقعہ کی اس قول میں کہ ان الفاظ کا صدور بے اختیاری سے ہوا تصدیق کیجائیگی یا نہیں اسکا جواب ضمناً تو آچکا لیکن زیادت وضاحت کی غرض سے عرض کیا جاتا ہے۔

اگر کسی کلام میں متعدد وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو مفتی اوسی وجہ کو اختیار کرے جس سے حکم کفر عائد نہو۔ کیونکہ جہت اسلام راجح ہے اور مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن لازم۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر مفتی کی تاویل فی الواقع صحیح نہ ہوگی تو اسکا فتوے قائل کو حقیقی کفر سے نہیں بچا سکیگا۔ تو اس صورتِ مسئولہ میں جبکہ قائل خود اپنے کلمہ کفر سے ڈر کر پریشان ہوتا ہو تدارک کے خیال سے درود شریف پڑھنا اور اوسمیں بے اختیاری سے غلطی کرنا اور پھر اوسپر افسوس کرنا اور رونا بیان کرتا ہے تو پھر اس بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں کہ اوسنے یہ الفاظ کفریہ اپنے ارادے اور اختیار سے کہے ہیں۔ یہ خیال کہ جب اوسے معلوم تھا کہ میری زبان قابو میں نہیں تو سکوت کرنا چاہیے تھا لیکن اوسنے سکوت نہ کیا۔ اور کلمہ کفر زبان سے نکلا تو گویا قصداً کلمہ کفر کے ساتھ تکلم کیا صحیح نہیں کیونکہ اوسنے قصد تو درود شریف صحیح پڑھنے کا کیا تھا مگر تلفظ کے وقت زبان سے دوسرے لفظ نکلے۔

پھر قصد کیا کہ صحیح پڑھوں پھر لفظ غلط نکلے تو گویا ہر مرتبہ بقصد اصلاح تکلم کیا نہ بقصد انشاءِ کفر یہ اور سکوت محض تکلم بقصد الاصلاح والتدارک سے افضل نہیں ہوسکتا۔ پس ممکن ہے اور اقرب الی القیاس یہی ہے کہ اوسکے دل پر کوئی ایسی حالت طاری ہوئی جسکی وجہ سے اوسکے جوارح کے افعال مختل ہوگئے خود اوسکے بیان میں موجود ہے کہ بیداری کے بعد بھی بدن میں بدستور بے حسی اور اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ اسلئے مفتی کے ذمے صورت واقعہ میں لازم ہے کہ اسطرح فتوے دے کہ جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار اور ارادے سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا۔ اور چونکہ ان الفاظ کا اوسکی زبان سے صدور خطاءً ہوا ہے اور اس صورت میں اتفاقاً کفر عائد نہیں ہوتا جیسا قاضی خاں کی عبارت سے معلوم ہوچکا اسلئے اوسکو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائیگا۔ احتیاطاً تجدید کرلینا مبحث سے خارج ہے۔ اوسکی منکوحہ قطعاً اوسکے نکاح میں ہے اور اوسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں۔ اگر اوسکی یہ حالت بیخودی و بے اختیاری معروف ہو جب تو حکم قضا و دیانت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہو تاہم بوجوہ مذکورہ بالا قضاءً بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کیجائیگی۔

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

۳۰ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

ضمیمہ فتوے دہلی

(جو ایک خط کے ساتھ بعد میں آیا)

خط

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مسئلہ معلومہ کے متعلق بعض مضامین ذہن میں تھے جنکو بیں اوسوقت عجلت کیوجہ سے ضبط تحریر میں نہ لاسکا۔ اور بعد میں اصل سوال کی عبارت موجود نہونے کی وجہ سے میں نے ایک دوسرے طرز پر سوال قائم کیا اور اوسکا جواب لکھا۔ میرے خیال میں اس واقعہ کا خطا پر محمول ہونا ہی متعین ہے اسلئے صرف خطا کے متعلق جو مضمون ذہن میں تھا وہ قلمبند کرکے بذریعہ اس عریضہ کے پیش کرتا ہوں (محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ۸ رجب ۱۳۳۶ھ)

سوال

زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر آج میں مغرب کی نماز ادا نہ کروں تو تجھ پر تین طلاق پھر اس نے مغرب کی نماز پڑھی لیکن قرأت میں غلطی کی کہ بجائے عَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ کے میم پر زبر اور ربّہٗ کی با پر پیش پڑھ گیا۔ اوسکی زوجہ نے یہ غلطی سن لی تھی۔ زوجہ نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ میرے خاوند نے میری طلاق کو مغرب کی نماز ادا نکرنے پر معلق کیا تھا اور اوس نے نماز ادا نہیں کی کیونکہ مذکورہ بالا غلطی اوس نے کی ہے جس سے اوسکی نماز فاسد ہوگئی اس لئے وجود شرط کی وجہ سے میں مطلقہ ہوگئی ہوں قاضی نے زید سے دریافت کیا اُس نے غلطی کرنے کا اقرار کیا مگر کہا کہ چونکہ یہ غلطی مجھسے خطاءً ہوئی ہے قصداً میں نے غلط نہیں پڑھا اسلئے میری نماز صحیح ہوئی اور وجود شرط نہیں ہوا۔

قاضی نے زوج کے اقرار بالخطا کو تسلیم کرکے اوسکی صحت نماز کا حکم کردیا اور زوجہ کا دعویٰ طلاق بوجہ اسکے کہ شرط طلاق نہیں پائی گئی خارج کردیا۔ اسکے بعد عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ چونکہ کلمہ مذکورہ ایک کلمۂ کفریہ ہوگیا تھا اور زید نے کلمۂ کفریہ کا تکلم کیا ہے اس لئے وہ مرتد ہوگیا اور ارتداد کی وجہ سے دعوے فسخ نکاح کا مجھے حق حاصل ہوگیا ہے۔ میرا نکاح فسخ کردیا جائے یعنی فسخ نکاح کا حکم کردیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ قاضی کا پہلا حکم دربارۂ صحت نماز صحیح واقع ہوا یا نہیں اور کیا اب قاضی زید پر ارتداد کا حکم کرکے فسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

زید کا دعویٰ دربارۂ صدور غلطی عن الخطا و عدم قصد و اختیار مقبول ہے۔ کیونکہ نماز اور اوسکے ارکان و شرائط حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور حقوق اللہ خالصہ میں دعویٰ خطا دیانۃً و قضاءً مقبول ہے۔ والخطاء وہو عذر صالح لسقوط حق اللہ تعالےٰ ولیصیر شبہۃ فی دفع العقوبۃ حتی لا یاثم الخاطی ولا یواخذ بحد او قصاص (کذا فی نور الانوار) فان زفت الیہ غیر امرأتہ فظنہا انہا امرأتہ فوطیہا لا یحد ولا یصیر آثما (نور الانوار) جیسے خطاءً غیر عورت سے وطی کرلی یا شکار سمجھکر کسی انسان کو مار ڈالا تو ان صور توں میں دعویٰ خطا قضاءً بھی مقبول ہے اور حد و قصاص واجب نہیں ہوتا۔ کیونکہ حدود حقوق اللہ خالصہ میں سے ہیں اور ان میں دعوے خطا مقبول ہے۔ پس جبکہ دعوے خطا مقبول ہوا تو اب یہ دیکھنا ہے کہ قرأت میں

خطائے اعراب غلط پڑھنے کا کیا حکم ہے تو متقدمین اگرچہ ایسی غلطی میں جس سے معنی میں تغیر فاحش ہو جائے فساد صلوٰۃ کے قائل ہیں لیکن متاخرین میں سے بہت سے جلیل القدر فقہا فرماتے ہیں کہ نماز صحیح ہو جائیگی فاسد نہ ہو گی اور یہی قول مفتی بہ ہے۔ واما المتاخرون کابن مقاتل وابن سلام واسمٰعیل الزاہد وابی بکر البلخی والہندوانی وابن الفضل والحلوانی فاتفقوا علی ان الخطاء فی الاعراب لا یفسد مطلقا ولو اعتقاده کفرا (رد المحتار) وکذا وعصی ادم ربہ بنصب الاول ورفع الثانی یفسد عند العامۃ وکذا فساء مطر المنذرین بکسر الذال وایاک نعبد بکسر الکاف والمصور بفتح الواو۔ وفی النوازل لا تفسد فی الکل وبہ یفتی بزازیہ وخلاصہ (رد المحتار) وہو الاشبہ کذا فی المحیط وبہ یفتی کذا فی العنایۃ وکذا فی الظہیریۃ (عالمگیری) پس اس قول مفتی بہ کے موافق قضاء اول یعنی صحت نماز کا حکم صحیح ہو گیا۔ اور جب نماز صحیح ہو گئی تو وجود شرط نہ ہوا اور طلاق معلق واقع نہ ہوئی۔

اس کے بعد عورت کا ارتداد زوج کی وجہ سے دعویٰ فسخ نکاح کرنا غیر مسموع ہے کیونکہ قاضی اس صورت میں ارتداد زید کا حکم نہیں کر سکتا جسکے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اب اگر حکم بالارتداد کیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں اول یہ کہ قضاء اول بحالہ باقی رہے اور قضاء بالارتداد بھی کر دیجائے۔ اسمیں تو صریح طور پر اجتماع ضدین بلکہ نقیضین ہے کیونکہ قضاء اول کا مقتضےٰ صحت نماز ہے اور قضاء ثانی کا بطلان نماز۔ قضاء اول کا مقتضےٰ بقاء نکاح ہے اور قضاء ثانی کا بطلان نکاح۔ قضاء اول کا مقتضےٰ اسلام زید ہے (کیونکہ صحت صلوٰۃ کے حکم کے لئے اسلام مصلی شرط ہے) اور قضاء ثانی کا مقتضےٰ کفر زید۔ اور مبنیٰ ان دونوں متناقض حکموں کا وہی کلام واحد ہے۔ دوم یہ کہ قضاء اول کو باطل کر دیا جائے اور قضاء ثانی کو صحیح واجب النفاذ سمجھا جائے۔ مگر یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ پہلی تو بوجہ لزوم اجتماع نقیضین کے اور دوسری اسوجہ سے کہ قضاء اول جبکہ مسئلہ مجتہد فیہ میں واقع ہو جائے تو پھر وہ واجب العمل والتنفیذ ہو جاتی ہے اور خود اس قاضی کو یا کسی دوسرے قاضی کو اسکے ابطال کا اختیار نہیں رہتا۔ واذا رفع الیہ حکم قاض آخر قید اتفاقی اذ حکم نفسہ قبل ذلک (ای الرفع) کذلک نفذه ای الزم الحکم بمقتضاه لو مجتہدا فیہ (در مختار) قولہ نفذه ای یجب علیہ تنفیذه (رد المحتار) اعلم انہم قسموا الحکم ثلثۃ اقسام قسم یرد بکل حال وہو ما خالف النص او الاجماع وقسم یمضی بکل حال وہو الحکم

فی محل الاجتہاد الخ (رد المحتار)

(۳) حکم بارتدہ حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور حقوق اللہ خالصہ میں دعوے خطا قضاءً مقبول ہے ورنہ وطی بالشبہہ میں دعوے خطا مقبول نہوتا اور حد زنا لازم آتی - رمی الانسان بالخطا میں دعوے خطا مقبول نہوتا اور قصاص قضاءً لازم آتا حالانکہ لازم باطل ہے یعنی قضاءً وجوب حد یا قصاص کا حکم نہیں کیا جاتا کیونکہ حدود حقوق اللہ میں سے ہیں اور قصاص میں اگرچہ حق عبد بھی ہے لیکن اوسکا بدل دیت کی صورت میں ادا کر دیا گیا - اور اوسکی شکستگی خاطر کا جبر ہوگیا - اور اخلاء عالم عن الفساد جو موجب قصاص تھا بوجہ دعوے خطا اوسکا حکم مرتفع ہوگیا - یہ بات کہ حکم بارتدہ حقوق اللہ میں سے ہے اس عبارت سے ثابت ہے - بخلاف الارتداد لانہ معنی یتفرد بہ المرتد لاحق فیہ لغیرہ من الآدمیین (بنایہ) پس جبکہ صورت مسئولہ میں زید تکلم بالخطا کا مدعی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اوسکا قول قضاءً مقبول نہو۔

(۴) ردۃ کی حقیقت فقہاء نے اسطرح بیان کی ہے - اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان - یعنی کلمہ کفر قصداً زبان پر جاری کرنا - قصداً کی قید لفظ اجراء سے مفہوم ہوتی ہے ورنہ جریان کلمۃ الکفر کہا جاتا پھر جہاں شرائط صحت ردۃ بیان کئے ہیں وہاں طوع یعنی اختیار کو شرائط صحت میں بھی ذکر کیا ہے پس جب تک کہ قصد اور اختیار متحقق نہو ردۃ کا تحقق ہی نہیں ہوسکتا - اور کسی چیز کے تحقق سے قبل اوسکا حکم کر دینا بداہۃً باطل ہے مثلاً وضو شرائط نماز میں سے ہے تو جو نماز بے وضو پڑھی جائے وہ صحیح نماز نہوگی تو قبل تحقق وضو کے صحت نماز کا حکم کر دینا یقیناً غلط اور باطل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قصد اور اختیار امور قلبیہ میں سے ہے اسپر سوائے صاحب معاملہ کے کسی دوسرے انسان کو اطلاع نہیں ہوسکتی جب تک کہ صاحب معاملہ خود اقرار نکرے - پس تحقق شرط ردۃ کے لئے صاحب معاملہ کا یہ اقرار کہ اوسنے قصداً الفاظ کفریہ کا تلفظ کیا ہے ضروری ہے - اور چونکہ اوسکے اقرار کے سوا اور کوئی سبیل اوسکے علم کی نہیں اس لئے اوسکے اقرار و انکار کی تصدیق ضروری ہوگی -

ہاں کبھی اوسکے عدم انکار قصد کو قائم مقام اقرار قصد کے حکم قضا میں کر لیا جائے تو ممکن ہے لیکن اوسکے انکار صریح کی کہ تعمد سے صراحۃً منکر ہو تصدیق نکرنے کی کوئی وجہ نہیں -

نیز اقرار صرف تلفظ بالاختیار کا ثبوت ردۃ کے لئے کافی ہے اوسکے معنی کا قصد کرنا اور مراد لینا شرط نہیں

کیونکہ ہازل ولاعب کے ارتداد کا حکم فتح القدیر و بحر وغیرہما کتب معتبرہ میں مصرح ہے اور ان دونوں کے کفر کی وجہ اونکا یہ کلمۂ کفریہ غیر مقصود المعنیٰ نہیں بلکہ استخفاف بالدین ہے۔ پس یہ قول کہ ادعار خطا کی صورت میں ارتداد کا حکم نکرنا چاہئے یقیناً راجح بلکہ صواب ہے۔ قال فی البحر والحاصل ان من تکلم بکلمۃ الکفر ہازلا او لاعبا کفر عند الکل و لا اعتبار باعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیۃ ومن تکلم بہا مخطئا او مکرہا لایکفر عند الکل الخ (رد المحتار) اس عبارت کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ خطا اور اکراہ کی صورت میں دیانۃً وقضاءً بالاتفاق کافر نہوگا۔ کیونکہ خطا اور اکراہ کو ایک مد میں شامل کیا ہے اور اکراہ میں قضاءً کافر نہونا مسلم ہے فکذا فی الخطاء۔

اگر شبہ کیا جائے کہ ردۃ زوج کے ساتھ زوجہ کا حق فسخ وخروج عن الملک متعلق ہے تو ممکن ہے کہ خطا کے ادعا سے اوسپر فیما بینہ وبین اللہ کفر کا حکم عائد نہو لیکن اگر قاضی ادعار خطا کی تصدیق کرے تو زوجہ کا حق باطل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے بزازیہ میں اور شامی میں لکھا ہے کہ خطا میں اگرچہ دیانۃً کافر نہیں ہوتا مگر قاضی تصدیق نکرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم خود بزازیہ سے نمبر ۲ میں نقل کر چکے ہیں کہ ردۃ کا حکم کرنے میں کسی آدمی کا حق متعلق نہیں پس اوسکی یہ عبارت خود اس حکم عدم تصدیق قاضی کے منافی ہے۔ اور شامی نے اس قول کو صرف بلفظ بدلیل ما صرحوا بیان کیا ہے اور تصریح کرنے والوں کا نام نہیں بتایا اسلئے یہ نقل چنداں قابلِ اعتماد نہیں۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ زوجہ کا حق نفس تکلم بکلمۃ الکفر کے ساتھ متعلق نہیں بلکہ ردۃ کے آثار مترتبہ علیہا میں سے ہے اور ترتب آثار بعد وجود حقیقت ہوتا ہے اور جب تک کہ طوع واختیار ثابت نہو جائے حقیقت ردۃ تو متحقق ہوئی نہیں اوسپر آثار کا ترتب کیسا۔

پھر خود شامی نے جامع الفصولین و نور العین و خیریہ و بحر سے نقل کیا کہ ایسے الفاظ کفریہ جنمیں کوئی بعید تاویل بھی ہو سکتی ہے بولنے پر بھی حکم بکفر نہ کیا جائے اور علامہ شامی فرماتے ہیں ومفہومہ انہ لایحکم بفسخ النکاح یعنی جامع الفصولین و نور العین کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ فسخ نکاح کا حکم نکیا جائے پس جامع الفصولین و نور العین و خیریہ کی نقول شامی کی بحث سے بدرجہا اولیٰ بالعمل والقبول ہیں۔ اور پھر یہ اوس صورت کا حکم ہے کہ قائل نے کلمۂ کفریہ کا یقیناً تکلم کیا اور خود کوئی صورت بچاؤ کی پیش نہیں کی۔ حالانکہ صورتِ مسئولہ میں قائل خود ہی اپنی معذوری اور بے اختیاری

بیان کرتا ہے پس یہاں بدرجہ اولیٰ حکم ردۃ نہیں ہوسکتا۔

(۴) تعلیقات طلاق کا (ان دخلت الدار فانت طالق) جسمیں عورت کا حق بالذات متعلق ہوتا ہے حکم یہ ہے کہ اگر زوج تعلیق یا وجود شرط کا انکار کردے اور زوجہ تعلیق یا وجود شرط کی مدعی ہو تو بینہ زوجہ کے ذمے ہے اور قول زوج کا معتبر ہوتا ہے۔ وان اختلفا فی وجود الشرط فالقول له الا اذا برہنت وما لا یعلم الا منہا فالقول لہا فی حقہا (عالمگیری) فان اختلفا فی وجود الشرط فالقول له مع الیمین لانکارہ الطلاق (در مختار) قوله فی وجود الشرط اے اصلا او تحقق کما فی شرح المجمع ای اختلفا فی وجود اصل التعلیق بالشرط او فی الشرط بعد التعلیق وفی البزازیة ادعی الاستثناء او الشرط فالقول له (رد المحتار) پس دعوے فسخ نکاح میں گویا زوجہ وجود شرط کی مدعی ہے اور وہ تکلم بکلمۃ الکفر طوعًا و اختیارًا ہے اور زوج اوسکا منکر ہے لہذا حسب قاعدہ مذکورہ قول زوج قضاءً بھی معتبر ہونا چاہیئے۔

بلکہ یہاں بدرجہ اولےٰ قول زوج کا اعتبار ہوگا کیونکہ عورت کا حق بالذات ثبوت ردۃ کیساتھ متعلق نہیں بلکہ احکام ردۃ میں سے ہے وحکم الشئ ثمرتہ واثرہ المترتب علیہ (رد المحتار)

الحاصل

جس شخص کی زبان سے کوئی کلمہ کفریہ نکلجائے اور وہ خطاءً نکلنے کا مدعی ہو جیسے کہ اکثر نماز میں خطاءً ایسے الفاظ جنکا تعمد کفر ہے نکلجاتے ہیں۔ دیانۃً حکم ارتداد کا عائد نہونا تو متفق علیہ ہے قضاءً بھی اوسکے قول کی مع یمین تصدیق کیجائیگی اور قاضی کو کوئی حق نہیں کہ اوسپر ارتداد کا حکم لگائے اور اوسکی قسم کا اعتبار نکرے یا اوسکی زوجہ کا نکاح فسخ کردے۔ نیز خطاءً کسی کلمہ کے زبان سے نکلنے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ متکلم بیہوش ہو یا مجنون ہو بلکہ ہوش حواس صحیح ہونے اور ادراک و شعور قائم ہونیکی حالتمیں بھی بلا قصد الفاظ زبان سے نکلجاتے ہیں۔ انت طالق کہنے کے بعد قضاءً یہ تاویل کہ میری مراد طالق عن وثاق تھی اسلئے معتبر نہیں کہ الفاظ طلاق خود موجب حکم ہیں اور اونکے صدور کے ساتھ بالذات حق عورت متعلق ہوجاتا ہے بخلاف کلمہ کفر کے کہ یہ بالذات موجب ردۃ نہیں بلکہ طوع و اختیار شرائط صحت ردۃ سے ہے اور اوسکے ساتھ کسی انسان کا حق بالذات متعلق نہیں پس انکا اختیار و حقیقت انکار سبب، نہ نکار حکم مع تذکر ربالسبب۔ ہذا واللہ اعلم بالصواب۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، ۲ رجب ۱۳۳۲ھ

جزو ششم تحریر صاحب علم موصوف بالا

(در تمہید)

ملقب بہ

القول المحبوب فی حکم المغلوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً **اما بعد** گذارش ہے کہ جسوقت سے واقعہ خواب الامداد میں شائع ہوا ہے اوسوقت سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہوگئی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس واقعہ پر ایک تفصیلی بحث لکھدیجاوے پس ہم اسپر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ پر انکار کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو صرف اپنے اختلاف کو نفس واقعہ تک محدود کرتے ہیں اور حضرت مولانا مدظلہم العالی پر طعن و تشنیع نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مولانا نے اس واقعہ میں مداہنت سے کام نہیں لیا بلکہ وہ صاحب واقعہ کو معذور سمجھتے تھے اور اسی بنا پر اونھوں نے اس واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا لہذا وہ معذور ہیں اور اونپر ملامت نہیں کیجاسکتی۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو خود مولانا کو بھی لپیٹتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جنکے اعتراض کا منشا خلوص اور محبت ہے اور وہ خیر خواہانہ نکتہ چینی کرتے ہیں اور دوسرے وہ جنکے اعتراض کا منشا حسد اور عداوت ہے اور جو طرح طرح سے حضرت مولانا کی دل آزاری پر کمر بستہ ہیں اور اونھوں نے یہانتک ایمان اور انصاف سے آنکھہ بند کرلی ہے کہ واقعہ کی صورت بدلکر اور اوسمیں تحریف کرکے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور جھوٹ اور بہتان سے بھی نہیں بچتے پس معاندین اور حاسدین سے خطاب کرنا تو بیکار ہے اور اونکی نسبت تو ہم صرف اسقدر عرض کرتے ہیں ؎

آنکہ او باشد حسود آفتاب	کور میگردد ز بود آفتاب
اینست درد بے دوا کورست آہ	اینست افتادہ ابد در قعر چاہ
نفی خورشید ازل بایست او	کے برآید این مراد او بگو

مر تو بخشا بر کسے کاندر جہاں　　شد حسود آفتاب کامراں
تا ندش پوشید ہیچ از دیدہا　　وز طراوت دادن پوسیدہا
یا ز نور بیحدش تانند کاست　　یا بدفع جاہ او تانند خاست
تا برآرایدہنر را تار و پود　　چشم در خورشید نتواند کشود
تو حسودی کز فلاں من کمترم　　مے فزاید کمتری در اخترم
خود حسد نقصان و عیب دیگر ست　　بلکہ از جملہ کمیہا بدتر ست
آں بلیس از ننگ و عار کمتری　　خویشتن افگند در صد ابتری
از حسد میخواست تا بالا بود　　خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود
آں ابوجہل از محمد ننگ داشت　　وز حسد خود را ببالا می فراشت
بوالحکم نامش بد و بوجہل شد　　اے بسا اہل از حسد نااہل شد
در گذر از فضل در چستی و فن　　کار خدمت دارد و خلق حسن
صد از ینہا گر بگویم تو کری　　بشنوی و ناشنودہ آوری

رہے وہ لوگ جو کہ بلا عناد و حسد محض خلوص و محبت سے نفس واقعہ یا حضرت مولانا کے فعل پر نکتہ چینی کرتے ہیں اونکے سامنے ضرور جی چاہتا ہے کہ واقعہ کی پوری تفصیل پیش کردیجائے اور چونکہ اونھوں نے ہمدردی اور دلسوزی کو کام فرما کر حضرت مولانا کو اونکی ایک ایسی لغزش پر متنبہ کیا ہے جسکو وہ اپنی دانست میں لغزش سمجھتے تھے تو ہماری دلسوزی کا مقتضا یہ ہے کہ ہم اس واقعہ کے اُن تمام پہلوؤں پر بحث کرکے جو کہ ہماری نظر میں منشاء انکار ہو سکتے ہیں (خواہ وہ خود ہمارے غور و خوض کا نتیجہ ہوں یا دیگر حضرات کے افکار کا) اصل حقیقت کو اونکے سامنے خیر خواہانہ پیش کردیں۔ واللہ المستعان وہو الموفق للصواب۔

اس گذارش کے بعد معروض ہے کہ اس واقعہ کے متعلق لوگوں کے جسقدر اعتراضات ہیں ان سبکا حاصل کُل تین اعتراض ہیں (۱) واقعہ قابل اعتراض تھا (۲) مولانا نے دوسرا اعتراض نہیں کیا (۳) اسے شائع کردیا جو کہ فتنہ عوام کا باعث ہوا۔ پس مولانا کا عذر تو یہ ہے کہ نہ واقعہ کو دیکھنے سے ہمارے ذہن میں کوئی اعتراض آیا اور نہ ہمکو اسکی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال ہوا

بلکہ ہمکو اسکی اشاعت میں دینی فائدہ یہ نظر آیا کہ اگر کسیکو ایسا واقعہ پیش آوے تو وہ اس قدر سے نہ پریشان ہو اور نہ اپنے عقیدہ کو بگڑنے دے اس لئے ہمنے اسے شائع کر دیا پس مولانا کی معذوری تو ظاہر ہے رہا یہ امر کہ خود واقعہ قابل اعتراض تھا یا نہیں اسکا فیصلہ ایک بحث طویل کے بعد ہو سکتا ہے اسیلئے ہم اسپر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو لوگ واقعہ کو قابل اعتراض کہتے ہیں اونکا مقصود یہ ہے کہ صاحب واقعہ کو تجدید ایمان و نکاح کرنی چاہیئے پس اب ہمکو اس واقعہ کا حکم شرعی معلوم کرنا چاہیئے سو تحقیق اوسکی حسب ذیل ہے۔

تحقیق حکم واقعہ زیر بحث

تجدید ایمان و نکاح موقوف ہے تحقق ارتداد پر اور حقیقت ردت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنا عقیدہ بدل دے اور خلاف اسلام عقیدہ رکھے یا وہ بقصد صحیح کوئی ایسا فعل کرے جو موجب کفر ہو کما قال الامام فخر الاسلام فی اصولہ الردۃ تبتنی علی القصد والاعتقاد پس جبکہ یہ حقیقت واقع میں بھی متحقق ہو گی اور قاضی کو بھی اوسکے تحقق کا علم معتبر عند الشرع ہو گا تو وہ شخص جس سے اس حقیقت کا تحقق ہوا ہے دیانۃً بھی مرتد ہو گا اور قضاءً بھی اور اگر واقع میں اوسکا تحقق ہوا اور قاضی کو اوسکا علم نہ ہو سکا تو وہ دیانۃً مرتد ہو گا مگر قضاءً مرتد نہو گا اور اگر واقع میں اوسکا تحقق نہیں ہوا ہے لیکن قاضی کے نزدیک اس حقیقت کے تحقق کا بطریق معتبر عند الشرع ثبوت ہو چکا ہے تو وہ شخص دیانۃً مرتد نہو گا مگر قضاءً مرتد ہو گا۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب واقعہ زیر بحث میں دو امور تنقیح طلب ہیں اول یہ کہ واقع میں حقیقت ردت متحقق ہوئی یا نہیں۔ دوم یہ کہ صورت موجودہ میں قاضی کو تحقق حقیقت ردت کا علم معتبر عند الشرع ہو سکتا ہے یا نہیں اور وہ اوسپر ارتداد اور بینونت زوجہ کا حکم لگا سکتا ہے یا نہیں۔ سو امر اول کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسکا علم خدا تعالیٰ کو ہے یا صاحب معاملہ کو کہ آیا وہ الفاظ درحقیقت بالاضطرار اوسکی زبان سے نکلے یا اوسنے قصداً کہے ہمکو اوسکے متعلق کچھ علم نہیں لہذا دیانت کے متعلق تو ہم اوسکے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ رہا امر دوم سو وہ منقح ہو سکتا ہے پس ہم اوسکے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحب واقعہ بیان کرتا ہے کہ میری زبان سے بلا قصد کلمات معلومہ نکلے اسمیں دو جزو ہیں ایک یہ کہ میری

زبان سے کلمات کفر نکلے ۔ دوم یہ کہ میں اوسوقت مجبور اور بے اختیار تھا اور میں نے بقصد یہ الفاظ نہیں کہے جزو ثانی توضیح ہے جزو اول کی جو کہ اوسکے متصل ہی ہے اور اوسکے رد و قبول کا حق اصالۃً دو شخصوں کو ہو سکتا ہے اول قاضی کو جو کہ خلیفۃ اللہ ہے دوسرے زوجہ کو کیونکہ ردت کا تعلق فی الجملہ بینونت سے بھی ہے اور المرأۃ کالقاضی صحیح ہے سو قاضی کے متعلق تو یہ تفصیل ہے کہ فقہاء میں دو جماعتیں ہیں ۔ ایک وہ لوگ جو نفس حاملہ ارتداد و تکفیر کو کچھ اہمیت نہیں دیتے بلکہ قتل مسلم کو اہمیت دیتے ہیں اسلئے وہ شبہ کی حالت میں حق قتل میں ارتداد کا حکم نہیں کرتے ہاں حق بینونت زوجہ میں ارتداد کا حکم کرتے اور اوسپر بینونت کو مرتب کرتے ہیں ۔ دوسری جماعت فقہائے محتاطین کی ہے جو نفس حکم ارتداد کو بھی اہمیت دیتے ہیں اور اوسکو حد و دو قصاص سے کم نہیں قرار دیتے ایسے لوگ ادنیٰ شبہ کے ہوتے ہوئے بھی ردت کا حکم نہیں کرتے اور جہاں ذرا سا بھی شبہ ہوتا ہے وہاں نہ قتل کا حکم کرتے ہیں اور نہ بینونت کا چنانچہ درمختار میں ہے الکفر لغۃً الستر وشرعاً تکذیبہ صلے اللہ علیہ وسلم فی شیٔ مما جاء بہ من الدین ضرورۃ والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیٔ منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیٔ ۔ قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیٔ منہا انتہٰی ۔ اور ردالمحتار میں ہے ۔ سبب ذلک ما ذکرہ قبلہ بقولہ فی جامع الفصولین روی الطحاوی عن اصحابنا لا یخرج الرجل من الایمان الا جحود ما ادخلہ فیہ ثم ما تیقن انہ ردۃ یحکم بہا وما یشک انہ ردۃ لا یحکم بہا اذ الاسلام الثابت لا یزول بالشک مع ان الاسلام یعلو وینبغی للعالم اذا رفع الیہ ہذا ان لا یبادر بتکفیر اہل الاسلام مع انہ یقضی بصحۃ اسلام المکرہ اقول قدمت ہذا لیصیر میزاناً فیما نقلتہ فی ہذا الفصل من المسائل فانہ قد ذکر فی بعضہا انہ کفر مع انہ لا یکفر علی قیاس ہذہ المقدمۃ فلیتامل انتہٰی ۔ ما فی جامع الفصولین ۔ وفی الفتاوی الصغریٰ الکفر شیٔ عظیم فلا اجعل المومن کافراً متی وجدت انہ لا یکفر انتہٰی ۔ وفی الخلاصۃ وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم ۔ زاد فی البزازیۃ ۔ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذ ۔ وفی التتارخانیۃ لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال

لانہایۃ انتہی۔ والذی تحرر انہ لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ اختلاف ولو روایۃ ضعیفۃ فعلے ہذا اکثر الفاظ التکفیر المذکورۃ لایفتی بالتکفیر فیہا وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منہا انتہی کلام البحر باختصار انتہی کلام رد المحتار۔ ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ فقہاء نفس تکفیر ہی کو مہتم بالشان سمجھتے ہیں اور اونکی احتیاط کا منشا صرف تباعد عن قتل المسلم نہیں ہے بلکہ اوسکا منشا خود اہمیت تکفیر ہے اور اوسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ محل شبہ پر نہ تکفیر من حیث استحقاق القتل کیجاویگی اور نہ من حیث بطلان النکاح کیونکہ اگر تکفیر من حیث البینونت کا حکم کیا گیا تو اوسمیں صرف قتل سے اجتناب ہوگا نفس تکفیر سے نہوگا حالانکہ فقہاء نفس تکفیر سے احتیاط کرتے ہیں نیز اسوقت فقہاء محتاطین فی التکفیر و مشددین کے مسلک میں کچھ فرق نہوگا کیونکہ قتل مسلم میں تو مشددین بھی لامحالہ احتیاط کرینگے اور محل شبہ میں قتل کا حکم نہ دینگے تو پھر دونوں مسلکوں میں فرق کیا ہوا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہاء محتاطین فی التکفیر کا مطلب یہی ہے کہ محل شبہ پر نہ تکفیر من حیث القتل کیجائیگی اور نہ من حیث ابطلان النکاح شاید کسی کو اس کے ماننے میں اسلئے تامل ہو کہ علامہ شامی کو اسمیں تردد ہے اسلئے ہم اس مضمون پر مزید بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحب درمختار نے لکھا تھا لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ اور یہ بیان تھا فقہاء محتاطین کے مسلک کا۔ اسپر علامہ شامی نے حسب ذیل گفتگو کی قولہ لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ ظاہرہ انہ لایفتی بہ من حیث استحقاقہ للقتل ولا من حیث الحکم ببینونۃ زوجتہ وقد یقال المراد الاول فقط لان تاویل کلامہ للتباعد عن قتل المسلم بان یکون قصد ذلک التاویل وہذا لاینافی معاملتہ بظاہر کلامہ فیما ہو حق العبد وہو طلاق الزوجۃ وملکہا لنفسہا بدلیل ما صرحوا بہ من انہ اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر خطأ بلا قصد لایصدقہ القاضی وان کان لایکفر فیما بینہ وبین ربہ تعالیٰ۔ فتامل ذلک وحررہ نقلاً فانی لم ار التصریح بہ نعم سیذکر الشارح ان مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح وما فیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح آہ وظاہرہ انہ امر احتیاط الی آخر ما قال رحمہ اللہ حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ قولہ لایفتی بکفر مسلم الخ کا ظاہر مطلب تو یہی ہے کہ نہ ایسے موقع پر من حیث استحقاق القتل کفر کا حکم کیا جاویگا۔ نہ من حیث البینونۃ لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انکی مراد

صرف تکفیر من حیث القتل کی ممانعت ہے۔ اور تکفیر من حیث البینونۃ کی ممانعت مقصود نہیں ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قائل کے کلام کی تاویل کا منشا ایکے قتل سے احتراز کرنا ہے۔ اور یہ حکم بالبینونۃ کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے بینونت کے بارہ میں اسکی تاویل نہ کیجاویگی۔ اور دلیل اسکی یہ ہے کہ فقہار نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ مباحہ بولنا چاہے اور بلا قصد اوسکی زبان سے کلمۂ کفر نکلجاوے تو وہ فیمابینہ وبین اللہ کافر نہوگا۔ لیکن اگر قاضی کے یہاں وہ یہ عذر کرے کہ یہ کلمہ بلا قصد اور خطاءً میری زبان سے نکل گیا تھا تو قاضی اوسکو نہ مانیگا۔ اور بینونت کا حکم کردیگا۔ اس کے بعد علامہ نے نتأمل الے آخرہ میں اسطرف اشارہ فرمایا ہے کہ فقہار محتاطین کے اس کلام مذکور فی المتن کے یہ دو محمل ہوسکتے ہیں تم اسمیں غور کرلو۔ مجھے انکے کلام میں کوئی محمل متعین نہیں ہے ہاں ان کی بعض دوسری تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ انکی مراد یہی ہے کہ ایسے موقع پر نہ من حیث القتل کفر کا فتوی دیا جاویگا اور نہ من حیث البینونت چنانچہ شارح کہیگا کہ جو کفر اتفاقی ہو اُس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے اور جسمیں اختلاف ہو اسمیں توبہ و استغفار اور تجدید نکاح کا حکم کیا جاویگا آہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفر اختلافی میں لبطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاویگا بلکہ احتیاطاً تجدید نکاح و توبہ و استغفار کا حکم کیا جاوے گا الی آخر ماقال۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر شامی کو شرح صدر نہیں ہوا۔ اور وہ کوئی محمل متعین نہیں کرسکے۔ اب ہم وجہ تردد کو رفع کرتے ہیں۔ تاکہ محمل اول جسکو علامہ موصوف اونکے کلام کا محمل ظاہر اور اونکے تصریحات سے موید فرماتے ہیں متعین ہوجاوے اور اس میں کچھ تأمل نہ رہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ فقہار محتاطین کی احتیاط کا منشا صرف یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو قتل سے بچایا جاوے بلکہ اسکا اصل منشا یہ ہے کہ اوسکو نفس کفر سے بچایا جاوے کیونکہ کفر ایک ایسا جرم ہے جس سے بڑھکر کوئی جرم نہیں کما فی التتارخانیۃ الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ الے غیر ذلک پس جسوقت تک دو قحہ میں بچاؤ کا پہلو ہو اوسوقت تک کسی مسلمان کو اتنے بڑے جرم کا مرتکب قرار دینا جائز نہیں بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ تکفیر مسلم کے لئے حدیث میں اسقدر سخت وعید آئی ہو کہ اگر اوسمیں تاویل نہ کیجاوے تو خود مکفر کافر ہوجاوے اور اس بنا پر ادہنوں نے تکفیر میں احتیاط فرمائی ہے۔ منجملہ اور دلائل کے ایک دلیل نفس تکفیر قطع نظر عن استحقاق القتل کے

واجب الاحتیاط ہونے کی یہ بھی ہے کہ اگر تکفیر میں احتیاط صرف بناءعدم القتل کی وجہ سے ہوتی تو
آجکل کسی خاص واقعہ میں احتیاط فی التکفیر لازم نہوتی کیونکہ اس زمانہ میں قتل کا اندیشہ
نہیں ہے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہوسکتا پس معلوم ہوا کہ نفس تکفیر خود قابل احتیاط ہے
اور جبکہ نفس تکفیر سے احتیاط کیگئی تو حکم بالبینونۃ سے اجتناب لازم ہوگا کیونکہ بینونۃ متکلم فیہا
اثر ہے کفر کا جب کفر ثابت ہو تب بینونۃ ثابت ہو۔ پس بینونۃ کو ثابت کرنا نفس کفر کو ثابت کرنا ہوگا
اور یہ کہنا کافی نہوگا کہ ہم اوسکو کافر نہیں کہتے یا کافر نہیں سمجھتے پس حکم بالبینونۃ احتیاط فی التکفیر کیساتھ
جمع نہوسکیگا لہذا فقہاء کے کلام کا وہ محمل نہوسکیگا جو عبارت مذکورہ میں معترض نے قرار دیا
ہے رہا معترض کا ہذا لا ینافی معاملتہ بظاہر کلامہ کہنا سو اسکا اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اوسکے کلام سے
کفر ثابت نکرینگے اور بینونۃ ثابت کردینگے تو اوسکا بے معنی ہونا ظاہر ہے کیونکہ اس کلام کا اثر ابتداءً
بینونۃ نہیں ہے بلکہ کفر ہی اور اُس سے اولاً کفر ثابت ہوتا ہے پھر کفر سے لزوماً بینونۃ ثابت ہوتی ہے پس
اُس سے کفر ثابت نکرنا اور بینونۃ ثابت کرنا کیا معنی اور اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اُس سے ابتداءً کفر ثابت
کرینگے اور پھر اُس سے بینونۃ ثابت کرینگے تو پھر احتیاط کہاں رہی۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ بینونۃ اثر ہے
ارتداد کا اگر بینونۃ ثابت کیجائے تو ارتداد کا ثابت کرنا لازم ہوگا اور احتیاط فوت ہوگی اور اگر
احتیاط کو کام میں لایا جائیگا تو بینونۃ کا حکم نہیں کیا جاسکتا اور فقہاء احتیاط سے کام لیتے ہیں تو
عدم حکم بینونت لازم ہے۔ رہا عبارت مذکورہ میں معترض کا استدلال بروایت لا یصدقہ القاضی
جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ قول مثلاً الفاظ خاصہ اور فعل مثلاً تکلم بالعمد یا بالخطاء
دونوں کا حکم یکساں ہے پس اگر قول محتمل الوجوہ قابل تاویل ہوگا تو فعل محتمل الوجوہ بھی قابل تاویل ہوگا حالانکہ
خاطی اپنے فعل کی تاویل محتمل بیان کرتا ہے مگر فقہاء کہتے ہیں کہ بینونۃ زوجہ کے بارہ میں قاضی اوسکو نمانیگا اور جبکہ
تاویل فعل کو نمانیگا تو لازم ہے کہ تاویل قول کو بھی نہ مانے کیونکہ دونوں کا حکم یکساں ہے پس ثابت
ہوا کہ قول فقہاء کا مطلب یہی ہے کہ صرف دربارۂ استحقاق قتل قول و فعل مسلم کو محمل حسن پر
محمول کیا جاویگا اور دربارۂ بینونت تاویل نہ کیجائیگی انتہی۔ حاصل الاستدلال۔ سو اس کا
جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اوسوقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ یہ ثابت کردیا جائے کہ یہ اونھیں فقہاء کا
قول ہے جو تکفیر میں اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ لا کفر بالمحتمل کہتے ہیں اور جبتک یہ ثابت نہو اوسوقت تک

اُس سے استدلال صحیح نہیں اور ہمکو دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ جزئیہ مصرحہ فقہاء محتاطین نہیں ہے
بلکہ اونکا مصرح ہے جو تکفیر میں تشدد کرتے ہیں۔ پس اونکے قول سے فقہاء محتاطین کے قول کے
معنی متعین نہیں کئے جاسکتے۔ اور ایک قرینہ اسکا یہ بھی ہے کہ فقہاء محتاطین کے بعض جزئیات جنکو ہم
شامی سے نقل کر چکے ہیں اسکے خلاف ہیں۔ الحاصل بیان بالا سے معلوم ہوا کہ فقہاء محتاطین کا
مسلک یہی ہے کہ جس مسلمان کے قول یا فعل میں کوئی ایسا پہلو ہو جو اوسکو کفر سے بچا سکتا ہو
تو اوسکو نہ من حیث استحقاق القتل کافر کہا جائیگا اور نہ من حیث بطلان النکاح اور جبکہ وہ شخص
اپنے قول یا فعل کا کوئی محمل محتمل بیان کرے تو اوسے قبول کیا جائیگا خواہ وہ خلاف ظاہر ہی
کیوں نہو پس اگر قاضی گروہ محتاطین میں سے ہے تب تو ظاہر ہے کہ اوسکو صاحب واقعہ کے عذر
معقول اور محتمل کو رد کرنیکا کوئی حق نہیں ہے اور اگر قاضی فقہاء کی اُس جماعت میں سے ہو جو
معاملہ ردت کو اہمیت نہیں دیتے تو صرف اِس شق پر یہ بات قابل تحقیق رہ گئی کہ آیا وہ اس عذر کو
رد کریگا یا قبول اور اوسکو کیا کرنا چاہئے اوسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ قاضی خاں ص ۲۲۳ ج ۲ میں ہے

قال فی السیر الکبیر اذا اختلف الزوجان فقال الرجل قلت المسیح ابن اللہ فی قول النصاریٰ وقالت المرأۃ
لم تقل قول النصاریٰ کان القول قول الزوج مع یمینہ فان جاءت المرأۃ بشہود فقالوا سمعناہ یقول
المسیح ابن اللہ ولم یقل شیئًا آخر وقال الزوج قلت قول النصاریٰ الا انہم لم یسمعوا فان القاضی یجیز
شہادتہم ویفرق بینہ وبین المرأۃ وان قال الشہود لا ندری قال ذلک ام لا انا لم نسمع منہ شیئًا
غیر قولہ المسیح ابن اللہ لا یقبل القاضی شہادتہم حتی یشہدوا انہ لم یقل معہا غیرہا وجعلوا دعوی الاستثناء
فی الطلاق کذلک آہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب خاوند اور بیوی میں تحقق ردت وعدم تحقق ردت
میں نزاع ہو اور زوج کلمہ کفر کے صدور کو تسلیم کرے لیکن اوسکے ساتھ ہی وہ اُس کلمہ کے موجب
کفر ہونیکا انکار کرے تو بار ثبوت زوجہ کے ذمہ ہوگا اور اگر زوجہ اُس کلمہ کے صدور کو شہادت سے بھی
ثابت کردے لیکن شہود زوج کے عذر کے انتفاء پر شہادت نہ دیں تب بھی قاضی زوجہ کے دعوی
کو خارج کردیگا اور زوج کے عذر کو تسلیم کریگا۔ پس واقعہ زیر بحث میں جبکہ بظاہر زوجہ منازع بھی نہیں
ہے اور اگر منازع بھی ہو تو اُس نے صدور کلمات کفریہ کو شہادت سے ثابت نہیں کیا بلکہ اونکا صدور
صرف زوج کے اقرار سے ثابت ہے اور اگر وہ شہادت سے بھی ثابت کردے تو زوج ایک ایسا عذر

یعنی عدم قصد واختیار بیان کر رہا ہے جسکے ساتھ کلمات معلومہ موجب کفر نہیں رہتے اور زوجہ اوسکے استغفار کو شہادت سے ثابت بھی نہیں کر سکتی تو پھر قاضی اوسکے عذر کو کس دلیل سے رد کریگا اور جبکہ قاضی اس روایت قاضی خاں میں زوج سے بینہ نہیں طلب کرتا حالانکہ اوسکا عذر بوجہ قابل سماع ہونے کے ایک ایسا امر ہے جسپر شہادت قائم ہو سکتی ہے تو پھر وہ صاحب واقعہ کے ایسے عذر کو جسپر شہادت بھی نہیں مانگی جا سکتی کیونکر رد کریگا۔ پس ثابت ہوا کہ جو قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہو جو کہ معاملہ ردت کو اہمیت نہیں دیتے اوسکو بھی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اسکے عذر کو قبول نکرے۔ کیونکہ اس کے ارتداد کیلئے بجز اسکے بیان کے اور کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور وہ اپنے ارتداد کا نہ صراحۃً اقرار کرتا ہے اور نہ دلالۃً۔ اس لئے کہ وہ صدور بالاضطرار کا اقرار کرتا ہے اور یہ اقرار نہ صراحۃً اقرار کفر ہے اور نہ دلالۃً۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ روایت لا یصدقہ القاضی سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب واقعہ کے عذر کو قبول نکریگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے یہ مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ قاضی خاطی کی اسوقت تصدیق نکریگا جبکہ وہ اسکو متہم سمجھے اور واقعہ ہذا میں صاحب واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لہذا قاضی اوسکے عذر کو رد نہیں کر سکتا۔ اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ روایت لا یصدقہ القاضی مطلق نہیں ہو بلکہ مقید بشرط اتہام ہے۔ سو دلیل اسکی یہ ہے کہ قرائن قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فقہاء نے واقعہ ردت کو طلاق پر قیاس کیا ہے اور واقعہ طلاق مقید بشرط اتہام ہے لہذا واقعہ ردت بھی مقید بشرط اتہام ہوگا۔ تفصیل اوسکی یہ ہے کہ قاضی خاں میں ہے۔ لو قال الزوج طلقتک امس و قلت ان شاء اللہ فی ظاہر الروایۃ یکون القول قول الزوج وذکر فی النوادر خلافا بین ابی یوسف ومحمد فقال علی قول ابی یوسف یقبل قول الزوج ولا یقع الطلاق وعلی قول محمد یقع الطلاق ولا یقبل قولہ وعلیہ الاعتماد والفتوٰی۔ ضیاعا لامر الفرج فی زمان غلب فساد الناس انتہٰی۔ جلد ثانی صفحہ ۲۲۳۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زوج طلاق کا اقرار کرے اور اوسکے ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ میں نے انشاء اللہ کہہ لیا تھا تو اصل مذہب تو یہی ہے کہ اس صورت میں زوج کا قول مقبول ہوگا لیکن نوادر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ زوج کا قول بدون شہادت کے مقبول نہوگا پس چونکہ یہ روایت نوادر کی ہے۔ بیلئے اوسکو ظاہر روایت سے

مقابلہ میں متروک ہونا چاہئے تھا مگر جب فقہاء نے زمانہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھا اور سمجھا کہ بد دینی بہت
پھیل گئی ہے اسلئے امر فرج میں احتیاط کی ضرورت ہے تو انہوں نے اس روایت نوادر پر اعتماد کیا اور
اوسپر فتویٰ دیا یہ تو طلاق کا واقعہ تھا اسپر غالباً بعض فقہاء نے ردت کے واقعہ کو قیاس کیا ہے
اور انہوں نے اوسمیں بھی لا یصدق دیانۃ بھی کہدیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو فقہاء روایت نوادر پر فتویٰ
دے رہے ہیں اونکا کیا مطلب ہے۔ سو اونکا مطلب یہی ہے کہ جب ظاہر حال پر نظر کرنے سے زوج
اپنے بیان میں متہم معلوم ہو اوسوقت اوسکے قول کو بدون بینہ کے قبول نہ کیا جائیگا اور اگر بنا بظاہر
حال متہم نہ معلوم ہو اوسوقت اوسکے قول کو اصلی مذہب کی بنا پر قبول کیا جائیگا کیونکہ وہ لوگ رد
قول زوج کا مبنی خلاف ظاہر حال اور فساد زمان بتلاتے ہیں پس اگر ظاہر حال مخالف نہوگا تو اوسوقت
اصل مذہب کو نہ چھوڑا جاویگا کیونکہ عدول عن اصل المذہب بنا بر ضرورت تھا والضروریات
تتقدر بقدر الضرورات پس جبکہ مقیس علیہ حقیقت میں مقید ہے تو مقیس لا محالہ مقید ہوگا۔ اور
معنی یہ ہونگے لا یصدق اذا اتہم۔ لیکن چونکہ واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ متہم نہیں ہے
کیونکہ اتہام کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ اس لئے اس جزئیہ کو اس واقعہ سے کوئی تعلق نہوگا
اور وہ روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں پیش نہوسکیگی۔ یہ گفتگو اوسوقت ہے جبکہ یہ مان لیا جاوے کہ
ردت کا واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ردت کا طلاق پر قیاس ہی صحیح
نہیں ہے اور جبکہ قیاس ہی صحیح نہیں ہے جو کہ مبنی تھا اس جزئیہ کا تو خود یہ جزئیہ بھی صحیح نہوگا اور
جب جزئیہ صحیح نہوگا تو اس سے معارضہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اب عدم صحت قیاس کی وجہ سنو۔
کئی کئی وجہ ہیں۔ اول یہ کہ الفاظ طلاق موضوع ہیں بینونت کے لئے بخلاف الفاظ کفر کے

قال فی الدر المختار ردتہ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان فلا تبین زوجتہ لانہ لا یکفر بہ واستول الخ
فی رد المحتار والقیاس ان یکون القول قولها حتی یفرق بینهما لان کلمة الکفر سبب لحصول الفرقة
فیستوی فیه الطائع والمکره کلفظة الطلاق ووجه الاستحسان ان هذه اللفظة غیر موضوعة للفرقة وانما
تقع الفرقة باعتبار تغیر الاعتقاد والاکراه دلیل علی عدم تغیره فلا تقع الفرقة ولهذا لا یحکم علیه بالردة
اس سے ثابت ہوا کہ طلاق کو تعلق نفس لفظ سے ہے نہ کہ قصد و عقیدہ سے۔ اور کفر کو تعلق قصد و
عقیدہ سے ہے نہ کہ نفس لفظ سے پس جبکہ زوج الفاظ طلاق بولنے کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے

ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے انشاء اللہ کہہ لیا تھا۔ تو وہ اسوقت بظاہر مدعی ہے۔ مدعی اور منکر۔ بظاہر مدعی اس لئے ہو کہ اسکا تکلم بطلقت کا اقرار کرنا اقرار ہے بالحقیقت وقوع طلاق اور زوال ملک نکاح کا۔ پس جبکہ وہ کہتا ہے کہ میں نے انشاء اللہ کہا تھا تو اب وہ اس اقرار کے موجب کو باطل کرتا ہے۔ اور اسطرح وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر بقاء ملک کا دعویٰ کرتا ہے پس جبکہ زوجہ کہتی ہے کہ تو نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا تو وہ اُس حق کا انکار کرتی ہے جسکا وہ بعد اقرار زوال کے دعویٰ کرتا ہے۔ پس زوج پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کو بینہ سے ثابت کرے اور عورت کے لئے انکار کافی ہے اور درحقیقت منکر اس لئے ہے کہ جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے طلقت کے ساتھ انشاء اللہ بھی کہا تھا تو اسکا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس طلقت کا تکلم کیا ہے جو مقید بانشاء اللہ تھا جس سے میری ملک زائل ہی نہیں ہوئی پس اسکے مقابلہ میں زوجہ کا یہ کہنا کہ تو نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا اسکا یہ مطلب ہوگا کہ تو نے اُس طلقت کا تکلم کیا تھا جو مزیل ملک تھا لہذا تیری ملک زائل ہوگئی۔ پس اسوقت زوجہ مدعیہ زوال ملک ہے اور زوج منکر لہذا بار ثبوت زوجہ کے ذمہ ہوگا اور شوہر کے لئے انکار کافی ہوگا ظاہر روایت میں حقیقت پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جب زوج استثناء کا دعویٰ کرے اور عورت اسکو تسلیم نکرے تو بار ثبوت عورت کے ذمہ ہے اور روایت نوادر میں بضرورت احتیاط فرج وفساد زمان ظاہر پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ بینہ زوج کے ذمہ ہے۔ اور جبکہ زوج تکلم بکلمہ کفر کا اقرار کرتا ہے اور اسکے ساتھ ہی وہ ایک ایسے امر کا بھی دعویٰ کرتا ہے جو مانع کفر ہے تو اسوقت وہ صرف منکر ہے اور کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے کیونکہ جس امر کا اسنے اقرار کیا ہے یعنی نفس تکلم وہ بنفسہ موجب کفر نہیں ہے بلکہ موجب کفر وہ قصد ہے جو کلمہ کفر سے متعلق ہو اور قصد کا نہ وہ حقیقۃً اقرار کرتا ہے اور نہ ظاہراً پس وہ کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے اس حالت میں زوجہ کا اسکے عذر کو قبول نکرنا اور ارتداد و زوال ملک کا دعویٰ کرنا ایک ایسا دعویٰ ہوگا جسکو زوج نہ صراحۃً تسلیم کرتا ہے نہ دلالۃً لہذا بار ثبوت سراسر زوجہ کے ذمہ ہوگا اور شوہر کے لئے انکار کافی ہوگا فافترقا۔ پس ردت کو طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہوگا ہاں اگر بعض احکام میں طلاق کو ردت پر قیاس کیا جاوے جیسا کہ فقہاء نے تنازع زوجین فی انہ قال فی قول النصاری ام لا پر دعویٰ

استثنار کو قیاس کیا ہے کما یظہر من روایۃ قاضی خان السالفۃ تو یہ قیاس قیاس اولویت ہے اور مقبول ہوگا کیونکہ جب طلاق میں زوج ایک جہت سے مقر بالبینونت ہے کما مر اور باوجود اسکا قول بلا بینہ کے مقبول ہو سکتا ہے تو ردت میں جہاں وہ کسی جہت سے بھی بینونت کا اقرار نہیں کرتا اسکا قول بالا ولی مقبول ہوگا۔ ہمارے اس بیان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام محمد ؒ نے واقعہ طلاق میں تو اختلاف فرمایا اور زوج پر بینہ لازم کیے مگر واقعہ ردت میں زوج پر بینہ لازم نہیں کئے بلکہ صرف زوجہ سے شہادت طلب کی اور کہا کہ اگر عورت شہادت قائم کر سکے تو دعویٰ خارج کر دیا جائیگا۔ بادی النظر میں شاید کسیکو بیان مذکورہ بالا پر یہ شبہ ہو کہ سیر کبیر میں مذکور ہے کہ اگر زوجہ شہادت سے ثابت کردے کہ زوج نے فی قول النصاریٰ نہیں کہا تو تفریق کردی جاویگی حالانکہ اس شہادت سے صرف تکلم بکلمہ کفر ثابت ہوگا اور صرف تکلم کا ثابت ہو جانا کفر کا ثابت ہونا نہیں ہوتا جیسا تم نے اوپر کہا ہے پس شہادت سے کفر ثابت نہوا تو اس شہادت کی بنا پر تفریق کیوں کیجاوے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ واقعہ مذکورہ میں شہادت سے کفر ثابت نہیں کیا گیا اور اسکی بنا پر تفریق نہیں کی گئی۔ بلکہ کفر جس چیز سے ثابت ہوا کرتا ہے یعنی قصد۔ زوج اسکا اقرار خود کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اوسکے ایک دافع کا بھی دعویٰ کرتا ہے یعنی حکایت عن النصاریٰ۔ اور یہ امر متعلق شہادت کا ہو سکتا ہے اور جب زوجہ نے اس دافع کا انتفار شہادت سے ثابت کر دیا اور تکلم بکلمہ کفر قصداً خود زوج کے اقرار سے ثابت تھا اسطرح کفر ثابت ہو گیا۔ لہذا قاضی کے لئے تفریق کا حکم لازم ہو گیا۔ دوسری وجہ عدم صحت قیاس کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں ظاہر روایت کے خلاف امام محمد کی روایت موجود تھی فقہار نے بضرورت اوسکو اختیار کر لیا اور واقعہ ردت میں ظاہر روایت کے خلاف ہمارے علم میں اصحاب مذہب کی کوئی روایت نہیں ہے جسپر ہم حین لا یصدقہ القاضی اعتماد کر سکیں پس اونکا واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہوگی۔ تیسری وجہ اس عدم صحت کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں امر فرج اہم تھا اور اوسکا کوئی معارض موجود نہ تھا لہذا اونھوں نے احتیاطاً روایت نوادر پر اعتماد کر لیا اور ظاہر روایت کو چھوڑ دیا لیکن واقعہ ردت میں امر ایمان امر فرج سے زیادہ اہم ہے اسلئے اوسکو معاملہ فرج پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر وہاں فرج قابل حفاظت ہے تو واقعہ ردت میں ایمان اُس سے زیادہ قابل حفاظت ہے اور وہاں اگر

حفاظت فرج میں احتیاط ہے تو یہاں حفاظت ایمان میں احتیاط ہے اس لئے بھی واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا یہ گفتگو تو اوسوقت ہے۔ جبکہ روایت لایصدقہ القاضی کا مبنی قیاس بر طلاق ہو جیساکہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اسکا مبنی کچھ اور ہو تو اوسوقت گفتگو یہ ہے کہ اسوقت وہ یا مطلق ہے یا مقید بشرط اتہام پس اگر وہ مقید ہے تو واقعہ سے غیر متعلق ہے اور اگر مطلق ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ روایت سیر کبیر کا معارضہ و مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کیونکہ روایت سیر کبیر ظاہر الروایۃ اور اصل مذہب ہے۔ اور اسکا مبنی معلوم نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس روایت لایصدقہ القاضی کا مبنی بنا بر ظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے لہذا یہ جزئیہ قابل اعتماد نہیں ہوسکتا اور اسکی بنا پر اصل مذہب یعنی روایت سیر کبیر کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور اگر روایت مذکورہ کو چھوڑا بھی جاوے اور اس جزئیہ پر اعتماد بھی کیا جاوے تب بھی واقعہ زیر بحث میں اُس سے ہمارے مقصود کو کوئی صدمہ نہیں پہونچتا کیونکہ اوسکا حاصل یہ ہے کہ جبوقت قاضی خاطی کو متہم سمجھے جیساکہ اوپر ۲۹ میں بقولنا بیکہنا یہ بخوبی بیان کیاگیا اوسوقت اوسکی تصدیق نکرے اور واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور محض احتمالات ناشی عن غیر دلیل وجہ اتہام نہیں ہوسکتے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ روایت لایصدقہ القاضی سیر کبیر کے معارضہ میں اوسوقت پیش ہوسکتی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ اسکا مبنی قیاس بر طلاق نہیں ہے۔ بلکہ روایت سیر کبیر کے خلاف اصحاب مذہب میں سے کسی کی روایت ہے۔ پھر یہ معلوم ہو کہ اس روایت مخالفہ پر اعتماد ہے۔ پھر یہ معلوم ہو کہ وہ مقید بشرط اتہام نہیں ہے بلکہ مطلق ہے۔ اور جب تک یہ امور طے نہوں اوسوقت تک یہ روایت روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں نہیں پیش ہوسکتی اور یہ امور ہنوز طے نہیں ہوئے لہذا اس روایت سے معارضہ نہیں ہوسکتا۔

عدم قبول قاضی عذر صاحب واقعہ کی بحث تو ختم ہوئی اور ثابت ہوگیا کہ نہ قاضی محتاط کو اسکے عذر کے رد کرنے کی گنجائش ہے اور نہ قاضی متشدد کو۔

اب ہم کہتے ہیں کہ زوجہ کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ اسکے عذر کو قبول نکرے کیونکہ زوجہ کے پاس اُس کے استغفار کا کوئی ثبوت نہیں ہے یعنی نہ اوسکے پاس اسکے استغفار کی شہادت ہے اور نہ ذاتی طور پر اسکو اسکا استغفار معلوم ہے اور نہ زوج کسی درجہ میں اسکے استغفار کا اقرار کرتا ہے۔ پس وہ زبردستی

اُس پر ردّت کا الزام کیسے لگ سکتی ہے پس حاصل کلام یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں عذر عدم
اختیار عند القاضی بھی مقبول ہے اور عند الزوجہ بھی۔ پس کسیکو گنجائش نہیں ہے کہ وہ اوسپر
ردّت کا الزام قائم کرے اور اوسکی زوجہ کو بائن کہے۔ اس تحقیق کے بعد ہم اُن شبہات کو
تفصیل وار نقل کر کے اونکی حقیقت ظاہر کرتے ہیں جو کہ واقعہ زیر بحث پر ہو سکتے ہیں۔
شبہ اوّل ہم نہیں مانتے کہ وہ غیر مختار تھا کیونکہ اگر اوسکو زبان پر قابو نہ تھا تو سکوت
پر تو اختیار تھا اتنے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس سے اوسکے قصد تکلم بکلمہ کفر ثابت نہیں ہوتا جو
رکن ردّت ہے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ اوسنے احتیاط سے کام نہیں لیا پس اگر کوئی
احتیاط سے کام نہ لے اور اوسکی بے احتیاطی کے سبب بلا قصد اُس سے کلمہ کفر صادر ہو جائے تو
اوسکو یہ نہ کہا جائے گا کہ اوسنے بقصد و اختیار کلمہ کفر کا تکلم کیا مثلاً سکران قبل از سُکر جانتا تھا کہ
سکر کے بعد میری زبان میرے قابو میں نہ رہیگی اور ممکن ہے کہ ایسی حالت میں میری زبان سے کلمہ
کفر نکلجاوے تو اگر بحالتِ سُکر اوسکے مُنہ سے کلمہ کفر نکل گیا تو کیا اوسکی نسبت کہا جا سکتا ہے
کہ اُس نے قصداً کلمہ کفر زبان سے نکالا کیونکہ اگر اوسکو زبان پر قابو نہ تھا تو ترک سُکر پر تو
قابو تھا پھر اوسنے اوسکو ترک کیوں نہ کیا اور جبکہ سکران کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا
اگرچہ اوسنے اُس سُکر کا ارتکاب کیا ہو جسکی شریعت نے اوسکو ممانعت بھی کی تھی تو صاحب
واقعہ کی نسبت کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اوسنے ترک تکلم کیوں نہ کیا حالانکہ صاحبِ واقعہ کئی
وجہ سے سکران سے زیادہ معذور ہے اوّل اس لئے کہ سکران بالقصد سبب مزیل اختیار
کا ارتکاب کرتا ہے اور صاحبِ واقعہ کے قصد و اختیار کو سبب مزیل اختیار میں کچھ دخل نہ تھا
دوم اسلئے کہ سکران جس امر کا قصد کرتا ہے اوسکے لئے زوال اختیار لازم ہے یعنی شرب سُکر
اور صاحبِ واقعہ جسکا قصد کرتا ہے اوسکے لئے زوال اختیار لازم نہیں یعنی تکلم بکلمہ صحیحہ (دبین
الوجہین فرق فلیتنبہ) سوم اسلئے کہ سکران شرب سکر کے وقت اسکا خیال نہیں کرتا کہ اوسکے
مُنہ سے کیا نکلیگا۔ اور صاحبِ واقعہ تکلم کے وقت حتی الوسع اسکا اہتمام کرتا تھا کہ میرے مُنہ سے
صحیح کلمہ نکلے اور غلط نہ نکلے پس جبکہ باوجود اِن وجوہ فرق کے سکران کو شرب سکر کی بنا پر
مختار نہیں کہا جا سکتا تو صاحبِ واقعہ کو ترک سکوت کی بنا پر کیسے مختار کہا جا سکتا ہے۔ رہا یہ امر کہ

اُس نے سکوت کیوں نہ کیا سو اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ جسوقت تکلم کا قصد کرتا تھا اوسوقت سمجھتا تھا کہ میں صحیح تکلم کرسکونگا لیکن صدور کلمات کے وقت اوسپر سبب مزیل اختیار جاری ہوجاتا تھا اور اُس سے غلطی ہوجاتی تھی۔ رہی یہ بات کہ جب وہ ایک دو دفعہ آزما چکا تھا تو پھر اوسکو یہ شبہ کیوں نہوا کہ شاید مجھسے پھر غلطی ہوجاوے تو اسکا مقتضا تو یہ ہے کہ وہ بیچارہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہوجائے کیونکہ یہ کھٹکا تو اوسکو اپنے ہر تکلم کے وقت ہوسکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض احتمالات عقلیہ ہیں اور اثبات ردّت کے لئے احتمالات عقلیہ کافی نہیں ہوسکتے ہیں اور جو حالت اوسپر طاری تھی اوسکا اندازہ دوسرے کو نہیں ہوسکتا اور وہ نہیں جان سکتا کہ داعی الی التکلم کیا چیز تھی بلکہ اسکو وہ خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

شبہ دوم۔ ہم نہیں مانتے کہ اوسے اختیار نہ تھا کیونکہ وہاں کوئی سبب مزیل اختیار نہ تھا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آخر اس دعوے کی دلیل کیا ہے۔ اسپر کہا جاسکتا ہے کہ اگر ہوتا تو وہ لکھتا حالانکہ اوسنے کوئی سبب نہیں لکھا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکا نہ لکھنا تو درکنار خود اوسکا نہ جاننا بھی اوسکے عدم کی دلیل نہیں ہے کیونکہ بہت سے آثار آدمی کے اندر ایسے پیدا ہوتے ہیں جنکے اسباب کا اوسکو علم نہیں ہوتا۔

شبہ سوم اگر فی الواقع وہاں کوئی سبب ہو تو وہ محبت زید ہوگی اور محبت آدمی کو درجہ اضطرار و سقوط اختیار تک نہیں پہونچاتی کیونکہ اگر محبت درجہ اضطرار تک پہونچا دیتی تو حدیث میں اطراء سے ممانعت نہوتی۔ اسکا جواب اولاً یہ ہے کہ احتمال تسبب محبت زید محض ناشی عن غیر دلیل ہے اور صاحب واقعہ کے کلام میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ امر مفہوم ہو بلکہ یہ احتمال دو وجہ سے خلاف واقع ہے۔ اوّل اس لئے کہ صاحب واقعہ واقعات مذکورہ فی مکتوبہ کو اپنی محبت کا نتیجہ نہیں بتا رہا ہے اور محبت کو واقعات مذکورہ کا سبب نہیں کہتا۔ دوسرے اس لئے کہ محبت اولاد و بالذات دل پر اثر کرتی ہے نہ کہ زبان پر۔ پس اگر محبت اسکا سبب ہوتی تو خیالات اور عقیدہ پر اوسکا اثر پڑنا چاہئے تھا محبت سے زبان کا بے قابو ہوجانا اور دل پر کچھ اثر نہونا یعنی عقائد کا تغیر سے محفوظ رہنا محض بے معنی ہے۔ ثانیاً یہ کہنا کہ محبت مرتبہ سقوط اختیار تک نہیں پہونچاتی ایک ایسا دعویٰ ہے جسکو نہ عشاق تسلیم کرتے ہیں نہ اطبا۔ عشاق تو یہ کہتے ہیں

چوں بگویم تا سرش پنہاں کنم — سر برآرد چوں علم کاینک منم
رخنہ افگم گیرم تا گردد گوشش — کاے مدمغ چوں نہی پوشی بپوشش

ایضاً کہتے ہیں سہ

عشق آمد عقل او آوارہ شد — صبح آمد شمع او بیچارہ شد
عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید — شحنہ بیچارہ در کنجے خزید

اور اب عشق کو جنون کی قسم قرار دیتے ہیں۔ ثالث دعوے مذکور پر مبنی اجزاء سے استدلال صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ محبت کے درجات متفاوت ہوتے ہیں بعض درجات مزیل اختیار ہیں اور بعض غیر مزیل ہیں پس اسکے مخاطب ارباب ہوش واختیار ہیں نہ کہ عشاق مسلوب العقل اور مجانین غیر مکلف۔

شبہ چہارم۔ اگر بالفرض محبت آدمی کو حد اضطرار وسلب اختیار تک پہونچا دیتی ہے تو وہ نادر ہے اور ان اسباب عامہ سے نہیں ہے جنکا فقہاء نے اعتبار کیا ہے۔ اسکا جواب اولاً یہ ہے کہ ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ اوسکا سبب محبت زید نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جسکو ہم متعین نہیں کر سکتے اور نہ ہمارے ذمہ اوسکی تعیین لازم ہے ہمارے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ اوسکا سبب ایک ایسا سبب ہے جو مزیل اختیار ہے۔ ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض محبت ہی اوسکا سبب ہو تو اوسکو نادر کہنا عجیب ہے اور اس سے زیادہ اوسکو اسباب معتبرہ عند الفقہاء سے خارج کہنا عجیب ہے کیونکہ اسباب معتبرہ عند الفقہاء میں جنون بھی داخل ہے اور عشق جنون کی ایک قسم ہے کما صرح بہ الاطباء ولیعرف من جربہ او عرف احوال العشاق۔

شبہ پنجم۔ اگر محبت اسکا سبب نہو بلکہ کوئی اور سبب ہو تو چونکہ وہ ایک ایسا سبب ہے جس کا فقہاء نے اعتبار نہیں کیا اسلئے اوسکا اعتبار نہوگا اور وہ سلب اختیار جو سبب مذکور کا نتیجہ ہے اوسکو کالعدم سمجھا جائیگا۔ پس گو صاحب واقعہ حقیقۃً مختار نہو مگر اوسکو حکماً مختار کہا جائیگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں حکم عدم ردت کا منشا یہ نہیں ہے کہ رکن ردت پایا جاتا ہے لیکن مانع خارجی کی وجہ سے اوسکا حکم ثابت نہیں ہوسکتا تاکہ اوسپر یہ سوال ہوسکے کہ اس مانع کو فقہاء نے بھی مانع قرار دیا ہے یا نہیں بلکہ اوسکی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ میں نہ قصد فعل موجب کفر متحقق ہے

اور نہ تبدل اعتقاد جو کہ رکن ردت ہیں پس یہاں انعدام رکن کی وجہ سے حقیقت ردت ہی متحقق نہیں ہے اس لئے صاحب واقعہ کو کافر و مرتد نہیں کہا جاسکتا مثلاً روایت سیر کبیر منقولہ عن قاضی خاں میں زوج نے کلمہ کفر المسیح ابن اللہ کہا ہے لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے فی قول النصاری بھی کہا تھا اور اس عذر کو قبول کیا جاتا ہے تو اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی سبب اسباب عامہ مثل جنون یا سکر مباح یا نوم وغیرہ میں سے متحقق ہے بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں حقیقت ردت یعنی تغیر اعتقاد یا قصد فعل موجب کفر نہیں پایا گیا یا مثلاً کسی نے سکر محرم کا ارتکاب کیا اور اس حالت میں اوسنے کلمہ کفر زبان سے کہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ نہ وہ مرتد ہوگا اور نہ نکاح ٹوٹے گا حالانکہ سکر محرم عذر شرعی نہیں ہے لیکن چونکہ وہاں تبدل اعتقاد یا قصد فعل موجب کفر نہیں پایا گیا اسلئے اوسکو مرتد نہیں کہا جاسکتا چنانچہ کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں ہے قوله لان السکر جعل عذرا اشارة الی الجواب عما یقال قد جعل السکر المحظور عذرا فی الردة حتی منع صحتها فیجوز ان یجعل عذرا فی غیرها ایضا فقال عدم صحة الردة لفوات رکنها وهو تبدل الاعتقاد لا لان السکر جعل عذرا فیها بخلاف ما یبتنی علی العبارة من الاحکام مثل الطلاق والعتاق والعقود لان رکن التصرف قد تحقق فیها من الاهل مضافا الی المحل فوجب القول بصحتها آھ پس اسوقت یہ پوچھنا صحیح ہوگا کہ بتلاؤ عذر صاحب واقعہ اعذار معتبرہ عند الفقہاء میں سے کس میں داخل ہے۔ یہ جوابات تو ان اعتراضات کے تفصیل وار تھے۔ اب ہم سبکا ایک جواب اجمالی دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ان تمام شبہات کا حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ مجبور نہ تھا بلکہ مختار تھا اور اوسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ دیانۃً بھی مرتد ہو اور قضاءً بھی اور اوسپر مرتد کے تمام احکام جاری کئے جائیں کیونکہ اوسنے بحالت صحت عقل و درستی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ بلکہ محض اپنی خوشی سے ایک ایسا فعل کیا جو موجب کفر تھا اور ایسے ہی شخص کو مرتد حقیقی کہتے ہیں پس اوسپر احکام مرتد حقیقی کیوں نہ جاری کئے جائیں حالانکہ واقعہ کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھکر کوئی مفتی ایسا فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کرسکتا پس لازم ہے کہ یہ تمام خدشات مخدوش ہوں۔

شبہ ششم۔ اچھا ہم مانتے ہیں کہ صاحب واقعہ فی الحقیقت مجبور تھا لیکن قاضی اسکو نہیں مان سکتا کیونکہ جب وہاں سبب مجبوری ظاہر نہیں تو یہ اوسکا بیان خلاف ظاہر ہونیکے سبب نامسموع ہوگا

اسکا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ کہنا ایک حد تک اوسوقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ واقعہ صدور کلمات قاضی کے
نزدیک کسی اور دلیل سے ثابت ہوا ہو اولاً وہ اقرار صدور کلمات کرے اور دوسرے وقت وہ عذر کرے
لیکن یہاں نہ واقعہ کسی اور دلیل سے ثابت ہے اور نہ صاحب واقعہ ایک وقت اقرار کرکے
دوسرے وقت عذر بیان کرتا ہے بلکہ وہ اقرار ہی عذر کے ساتھ کرتا ہے اس لئے یہ نہیں کہا
جا سکتا کہ اوسکا عذر نامقبول ہے۔ ثانیاً اوسکو خلاف ظاہر صرف اتنی ہی بات سے نہیں کہا جا سکتا
کہ اوسکا سبب ظاہر نہیں بلکہ اوسکے لئے اور امور کو بھی پیش نظر رکھا جائیگا مثلاً یہ کہ اصل واقعہ کا
ثبوت اوسکے بیان سے ہوا یا کسی اور دلیل سے اور اگر اوسکے بیان سے ہوا تو اوسنے کیوں اقرار
کیا اور کن الفاظ سے اقرار کیا اور جو عذر وہ بیان کرتا ہے اقرار سے کچھ دیر کے بعد کرتا ہے یا اقرار
کیساتھ ہی یا خود اُس اقرار ہی میں عذر موجود ہے۔ اور اقرار کرنے والا کیسا شخص ہے آیا دیندار ہے
یا بددین چالاک ہے یا بھولا وغیرہ وغیرہ۔ جب ان تمام پہلوؤں پر نظر کرلیجاوے اور اوسکے
بعد بھی وہ متہم معلوم ہو اوسوقت کہا جا سکتا ہے کہ اوسکی تاویل خلاف ظاہر ہے ثالثاً یہ تحقیق
کہ خلاف ظاہر ہے یا کیا طلاق وخلع وغیرہ حقوق العباد میں کیجاتی ہے اور ردت میں یہ کاوش نہیں
کیجا سکتی دیکھئے واقعہ سیر کبیر میں باوجودیکہ گواہ کہتے ہیں کہ ہمنے زوج کو المسیح ابن اللہ کہتے
سُنا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمنے فی قول النصاریٰ نہیں سُنا حالانکہ فی قول النصاریٰ ایک ایسا
فقرہ ہے جو مسموع ہو سکتا ہے لیکن چونکہ زوج کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے تھے اسلئے صرف
اوسکے بیان پر قاضی عورت کا دعویٰ خارج کرتا ہے اور ردت یا بینونۃ کا حکم نہیں کرتا اور یہ نہیں
کہتا کہ زوج کا بیان خلاف ظاہر ہے کیونکہ جن لوگوں نے مسیح ابن اللہ سُنا اونھوں نے فی قول النصاریٰ
کیوں نہ سُنا پس معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اوسنے یہ لفظ نہیں کہے اور اسوقت جو یہ دعویٰ
کرتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے تو یہ ثبوت بینونۃ و ردت سے گریز کرتا ہے پس ضرور عورت کے
دعوے کو قبول کرنا چاہئے اور بینونۃ ثابت کرنی چاہئے) پس جبکہ قاضی اُس قائل سے یہہ
نہیں کہتا تو وہ بیچارہ صاحبِ واقعہ کے بیان کو کیونکر خلاف ظاہر کہہ سکتا ہے۔

شبہ ہفتم۔ فقہاء کہتے ہیں کہ جسوقت کوئی شخص ایک کلمہ مباح بولنا چاہے اور اوسکی
زبان سے کلمہ کفر نکلجاوے تو وہ فیما بینہ وبین اللہ کافر نہوگا لیکن قاضی اوسکی تصدیق نکریگا

بس تسریح کی بنا پر صاحب واقعہ کی تصدیق ہونی چاہئے۔ اسکا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ روایت فقہاء حنفیہ
کے مسلک کے خلاف ہے کما مر۔ ثانیاً روایت سیر کبیر اسکے مخالف ہے اور یہ روایت سیر کبیر کی
روایت کا معارضہ بھی نہیں کر سکتی اوسکے مقابلہ میں راجح ہونا تو درکنار۔ ثالثاً اوپر معلوم ہو چکا
ہے کہ اس جزئیہ کا مبنی بظن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے یا کم از کم اسکا مبنی معلوم نہیں۔ رابعاً فقہا
یہ تو کہتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیف اور غیر مذہب کی بھی ملجاوے تو مسلمان کی تکفیر اور حکم بالبینونہ نکرنا چاہئے کما سبق
لیکن یہ نہیں کہتے کہ اگر تکفیر اور بینونت کے لئے کوئی روایت ضعیف بھی ملجاوے جسکا مبنی معلوم نہو
یا اسکا مبنی ایک قیاس غیر صحیح ہو تب بھی اوسکی تکفیر کر دینی چاہئے اور بینونت کا حکم کر دینا چاہئے
پس ان وجوہ سے یہ جزئیہ ناقابل التفات ہوگا۔ اور اگر اوسکو مان بھی لیا جاوے تو اسکے معنی یہ ہیں
کہ جب قاضی خاطی کو متہم سمجھے اوس وقت اوسکی تصدیق نکرے اور واقعہ زیر بحث میں اتہام صاحب
واقعہ کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور احتمالات ناشی عن غیر دلیل اوسے متہم نہیں کر سکتے۔ پس
یہ جزئیہ یا ناقابل التفات ہے یا واقعہ زیر بحث سے غیر متعلق ہے اس لئے اوسکو اس واقعہ میں
پیش نہیں کیا جا سکتا۔

شبہ ہشتم۔ اچھا اگر ضابطہ سے اس پر تجدید ایمان ونکاح لازم نہیں ہے۔ تو بنا بر احتیاط
تو اسکا فتوی دیا جا سکتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ احتیاطاً بھی تجدید ایمان ونکاح کا فتوے
نہ دیا جاوے۔ کیونکہ اس فتوے کے معنی یہ ہوں گے کہ گو تم کافر نہیں ہوئے مگر ہم تمہیں احتیاطاً کافر
کہتے ہیں۔ لہذا تم تجدید ایمان ونکاح کرو۔ وہو کما تری۔ پھر ہم امام محمد رحمہ اللہ سے زیادہ احتیاط
کا دعوی نہیں کر سکتے۔ جو کہ سیر کبیر میں معاملہ ردت کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر گواہ
نہ کہیں کہ زوج نے فی قول النصاری نہیں کہا تو عورت کا دعوی خارج کر دیا جاویگا اور بینونت کا
حکم نہ کیا جاویگا۔ اور احتیاطاً بھی تجدید ایمان ونکاح کا حکم نہیں دیتے۔

شبہ نہم۔ فقہاء کہتے ہیں ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح وما فیہ
خلاف یؤمر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح اور صاحب واقعہ نے جو کلمات کہے وہ بالاتفاق کلمات
کفر ہیں تو پھر تجدید ایمان ونکاح کا حکم کیوں نہ کیا جاوے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اسکے معنی یہ نہیں
ہیں کہ اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جو بالاتفاق کلمہ کفر ہو تب تو اس سے نکاح یقیناً باطل ہو جاویگا

خواہ وہ سنے وہ کلمہ بالقصد کہ ہو یا بلا قصد۔ اور اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جسکا کلمۂ کفر ہونا مختلف فیہ ہو تب احتیاطاً اسکو توبہ و استغفار و تجدید نکاح کا امر کیا جاویگا اھ۔ بندہ کے نزدیک اسکے معنی یہ ہیں کہ جب کسی سے قصداً کوئی ایسا فعل صادر ہو جو بالاتفاق موجب کفر ہو تو نکاح باطل ہو جاویگا۔ اور اگر کسی سے قصداً کوئی ایسا فعل صادر ہو جسکے کفر ہونے میں اختلاف ہو تو وہاں بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاویگا بلکہ احتیاطاً اُس سے کہا جاویگا کہ تو توبہ و استغفار اور تجدید نکاح کرے تاکہ تیری زوجہ بالاتفاق حلال ہو جاوے۔ قصداً کی قید بندہ نے اس لئے لگائی کہ بدون قصد کے ردت متحقق ہی نہیں ہو سکتی نہ بالاتفاق نہ باختلاف کیونکہ قصد رکن ردت ہے۔

شبہ نہم عالمگیری میں ہے۔ رجل اقر وہ کان قرہ وصبی خلان بالف درہم ثم قال لقد بل اقررت بها بعد البلوغ فالقول قول المقر مع یمینه وکذلک لو قال اقررت له بها فی حالة نومی، وکذلک لو قال اقررت بها قبل ان اخلق ولو قال اقررت له وانا ذاهب العقل من برسام او لمم فان کان عرف انه کان اصابه لم یلزمه شیء وان کان لا یعرف ان ذلک اصابه کان ضامنا للمال۔ کذا فی المبسوط۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقر کوئی ایسا عذر بیان کرے جسکا وجود معلوم ہو تو وہ عذر مقبول ہوگا۔ اور اگر کوئی ایسا عذر بیان کرے جسکا وجود معلوم نہ ہو تو وہ مقبول نہ ہوگا۔ گو اقرار کے ساتھ موصول ہی ہو۔ پس چونکہ صاحب واقعہ کا عذر بھی ایسا ہی ہے جسکا وجود معلوم نہیں ہے اس لئے اسکا عذر بھی مقبول نہ ہوگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس ہے ردت کا اقرار پر اور جس طرح ردت کا طلاق پر قیاس صحیح نہیں کما مر یوں ہی اسکا قیاس اقرار پر بھی صحیح نہیں۔ اسلئے کہ جس طرح الفاظ طلاق بینونت کے لئے موضوع ہیں یوں ہی اقرار ثبوت حق غیر کیلئے موضوع ہے۔ پس جبکہ وہ اقرار کا اقرار کرتا ہے تو گویا کہ وہ ثبوت حق غیر کا اقرار کرتا ہے۔ پس جبکہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حالت برسام وغیرہ میں اقرار کیا تھا۔ تو اب گویا کہ وہ حق ثابت کو دفع کرتا ہے اس لئے اسکا بیان بدون دلیل کے مقبول نہ ہوگا برخلاف صاحب واقعہ کے کہ وہ صدور الفاظ کا اقرار کرتا ہے اور نفس صدور الفاظ نہ موجب ردت ہے اور نہ انکا تعلق بالذات حق غیر یعنی بینونت زوجہ سے ہے کیونکہ ردت کا تعلق تو قصد و ارادہ سے ہے نہ کہ الفاظ سے اور بینونت بواسطہ تحقق ردت لازم ہے کے ردت سے ہے نہ کہ الفاظ کفر سے کیونکہ وہ بینونت کے لئے موضوع نہیں ہیں بہ حسب واقعہ کے الفاظ منقولہ کا

اقرار کرنا نہ اقرار ردت ہوگا۔ نہ اقرار بینونت۔ پس اسکا عذر بیان کرنا۔ موجب اقرار کا ابطال نہ ہوگا۔ فافہم
جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ کفر صاحب واقعہ نہ اتفاقی ہے اور نہ اختلافی لعدم تحقق حقیقۃ الردۃ کما سبق
تفصیلہ۔ پس اسکو وجوباً یا استحباباً تجدید نکاح کا فتوی تو نہیں دیا جاسکتا لیکن اگر وہ تنزہاً تجدید
نکاح کرے تو اوسکو اختیار ہے

حاصل تحقیق وتنقید مذکورہ بالا یہ ہے کہ رُوداد واقعہ کو پیش نظر رکھکر نہ صاحب واقعہ پر دیانۃً کفر و
ارتداد و بطلان نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے نہ قضاءً۔ اور نہ بنا بر احتیاط تجدید ایمان و نکاح کا فتوی دیا
جاسکتا ہے۔ ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ اگر صاحب واقعہ نے یہ الفاظ بحالت صحت عقل و درستی
ہوش وحواس اختیاراً اور بالقصد کہے ہیں تب تو اسپر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ اور اگر درحقیقت
وہ معذور اور مجبور تھا اور یہ الفاظ اس سے بلا قصد و اختیار صادر ہوئے تو وہ معذور ہے اور نہ اسے
تجدید ایمان کی ضرورت ہے اور نہ تجدید نکاح کی۔ اب وہ خود فیصلہ کرے کہ کیا صورۃ تھی۔ ہذا ما عندنا
واللہ اعلم بالصواب۔

دو ضروری باتوں پر عامۂ مسلمین کو تنبیہ

یہ تو واقعہ کی تحقیق فقہی تھی اب ہم عام مسلمانوں کو دو ضروری اور قابل تنبیہ امور پر متنبہ کرتے ہیں
اول یہ کہ فقہاء جو تکفیر مسلم میں احتیاط بلیغ سے کام لیتے ہیں جسکا تحقیق مذکورہ بالا میں تفصیلی بیان
ہوچکا ہے اوس سے مسلمانوں کو جرأت نہونی چاہیئے کیونکہ جب محتاط فقہاء مسلمان کی طرف کفر کی
نسبت کرنے کو اتنا بُرا سمجھتے ہیں کہ جب تک اونکو گنجایش ملتی ہے اوسوقت تک وہ کسی مسلمان کیطرف
اوسکو منسوب نہیں کرتے تو اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خود کفر کا ارتکاب کسقدر بُرا ہوگا پس
مسلمانوں کو چاہیئے کہ جس قول یا فعل میں کفر کا احتمال بعید اور وہم بھی ہو اوس سے بھی نہایت
درجہ احتراز کریں کیونکہ کفر سے بڑھکر حق سبحانہ کے نزدیک کوئی جُرم نہیں ہے چنانچہ نصوص قطعیہ سے
ثابت ہے کہ حق سبحانہ تمام جُرموں کو معاف کردینگے مگر کفر کو معاف نکرینگے اس سے اندازہ ہوسکتا
ہے کہ وہ کسقدر شدید جُرم ہے اور اوس سے بچنا کسقدر ضروری ہے۔ دوم یہ کہ اہل اللہ سے (خواہ
وہ کوئی ہوں) عداوت اور کینہ نہ رکھیں اور خواہ مخواہ اونپر بدگمانی اور طعن و تشنیع نکریں کیونکہ

حدیث شریف میں اونسے دشمنی رکھنے والوں کے لئے سخت وعید آئی ہے اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ فرماتے ہیں کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اوسے اعلان جنگ دیتا ہوں اور حضرت مولانا رومی رہ فرماتے ہیں ؎

اولیا را طفل حق اندائے پسر — در حضور و غیبت آگہ باخبر
غائبی مندیش از نقصان شاں — کو کشد کیں از برائے جان شاں
گفت اطفال من اند ایں اولیا — در غریبی فرد از کار و کیا
از برائے امتحاں خوار و یتیم — لیک اندر سر منم یار و ندیم
پشت دار جملہ عصمت ہائے من — گوئیا ہستند خود اجزائے من
ہاں وہاں ایں دلق پوشاں من اند — صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر — موسیٰ فرعون را زیر و زبر
ورنہ کے کردے بیک نفرین بد — نوح شرق و غرب را غرقاب خود
بر نہ کندے یک دعائے لوط راد — شہر ہائے کافراں را المراد
گشت شہرستاں چوں فردوس شاں — دجلۂ آب سیہ رو بیں نشاں
سوی شام ست ایں نشان و ایں خبر — در رہ قدسش ببینی در گذر
صد ہزاراں انبیاء حق پرست — خود بہر قرنے سیاستہا بدست
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد — تا دل صاحبدلے نامد بدرد

پھر اہل اللہ سے دشمنی اور اُن پر ناحق طعن و تشنیع کرکے اور اونکا دل دُکھا کر خدا سے کیوں لڑائی مول لیجائے ایسے لوگوں کو واضح رہے کہ اونکے ایسا کرنے سے اہل اللہ کا ذرہ برابر بھی نقصان نہیں ہوتا بلکہ خود اونکا ضرر ہوتا ہے چنانچہ حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

گر شکال آرد کسے بر گفت ما — از برائے انبیاء و اولیا
کانبیا را نے کہ نفعے کشتہ بود — پس چرا شاں دشمناں بود و حسود
گوش نہ اے تو طلبگار صواب — بشنو ایں اشکال و شبہت را جواب
دشمن خود بودہ اند آں منکراں — زخم بر خود می زدند ایشاں چناں

دشمن آں باشد کہ قصد جاں کند　　دشمن آں نبود کہ خود جان می کند
نیست خفاشک عدو آفتاب　　او عدو خویشش آمد در حجاب
تابش خورشید اورا می کشد　　رنج او خورشید ہرگز کے کشد
دشمن آں باشد کزو آید عذاب　　مانع آید لعل را از آفتاب
مانع خویشش اند جملہ کافراں　　از شعاع جوہر پیغمبراں
کے حجاب چشم آں فرد اند خلق　　چشم خود را کور و کثر کرد ند خلق
چوں غلام ہندوے کو کیں کشد　　از ستیزہ خواجہ خود را می کشد
سرنگوں می افتد از بام سرا　　تا زیانے کردہ باشد خواجہ را
گر شود بیمار دشمن با طبیب　　در کند کودک عداوت با ادیب
در حقیقت رہزن جاں خود اند　　راہ عقل و جان خود را خود زدند
گاذرے گر خشم گیرد ز آفتاب　　ماہیے گر خشم می گیرد ز آب
تو نکو بنگر کرا دارد زیاں　　عاقبت کہ بود سیہ اختر ازاں

وما علینا الا البلاغ۔

عرضداشت بخدمت اقدس حضرت مجدد الملۃ والدین مدظلہ العالی

متعلق بمعاملہ بعض اہل زماں جو مضمون تمہیدی میں متکلمین فی ہذہ الواقعہ کی قسم ثانی کی قسم ثانی یعنی مجموعہ کی قسم اخیر ہے۔

اے ضیاء الحق حسام الدین اد　　اوستادان صغار ا اوستاد
گر نبودے خلق محجوب و کثیف　　ورنہ بودے حلقہا تنگ و ضعیف
در مدیحت داد معنے دادمے　　غیر ایں منطق لبے بکشادمے
لیک لقمہ باز آں صعوہ نیست　　چارہ اکنوں آب و روغن کردنیست
مدح تو حیف است با زندانیاں　　گویم اندر مجمع روحانیاں
شرح تو غبن است با اہل جہاں　　ہمچو راز عشق دارم در نہاں

مدح تعریف است و تخریق حجاب — فارغ است از مدح و تعریف آفتاب

مادح خورشید مداح خود است — کہ دو چشمم روشن و نامرمد است

ذم خورشید جہاں ذم خود است — کہ دو چشمم کور و تاریک و بد است

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں — عاجزانہ جنبشے باید دراں

ان شیئاً کلہ لا یدرک — اعلموا ان کلہ لا یترک

گرچہ نتواں خورد طوفان سحاب — کے تواں کردن بترک خورد آب

آب دریا را اگر نتواں کشید — ہم بقدر تشنگی باید چشید

من بگویم وصف تو تا رہ برند — پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند

نور حقی و بحق جذاب جاں — خلق در ظلمات وہم اند و گماں

اے مسیح خوش نفس چونی ز رنج — کہ نبود اندر جہاں بے رنج گنج

چونی اے عیسے ز دیدار یہود — چونی اے یوسف ز اخوان حسود

ہر کجا باشد ریاضت بارہ — از لکد خوردن نباشد چارہ

لاجرم اغلب بلا بر انبیاست — کہ ریاضت دادن خاماں بلاست

تو شب و روز از پئے ایں قوم غمر — چوں شب و روزی مدد بخشای عمر

آہ ازیں صفرائیان بے ہنر — چہ ہنر زاید ز صفرا درد سر

تو ہماں کن کہ کند خورشید شرق — با نفاق و حیلہ و دزدی و زرق

تو عسل ما سرکہ در دنیا و دیں — دفع ایں صفرا بود سرکنگبیں

سرکہ افزودیم ما قوم زحیر — تو عسل بفزا کرم را وا مگیر

ایں سزد از ما چنیں آید ز ما — ریگ اندر چشم چہ افزاید عما

آں سزد از تو ایا کحل عزیز — کہ بیابد از تو ہر ناچیز چیز

ز آتش ایں ظالمانت دل کباب — از تو جملہ اہد قومی بد خطاب

کان عودی در تو گر آتش زنند — ایں جہاں از عطر و ریحاں پر کنند

تو نہ آں عودی کز آتش کم شود — تو نہ آں روحی کہ اسیر غم شود

عود سوزد کان عود از سوز دور … باد کے حملہ برد بر اصل نور
ہیں مشو پنہاں ز ننگ ای عی … کہ تو داری شمع نور شعشعی
خیز و بسنگر کاروان رہ زدہ … ہر طرف غول است کشتیبان شدہ
خضر وقتی غوث ہر کشتی توئی … اے ولی اللہ مکن تنہا روی
پیش ایں جمعی چو شمع آسماں … انقطاع و خلوت آری را بماں
وقت خلوت نیست اندر جمع آ … اے ہدی چوں کوہ قاف و تو ہما
بدر بر صدر فلک شد شب رواں … سیر را نگذارد از بانگ سگاں
طاعناں ہم چوں سگاں بر بدر تو … بانگ می دارند سوئے صدر تو
ایں سگاں کر اند از امر انصتوا … از سفہ وعوع کناں بر بدر تو
ہیں بگذار اے شفا رنجور را … تو ز خشم کر عصائے کور را
ہیں بخشش تو زیں جہان بیقرار … جوق کوراں را قطار اندر قطار
کار ہادی ایں بود تو ہادیی … ماتم آخر زماں را شادیی
ہر کہ در مکر تو دارد دل گرو … گردنش را حق زند تو شاد رو
بر سر کوریش کوریہا نہند … او شکر پندارد و زہرش دہد
عقلہا از نور او افروختند … مکرہا از مکر او آموختند
چیست خود آلاجق آں ترکماں … پیش پائے نرہ پیلان جہاں
خیز در دم تو بصور سہمناک … تا ہزاراں مردہ بر روید ز خاک
چوں تو اسرافیل وقتی راست خیز … رستخیزے ساز پیش از رستخیز
ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم … خویش بنما کہ قیامت نک منم
ورنہ باشد اہل ایں ذکر و قنوت … پس جواب الاحمق ای سلطاں سکوت
نکتہائے مشکل باریک شد … بند طبعی کوز دیں تاریک شد
بند کن مشک سخن با شیت را … وا مکن انبان قل ما شئت را
آں کہ بر نگذشت اجزاش از زمیں … پیش او معکوس قل ما شئت ایں

لاتخافہم حبیبی دارہم — یا غریبا نازلا فی دارہم

اعط ماشاؤا ورا موا دارضہم — یا ظعینا ساکنا فی ارضہم

تارسی اندر شہ وور تاز خوش — رازیا بامر غستری می ساز خوش

موسیا در پیش فرعون زمن — نرم باید گفت قولاً لینا

آب گر در روغن جوشاں کنی — دیگ داں و دیگ را ویراں کنی

نرم گو لیکن مگو غیر صواب — وسوسہ مفروش در لین الخطاب

گو تو مر گل خارہ را کفند بہ — نرمی فاسد مکن طینش مدہ

بر فلک محمود اے خورشید فاش — بر زمیں ہم تا ابد محمود باش

مختصر توضیح عرضداشت

حضور والا میں یہ جانتا ہوں کہ واقعہ زیر بحث کے متعلق جو جواب جنابؒ والا نے تحریر فرمایا ہے اوسپر کوئی مواخذۂ شرعیہ نہیں ہو سکتا نیز میں یہ بھی جانتا ہوں کہ حضور کا صاحب واقعہ پر تنبیہ و ملامت نکرنا بھی بالکل درست تھا کیونکہ جب اوسکی مجبوری کی وجہ سے خود شریعت ہی اوسپر مواخذہ نکرتی تھی تو حضور کیسے مواخذہ فرماتے نیز میں یہ بھی جانتا ہوں کہ حضور کا مقصود اوسکی اشاعت سے لوگوں کو نفع پہونچانا تھا تاکہ اگر کسی اور کو ایسا ہی واقعہ پیش آئے تو وہ اپنا عقیدہ خراب نکرے نیز میں یہ بھی جانتا ہوں کہ نوعیت واقعہ پر نظر کرنے سے حضور کو یہ خطرہ بھی نہیں ہوا کہ اوسکی اشاعت میں کوئی مفسدہ ہے یا ہو سکتا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ کے متعلق طاعنین کا شور و شر محض لایعنی اور اونکی کج فہمی یا حسد و عناد کا نتیجہ ہے جسمیں جناب پر کوئی الزام شرعی عائد نہیں ہوتا کیونکہ تمام لوگوں کے مذاق کی رعایت نہ جناب والا کے امکان میں ہے اور نہ جنابؒ والا پر شرعاً واجب ہے۔ نیز میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دشمنوں کی دل آزار طعن و تشنیع اور مخالفانہ کارروائیوں سے جناب والا کو طبعاً رنج و ملال ہوتا اور اپنی سعی فی الہدایۃ کو لوگوں کی نااہلیت کے سبب بے نتیجہ اور نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق سمجھکر اوسکو ترک کرنیکا طبعاً خیال پیدا ہونا کچھ بعید نہیں لیکن گذارش ہے کہ فیض عام کا بند ہونا

مسلمانوں کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ پس حضور طاعنین وحساد کی وجہ سے فیض عام کو بند نہ فرماویں اور اونکی مخالفتوں اور عداوتوں کو بحکم اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل میراث انبیاء تصور فرماویں لیکن چونکہ حضور والا کو ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے جنہیں فہم سلیم اور اتباع حق کا قحط ہے جیسا اس واقعہ نے کھلی آنکھوں مشاہدہ کرا دیا ہے اس لئے اگر حضور اپنی تحریرات وتقریرات وغیرہ میں جتنی احتیاط پہلے سے رکھتے ہیں اوس سے بھی زیادہ حد شرعی کے اندر اونکے افہام اور اونکے مذاق کی رعایت اور اہتمام فرماویں تو مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ گو اس درجہ کی احتیاط کہ بعید پہلوؤں پر بھی نظر کیجاوے جناب کے ذمہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ اوسکے ترک سے اگر کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہے تو وہ خود لوگوں کا قصور ہے کہ وہ تدبر اور انصاف سے کیوں کام نہیں لیتے لیکن اگر احتیاط میں مزید اہتمام کیا جائیگا تو اوسمیں یہ فائدہ ہے کہ لوگوں کو شورش کا اتنا موقع نہ ملیگا اور وہ ایک حد تک شومی انکار سے بچ جائینگے پس ایسا کرنا اونپر ایک مستقل احسان ہوگا۔ والسلام

التماس کاتب

یہ تمام تحقیق وہ ہے۔ جو بلا زور رعایت اور بلا رد وکد محض تنویر حق کے لئے اپنی ذاتی علم وتحقیق کی بنا پر کی گئی ہے۔ لیکن چونکہ ہم جانتے ہیں کہ فوق کل ذی علم علیم اس لئے اگر کوئی صاحب اسکو بنظر انصاف اور بغور تعمق ملاحظہ فرما کر ہمدردی اور دلسوزی سے ہمکو ہماری غلطی پر متنبہ فرمائیں گے اور ہم بھی انصافاً اسکو غلطی سمجھ لیں گے تو ہم کو اس تحقیق سے رجوع کر لینے میں نہ کوئی تامل ہوگا اور نہ کوئی عار ہوگی۔ فقط وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

جزو ہفتم یکے خط مختصر صاحب علم بالاعتبار عام فہم

مکرم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چونکہ آپنے مجھے اس شورش کا منشا دریافت کیا تھا

عہ ملاحظہ ہو رسالہ الامداد جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ صفحہ نوٹ نمبر ۲ و صفحہ مضمون خاص ضمیمہ تتمہ ساد منزجہ مجموعہ ہذا حصہ الامداد ذیقعدہ

جو کہ اخباروں اور اشتہاروں میں مولانا کی نسبت ہو رہی ہے۔ اور جسکا تفصیلی علم مجھے اسوقت نہ تھا اس لئے اب میں اسکی تفصیل کرتا ہوں اور کہتا ہوں۔ کہ ایک شخص نے جو کہ مولانا کا مُرید نہ تھا۔ مولانا کو اپنے حالات لکھے تھے۔ جو کہ الامداد بابت ماہ صفر میں مولانا کے جواب کے ساتھ شائع ہوئے تھے۔ اسپر یہ شورش ہوئی ہے۔ اب میں اس تحریر کا وہ حصہ جسکو اس واقعہ سے تعلق ہے اور مولانا کا جواب بلفظہ الامداد سے نقل کرتا ہوں۔ الفاظ زیر خطوط کو غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

واقعہ۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ حُسن العزیز دیکھ رہا تھا۔ اور دوپہر کا وقت تھا۔ کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھدیا۔ لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دلمیں خیال آیا۔ کہ کتاب کو پشت ہوگئی۔ اس لیے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا۔ اور سو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد۔ خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا۔ کہ تجھے غلطی ہوئی۔ کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے۔ لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ...... نکلجاتا ہے حالانکہ مجھے اس بات کا علم ہے۔ کہ اسطرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی۔ تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔ اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے۔ لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی۔ کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اسکے کہ رقت طاری ہوگئی۔ زمین پر گر گیا۔ اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری۔ اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی۔ اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب و بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا۔ لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا۔ تو اس بات کا ارادہ ہوا۔ کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے۔ اسواسطے کہ پھر کوئی غلطی نہ ہو جاوے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا۔ اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی

غلطی کے تدارک میں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں۔ اللہم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا ..... حالانکہ اب بیدار ہوں۔ خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں۔ زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔ تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی۔ خوب رویا۔ اور بھی بہت سے وجوہات ہیں۔ جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب۔ اس واقعہ میں تسلی تھی۔ کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ

یہ ہے وہ تحریر جس پر احمقوں یا معاندوں نے۔ شور وشر مچا کر۔ اضلال عوام کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ مولانا نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور کوئی کہتا ہے۔ کہ جس نے یہ خط بھیجا تھا مولانا نے اسکو کیوں نہ ڈانٹا۔ اور کوئی کہتا ہے۔ کہ اس تحریر کو شائع کیوں کیا گیا۔ غرض جو جسکے جی میں آتا ہے کہتا ہے۔ لیکن جو شخص واقعہ کی نوعیت اور اس پر حضرت مولانا کے جواب کو بنظر انصاف دیکھیگا اسکو نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ مولانا نے دعوے نبوت کیا اور نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ مولانا نے صاحب واقعہ کو کیوں نہ ڈانٹا۔ اس لئے کہ صاحب واقعہ صاف صاف کہتا ہے کہ گو خواب میں بھی میرا قصد ..... رسول اللہ کہنے کا نہ تھا۔ اور میں محمد رسول اللہ کہنا چاہتا تھا۔ مگر بلا قصد اور بلا اختیار اور مجبوراً میری زبان سے ..... رسول اللہ نکلتا تھا۔ اس پر بھی میں یہ ہی سمجھتا تھا کہ یہ الفاظ میری زبان سے غلط نکل رہے ہیں اور ..... رسول اللہ نہیں ہیں۔ اوسکے بعد جب وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ نادم ہوتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ گو میں حالت خواب میں مکلف نہ تھا۔ اور نہ میں نے بقصد یہ الفاظ کہے ہیں۔ مگر خواب ہی میں سہی۔ اور بے اختیار ہی سہی میری زبان سے یہ الفاظ خلاف شریعت نکلے کیوں۔ اسلئے وہ اسکی تلافی کرنا چاہتا ہے۔ اور درود پڑھنے کا قصد کرتا ہے۔ لیکن اسوقت بھی بلا قصد اور بلا اختیار اوسکی زبان سے بجائے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے ..... نکلتا ہے۔ اور گو مجبوراً اور بلا قصد اور بلا اختیار اوسکی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں۔ اور اس لئے حالت بیداری میں بھی وہ حد تکلیف شرعی سے خارج ہے۔ مگر تاہم وہ ان الفاظ کو برا سمجھتا ہے۔ اس واقعہ پر مولانا یہ نہیں فرماتے کہ تمہارا مجھے رسول نہ سمجھنا اور ان

اللہ کو برا جاننا تمہاری غلطی ہے۔ اور میں واقع میں رسول ہوں۔ اس سے بڑھکر میری رسالت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ کہ تم باوجودیکہ میری رسالت کا اقرار نہیں کرنا چاہتے مگر خدا مجبوراً تم سے اسکا اقرار کراتا ہے۔ بلکہ اسکے جواب میں اسکے فعل اختیاری کی تقریر فرماتے ہوئے اسکے فعل غیر اختیاری کی حکمت ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں۔ کہ اس واقعہ میں تسلی تھی۔ کہ جس کی طرف تم رجوع کرنا چاہتے ہو۔ وہ بھونہ تعالےٰ متبع شنت ہے۔ اب کوئی اس واقعہ کو بنظر انصاف دیکھے۔ اور بتلائے کہ اسمیں دعوے رسالت تو درکنار کہیں اسکا شبہ بھی ہے؟ حاشا وکلا۔ بھلا اگر یہی واقعہ غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کے سامنے پیش ہوتا۔ تو کیا وہ اسکا وہی جواب دیتا جو مولانا نے دیا ہے؟ اور کیا وہ اسکو اپنے دعوے نبوت کی بھاری دلیل نہ قرار دیتا؟ نیز بتلائے کہ کیا ایسا شخص جو خود اپنے اوپر ملامت کرتا ہو اور خواب میں بھی اور بدون اختیار کے بھی۔ فلاں رسول اللہ کہنے کو برا سمجھے۔ اور اسپر نادم ہو۔ وہ کسی ملامت کا مستحق ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ تو ایسی حالت میں مولانا اس پر ملامت کیسے کرسکتے تھے۔ پس پہلے دونوں اعتراضوں کا جواب تو خود یہ واقعہ ہی ہے جس پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے معترضین کے جواب میں تو ہم صرف یہ کہتے ہیں ؎

تو بگوئی آفتابا کو گواہ		گویدا و اے کور از حق دیدہ خواہ	

رہے تیسرے قسم کے معترضین۔ سوان کا جواب یہ ہے۔ کہ جب فی نفسہٖ یہ واقعہ اتنا ظاہر تھا۔ کہ اسمیں کسی شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ تو اسکی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال کیونکر ہوسکتا تھا۔ اور جب مفسدہ کا احتمال نہ تھا تو اسکی اشاعت کو کیوں روکا جاتا۔ بالخصوص اس حالت میں جبکہ اسکی اشاعت میں یہ فائدہ بھی تھا۔ کہ اگر اور کسی کو یہ واقعہ پیش آئے۔ تو وہ اس جواب سے اپنے عقیدہ کو درست رکھ سکے۔ اور اپنے ایمان کو بچا سکے۔ دوسرے ہم اس نزاع میں کلام اللہ کو حکم بناتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ باوجودیکہ قرآن ہدایت خلق کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اور حق سبحانہ کا علم تمام وماغوں اور تمام خیالات کو محیط بھی تھا اور وہ جانتا تھا۔ کہ میرے کلام پر اعتراضات ہوں گے۔ مگر تاہم اوسنے اپنے کلام ہدایت

انجام میں اسکا لحاظ نہیں رکھا۔ کہ اسمیں ایسے الفاظ اور ایسے مضامین نہ آئیں۔ جن پر کسی کوڑ مغز سے کوڑ مغز اور احمق سے احمق کو بھی اعتراض کی گنجائش ہو۔ اور اسنے بے تکلف و مکروا ومکر اللہ۔ اور اللہ یستہزئ بہم وغیرہ۔ الفاظ استعمال کئے۔ جن پر کفار خدا تعالےٰ کا مضحکہ اڑاتے اور قرآن پر اعتراض کرتے ہیں۔ بلکہ اگر کسی احمق نے اعتراض بھی کیا تب بھی اسکے جواب میں یہی فرمایا۔ ان اللہ لا یستحی من الحق شیئا۔ اور ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقہا۔ پس جبکہ خود حق سبحانہ باوجود اپنے علم محیط کے۔ اپنے اس کلام میں جسکا منشا محض ہدایت ہے ہر خیال کی رعایت نہیں رکھتے۔ اور اپنے کلام میں ایسے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ جو فی نفسہ تو موجب ہدایت ہیں۔ مگر لوگ اپنی کج فہمی یا عناد سے انپر اعتراض کرتے ہیں۔ تو اگر مولانا جنکا علم حماقت اور کوڑ مغزی کے تمام درجات پر محیط نہیں ہے۔ اپنے افعال میں تمام دماغوں اور خیالات کا لحاظ نہ رکھ سکیں۔ اور بلا قصد تلبیس بلکہ محض بغرض ہدایت ایسا فعل کریں۔ جو کہ فی نفسہ تو موجب تلبیس نہو مگر لوگ اپنی عناد یا حماقت سے گمراہی میں مبتلا ہو جاویں۔ تو مولانا پر کیا الزام ہو سکتا ہے۔ اور ان پر کیا ملامت ہو سکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ نہ مولانا نے دعوے نبوت کیا۔ اور نہ انکی تحریر میں اس دعوے کا ایہام ہے اور نہ کاتب تحریر پر ملامت نکرنا بیجا ہے۔ اور نہ اس تحریر کی اشاعت کا منشا تلبیس تھا۔ اور نہ اشاعت کے وقت اسکا احتمال تھا۔ بلکہ اسکا مقصود سراسر رفع تلبیس اور حفاظت ایمان اصحاب احوال تھی ایسی حالت میں لوگوں کی شورش محض لایعنی اور بالکل بیہودہ ہے ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد		تا دل صاحب دلے نامد بدرد

تمام شد فصل دوم

حصہ ششم

ترجیح الرّاجح

ضمیمہ فصل بالا

اس میں بھی کئی جزو ہیں

جزو اول۔ بعض صاحبوں نے رفع شبہات معترضین کے متعلق کچھ مضامین عام مذاق کی موافق لکھے ہیں چونکہ بعضے حضرات ایسے مضامین سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں اس لئے اون مضامین کا پتہ بھی جیسا کہ مجھکو بعض احباب نے بتلایا ہے لکھا جاتا ہے تاکہ اونکی دستیابی یا مطالعہ میں آسانی ہو (**الف**) تحریر معنون بمواخذہ مناسب از ستارۂ صبح کاذب۔ از منشی عبدالواحد صاحب سرشتہ دار کونسل ریاست الور (**ب**) تحریر معنون بہ شرہ مستطیرا۔ از مولوی محمد یونس صاحب حسینی حنفی مہتمم مدرسہ مصباح العلوم بریلی مطبوعہ پنجابی گزٹ بریلی (**ج**) تحریر معنون بہ ستارۂ صبح کا فلاں شخص (نام احقر) پر بے جا حملہ۔ از مولوی عبدالخالق صاحب مسلم ہائی اسکول رنگون۔ مندرجہ حصہ مراسلات اخبار البرید کانپور تاریخ ۵ مارچ ۱۹۱۸ء (ص کالم ۳) (**د**) تحریر معنون بعنوان ستارۂ صبح والزام رسالت۔ مندرجہ رسالہ النظامیہ فرنگی محل لکھنؤ (ج ۴ نمبر ۳ ص ۱۲) ماہ مئی ۱۹۱۸ء۔ جس میں تغلیط الزام کے بعد کچھ اعتراضات بھی ہیں جنکے جواب کا ذکر آگے حرف ہ میں آتا ہے (**ہ**) ان اعتراضات مذکورہ حرف د کا جواب از صاحب تحریر مندرجہ حرف الف جس کے طبع کا وہ ارادہ رکھتے ہیں۔

جزو دوم۔ ایک اشتہار بعنوان مکتوب اول از مکتوبات اربعہ جس میں ایک خط ہے مع جواب مرقوم ۱۹ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ و مع ایک غزل چو بند شوی الخ مطبع عزیزی میں چھپا ہے جسکے متعلق بعض احباب نے تحقیق کر کے لکھا ہے کہ الامداد کے مضمون کے مقابلہ میں یہ فرضی سوال وجواب بطور مضحکہ کے شائع کرایا ہے اور مقصود اس سے محض رد اعتراض ہے انتہے۔ سو ان بعض احباب کی اگر حکایت صحیح ہو تو اسکا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ مغلوب الحال کی نقل اور اوسکے ساتھ تمسخر خلاف دین ہے اور اگر یہ حکایت صحیح نہیں تو یہ واقعہ بھی محل ہے تمامتر احتمالات مذکورہ رسالہ الامداد جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ کا۔ یہ جزو محض بغرض تحقیق لکھا گیا کہ اگر وہ اشتہار کسی کی نظر سے گذرا ہو تو اوسکو کوئی غلط فہمی نہو۔

باقی کسی سے تعرض مقصود نہیں۔

جزو سوم۔ ایک خط جس کے ختم پر ۲۲ مئی ۱۹۱۹ء لکھا ہے میرے پاس نصف رمضان ۱۳۳۷ھ کو پہونچا جس میں اس واقعہ کے متعلق ایک خواب لکھا تھا چونکہ اس کے جواب میں خواب کے متعلق ایک شرعی تحقیق ہے اس لئے اوس خواب اور اوس جواب کو نقل کیا جاتا ہے تاکہ اگر کسی امر کے متعلق کوئی اس قسم کا خواب دیکھے تو اوسکو اوسکا حکم شرعی معلوم ہو جانے سے حد شرعی سے تجاوز کی نوبت نہ آوے

خط

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ غالباً آپ مجھسے واقف ہونگے میرا نام ...... ہے۔ میں حضرت مخدوم انام جناب مولانا ...... صاحب مرحوم کا لڑکا ہوں ایک ضرورت سے یہاں ...... میں مقیم ہوں۔ مجھے آپ کے ساتھ ایک زمانہ دراز سے خصوصیت حاصل ہے مگر بدقسمتی سے کبھی نیاز حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ جس ضرورت سے یہ عریضہ خدمت والا میں روانہ کرتا ہوں وہ ایک تعجب انگیز خواب ہے جسکو شب گذشتہ یعنی شب پنجشنبہ ۲۲ مئی ۱۹۱۹ء کو میں نے دیکھا ہے اور آنکھ کھلنے پر مجھکو معلوم ہوا کہ صبح کے چار بجے ہیں چونکہ یہ خواب آپ کے گوش گزار کرنے کے قابل ہے اس لئے یہ پہلا عریضہ ہے جو خدمت اقدس میں روانہ کرتا ہوں۔ خواب جسطرح سے دیکھا گیا ہے وہ مجھے بہت اچھی طرح سے یاد ہے اور میں اپنے حافظہ کے ذریعہ سے یہ کوشش کرونگا کہ کوئی لفظ اسکا کم و بیش نہونے پاوے۔

خواب یہ ہے

میں ایک ایسے پُر رونق شہر میں ہوں جو خوب آباد ہے اور سیکڑوں آدمی ایک وسیع سڑک پر چلتے پھرتے نظر آ رہے ہیں خوبی کے لحاظ سے یہ شہر کلکتہ۔ بمبئی کے مثل ہے مگر کلکتہ یا

ف بعد چندے اس اشتہار کا ایک تتمہ جسکا عنوان مکتوبات ستگانہ ہے احمد المطابع کا چھپا ہوا نظر سے گذرا جس کے مضامین کا تحقیقی جواب سپرد بخدا کرکے عامہ کی حفاظت کے لئے تحقیقی جواب میں اتنا عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ رسالہ الامداد جمادی الاخرے ۱۳۳۶ھ کی حکایت دوم و سوم کے متعلق درایت کے مطالعہ سے بشرط طلب تحقیق سب شبہات رفع ہو سکتے ہیں ۱۲

بمبئی معلوم نہیں ہوتا۔ چونکہ سلسلہ تجارت میں ایک ضروری کام سے میں یہاں ...
میں وارد ہوں اسلیئے میں نے دیکھا کہ میں ایک تپائی پر بیٹھا ہوا اپنے فوائد نفع پر غور
کر رہا ہوں اور بھی کچھ لوگ اوس تپائی پر بیٹھے اخبار بینی کر رہے ہیں۔ یکایک میرے
کانوں میں یہ صدا آئی کہ کھڑے ہو جاؤ ہوشیار ہو جاؤ حضرت ابوہریرہ رضؓ کی سواری
آتی ہے میں مشتاق زیارت اپنی خوش قسمتی پر فخر کرتا ہوا اُٹھا اور جیسے کوئی باادب
دست بستہ کھڑا ہوتا ہے میری حالت شوق تمنائے انتظار میں بالکل ایسی ہی تھی
نہ صرف میں بلکہ ہزارہا آدمی مجھکو اسی حالت سے کھڑے ہوئے نظر آتے تھے تھوڑی
دیر کے بعد کیا دیکھا کہ آپ نہایت جلد جلد قدم رکھتے ہوئے اوس طرف سے تشریف لارہے
ہیں کہ جس طرف ہزارہا آرزوؤں سے بھری ہوئی آنکھیں اُٹھی ہوئی تھیں اور آپ عام
طور پر اور بالخصوص مجھسے تخاطب فرماکر یہ کہتے ہوئے کہ جناب ابوہریرہ رضؓ کی سواری
آرہی ہے تم سب اونکے پیچھے پیچھے چلے آنا آگے کو بڑھ گئے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں
کہ میرا قلب شوقِ زیارت میں تڑپ تڑپ کر سینہ کے باہر نکلا آتا تھا کہ یکایک وہ
سیاہ آنکھوں والا سر کو برہنہ کئے ہوئے سیاہ کاکلوں کو سینہ پر لٹکائے ہوئے۔ سرہا
انامل سے لے کر بغل تک ہاتھوں کو کھولے ہوئے سینۂ مبارک پر کسی قسم کا کپڑا لپیٹے
ہوئے ایک دلربایانہ صورت میں ایک سواری پر جس میں دو سبز گھوڑے نہایت
عمدہ جتے ہوئے ہیں بیٹھا چلا آرہا ہے۔ داب حُسن اور شوق نظارہ کی کشاکشی نے جی
بھر کر نہ دیکھنے دیا کہ وہ سواری آگے بڑھ گئی اور اب یکایک عالم خواب میں مجھکو یہ معلوم
ہوا کہ گویا میں کلکتہ میں ہوں اور یہ سواری ہاوڑہ کی طرف جا رہی ہے ہم سب پیچھے
پیچھے چل دیئے اور یہ تماشا دیکھا کہ سواری بجائے پل پر جانے کے دریا کے سطح آب
پر چلتی نظر آتی ہے۔ ہم سب کنارے پر غرق ہونے کے خوف سے کھڑے رہ گئے مگر جب
اس مرکز آرزوہائے بیکراں کے نازک ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے دیکھا۔ تو سب سے پہلے میرا
قدم تھا جو آگے بڑھا اور پھر یکے بعد دیگرے ہر شخص پانی پر چلنے لگا۔ اور بالکل یہ معلوم
ہوتا تھا کہ گویا برف جم گیا ہے مگر سطح ایسی معلوم ہوتی تھی کہ جیسے نرم گدا جسمیں روئی زیادہ

بھری ہوئی ہو ہم سب ہاوڑہ اسٹیشن کے پاس پہونچے وہاں ایک مکان بنا ہوا نظر آیا۔ کہ جس کے اندر ہم سب چلے گئے اور دیکھا کہ وہی دلفریب صورت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کرسی پر رونق افروز ہے۔ اوس نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ بلاؤ ۔۔۔ کہاں ہے آپ یہ سنتے ہی دست بستہ حاضر ہوئے اور آپ نے عرض کیا کہ حاضر ہوں حضور۔ حضرت نے فرمایا کہ بتلا ہمارے فخر بنی آدم خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ورسالت کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے آقائے نامدار کو اللہ تعالیٰ نے خاتم المرسلین بنا کر دنیا میں بھیجا تھا۔ رسالت ونبوت کو حضور ستودہ صفات کی ذات بابرکات پر ختم کر دیا اور اب ہرگز کسی کو زیور نبوت یا رسالت سے سرفراز نہ فرمائے گا اور یہی میرا عقیدہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ کے مکان وجہت وغیرہ سے منزہ ہونے کی نسبت تیرا خیال کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور اللہ جل جلالہ جہت اور مکان سے بالکل منزہ ہے اور یہی میرا عقیدہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نسبت تو کیا جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ذات مقدس تھی جسے اللہ تعالیٰ نے علم اولین وآخرین درجۂ کمال اور علم ماکان ومایکون بدرجۂ اتم واکمل عطا فرمایا تھا کوئی شے ایسی نہ تھی جسکا علم حضور اقدس کو نہ ہو الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اس نعمت نعمت سے جو پروردگار عالی کا عطیۂ بے غایت ہے صاف واضح ہوتا ہے کہ منجملہ اور نعمتوں کے علم کی نعمت بھی جسکو پروردگار عالم نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے کامل طور پر عطا کی گئی تھی کہ جسکا کوئی فرد بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پوشیدہ نہ تھا میرا یہی عقیدہ ہے اور میں اسیکا قائل ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ تو نے ایک شخص کے خواب کی بابت کہ اوسکی زبان سے ۔۔۔۔ رسول اللہ نکلتا تھا جو جواب دیا ہے وہ کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور مجھسے غلطی ہوگئی اور اس قسم کا جواب نہ دینا تھا حضرت نے فرمایا کہ تو اپنے ان جوابات کا جو ہمارے سامنے دئے ہیں اعلان کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں بہت جلد اسکا اعلان کر دونگا۔ اس کے بعد حضرت نے مجھکو اشارہ سے طلب فرمایا اور میری اوسوقت یہ حالت تھی کہ گویا قبض روح کا وقت ہے۔ تمام بدن میں رعشہ تھا اور

کہتا تھا کہ یا الٰہی دیکھوں کیا حشر ہوتا ہے حاضر ہوا تو دست بستہ گردن کو خم کرتا ہوا فرمایا کہ
...... کا اعلان عنقریب شائع ہوگا اوسکو بھی تو دیکھنا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، اور جو کچھ
میری کیفیت تھی اوسکو عرض نہیں کرسکتا آپ مجھکو معاف فرما دیجئے کہ آپکا اسم گرامی جس طرح
سے میں نے خواب میں سُنا تھا اوسی طرح سے نقل کیا ہے ورنہ ایسا گستاخانہ میں جناب کا اسم
گرامی نہیں لے سکتا۔ مجھکو اس خواب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوس خلش کے دور ہوجانیکا
وقت آگیا جو ایک زمانہ سے حضور والا کی طرف سے عام طور پر ہو رہی تھی خدا ایسا ہی کرے اور
آپکی ذات ستودہ صفات کو گذرگاہ عالم پر فخر علمار زمانہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔ میرا یہ خواب
ہرگز وسوسہ شیطانی نہیں ہوسکتا مگر میں اوس مقدس اور سچے اعلان کا دل و جان سے
آرزومند ہوں۔ اور انتظار ہے کہ کب چہرۂ عدم سے عالم شہود و ظہور میں رونق افروز ہو۔
حضور والا جواب سے ضرور سرفراز فرمادیں والسلام ختام مرام ۲۳ مئی ۱۹۱۸ء۔

(بقیہ)

مخدومی مدظلہ۔ سلام مسنون یہ غلطی سے کاغذات میں رل مل گیا تھا اور میں ناحق جواب کا
اب تک منتظر رہا بلکہ یہ سمجھا کیا کہ جواب نہیں ملیگا۔ آج اتفاق سے یہاں سے روانگی کے وقت
یہ خط ملگیا نہایت افسوس ہوا اور اب اوسکو روانہ کرتا ہوں اور پرسوں پنجشنبہ کو یہاں
سے بمقام ...... روانہ ہوجاؤنگا وہیں جواب مرحمت فرمایا جاوے والسلام ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

جواب

مولانا المکرم دامت افاداتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ رجسٹری شدہ الطاف نامہ نے ممنون
نفع فرمایا حسب اذن شرح جواب عرض کرتا ہوں۔ اولاً و ثانیاً خود خواب کا وقوع ایک
شُشبہ کی چیز ہے کبھی اس وجہ سے کہ وقوع فی نفسہ مشکوک ہوتا ہے۔ کبھی اسوجہ سے کہ وقوع
من حیث الرؤیا مشکوک ہوتا ہے اور تصرف متخیلہ کا احتمال ہوتا ہے ثالثاً و رابعاً اوسکی دلالت
میں شُشبہ۔ فی نفسہ بھی بوجہ احتمال خلط و نسیان کے اور خصوص اوس صورت میں بھی کہ جب غیر
صاحب معاملہ خواب دیکھے تو درجہ ضعیف میں بھی اوس سے صاحب معاملہ پر احتجاج نہیں ہوتا۔
خامساً اس خاص محل میں صاحب معاملہ کو صاحب رؤیا کی بجز ایک بزرگ صاحب کمال کے

انتساب کے اور سیطح اون کے شان خدا کی معرفت بھی حاصل نہیں ایک وجہ شبہ کی یہ بھی ہے۔ بہادرسا
خود اس رؤیا کا بعضے ایسے اجزاء پر مشتمل ہونا جن کا نطابق دلائل شرعیہ پر ابھی متکلم فیہ ہے مثلاً
علم کی کسی فرد کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پوشیدہ نہونا صحت رؤیا میں ایک شبہ کو یہ بڑہاتا ہے
تا بجاذ درجہ رؤیا کے دوسرے دلائل اس رؤیا کے معارض بھی ہیں بس ان وجوہ سے ظاہر ہے کہ
حسب قواعد شرعیہ یہ رؤیا باعتبار ثبوت کے بھی اور باعتبار دلالت کے بھی تاوقتیکہ کوئی
مستقل دلیل شرعی قائم نہ ہو درجہ احتمال سے نہیں بڑھ سکتا پس لامحالہ اسکا مدلول یعنی
اوس قصہ کا وسوسہ شیطانی ہونا بھی غایت سے غایت محتمل ہوگا۔ مقطوع یا مظنون نہوگا
اسی طرح یہ اعلان مامور بہ بھی مقید بہ قید جزم کے نہ ہوگا بلکہ قید احتمال سے ہوگا۔ سو اس
قید کے ساتھ یہ اعلان مع اثبات عدم معصیت علی ہذا التقدیر ایضاً دو ماہ سے زائد زمانہ
ہوا کہ ہوچکا ہے جس سے اس رؤیا کا امتثال حاصل ہے ملاحظہ ہو رسالہ الامداد بابت ماہ
جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ (صفحہ ۱۹ سطر ۸ وصفحہ ۲۰ سطر ۲۰ وصفحہ ۲۱ سطر ۱۲) اور اتنے احتمال پر بھی میں
اس سے استغفار کا اعلان بھی کرچکا ہوں ملاحظہ ہو رسالہ مذکورہ صفحہ ۲۴ سطر ۱۶ یہ اس باب
میں میرا علم ہے جسکو اپنے نزدیک دلائل شرعیہ کی طرف مستند سمجھتا ہوں لیکن اگر جناب والا
کے ذوق میں اس خواب کا درجہ اس سے زیادہ ہے تو وہ اپنی طرف سے مع میرے اس جواب
کے اعلان فرمادیں۔ اور بر تقدیر جواب کو غلط سمجھنے کے اوسکی تغلیط کو بھی اعلان میں ظاہر
فرمادیں مجھکو ذرہ برابر بھی اس سے گرانی نہوگی کیونکہ جو عمل للہ ہوتا ہے بحمداللہ تعالےٰ
اوس سے مجھکو اصلاً ناگواری نہیں ہوتی اور یہ جو ارشاد ہوا کہ مجھکو معاف فرمادیجئے گا
مولانا یہ کیا ارشاد ہے بخدا میں اس مرتبہ کا شخص نہیں ہوں جو ایسے امور میں معافی کی
حاجت ہو آپ مطمئن رہئے اور میرے حسن خاتمہ وثبات علی الصراط السوی کی دعا فرماتے
رہئے۔ آپکا گرامی نامہ محفوظ ہے اگر بضرورت اعلان آپ طلب فرمادیں گے تو اصل یا نقل
خدمت میں فوراً بھیجدونگا۔ والسلام مع الاکرام خیر ختام۔

ختم شد ضمیمہ فصل بالا

اضافہ نافعہ در جلد پنجم التکشف

مسمّٰی بہ

حقیقۃ الطریقہ

احقر نے رسالہ القاسم ماہ شعبان ۱۳۳۶ھ میں ایک مضمون متعلق بہ حضرت ابوذر غفاریؓ معنون بعنوان جذب و سرمستی جس کے تحت میں متعدد واقعات حضرت ابوذرؓ کے مذکور تھے پڑھا جو بہت ہی پسند آیا اور بیساختہ یہ دل میں آیا کہ یہ تو حقیقۃ الطریقہ کا جزو ہوتا ہے چونکہ فصل بالا میں مغلوب الحال کے متعلق فتاوے نقل کئے گئے اور مجذوب بھی ایک فرد ہے مغلوب الحال کی اس مناسبت سے یہ نقل محرک ہوگئی اس مضمون کے مرتب کرنے کی پس اسکو بعنوان ایک فائدہ کے لکھکر حقیقت الطریقہ کی حدیث ہشتادم کے ساتھ ملحق کرتا ہوں اور مشورہ دیتا ہوں کہ اگر اب کی بار کوئی صاحب رسالہ مذکورہ کو طبع کریں تو اس مضمون کو حدیث ہشتادم کے ختم پر اضافہ کردیں اور یہ **فائدہ** مشتمل ہے دو جزو پر ایک ملقب ہے **مائدہ** کے ساتھ اس میں اصل مضمون ہے اور بعد تلخیص بعینہ ماخوذ ہے القاسم سے۔ اور دوسرا ملقب ہے **عائدہ** (بمعنی منفعت کذا فی القاموس) کے ساتھ۔ اس میں بیان ہے معاملہ مع المجذوب کا اس میں بعض مضامین میرے بعضے خطوط غیر شائع شدہ کے بھی ہیں اب فائدہ مذکورہ کا مضمون شروع کرتا ہوں وہو ہذا۔

فائدہ

اسمیں دو جزو ہیں۔ جزو اول در اصل جذب ملقب بہ مائدہ

مجذوبوں کی اصل اور اونکا سرچشمہ

اگرچہ ہم قطعاً نہیں کہہ سکتے تاہم واقعات کی رہنمائی میں اس کا سراغ ضرور ملتا ہے کہ جس طرح آج اسلام کی مختلف شاخیں مختلف اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اسی طرح طائفہ مجاذیب وبہالیل جو فقراء کی

مشہور جماعت ہے اس کی سنگ بنیاد خشت اول قرن صحابہ میں حضرت ابوذر رضؓ تھے حالات موجود ہیں اس کی کھلی نشانیاں تم ان میں ڈھونڈھ سکتے ہو اور نہ صرف اسقدر بلکہ مجذوبوں کی اصل حقیقت پر حضرت ابوذر رضؓ کی سوانح حیات سے پوری روشنی پڑتی ہے ایک معیار ملتا ہے جس پر زمانۂ حال کے مجذوبوں کو جانچا جا سکتا ہے۔

آپ کی مجذوبانہ وضع

سب سے پہلے جو چیز ہمارے سامنے آتی ہے وہ آپکی وضع اور ہیئت ہے طبقات ابن سعد مسند احمد و نیز دوسری کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے بال پریشان رہتے تھے داڑھی بالکل الجھی ہوئی رہتی تھی خود اس میں کبھی کنگھی وغیرہ نہیں فرماتے تھے۔ کوئی آدمی جب آپ کو اس حال میں دیکھتا تو پکڑ لیتا نہلا دھلا کر کپڑے بدل دیتا بال جھاڑ دیتا قبیلہ بنی ثعلبہ کا ایک شخص آپ کی ہیئت کے متعلق راوی ہے کہ ایک بوڑھا آدمی ہمارے سامنے سے گذرا جسکے بال الجھے ہوئے پریشان تھے باوجودیکہ سر اور داڑھی دونوں سفید ہو چکے تھے لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ہم نے یہ سنکر آپ سے اجازت مانگی کہ ہم آپکا سر دھو دیں اونھوں نے اجازت دی اور ہم سے مانوس ہو گئے الخ۔ (طبقات ابن سعد ج ۴ مطبوعہ لیڈن متن میں اصل روایت عربی بھی مذکور ہے)

اولاد سے بے خبری

آپ کی اس عزلت و کنارہ کشی کا یہ حال تھا کہ باوجودیکہ آپ صاحب اولاد بھی تھے لیکن انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی اون کے نام بھی بھول جاتے تھے۔ مجھے اور کسی اولاد کا تو پتہ چلا نہیں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً دو بچے خواہ اناث خواہ ذکور بس سنے بحالت طفولیت مرگئے اور ایک لڑکی کا تذکرہ عموماً مورخین کرتے ہیں۔ ایک دن یہی صاحبزادی صاحبہ آپ کے ساتھ جا رہی تھیں لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور یہ آپ کی صاحبزادی ہیں

ف دار العلوم دیوبند کے سابق صدر مدرس حضرت العلامہ سیدی مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو بھی اس طائفہ سے تعلق تھا ۱۲- القاسم۔
چنانچہ مولانا سے احقر نے بلا واسطہ یہ قصہ سنا ہے کہ ایکبار خط لکھکر اخیر میں دستخط کرنا چاہا تو مولانا کو اپنا نام یاد نہیں آیا اس سے بیّن دلیل کیا ہوگی ۱۲- اشرف علی۔

تو فرماتے ہیں کہ ہاں اس کی ماں یونہی کہتی ہے (مسند احمد)

خود فراموشی

کبھی کبھی عجب طرح کی بیخودی طاری ہو جاتی۔ ایک دن کسی نے پوچھا کہ ابوذر آپ ہی ہیں فرمانے لگے کہ ہاں میرے گھر کے لوگ یہی کہتے ہیں (مسند احمد)

آپ کی عبادت پر جذب کا اثر

نماز آپ سے کبھی نہیں چھوٹی اور نہ فرائض میں کسی قسم کی بے اعتدالی آپ سے منقول۔ ہاں نوافل میں کبھی کبھی جوش سرمستی غلبہ حال کے وقت بعض ایسی باتیں آپ سے ہو جاتیں جہاں جذب کا رنگ آپ کو تمام صحابہ سے ممتاز کر دیتا تھا۔ زید بن سعرف کہتے ہیں کہ ہم ایک قریشی حلقہ میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور نمازیں پڑھنا شروع کیں میں نے جو غور کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہوا پھر رکوع میں گیا اور سجدہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح پھر سجدہ میں گیا اور بغیر قعدہ یعنی بیٹھنے کے پھر کھڑا ہو گیا الغرض وہ صرف رکوع سجدے کر رہا ہے لیکن قعدہ نہیں کرتا اس لئے زید نے کہا کہ یہ کون شخص ہے اسکو اس کی بھی خبر نہیں کہ جفت رکعتوں پر سلام پھیرنا چاہئے یا طاق پر لوگوں نے کہا کہ بیچارہ اگر غلط پڑھ رہا ہے تو تم جا کر سمجھاؤ۔ زید اٹھے قریب آئے اور کہا خدا کے بندے آپ کو اس کی بھی خبر ہے یا نہیں کہ کہاں پر سلام پھیرنا چاہئے۔ اور کہاں بیٹھنا چاہئے جفت پر یا طاق پر۔ اس شخص نے کہا کہ مجھکو اگر خبر نہیں تو خدا کو خبر ہے میں نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اوسکے تین کام کر دیتے ہیں۔ ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ ایک نیکی لکھدیتے ہیں۔ ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں۔ زید کو آپکی اس قسم کی باتوں سے حیرت ہوئی پوچھنے لگے کہ آپ ہیں کون صاحب حضرت نے فرمایا ابوذر۔ اسقدر سننا تھا کہ زید کے ہوش اڑ گئے اور اپنی مجلس کے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے کہ تم لوگ نہایت برے ساتھی ہو مجھے تم نے اسلئے بھیجا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو تعلیم دوں لوٹ آئے (مسند احمد)

الغرض کبھی کبھی نوافل میں حضرت ابوذر سے اس قسم کی بے اعتدالیاں ثابت ہیں اگرچہ وہ اصل

بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں تاہم حضرت ابوذر کا جو حال تھا اسکو پیش نظر رکھنے کے بعد علمائے شرع
بھی اس کے متحمل ہوسکتے ہیں اور اگر آج بھی کسی کا وہی حال ہوجائے جو ابوذر کا تھا اور پھر
ایسے شخص سے نوافل وغیرہ میں اس قسم کی باتیں سرزد ہوں تو ان پر نکیر نہیں کرنا چاہئے ہاں
قصداً ہوش و حواس رکھتے ہوئے اگر کوئی ایسا کریگا خواہ نفل ہی کیوں نہو تو یہ یقیناً ناجائز ہے کہ یہ دین
کیساتھ تلاعب و لہو کے مرادف ہے (القاسم شعبان ۱۳۳۵ھ)

جزو دوم در معاملہ با اہل جذب معقب بہ **فائدہ** اسکا بیان کسیقدر تو مائدہ کی بالکل
اخیر کے حصہ میں ہوچکا ہے کہ زید بن معروف نے اونکی معرفت کے بعد اونکے ساتھ کیا معاملہ کیا اور اونکے اس
معاملہ پر کسی نے نکیر نہیں کیا اور جسمیں جس تفصیل کی حاجت تھی اسکو ناقل واقعات نے اخیر کی سطروں
میں ظاہر کردیا اور کسیقدر فتاوی مذکورہ فصل دوم ترجیح الراجح حصہ ششم سے معلوم ہوسکتا ہے اور کسیقدر
اسی رسالہ حقیقۃ الطریقۃ کی اسی حدیث ہشتادم اور ہشتاد و دوم اور سہ صدم کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے
اور کسیقدر ذیل کے ان جملوں سے معلوم ہوگا جنکو میں بعض خطوط غیر شائع شدہ سے بحاصلہ نقل کرتا
ہوں وہو ہذا۔

تحقیق یہ ہے کہ کلام خلاف واقع کا صدور باعتبار حالت اختیار و اضطرار کے تین قسم پر منقسم ہے ایک یہ کہ بالاختیار
صادر ہو اسکا قبح یقینی ہے اور اسکا صدور اگر جہل بالقبح سے بھی ہو تب بھی ثقیل علی القلب واجب الانکار ہے جیسے
کسی اعرابی نے کہدیا تھا فانا نستشفع بک علی اللہ ونستشفع باللہ علیک اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت گراں
گذرا تھا اور فرمایا تھا سبحان اللہ سبحان اللہ ویحک انہ لا یستشفع باللہ علی احد شان اللہ اعظم من ذلک الخ رواہ ابو داؤد
مشکوۃ باب بدء الخلق۔ دوسری قسم یہ کہ بالاضطرار صادر ہو مگر ذہن جسطرح اوس کلام صادر سے خالی ہے اسیطرح اوسکی جانب
مقابل سے جو کہ حق ہے اوسوقت خالی ہو اسمیں معصیت کا انتفاء تو یقینی لیکن اگر قرائن سے اوسکا منشا قبیح ہو تو اوس منشا
کی اصلاح کو واجب کہینگے جیسے من قال باللات والعزی فلیقل لا الہ الا اللہ وارد ہے اور اگر غیر قبیح ہے تو مطلق معذور
سمجھینگے بلکہ ضرورت کے وقت تسلی دینگے۔ تیسری قسم یہ کہ ذہن میں اسکا جانب مقابل موجود ہو اور وہی کے تکلم کا قصد ہو مگر
صرف زبان سے یہ کلمات صادر ہوجاویں جیسا مثال تائب میں ہے انا عبدک و انت ربی اور قصد بھی اسی کے تکلم کا کیا
مگر زبان سے شدت فرح میں اُلٹا نکل گیا سو یہ قسم بلا تفصیل کسی حال میں بھی واجب الانکار نہیں جب تھے حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وسلم کا اس مثال کو نقل فرما کر انکار نہ فرمانا حجت تقریر یہ ہے عدم انکار کی۔ انتہی بلفظہ۔

عہ جو کہ اسی رسالہ مائدہ میں درج ہے ۱۲ منہ　عہ یہ ایک عبارت بحق نمبر کے صفحہ پر ہے ۱۲

نزد مولوی ظفر احمد صاحب (۵۵۹) الشوق لاہل الشوق نزد حکیم محمد مصطفےٰ صاحب (۵۶۰)
سنۃ المعصوم ملفوظات نزد معصوم علی (۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳) الریان من رمضان. القربان
فی رمضان. الیقظان فی رمضان۔ ویسمی مجموع ہذہ الثلث بمثلث رمضان نزد مولوی ظفر احمد
حکیم محمد یوسف صاحب (۵۶۴) العتق من النیران فی رمضان نزد حکیم محمد یوسف صاحب.
(۵۶۵) السوال فی شوال اسمیں تین مضمون ہیں۔ ایک کا لقب الحج۔ ایک کا لقب
النشیج۔ ایک کا الثلج نزد مولوی ظفر احمد

مضمون ثالث متعلق سلسلہ نسب. خلاصہ تحقیق منشی عبدالواحد صاحب کا غذات
قدیمہ بجواب استفسارات احقر اسمیں کئی جزو ہیں (الف) تصحیح بعض اجزاء شجرہ ص۲۴ تتمہ
سادسہ ۱؎ عبدالقوی کی جگہ محمد قوی سمجھا جاوے ۲؎ خواجہ احمد کی جگہ خواجہ محمد ہے ۳؎
امۃ الحبیب بنت خواجہ محمد نہیں بلکہ بنت عزیزن ہو ۴؎ محفوظن زوجۂ غلام سالار بنت
محمد قوی نہیں بلکہ بنت میانجی محمد بخش ہے البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہی کہ ان غلام سالار
کی خوشدامن مسماۃ کریمن بنت محمد قوی ہو (ب) تحقیق مستقل۔ قاضی محمد یسین کی اولاد
میں یہ لوگ ہیں ۱؎ خلیفہ محمد صابر عرف دو سیرا ۲؎ ابوالحسن ابن محمد حسن بخشی ۳؎ حاجی عبدالکریم
ابن رسالدار رحیم بخش یہ قاضی محمد یسین اور قاضی نصر اللہ خاں غالباً ہمعصر ہیں کیونکہ بعہد اکبر اول
دونوں کے فرزند موجود تھے اور دونوں میں باہم قرابت بھی معلوم ہوتی ہی مگر قرابت کی تعیین
نہیں اور انکی اولاد کو جماعت نائبان لکھا ہے (ج) مولانا صدر جہاں جد اعلیٰ خاندان
خطیبان کا انتساب قاضی نصر اللہ خاں سے ثابت نہیں ہوا۔ البتہ ایک فرمان سے ان کی
موجودگی ۹۸۰ھ بعہد اکبر اول پائی جاتی ہی اوس فرمان میں انکو بلفظ تقویٰ شعار لکھا ہے اور
یہ فرامین انکی اولاد کے نام کے ملے ہیں ۱؎ فرمان عہد اکبر اول باسم جلال و فرید فرزندان
مولانا صدر جہاں ۲؎ فرمان باسم آدم ولد جلال خطیب ۱۴ ماہ مرداد الٰہی ۸ جلوس
جہانگیری ۳؎ فرمان باسم حافظ حبیب اللہ عہد جہانگیر ۴؎ فرمان باسم شیخ عتیق اللہ خطیب
۸ جمادی الاولیٰ ۲ جلوس عالمگیری۔ قاضی قطب الدین خاں مورث خاندان قصبہ بھی
ان ہی صدر جہاں کی اولاد سے ہیں جنکو عہدہ قضا باوجود خطیب ہونیکے خاندان ملا محمد صابر

بوجہ تعمق نو اسکی حصل ہوا تھا۔ ملا صاحب اولاد نصر اللہ خاں سے تھے (د) حافظ ابو محمد صاحبزادہ شیخ مبارک محتسب کی اولاد میں یہ لوگ ہیں ۱؎ حافظ یار محمد ملقب بہ نواب شکار خاں کی اولاد ۲؎ منشی عبدالرزاق مرحوم کے نواب شکار خاں کے بھائی کی اولاد میں ہونے کے متعلق کوئی کاغذ نہیں ملا۔ اسی طرح داروغہ منصب علی کو جماعت محتسبان سے کہتے ہیں مگر کوئی کاغذ نہیں ملا۔ ان حافظ ابو محمد کی موجودگی ایک فرمان عہد اکبری سے ۹۹۳ھ میں پائی جاتی ہے (ہ) قاضی محمد ہاشم کی اولاد میں یہ لوگ ہیں ۱؎ عبداللطیف وعبدالرشید ۲؎ مقبول پسر منظور احمد از اولاد دختری۔ یہ قاضی محمد ہاشم ۱۰۷۱ھ میں بعہد عالمگیر اول تھانہ بھون کے قاضی تھے۔ اور یہ قاضی نصر اللہ خاں کی اولاد میں تھے۔ (تنبیہ) مضمون ثالث تتمہ سادسہ تنبیہات ۱؎ میں میاں جی بہرام بخش کے رسالدار کے ابن انعم قرار دینے سے انکا اولاد قاضی محمد ہاشم میں ہونا لازم آتا ہے سو یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا (و) بیدار والے قاضی محمد شفیع کی نسل سے ہیں اور یہ قاضی نصر اللہ خاں کی اولاد سے ہیں یہ ۷ سنہ جلوس عالمگیری میں موجود تھے ان کی اولاد بھی نائب قاضی کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ ان کی اولاد میں ہیں ۱؎ حافظ عبدالعلیم وغیرہ ۲؎ پسران شیخ اللہ دیا ابن جمیل ۳؎ منشی لطافت علی مرحوم۔ اور انکے بھائی مولانا ابوبکر کی اولاد میں یہ لوگ ہیں ۱؎ میاں خلیل الرحمٰن مرحوم ۲؎ رشید پسر میاں جی امین ۳؎ یعقوب علی رسالدار (ز) مولانا صدر جہاں جد اعلیٰ خطیبان وشیخ مبارک جد محتسبان وقاضی محمد یسین کا گو اولاد قاضی نصر اللہ خاں سے ہونا ثابت نہیں ہوتا لیکن ان سبکا باہم قرابت دار ہونا اور اس بنا پر ایک کا دوسرے کی جائداد سے حصہ پانا کاغذات سے بخوبی ثابت ہے اور گو یہ ثابت نہیں کہ یہ سب اوپر جاکر کتنی پشتوں میں مل جاتے ہیں لیکن ان تینوں خاندانوں میں سے بہت سے حضرات کا جن کا عالم اور باخبر ہونا پایا جاتا ہے اپنے ناموں کیساتھ فاروقی لکھتے رہنا دلیل ظاہر ہے ان سب کے فاروقی ہونے کی۔ رہا یہ کہ ان کے شجرات انساب میں انکو حضرت ابراہیم بن ادہم کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ فاروقی نہیں ہیں سو اسکی تحقیق اقتباس الانوار میں بضمن سلسلہ نسب حضرت شیخ فرید رح اسطرح کیگئی ہے

کہ اتصال صاحب سیر الاقطاب بسلسلہ حضرت گنج شکر رابہ سلطان ابراہیم بن ادہم خیر صحیح ست چراکہ بہ ثبوت پیوستہ کہ از سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم بن ادہم عقبی نماندہ بلکہ ابتر رفتہ۔ نعم بودن حضرت گنج شکر از فرزندان حضرت فاروق ثابت و صحیح ست و وسائط سلسلہ نسب وے قدس سرہ تا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ تا حال معلوم این احقر نہ شدہ بنابراں بے شمار قوم نہ گشتہ (صفحہ ۱۶۱) اس کی نظیر یہ ہے کہ قبائل قریش کے اجداد میں عدنان سے اوپر بہت گڑبڑ ہے مگر تاہم اونکا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہونا یقینی ہے پس اس بناء پر شیوخ تھانہ بھون کا فاروقی ہونا اور ادہمی نہ ہونا راجح ہے واللہ اعلم۔ (ح) مولانا صدر جہاں مذکور حرف ج تک اس احقر کا بردے کا غذات اسطرح اتصال ہے۔ والد ماجد شیخ عبد الحق ابن حافظ فیض علی ابن غلام فرید ابن محمد جلال ابن رحمت اللہ ابن امان اللہ موجود در ۱۰۳۵ھ ابن عتیق اللہ خطیب ابن حافظ حبیب اللہ ابن شیخ دم ابن مولانا محمد جلال ابن مولانا صدر جہاں آگے تفصیل نہیں گو اجمالاً بنا بر مضمون حرف (ز) فاروقیت کا حکم ہو سکتا ہے۔ (ط) شیوخ تھانہ بھون و حضرت شیخ مجدد الف ثانی رح و حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رح و حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رح یہ سب سلطان شہاب الدین الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں جنکی نسبت زبدۃ المقامات میں ہے مروی از اجلۂ امراء و اعاظم وزراء سلاطین کابل بودہ نخستین نزیل ہندوستان ووست کہ از غزنین و کابل بدیار ہند آمدہ گویند وے باوصاف حمیدہ موصوف بود و بترویج اسلام و توہین عبدۂ اصنام معروف اھ۔ اور فاروقیان امروہہ و خاندان شاہ عبد العزیز صاحب و سلاطین برہان پور خاندیس یہ فرخ شاہ کی شاخ سے علیحدہ ہیں (ی) بعض شجرات تھانہ بھون میں قاضی نصر اللہ خاں کے جد امجد شیخ نظام و جشنی کو فرخ شاہ کابلی کا ابن قرار دیا ہے سو یہ صحیح نہیں کیونکہ قاضی صاحب کے ابناء شیخ امان اللہ و شیخ محمد موسیٰ کا ۹۸۲ھ میں عہد اکبر اول موجود ہونا فرامین عطاء معافی سے ثابت ہے تو لامحالہ قاضی صاحب بھی اس زمانہ سے قریب موجود ہوں گے اور یہی زمانہ تھا شیخ جلال تھانیسری رح و حضرت خواجہ عبد الاحد والد حضرت مجدد صاحب رح کا یہ دونوں حضرات عہد اکبر اول میں تھے۔ اور پھر شیخ

جلال الدین اور شیخ شاہ کابلی کے درمیان میں چودہ واسطے ہیں اور خواجہ عبدالاحد اور فرخ شاہ کے درمیان تیرہ واسطے ہیں تو یہ امر کیسے معقول ہو سکتا ہے کہ قاضی نصر اللہ خاں اور فرخ شاہ کے درمیان کل دو ہی واسطے ہوں نیز قاضی صاحب کا تحت نشینی سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں جو ساتویں صدی ہجری میں تھے ہندوستان آنا بیان کیا جاتا ہے تو یہ کیسے سمجھ میں آتا ہے کہ انکے ابناء شیخ امان اللہ و شیخ محمد موسیٰ کو عہد اکبر میں جو کہ دسویں صدی میں ہیں فرمان عطا ہو پس ضرور کچھ وسائط لکھنے سے رہ گئے ہیں اور غیاث الدین کے زمانہ میں انکی آمد بھی نہیں ہوئی واللہ اعلم۔ انتہی اقتباس الفقرات مما کتبھا لی المنشی عبدالواحد۔

تفریعان علی التحقیق المذکور

(الاول) فاروقیان تھانہ بھون کے سب شعبے اس میں مشترک ہیں کہ اوپر تک تمام نام سلسلہ نہیں ملتا کسی کا صدر جہاں سے آگے کسی کا قاضی محمد یسین سے اوپر کسی کا شیخ مبارک کے اوپر اور قاضی نصر اللہ خاں کی اولاد کا ان کے جد امجد شیخ نظام بخشی سے اوپر چنانچہ دلیل اسکی حرف ی کے ذیل میں مذکور ہے۔

(الثانی) لیکن چونکہ بدلیل مذکور بذیل حرف (ز) ان سب کی فاروقیت ثابت اور ادہمیت منتفی ہے اس لئے تنبیہات وصیت میں جو احقر نے ان کی ادہمیت کو ترجیح دی ہے اوس سے رجوع کرتا ہوں۔

(مضمون رابع) مولوی عبدالہادی ضلع یمن سنگھ کا یہ خط آیا۔ بندہ نے شوق وطن کے جنگل کرنے کا ارادہ کیا اجازت و دعا فرما دیں۔

(مضمون خامس) ضمیمہ مضمون[ع۵] اخیر تتمہ سادسہ۔ اس مضمون اخیر کے ذیل میں

ع۵ چونکہ بعض دوم ترجیح الراجح کے ص۵۵ کے حاشیہ رقم ۵ میں جو سنہ ۱۳۳۲ کا حوالہ ہے ان صفحوں میں یہی مضمون اخیر ہے جس کا یہ ضمیمہ ہے اس لئے اس مضمون اخیر کی کچھ تفصیل کرنا جیسا کہ اس مضمون خامس میں ہے جو واقع میں اس حاشیہ کو واضح اور اوس کے مضمون کو موکد و تسلی بخش کرتا ہے اس تعلق خصوصیت سے یہ ضمیمہ تتمہ سادسہ کو جس کا ایک جزو یہ مضمون خامس ہے بجائے ذی الحجہ کے ختم سالی ہونیکے سبب اس ضمیمہ تتمہ سادسہ کے الحاق کیلئے اسی ذیقعدہ ہی کے رسالہ میں ملحق کر دیا گیا کہ موضح و موضح و موکد و موکد میں قرب اجتماع رہے ۱۲

جن صاحبوں کے نام لکھے ہیں احقر نے اون کے نام جو مضمون لکھکر بھیجا ہے اوسکی نقل دو غرض سے کرتا ہوں ۱ طالبین کو تسلی ہو کہ یہ حضرات پوری توجہ فرمادیں گے۔ ۲ اجمالاً طریقِ تربیت معلوم ہو تاکہ اہل تربیت کو اگر کوئی بات پسند ہو اوسکو اختیار فرمادیں وہو ہذا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چونکہ مجھکو کثرت کام کی وجہ سے فرصت بہت کم ہوتی ہے اس لئے میں نے اپنے اہل خصوصیت احباب میں سے بعض صاحبوں کی ایک فہرست رسالہ الامداد جمادی الاخرے ۱۳۳۵ھ میں ص ۳۵ و ۳۶ پر بعنوان مضمون اخیر اس غرض سے شائع کی ہے کہ آیندہ سے طالبین تربیت باطن کے متعلق ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کیلئے بجائے میرے اون میں سے جن صاحب سے زیادہ مناسبت ہو سلسلہ خط وکتابت کا رکھیں۔ چنانچہ اوس فہرست میں آپکا نام بھی درج کیا گیا ہے۔ اس میں علاوہ اس کے کہ میرا کام ہلکا ہو یہ مصلحت بھی مدنظر ہے کہ آپکی نظر امر تربیت میں وسیع اور دقیق ہو اس کے متعلق حسب ذیل ہدایات آپکی سہولت کے لئے تحریر کی جاتی ہیں (۱) جس خط کے ساتھ جواب کے لئے ٹکٹ یا کارڈ نہ ہو اوسکے جواب دینے کے لئے آپ اپنے کو مجبور نہ سمجھیں اور جواب دینے کا بار نہ برداشت کریں (۲) جس مضمون کے متعلق آپکو شرح صدر نہ ہو اوس کے جواب کا تعب بھی اپنے ذمہ نہ لیں بلکہ یہ لکھدیں کہ اس میں ضرورت اشرف علی سے مشورہ کرکے جواب لکھنے کی ہے اگر آپ چاہیں تو تین عدد ٹکٹ بھیجدیں میں اوسکے پاس سے جواب منگاکر آپ کے پاس بھیجدونگا انتہے۔ پھر اگر ٹکٹ آجاویں تو آپ ویسا ہی کریں ورنہ خیر۔ علاوہ اس کے بطور خود بھی جو اشکالات آپ کو متعلق تربیت باطن پیش آتے رہیں مجھسے حل کرتے رہیں (۳) حسب ذیل امور کی تعلیم بالالتزام ہر طالب کو کریں (الف) ان کتابوں کا زیر مطالعہ رکھنا۔ بہشتی زیور اصلاح الرسوم قصد السبیل آداب المعاشرت اور میرے مواعظ جہاں تک بہم پہونچ سکیں (ب) کلام مجید جسقدر بھی یاد ہو اوسکی تصحیح کسی صحیح پڑھنے والے (ج) قصد السبیل کے چاروں دستور العمل میں سے جو دستور العمل مناسب حال ہو یا تو

خود تجویز کر دیا جاوے اگر کسی کی حالت کا اندازہ اوس کے خط سے ہو سکے ورنہ لکھدیا جاوے کہ جو مناسب حال ہو خود تجویز کرے اور اوس پر عمل کر کے حالات سے مطلع کرتے رہیں (۳) کچھ دن کام کرنے کے بعد جنکو ذکر و شغل سے کچھ مناسبت پیدا ہو جاوے اور آپ کے نزدیک فہم بھی حاصل ہو جاوے اونکے لئے تربیت السالک کی جلدوں کا مطالعہ میں رکھنا بھی تجویز کر دیا جاوے (۴) خود بھی میری کتابوں کو زیر مطالعہ رکھیں بالخصوص تربیت السالک کی جلدیں قصد السبیل تکشف اور تعلیم الدین کا باب پنجم نیز خود بھی اوراد و اذکار کی بہت پابندی رکھیں کہ اس سے تعلیم میں برکت ہوتی ہے اور ہمیشہ اپنی تکمیل اصلاح و ترقی دین کی فکر میں مشغول رہیں کسی حالت پر قناعت نکریں شعر

اندریں رہ مے تراش و مے خراش　　　تا دم آخر دمے فارغ مباش

(۵) طالبین کے حالات پر پوری شفقت و دلسوزی کے ساتھ غور کر کے اور قلب سے متوجہ بحق ہو کر مناسب مشورہ دیتے رہیں اور توجہ قلبی کے ساتھ دعاے برکت کرتے رہیں (۶) بلا ضرورت شدید کسی سے تحریراً یا تقریراً سختی کا برتاؤ ذرا نکریں۔ اس باب میں میرے فعل کی تقلید ہرگز نہ کیجاوے کیونکہ قول کے سامنے فعل کی تقلید نہیں کرنا چاہئے (۷) اگر کوئی صاحب بذریعہ خط کے آپ سے استدعا بیعت کی کریں تو اپنے وجدان کی طرف رجوع کر کے دیکھا جاوے اگر قلب قبول کرے تو بیعت کریں ورنہ پھر بھی صاف انکار نکریں بلکہ لکھدیں کہ اس امر میں عجلت مناسب نہیں کام میں لگے رہئے اور حالات سے اطلاع دیتے رہئے مناسبت پیدا ہو جانے پر اسکا موقع بھی آجاویگا۔ اسی طرح زبانی استدعا پر بھی یہی طرز عمل رکھیں (۸) اگر کوئی صاحب ہدیہ وغیرہ سے خدمت کریں تو جو آپ نے اسکے متعلق میرا معمول دیکھا ہے اگر اوسکے مطابق ہو تو قبول کر لیں ورنہ نرمی کے ساتھ عذر کر دیں فقط میں بھی دعا کرتا ہوں کہ حقتعالیٰ آپکی تعلیم میں ہر طرح کی خیر و برکت بخشیں اور آپکے فیض کو عام اور تام فرماویں۔ والسلام

ختم شد ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات

کتبہ

اشرف علی عفی عنہ اواخر ۱۳۳۶ھ

صحت نامہ رسالہ ہذا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۲۳	ازوج	بزوج
۶	۱۳	ہنہنا	ہنہنا
۹	۷	اسی	اس
۱۰	۳	یہ حکم	حکم یہ
۱۱	۴	ولاردة	ولا ردة
〃	۲۰	كانت المسئلة	كان في المسئلة
〃	۲۱	على المفتى	فعلى المفتى
۱۲	〃	ليسے	كيسے
۱۳	۱۳	يكون كفرا	مايكون كفرا
۱۴	۱۲	بينها	بينهما
۱۶	۹	۲۲ جز	۲۲ جزستہ
۱۷	۵	کلمات کے ہیں	کلمات ہیں
۱۸	۲	صـ ۱۳۲	صـ ۱۸۳
۳۱	۱۳	سکتة	نکتہ
〃	۱۶	متیبہ	متنبہ
۳۳	۱۵	بجود وعا	بجود وعا
۴۱	۱۳	۱۵ قع	د شفع
۴۳	۱۶	خشتياط	اشتباہ
۵۰	۳۰	گردہ	اگر دہی
۵۶	۱۵	بغود تعمق	بغود وتعمق
۶۳	۲۱	بلاتے ہوئے	بلاتے ہوئے
۷۰	۱۴	واحب	واجب

تمام شد

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۶۷ = وفی الحدیث من قواعد العلم ان اللفظ الذی یجری علی لسان العبد خطاء من فرح شدید او غیظ شدید ونحوہ لا یؤاخذ بہ ولہذا لم یکن کافرا بقولہ انت عبدی وانا ربک ومعلوم ان تاثیر الغضب فی عدم القصد یصل الی ہذہ الحال او اعظم منہا (جلد اول مدارج السالکین لابن القیم صفحہ ۱۱۴)

ترجمہ۔ اور اسی حدیث میں منجملہ قواعد علم شرعیہ کے ایک یہ امر ہے کہ جو لفظ کسی شخص کی زبان پر غایت فرح یا شدت غضب وغیرہ کے سبب بلا قصد جاری ہو جاوے تو اوس کے اوپر مواخذہ نہیں کیا جاتا اور اسی وجہ سے شخص اپنے قول انت عبدی وانا ربک (اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں) کے سبب کافر نہیں ہوا اور یہ معلوم ہے کہ غصہ کا اثر عدم قصد کے بارے میں اس حالت یا اس سے بھی زیادہ تک پہونچ جاتا ہے۔ اھ فقہاء مذہب کے فتاوے ہوتے ہوئے اس عبارت کے نقل کرنے میں علاوہ تائید کے یہ بھی مصلحت ہے کہ جو حضرات بوجہ غلبۂ ظاہریت کے اون فقہاء کی تقلید نہیں کرتے اون پر یہ قول کہ اونکے ایک متبوع مسلم کا ہے حجت ہو جاوے ۱۲ منہ

تذنیب متضمن توضیح بعض اجزاء اصل واقعہ از صاحب واقعہ

احقر سلخ شوال ۱۳۲۶ھ کو کانپور گیا ہوا تھا ۲ ذیقعدہ کو جو وطن واپس آیا تو ایک نو وارد صاحب نے جو مشاہدہ و مکالمت سے صالح الدین و صالح العقل معلوم ہوئے مجھکو ذیل کا رقعہ دیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ واقعہ جسکے متعلق رسالہ ہذا میں فتاوے مذکور ہیں ان ہی صاحب کا ہے چونکہ اس رقعہ سے انکی معذوری کی مزید توضیح ہوتی ہے اور خصوص اس شبہ کا کہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح تکلم نہیں کر سکتا تو تکلم بکلمۃ الکفر سے سکوت کرتا الخ ایک دوسرا جواب علاوہ تقریر مذکور صفحہ ۲۳ قولہ یہ خیال کہ جب اوسے معلوم تھا الخ و صفحہ ۲۴ قولہ شبہ اول الخ کے نکلتا ہے فی قولہ فی ہذہ الرقعہ جب دیکھا کہ اسکی تصحیح اب اسوقت قدرت سے خارج ہے الی قولہ سکوت لازمی تھا جو کہ اوسوقت یہی اختیاری امر تھا فقط اس لئے اوس رقعہ کا رسالہ ہذا سے الحاق مناسب معلوم ہوا وہی ہذہ۔

(بعد القاب و آداب)

احقر غالباً ۶ ذیقعدہ کو خانقاہ امدادیہ میں حاضر ہوا حضور کانپور تشریف لیگئے تھے میری خوش قسمتی سے دوسرے ہی روز حضور تشریف لے آئے جس روز حضور تشریف لائے تھے اوس روز تو عرض حال بیان کرنیکا موقع ہی نہیں ملا اور دوسرے روز موقع تو ملا لیکن چند عوارض درپیش آنے سے سکوت ہی اختیار کیا گیا آخر تا بکے بغیر عرض کئے نہ میرا مطلب ہی حل ہوتا ہے اور نہ حضور کو میرے حال سے واقفیت ہو سکتی ہے یہ مسکین اس لائق تو ہے نہیں کہ زبانی عرض کر سکے اور نہ تحریری جسکی وجہ یہ ہے کہ اس ناچیز کیوجہ سے شورش پسندوں نے حضور پر ناجائز حملے کئے جو کہ محض بے بنیاد اور نفس پرستی سے ملوث تھے کاش ایسا خواب اس پُر معاصی کو نہ آتا تو حضور پر ظالموں کو زبان درازی کا موقع ہی نہ ملتا اسلئے حضور کو منہ نہیں دکھا سکتا کہ حضور پر جو کلفتیں اہل دنیا کی طرف سے زبان درازی کی پڑی ہیں اونکا سبب یہ عاجز ہے لیکن کیا کروں خوابیہ کو آتے ہوئے کو روکنا میرے اختیار میں نہ تھا اسلئے معذور ہوں لیکن ایسے خواب کا صدور اس نالائق سے ہونا موجب ندامت ہے دراں حالیکہ اس مسکین نے حالت بیداری میں اپنی ایسی حالت پر ندامت بھی کی اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ کی شان میں بڑی سخت گستاخی ہوئی ہے۔ اسی واسطے اس غلطی کے تدارک میں ارادۃً رسول علیہ السلام پر درود شریف پڑھا لیکن وہاں بھی وہی غلطی ہوئی گویا کہ جس معصیت سے توبہ کرتا ہوں اور ارادۃً دور بھاگتا ہوں وہی صورت مجبوراً درپیش ہوتی ہے جب دیکھا کہ اسکی تصحیح اب اسوقت قدرت سے خارج ہے تو محض سکوت اختیار کیا گیا دراں حالیکہ صدور معصیت پر توبہ سے ارادۃً توقف خود معصیت ہے لیکن جبکہ توبہ ہی معصیت ہو گئی تو معصیت اور توبہ (معصیت بر معصیت) دونوں سے سکوت لازمی تھا اسلئے سکوت تھا

اختیار کیا گیا جو کہ اس وقت بے اختیاری امر تھا اس واقعہ پر شورش پسندوں نے غل مچا دیا ان ظالموں کے فہم و ادراک پر سخت افسوس ہے
کہ جو کچھ اونکے منہ میں آیا دل کھولکر کہا حالانکہ میں خود اپنی ایسی حالت کو معیوب اور قابل ندامت تصور کر رہا ہوں افسوس کہ نہ تو
میں ایسے خواب کے ارادہ کا خواہشمند تھا اور نہ خواب آنے پر کچھ خوش ہوا اور نہ بطور آزمائش ایسے الفاظ کا تکرار ہی کیا کہ اب بھی
وہی زبان سے نکلتا ہے یا کچھ اور ہے اور نہ شوقیہ ہی اسکی طرف سے رغبت تھی صرف غلطی تو یہ ہوئی کہ میں نے اس خواب کو
حضور کی خدمت میں لکھ بھیجا سو یہ حرکت اسلئے ہوئی کہ نہ تو میری نیت میں کوئی فساد تھا اور نہ ہی علم غیب تھا کہ اسکو اُلٹا
سمجھنے والے بھی موجود ہیں مجھے اپنے مکان پر آجتک اس بے بنیاد شورش کا علم ہی نہیں ہوا صرف ایک دوست سے معمولی
سی بات سنی تھی کہ کسی پرچہ میں اس خواب پر مولانا صاحب کے برخلاف مضمون شائع ہوا ہے پھر اسی دوست نے لودھیانہ سے
مجھکو کارڈ کے ذریعہ سے تحریر کیا کہ مولانا صاحب کے برخلاف بڑی شورش ہوئی اگر اسکا سبب تم ہو اسلئے مناسب ہے کہ تم
کسی پرچہ میں اس شک کو رفع کرو جو مولانا صاحب کی نسبت لوگوں میں پیدا ہو گیا ہے میں نے اوسکے جواب میں بحوالہ
آیت جعلنا لکل نبی عدوا۔ یہ لکھا کہ جب ہر نبی کے دشمن ہوئے تو مولانا صاحب وارث الانبیاء ہیں سو اسطرح اگر مولانا صاحب کے
ناحق درپے ہو جاویں تو کیا تعجب ہے بلکہ لوگوں کا ناحق درپے آزار ہونا مولانا صاحب کیلئے موجب ترقی درجات ہے۔ یہی تصور کر کے کسی پرچہ میں
مخالفین کے برخلاف مضمون شائع کرنے سے باز رہا اور نہ مجھکو اتنی لیاقت ہی ہے کہ پرچہ میں میرے مضامین شائع ہونیکے قابل ہوں۔
اب حضور کی خدمت میں حاضر ہونیکے لئے گاڑی پر سوار ہوا تو لودھیانہ میں چونکہ والدین ہیں اونکی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا اسلئے
لودھیانہ چند روز ٹھیرا تو معلوم ہوا کہ شورش پسندوں نے اس واقعہ کو بہت دور تک پہنچایا ہے آخر تھانہ بھون میں حاضر ہوا تو غالباً
الامداد زیر طبع میں وہی مضامین تھے مسجد میں ایک ذاکر صاحب کے پاس رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ مطالعہ سے گذرا اوسمیں وہی
مضامین تھے ایک ذاکر صاحب سے ملاقات ہوئی جو رامپور ریاست کے باشندہ ہیں اور اُنہیں کی مسجد میں یہ واقعہ مجھ پر گذرا تھا کچھ اونسے
بھی واقعہ تازہ کر دیا اسلئے طبیعت پر رنج پر رنج تھا اور حضور سے زبانی عرض معروض کرتے ہوئے شرم آتی تھی اور نیز حالت بھی میری
درست نہیں تھی اسلئے دست بستہ عرض ہے کہ حضور میری بدلیاقتی سے درگذر فرما کر معافی عطا فرما دیں۔ واقعی مجھ سے حضور کو بہت
تکلیف پہنچی ہے باقی کچھ حالات بعد بذریعہ پرچہ عرض کرونگا اور کچھ زبانی یہ حرف بطور معذرت نامہ کے عرض کر دیا گیا زیادہ حد ادب۔

جواب جو اونکو دیا گیا اوسکا حاصل یہ ہے کہ آپ رنجیدہ و شرمندہ نہوں لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ آپکا اس میں کیا جرم ہے اور اگر میرے رنج
ہے تو خود مجھ ہی کو اسلئے زیادہ رنج نہیں ہوا کہ میرا اس سے کوئی ضرر نہیں ہوا آپ مطمئن رہئے اور جو حالات آپکے آپکو لکھتا ہوں بے تکلف کہئے
جو خدمت میرے لائق ہوگی اوسمیں دریغ نہوگا جس سے اونکو تسلی ہو گئی چنانچہ اسکے جواب میں اونکے کلام سے ظاہر ہوئی جیسا کہ بالکل اونکی
ابتدائی خط کے جواب میں بھی پریشانی میں اونکی تسلی کیگئی تھی اب میں خاتمہ پر اپنے اور اپنے دینی بھائی کیلئے موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ سے دعا کرتا ہوں
رب اغفرلی ولاخی وادخلنا فی رحمتک وانت ارحم الراحمین فقط اشرف علی۔

رجسٹرڈ نمبر ۱ ے ۲

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا والشیخان

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداداً للحدیث کہ دال ست
بر مندوبیت قصد اختصار و فصل در ارشاد صحیفۂ شہریہ موسومہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ سلسلہ وار دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات و خبرت فی الفنون المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں یا بیشتر از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ ست باجل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ لقب صحیفہ مشیر ست بہ تبرک بنام نامیش نیز خامسہا الاستفتاءات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر اہل فضل ست

جلد (۴)	بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ ہجری	عدد (۶)

باہتمام الاحقر رفیق احمد
از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

این صحیفہ کا مدّ نشر امداد نام ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ‌‌‌‌‌‌یافت امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

بہ برکت دعا حکیم الامّۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہو۔ (مدیر رسالہ)

حقتعالیٰ کا مطیعین کیلئے دو بڑی دولتوں کا وعدہ فرمانا اور اون کے حصول کا طریقہ بتلانا

من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وہو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینہم اجرہم باحسن ما کانوا یعملون ؁

ترجمہ آیت شریف کا یہ ہے جو شخص عمل نیک کرے مرد یا عورت اور وہ ہو مومن تو پس بیشک ہم اوسکو پاکیزہ زندگی عطا فرماوینگے اور بیشک ہم اونکو اونکا اجر بدلہ میں دینگے سبب اونکے اچھے اعمال کے۔ اس آیۃ شریف میں حقتعالیٰ نے اپنے مطیع بندوں کیلئے اطاعت پر دو بڑی دولت کے عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اور نیز اوسکے حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتلایا ہے

دنیا میں کوئی شخص طلب سے خالی نہیں اور باوجود تعدد طرق کے مطلوب سب کا شئی واحد ہے

اول ایک مضمون بطور مقدمہ سمجھنا چاہئیے جس کے بعد آیۃ کریمہ کا مضمون بخوبی ذہن نشین ہوجاویگا دنیا میں جسقدر عقلا ہیں کہ جنکے افعال کی غایت ہوتی ہے اونمیں ہر ایک شخص ایک شے کا طالب ہے کوئی مال کا طالب کوئی جاہ کا کوئی صحت کا کسی کو درویشی مطلوب ہے کوئی علم کا دیوانہ ہے کسی کو تجارت میں لطف آرہا ہے کوئی اولاد کی دھن میں ہے کوئی مکانات کی تعمیر کا شوق رکھتا ہے کسی کو باغ لگانیکی حرص ہے غرض کوئی ایسا نہیں جو طلب سے خالی ہو بعضے ان ہی میں خدا کے بھی طالب ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اشیائے متعددہ مختلفہ کے طالب ہیں لیکن اگر غور کیا جائے اور نظر کو عمیق کرکے دیکھا جائے تو فی الواقع ہر شخص کا مطلوب صرف ایک شے ہے صرف اختلاف اوسکے تعیین طرق میں ہے کسی نے سمجھا کہ وہ شے تجارت سے حاصل ہوگی وہ تجارت میں مشغول ہوگیا کسی نے خیال کیا کہ علم سے اوسکی تحصیل ہوگی وہ علم کا طالب بن گیا کسی نے اولاد میں اوس مطلوب کو گمان کیا وہ اولاد کا شیفتہ ہوگیا آپکو تعجب ہوگا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہر شخص کا مقصود جدا ہے اور تم کہتے ہو کہ سب کا ایک ہی مقصد ہے اختلاف طرق میں ہے اسلئے اسکو ایک مثال سے سمجھنا چاہئیے۔

سب کا مطلوب شے واحد ہونیکی مثالیں اور اوس شے واحد کی تعیین

ایک شخص کے پاس تین سائل آئے۔ ایک نے روٹی طلب کی دوسرے نے چاول ثمچۃ مانگے تیسرے نے

پیسہ مانگا۔ چوتھے نے روپیہ۔ پانچویں نے غلہ۔ چھٹے نے آٹا۔ ساتویں نے کوڑیاں۔ آٹھویں نے چنے بھنے ہوئے۔ نویں نے کچے چاول۔ دسویں نے حلوا۔ پس اس مثال میں بظاہر مطلوب ہر ایک کا جدا ہے لیکن درحقیقت مقصود واحد ہے طرق مختلف ہیں مقصود پیٹ بھرنا ہے کسی نے سمجھا کہ پکانے کا کون قصہ کرے اس نے پکی ہوئی روٹی مانگی کسی نے خیال کیا کہ کچی جنس ملیگی تو اپنی مرضی کے موافق پکا کر کھائینگے کسی نے یوں ہوس کی کہ روپیہ پیسہ ملیگا تو جنس بھی اپنی خواہش کے موافق خرید کر پکائینگے اس مثال سے آپکو مختلف کا جمع کرنا آسان ہوگیا ہوگا اسی طرح ان لوگوں کے مقصود کو دیکھنا چاہیئے کہ انکا مقصود کیا ہے تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کا ایک واحد مقصود ہے اور وہ لذت و راحت ہے طرق کا اختلاف ہے کسی نے سمجھا کہ روپے کے حاصل ہونے میں مزہ ہے وہ اوسکا طالب ہوگیا کسی نے سمجھا کہ جاہ میں مزہ ہے کسی نے اولاد میں لطف دیکھا کسی نے تجارت میں کسی کی سمجھ میں آیا کہ دنیا کے مزے تو سب فانی ہیں مزہ اصلی تو آخرت میں ہے الی غیر ذلک من الطرق مگر حاصل سب کا ایک ہی کہ قلب کو چین ہو راحت ہو مسرت ہو انبساط ہو دوسری مثال اور لیجئے کہ تاجر مختلف اشیاء کی تجارت کرتے ہیں کوئی بساطی ہے کوئی بزاز ہے کوئی بقال ہے اور کوئی لکھنؤ میں تجارت کرتا ہے کوئی کلکتے میں کوئی بمبئی میں تو یہ سب ایک شے کے طالب ہیں وہ شے کیا ہے نفع مگر اوسکے طرق مختلف ہیں کسی نے سمجھا کہ بزازی کی دکان میں نفع ہے کسی نے خیال کیا کہ لباط خانہ میں بہت نفع ہے اوسنے اوسی کو اختیار کرلیا کسی نے سمجھا کہ لکھنئو میں چکن اچھی ہوتی ہے وہ وہاں جا پہنچا کسی نے یہ خیال کیا کہ کلکتے میں تجارت سے بہت نفع ہوگا وہ وہاں پہنچگیا چنانچہ اگر کسی تاجر سے کہا جائے کہ تمکو جو نفع کلکتے میں ملیگا وہ ہی نفع تمکو ہم یہاں دیتے ہیں وہ ہرگز کلکتہ نہ جاویگا کیونکہ مقصود اوسکو حاصل ہوگیا غرض یہ امر بالکل اب واضح ہوگیا ہوگا کہ لوگ بظاہر اشیاء مختلفہ کے طالب ہیں مگر حقیقۃً مطلوب ایک ہے۔

لذت و راحت کے حاصل کرنے میں رایوں کا اختلاف

اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس مطلوب یعنی لذت و راحت کے حاصل کرنے میں رائیں مختلف ہیں کسی کی رائے تجارت کی ہے کسی کی زراعت کی ہے اور کا ہے آپسمیں ایک دوسرے کو غلطی بتاتے ہیں چنانچہ جو

تجارت کرتا ہے وہ، جیسا زراعت کرنے والے کو خطا پر بتاتا ہے اور زراعت کرنے والا تاجر کو غلطی بتاتا ہے اور ان ہی طالبین میں بچے بھی ہیں وہ بھی اسی مطلوب یعنی لذت و راحت کے حاصل کرنے میں مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں لڑکیاں گڑیاں کھیلتی ہیں لڑکے کوئی گیند کھیلتا ہے کوئی پتنگ اڑاتا ہے کوئی ریتے کا مکان بناتا ہے، ان کے مکان کو ہم بیہودہ شغل سمجھتے ہیں اور ہم جو قرض لے کر مکان بناتے ہیں اسکو بیہودہ نہیں سمجھتے وجہ یہ ہے کہ اپنے مکان کو پائیدار سمجھتے ہیں اور معتد بہ راحت کا گھر۔

لذت و راحت کے درجے اور افراد

پس معلوم ہوا کہ اس مقصود کے باوجود اس کے کہ وہ واحد ہے درجات مختلف ہیں ایک معتبر اور قابل شمار اور دوسرے غیر معتبر اور ناقابل شمار، اور مجموعہ تقریر سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقصود کے طرق میں اختلاف ہے دوسرے یہ کہ اس مقصود یعنی لذت و راحت کے افراد بعض قابل شمار ہیں اور بعض نہیں ہیں۔

راحت کا کون فرد معتبر ہے اور یہ کہ اسکا فیصلہ کرنیوالا کون ہے

اب یہاں دو امر تنقیح طلب ہیں کہ مقصود یعنی لذت و راحت کا کون فرد حقیقۃً معتبر ہے اور دوسرے یہ کہ اسکا طریقہ تحصیل کا کیا ہے پس اسکا فیصلہ ایسا شخص کر سکتا ہے کہ جو حقائق اشیاء اور آثار اشیاء سے من کل الوجوہ واقف ہو اور نیز وہ خود غرض نہ ہو کیونکہ کسی کا علم اگر ناقص ہوگا یا کوئی خود غرض ہوگا تو وہ ہرگز ان دو امور کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا تو اب دیکھنا چاہئے کہ جس میں یہ دو صفتیں علی وجہ الکمال موجود ہوں وہ کون ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ مخلوق میں یہ دونوں صفتیں ناقص ہیں جو عالم نظر آتا ہے اس سے زیادہ اور عالم موجود ہے و فوق کل ذی علم علیم اور استغنا اور بے غرضی کی صفت میں بھی مخلوق ناقص ہے جسکو دیکھئے وہ خود غرض ہے اگر کہا جاوے کہ بعضے ہمدردان قوم ایسے ہیں کہ دوسروں کو بلا غرض نفع پہونچاتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ انمیں بھی دو قسم کے لوگ ہیں بعضے تو ثواب کے طالب ہیں اور بعضوں کی ایسی طبیعت ہوتی ہے کہ دوسروں کو نفع پہونچا کر

ان کے دلکو ٹھنڈک اور راحت پہونچتی ہے یہ ایذا حد رقت جنسیت بھی ایک غرض ہے اسی طرح ماں باپ اور جملہ اقربا جو کچھ کرتے ہیں سب اپنی شفائے قلب کیواسطے کرتے ہیں اگر کوئی کہے کہ بعضے لوگ ایسے طور سے دیتے ہیں کہ نہ دینے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لینے والا کون ہے اور نہ لینے والیکو دینے والے کا حال معلوم ہوتا ہے اسمیں کونسی غرض ہے جواب یہ ہے کہ یا تو اسکو ثواب مطلوب ہوگا اور اگر ثواب مطلوب نہو تو نفس عطاء سے اسکے دلکو حظ ہوگا یہ بھی ایک غرض مطلوب ہے بالجملہ مخلوق میں ایسا کوئی نہیں جو علم اور استغنا کی صفت علی وجہ الکمال سے موصوف ہو ایسی ذات پاک تو حق تعالےٰ کی ہی ہے علم کی تو اونکے وہ شان ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ ہیں اور بے نیازی ایسی ہے جیسا مولانا فرماتے ہیں ؎

من نکردم خلق تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

اور خدا تعالےٰ کو اپنا نفع مقصود ہو نہیں سکتا اسلئے کہ نفع جو ہمکو مقصود ہوتا ہے تو اوس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اندر ایک نقصان تھا اس نفع کے حاصل ہونے سے اوسکی تکمیل ہوگئی اور حقتعالےٰ کی ذات خود کامل اکمل ہے اگر حق تعالےٰ کو بھی اپنا نفع مقصود ہو تو نعوذ باللہ ذات باری میں نقصان اور استکمال بالغیر لازم آتا ہے بہرحال نہ خدا تعالےٰ کی برابر کسی کا علم ہے اور نہ کوئی ایسا بے غرض ہے لہذا ان دونوں مسئلوں کا فیصلہ حقتعالےٰ سے ہی کرانا چاہئے۔

راحت کے فرد معتبر کی تعیین اور اوسکا طریق تحصیل

چنانچہ کلام اللہ کی ان آیات میں ان دونوں امروں کا فیصلہ کر دیا کہ بطور حاصل ارشاد ہے کہ اے بندو تم جو اپنے مقصود یعنی راحت کو مختلف چیزوں میں ڈھونڈتے ہو کوئی مال میں راحت و لذت کا طالب ہے کوئی بیوی بچوں میں اپنے مطلوب کی تلاش کرتا ہے کوئی جاہ میں کوئی مکانات میں مشغول ہے ہم تمکو راحت حقیقی کے تحصیل کا طریقہ بتلاتے ہیں وہ یہ ہے من عمل صالحاً الخ مطلب یہ ہے کہ جو شخص نیک کام کرتا ہے اور اسمیں شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو یعنی عقیدہ اوسکا درست ہو ہم اوسکو مزہ دار زندگی عطا فرما دینگے اور ہم اونکو جزا دینگے بسبب حسن ان اعمال کے جو کیا کرتے تھے اس ترجمہ سے دونوں امر تنقیح طلب جو اوپر مذکور ہوئے معلوم ہوگئے یعنی یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مقصود معتبر کیا ہے اور اوسکا طریق تحصیل کیا ہے مقصود دو چیزیں ہیں حیات طیبہ اور اجر اور اسکا طریق بھی دو چیزوں کا حاصل کرنا ہے عمل صالح اور عقائد صحیحہ۔ (باقی آئندہ)

۲۴۲

(حال) اور بر تقدیر اول گانا بجانا جو ایک حرام چیز ہے امر محمود اور جائز کے لئے کیسے سبب ہوسکتا ہے۔

(تحقیق) سبب ہونا تو بعید نہیں کالذنب للتوبۃ سبب بنانا جائز نہیں۔

(حال) ۲ دوسری بات یہ ہے کہ مجھکو اشعار سے نہایت ہی دلچسپی ہو حتے کہ اگر کوئی شعر پڑھتا ہوتا ہے اور میں کسی کام میں مشغول ہوتا ہوں تو نہایت ہی اضطراب ہوتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ کام چھوڑ کر اشعار سننے لگوں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی خوش گلو شعر پڑھنے لگے تو غالباً اگر مرا نہیں تو بیہوش تو ذرا ہو جاؤنگا بالخصوص خواجہ صاحب کے اشعار سے نہایت ہی دلچسپی ہے یہانتک کہ اگر اثنائے ذکر میں اونکا مضمون بھی یاد آجاتا ہے تو شوق دوبالا ہو جاتا ہے اور ذکر میں بہت لذت معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے بندہ اشعار شوقیہ کو کبھی کبھی پڑھ لیا کرتا ہے اور حضرت نے بھی دعوات عبدیت میں اسکی اجازت فرمائی ہے اور علاوہ ذکر کے بھی وہ اشعار کہ جنمیں مضامین عشقیہ ہوتے ہیں پڑھا کرتا ہوں مثلاً خواجہ صاحب کا شعر ہے کہ ؎

ہوں مست ایسا کہ میری مجھے خبر نہ رہے	دہ مے پلا کہ محبت میں تیری اے ساقی

نہایت ادب سے یہ گذارش ہے کہ ایسی دلچسپی اشعار سے امر مذموم تو نہیں۔

(تحقیق) نہیں بشرط عدم الاکثار فیہ۔

(سوال) اور گاہے گاہے ازدیاد شوق کے لئے اثنائے ذکر میں یا ویسے پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں اور کوئی مضر تو نہیں ہے۔

(جواب) نہیں بالشرط المذکور۔

(حال) ۳ اور تیسری بات یہ ہے کہ حضور سے علحدگی کے وقت میں نہایت ہی جوش و خروش رہتا ہے اور دلمیں یوں کہتا ہوں کہ اب اگر حضرت سے ملونگا تو قدموں پر گر پڑونگا اور خوب بوسے دونگا اور یوں کرونگا یوں کرونگا غرضیکہ ان جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا واللہ سچ عرض کرتا ہوں کہ بعض وقت تنگ آکر یہ کہتا تھا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر چلو حضرت کی خدمت میں ع خاک ایسی زندگی پر ہم کہیں اور وہ کہیں بعض

اوقات خط لکھتے وقت روتے روتے بُرا حال ہوجاتا تھا مگر حضور ہی کے خوف سے نہیں آتا تھا کہ ناراض ہوجائیں ورنہ بندہ کبھی کا آگیا ہوتا یہ چند کلمات جوش محبت میں لکھدیئے گئے کہ عشق و مشک را نتواں نہفتن اور یہ بھی ہماری کم ظرفی ہے ورنہ جنکو کامل محبت ہے وہ ایسے دعادی نہیں کرتے یہاں آنیکے بعد وہ جوش وخروش سب جاتا رہا جیسے آگ پر پانی چھڑک دیا جاوے حضرت والا اسکا کیا باعث ہے محبت کی کمی تو نہیں ہے۔

(تحقیق) نہیں بلکہ یہ بھی محبت ہی کا ایک لون ہے یہ انس ہے اور اول شوق۔

(حال) خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کامل اور اپنے رسول کی اور جناب کی عطا فرمائے آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

(تحقیق) آمین۔

(حال) بندہ نے کل ایک عجیب خواب دیکھا ہے جس سے ایک قسم کی حیرت ہے اسوجہ سے عرض ہے ورنہ خوابوں کی طرف زیادہ التفات نہیں کرتا اور نہ سب کو صحیح سمجھتا ہوں میں نے یہ دیکھا کہ جناب لیٹے ہوئے ہیں اور میں جناب کے بالکل قریب سینہ کے پاس بیٹھا ہوا نہایت ہی بے تکلفی سے جیسے دو دوست باتیں کرتے ہیں باتیں کر رہا ہوں اور کچھ تو یاد رہا نہیں صرف اسقدر یاد ہے کہ میں جناب سے عرض کر رہا ہوں کہ لوگ جناب کو یوں کہتے ہیں حالانکہ آپکا ہر فعل و قول سُنّت کے مطابق ہوتا ہے حضور نے کچھ جواب نہیں دیا غالباً آپ مسکرا دیئے اچھی طرح یاد نہیں رہا اب یہ سوال ہے کہ میں جناب سے بالمشافہۃ بالکل بات چیت نہیں کر سکتا تو باعتبار قاعدے کے خواب میں بھی ایسی بے تکلفی نہیں چاہیے تھی اسکا کیا سبب ہے مجھسے کوئی گستاخی تو نہیں ہوئی جسکو ظاہر کیا گیا ہو۔

(تحقیق) نہیں خواب میں معانی غائب ہوتے ہیں صور پر پس معنی اتحاد و اقتراب اس صورت میں متمثل ہوا۔

(حال) رات بھر حضور ہی کو دیکھتا رہا معمول سے بھی زیادہ سو گیا ۲ بجے آنکھ کھلی تو طبیعت نہایت خوش تھی۔

(تحقیق) مبارک ہو۔

ایک مستورہ کا خط اور اُسکا جواب

(حال) ایک بیماری تو مجھ میں یہ ہے اور جو قابل علاج ہے کہ مجھ میں کسیقدر تکبر کا مادہ ہے اسکو دفع کرنے کی تدبیر بتلایئے وہ یہ کہ پہلے تو میرے ظاہر میں تکبر معلوم ہوتا تھا اور اب ظاہر کے تکبر کو تو میں اپنے خیال میں دباتی ہوں مگر باطن میں ہوتا ہے اس طرح سے کہ اگر کوئی جاہل یا ذلیل آدمی ہوتا ہے اور اُسکا میرے متعلق کچھ کام پڑتا ہے تو اُسکو خدا کا بندہ سمجھکر ظاہر میں تو موقعہ پڑنے پر اُسکی خاطر تواضع کرتی ہوں مگر باطن میں یہی ہوتا ہے کہ یہ آدمی بہت برا ہے اور اپنے تئیں دل اچھا کہتا ہے گو زبان سے توبہ توبہ کرتی ہوں مگر دل تو اپنے کو اچھا جانتا ہے یہ تکبر ہی ہوگا۔

(تحقیق) اتنا سمجھنا تو غیر اختیاری ہے اسپر مواخذہ نہیں ہے آگے اگر قصداً بھی اس اپنے خیال کو اچھا سمجھکر جمایا جاوے تو تکبر ہے اور اگر برا سمجھا اور اُسکو دُور کرنا چاہا گو وہ دُور نہو اور یہ بھی سمجھ لیا کہ ممکن ہے کہ اُسمیں کوئی ایسی خوبی ہو جس کے سبب یہ عند اللہ ہم سے اچھا ہو تو پھر تکبر نہ ہوگا۔

(حال) دوسرے یہ کہ بددین آدمی اور جاہل اور ذلیل قوم نفس پرور زیادہ دنیا کا شوق والا فضول باتیں بناتے والا گانے والی عورتیں نوحہ کرنے والی اور مکار آدمی غرضکہ ایسے لوگوں سے میرے دلمیں نفرت ہوتی ہے اور دلمیں ذلیل معلوم ہوتے ہیں نمعلوم یہ تکبر ہے یا کہ کیا مگر توبہ کرتی رہتی ہوں۔

(تحقیق) اسمیں بھی وہی تفصیل ہے جو اوپر گذری۔

(حال) پہلے تو مجھے دو چار عورتیں مغرور بتلاتی تھیں اب دریافت کیا تو مغرور نہیں بتلاتیں مگر مجھے میرے باطن میں اب بھی تکبر معلوم ہوتا ہے اسکے دفعیہ کی تدبیر بتلایئے۔

(تحقیق) اوپر بتلا دیا ہے۔

(حال) دیندار ہے۔ تمیزدار۔ نیک مزاج۔ آدمیوں کی دلمیں نہایت قدر ہوتی ہے۔ سب میرے دلمیں بچوں سے بہت محبت معلوم ہوتی ہے۔

۲۵۳

(تحقیق) ایسوں سے محبت میں حق تعالےٰ سے محبت ہے۔
(حال) اور بچوں سے باتیں کرنے اور اونھیں کا کام کرنے کو دل چاہتا ہے۔
(تحقیق) بچوں سے ایسا برتاؤ دلیل ہے عدم تکبر کی۔
(حال) اور اب دل ہر ایک کی حالت اور عادت کو آزماتا ہے کہ یہ آدمی کیسا ہے آیا دیندار ہے یا نہیں۔
(تحقیق) آزمانے کا قصد نکرے اگر بدون قصد معلوم ہو جائے وہ اور بات ہے۔
(حال) اور جو دیندار ہوتا ہے اوس سے طبیعت نہایت مانوس ہوتی ہے اور جاہل اور بددین آدمیوں سے طبیعت نفرت انگیز ہوتی ہے میں وطن گئی اور تمام برادری کی عورتوں کو آزمایا تو سب کی حالت ردی دیکھی۔ جو نماز روزہ کرنے والی ہیں وہ بھی برائے نام کی ہیں اور سب برائیوں میں غرق اور مبتلا ہیں اسکو دیکھکر دلمیں اور بھی غرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کو دین کی توفیق دے آمین۔ باطنی حالت تو کسی میں ہے ہی نہیں۔
(تحقیق) یہ ہر حالت میں غرور نہیں اسمیں وہی تفصیل ہے جو اوپر لکھی گئی۔
(حال) اپنے کنبہ کی تین چار عورتوں کے مزاج میں عاجزی زیادہ دیکھی کہ ہر ایک کے پیر کی خاک ہو جانا۔ ایسی عاجزی میرے مزاج میں نہیں ہے اللہ تعالےٰ مجھکو بھی عجز و انکسار عطا فرماوے آمین۔
(تحقیق) عاجزی کا یہ بھی ایک رنگ ہے مگر عاجزی اس رنگ میں منحصر نہیں۔
(حال) جب میں وطن سے آئی تھی تو میرے دلمیں یہی خیال آتا تھا کہ سب کی حالت ردی ہے گویا مطلب یہ کہ میری اچھی ہے بار بار اسی سے توبہ کرتی تھی مگر پھر بھی بار بار دل میں یہی خیال آتا تھا۔ آٹھ دس روز تک یہی حال رہا وطن جانے سے بہت نقصان ہوا خیر اب بفضلہ وہ خیال دل سے نکل گیا اور اللہ تعالےٰ کا دھیان دل میں بس گیا اوسکا لاکھ لاکھ شکر ہے۔
(تحقیق) اللہ تعالےٰ اپنی یاد دلمیں اور بسا دے۔
(حال) حضور آجکل میرا اسکول صبح سے کھلتا ہے اور قریب ۱ بجے بند ہوتا ہے چونکہ اسکول کی

۲۵۴

فارغ ہوکر جب آتا تھا تو اگر طبیعت تنگی نہ ہی او سوقت وضو کرکے کچھ ذکر مثلاً تین ہزار کرلیتا تھا اور پھر کچھ سو لیتا تھا تاکہ رات کے وقت سحری کے لئے اوٹھنے میں گڑبڑ نہ ہو بساتفاق پرسوں جمعہ کو یعنی پرسوں واقع ہوا کہ صبح کو جب اٹھا خیال تھا کہ آج جمعہ ہے اسکول سے واپس آیا تب بھی راستہ میں خیال تھا مگر جب گھر آیا اور وضو کیا اوسوقت بھول گیا اور جب ذکر شروع کیا تو نیند معلوم ہونے لگی پھر یہ خیال ہوا کہ تین ہزار کرکے پھر کچھ سو رہوں لہٰذا بعد نماز ظہر تھوڑا کرلونگا جب چارپائی پر گیا تو نیند جاتی ہوئی معلوم ہوئی پھر دعوات عبدیت ہاتھ میں لے لی کہ شاید پھر اسکو دیکھتے دیکھتے نیند آجائے مگر اسمیں ایسا جی لگا کہ نیند بالکل جاتی رہی اور جمعہ کا مطلق خیال نہیں رہا یہانتک کہ جب نیند سے ناامیدی ہوگئی تو یہ سوچنے لگا کہ اب اگر کچھ دیر بعد پھر نیند آگئی تو نماز ظہر کا وقت شاید نہ رہے اسوقت نماز پڑھکر تین ہزار اسم ذات پھر پڑھ لیا اور بعد کو سو گیا قریب پانچ بجے اوٹھا تو وضو کرکے عصر کی نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو یاد آیا کہ آج جمعہ تھا اور میں شریک نہ ہوا سخت افسوس ہوا غالباً یہ شیطانی غلبہ تھا وما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ - اور تعجب یہ کہ اس واقعہ سے قلب کو پریشانی نہیں معلوم ہوئی کیونکہ اس قسم کے حالات سے جو ایک بےچینی سی ہوتی ہے وہ نہیں محسوس ہوئی جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ قلب کی حالت کچھ خدانخواستہ خراب تو نہیں ہوئی حضور میری حالت پر خاص توجہ فرمائیں ؎

دریا و کوہ درہ، من خستہ وضعیف　　　اے خضر پے خجستہ مددکن بہمتم

(تحقیق) نہیں قلب کی حالت خراب نہیں ہوئی نسیان عوارض طبعیہ سے ہے اوس کی نسبت نص ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان مگر ادب عبدیت کے اقتضاء سے کچھ بھی استغفار کرنا چاہئے کیونکہ قلت اہتمام بھی ایک گونہ کوتاہی ہے۔

(حال) اثنائے ذکر میں بعض دفعہ موقع سے بعض بعض شعر خیال آجاتے ہیں اور اوسوقت اونکے مضامین سے خاص لطف حاصل ہوتا ہے اگر ان شعروں کے پڑھنے کی ممانعت نہو تو پڑھ لیا کروں تاکہ روح کو تازہ کردیں مثلاً توحید کا خیال ہوتا ہے تو سعدی علیہ الرحمۃ کے اشعار- اے برتر از خیال الخ- یاد آتے ہیں کبھی عدم استطاعت رویت ذات باری تعالےٰ کا

تصور ہو، تو یا ہم اور یا نیا ہم الخ خیال ہوتا ہے اور اسی طرح موقع پر بہت سے اشعار یاد آجاتے ہیں۔

(تحقیق) کچھ مضائقہ نہیں بشرط عدم الافراط فیہ۔

(حال) وساوس جب کبھی نماز وغیرہ میں زیادہ آتے ہیں تو میں بہت خوش ہوتا ہوں کہ خوب تفریح ہورہی ہے اور میرے ثواب میں کچھ کمی بھی نہیں ہوئی اس خیال سے پریشانی بالکل نہیں ہوتی اور پھر وساوس کم ہوتے ہوئے معلوم ہونے لگے اور میں سمجھتا ہوں کہ شیطان عجب بیوقوف ہے کہ آرام اور تفریح دے رہا ہے انہیں سب حرکتوں سے شاید شیطان نے نسیان کا طریق کرلیا ہے مگر چونکہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا موجود ہے اس بات سے اُمید اور اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کردیں اور شیطان کو خائب و خاسر کریں حضور مدد فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو اسپر غالب کردیں۔ والسلام

(تحقیق) سب مقدمات ٹھیک ہیں صرف جزو اول میں ایک گونہ خطار اجتہادی ہے کیونکہ یہ خیال کبھی مفضی ہوسکتا ہے وساوس کے ذاتاً مذموم نہ سمجھنے کی طرف اور انکا ذاتاً مذموم نہ سمجھنا کبھی مفضی ہوجاتا ہے اونکے ابقار کی طرف اور ابقار عمداً مضر ہے و کل ما یفضی الی المضر ولو فی بعض الاحیان مضر۔ اسقدر اصلاح کی اس میں ضرورت ہے۔

(حال) ۵

	یاد معشوق میں رہتا ہوں مدا اللہ		در و دیوار سے آتی ہے ندا اللہ	

۱۔ جب نیت باندھکر نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو تصور کروں یا نکروں ایک شکل دلیس اور رو برو ہو اور اوپر نظر آکر وہی صورت نماز میں شامل ہوجاتی ہے۔

۲۔ اور آسمان کی طرف نظر ڈالتا ہوں تو آسمان پھاڑکر اوپر چلی جاتی ہے اور وہاں ایک مسجد ہے اوس مسجد میں بہت کثیر جماعت ہوتی ہے اس جماعت کے ساتھ نماز میں شامل ہوتی ہے۔

۳۔ اور وہاں سے نکل کر تھوڑی دور جانے کے بعد ایک وسیع میدان ہے وہاں تھوڑی لوگ جمع ہوکر جم غفیر جماعت ہوتی ہے چند منٹ کے بعد ایک نالکی آتی ہے اوسمیں ایک بزرگ رہتے ہیں وہ لوگ کچھ بات چیت نہیں کرتے ہیں معلوم نہیں وہ بزرگ کون ہیں۔

۴ ایک وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس میدان میں چھوٹے چھوٹے پہاڑ کے ٹیلے نظر آتے ہیں اسپر تمام نورانی پانی مع موج کے نظر آتا ہے اسمیں کتنی دُور گئے تو بھی گھٹنے کے برابر آتا ہے مگر پانی جسم کو لگتا نہیں۔

۵ کبھی کبھی چاند اور تارے نظر آتے ہیں۔

۶ اور کبھی کبھی آسمان پر اوڑتا اور بڑے بڑے شہر اور بڑے مکانات پر اوڑ کر بیٹھنا اور شوالوں میں جاکر بتوں کو توڑنا اور پھر کر آتے وقت راستے میں ہندو بڑے قوی جوان ملتے ہیں وہ بھی اوڑ کر پکڑ لینا چاہتے ہیں لیکن اونکے ہاتھ کبھی نہ ملکر اور زیادہ اوپر سے نکل جاتا ہوں۔

۷ اور کبھی ریل پر سوار ہونا وہ ریل خالی زمین پر چلتی ہے اور کبھی زمین کے اندر سے چلتی ہے نمونہ ظاہر کی ریل کی برابر نہیں۔

۸ اور کبھی چلنے پھرنے میں کوئی آکر اور بول کر چلا جاتا ہے اور کوئی ہمارے روبروسے اوڑ کر چلا جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور کبھی ہمارے روبرو میں ایک تختی نظر آتی ہے اوسپر عربی آیات نظر آتی ہیں وہ پڑھتے گئے تو اور اور آیات نظر آتی ہیں معلوم ہاد اس غریب خاکسار پر مہربانی فرماکر ان کی تعبیرات روانہ کریں اور ترقی اور کشف کیواسطے کچھ ترکیب روانہ فرمادیں اور کشف قبور بھی کرتا ہوں اور کشف قلوب کی ترکیب روانہ کیجئے اور بندہ بھی بیس سال سے نسخوں کی تلاش میں تھا مگر اللہ تعالے نے آج کے دن ایسے بڑے طبیب حکیم روحانی کو عنایت فرمایا ہے میں امید اللہ جل شانہ سے رکھتا ہوں کہ اس حکیم کی توجہ اس غریب پر ہوجاوے تو تمام بیماریاں دفع ہوں اور دل روشن ہوجاوے اس غریب خاکسار پر فیض پہونچا کر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کی کوئی سہل ترکیب عنایت کیجئے قصور معاف بے ادبی معاف۔

(تحقیق) السلام علیکم حالات پڑھکر بہت تردد ہوگیا معلوم ہوتا ہے دماغ میں یبس اور تخیلہ میں آفت ہوگئی ہے یہ کشف نہیں ہے اور اگر کشف بھی ہوتا تب بھی مضر ہے کسی طبیب حاذق سے رجوع کرکے دماغ کی ترطیب اور سودا کا علاج اور تنقیہ کرائیں اور ہر قسم کے

۲۵۷

کشف کی ہوس کو دل سے نکالیں ورنہ آپ بہت نقصان اوٹھادیں گے وما علینا الا البلاغ
اگر طریق حق پر چلنا ہو اپنے کو رائے سے خالی کرکے کسی محقق عارف سے رجوع کریں اور اپنے
ارادوں کو فنا کرکے اوسکا اتباع کریں آئندہ ہر کسے مصلحت خویش نکو می داند والسلام۔

(حال) دیگر یہ عرض ہے کہ جسوقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک احقر کے سامنے لیا جاتا ہے توفوراً بدن میں لرزہ سا پیدا ہوجاتا ہے اور وہ درود مبارک فوراً زبان پر آجاتا ہے اور بہت دیر تک ہتا ہے اور یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر (نعوذ باللہ) میں قصداً درود شریف نہ پڑھنا چاہوں تو اسپر بالکل قدرت نہیں ہوتی اور جسوقت خدا تعالےٰ کا نام مبارک لیا جاتا ہے تو محسوس بھی نہیں ہوتا یہ تعدی فی الدین تو نہیں ہے اگر ہے تو کیا علاج ہے۔

(تحقیق) اسمیں طبعاً مذاق مختلف ہے بعض پر آثار حب حق کے غالب ہوتے ہیں اور بعض پر آثار حب نبوی کے غالب ہوتے ہیں اور چونکہ دونوں محبتوں میں تلازم ہے لہذا دونوں مذاق مقبول ومحبوب ہیں صرف لون کا اختلاف ہو حقیقت دونوں جگہ محفوظ ہو جوکہ مقصود ہے اسواسطے کچھ تردد نکریں نہ یہ تعدی ہے نہ اسکے علاج کی ضرورت ہو مبارک حالت ہے جب اسکا غلبہ ہو اسی کا اتباع کرنا چاہئے البتہ اعتقاد عقلی امر اختیاری ہو اوسکا تعلق واجب اور ممکن کے ساتھ بالذات وبالعرض ہونے میں متفاوت ہونا چاہئے والسلام۔

(حال) ہمیشہ سے مجھے نیند کا غلبہ رہتا ہے اور اب بہت زیادہ نیند آتی ہے سوتا ہوں تو پھر آنکھ جلد نہیں کھلتی ہاں کچھ خوف ہوتا ہے تو کھل بھی جاتی ہے کیا کروں کہ خوف خدا کا غلبہ رہے۔

(تحقیق) مطلقاً خوف خدا کا رنگ ایسا ہونا ضروری نہیں جس سے نیند اڑجاوے یہ ہوسات ناشی ہیں ناواقفی سے سخت ضرورت ہے کہ احقر کی تالیفات خصوص مواعظ وتربیت کی جلدیں حرفاً حرفاً توجہ سے دیکھی جاویں کہ یہ اغلاط رفع ہوں۔

(حال) تنہائی میں وحشت لاحق ہوتی ہے اختلاط کی حالت میں رقت قلبی حاصل ہوتی ہو

۲۵۸

اور سبحان اللہ سبحان اللہ زبان پر جاری ہوتا ہے۔

(تحقیق) تنہائی میں گو وحشت ہو وہ عارضی ہے ذکر میں مشغول رہنے سے جاتی رہیگی اور اختلاط میں گو رقت ہوتی ہے مگر وہ حظ نفس سے ہے معتبر نہیں۔

(حال) خاکسار جسوقت کہ نماز میں تشہد سے فارغ ہوتا ہے اور درود شریف شروع کرنے کو ہوتا ہے تمام جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جیسے کہ سرد پانی ڈالنے کے وقت ہوتا ہے اور یہ ہر نماز میں ہوتا ہے خواہ نفل ہو یا فرض اور یہ کئی سال سے ہے معلوم نہیں ہوتا کہ اسکی کیا وجہ ہے اور اسکا برابر خیال رہتا ہے امید کہ حضرت والا اس سے ہیچمدان کو اسکی وجہ تحریر فرماکر مطمئن فرمائینگے۔

(تحقیق) یہ ایک قسم کا وجد ہے جو اس آیت میں مذکور ہے تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم الآیہ۔ یہ باختلاف مذاق اسباب مختلفہ سے ہوتا ہے آپکو غلبہ شوق ومحبت نبویہ سے ہوتا ہے جسکا محرک درود شریف ہوجاتا ہے اور اگر خارج نماز درود سے ہوتا ہو تو نماز کی یکسوئی مرجح اس کی ہوتی ہے۔

۲۵۹

(حال) چند روز سے شریعت کے خلاف کام کرنے والوں سے ایک نفرت سی معلوم ہوتی تھی جب سے حضور کی خدمت سے یہاں آیا ہوں اوسوقت سے تو ایسی حالت ہوگئی ہے کہ اونکی صورت دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا بات کرنا تو درکنار چنانچہ ابکے رمضان شریف میں اکثر اون لوگوں سے جنھوں نے روزے نہیں رکھے تھے حالانکہ وہ رکھ سکتے تھے دن کو پان کھاتے ہوئے حقہ پیتے دیکھکر اون لوگوں سے جنسے کچھ تعلقات ملاقات کے تھے یا ہمارے اسکول کے پڑھے ہوئے تھے غصہ ضبط نہیں ہوسکا اور سختی اور غصہ کے ساتھ بات چیت کی نوبت آئی بعد کو یہ ہوتا ہے کہ تم خدائی فوجدار تو ہو نہیں تم ایسا کیوں کرتے ہو افسوس اور ندامت اپنے غصہ کے سبب سے بھی ہوئی پھر بھی غصہ ضبط نہیں ہوتا اسکی بابت حضور کی دعا کا امیدوار ہوں کہ کسی سے لڑائی جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔

(تحقیق) دعا کرتا ہوں مگر یہ حالت بری نہیں ہاں کبھی ضعف تحمل سے تجاوز عن الاعتدال کا اندیشہ ضرور ہے حتی الامکان اعتدال سے تجاوز نہ ہونے پاوے اور اوسکے ساتھ ہی یہ بھی

ضروری تھا کہ کسی عاصی کو حقیر نہ سمجھا جاوے اگر اس پر غصہ آوے دوسری غصہ کیفیت ہی یہ بھی سوچ جاوے کہ ہم میں اس سے بھی زیادہ عیب ہے۔

(حال) ذکر کی حالت میں حضور کا تصور اگر شرک سے خالی ہو یعنی اسطرح تصور کرنا کہ حضور میرے ذکر کو اصطلاحی توجہ سے ملاحظہ فرما رہے ہیں میرے واسطے مفید ہے یا نہیں۔
(تحقیق) قصداً تصور کرنے کا انجام اچھا نہیں۔

(حال) ذکر اسم ذات اگر بالجہر کرتا ہوں تو وساوس ریا پیدا ہوتے ہیں اور اگر بالخفی کرتا ہوں تو گلا دکھنے لگتا ہے ہر دو شق پر لفظ اللہ زبان سے نکلتا رہتا ہے اور قلب امور خارجیہ غیر از بحث کی طرف متوجہ رہتا ہے جس سے جی اکتاتا ہے۔
(تحقیق) وساوس ریا مضر نہیں لہذا بالجہر ہی کرنا بہتر ہے اسی طرح قلب کا امور خارجیہ کیطرف متوجہ رہنا اگر بلا قصد ہو کچھ مضر نہیں اسی طرح جی کا اکتا جانا بھی مضر نہیں بلکہ اس حالت میں اگر شغل جاری رکھا جائے یہ ایک مجاہدہ ہے جسمیں نافع ہونے کی قوی امید ہے بہرحال کام کرنا چاہئے کام کرنا خواہ کسی حرج سے ہو کام نہ کرنے سے افضل ہے قال الرومی رحمہ اللہ ؎

دوست دارد دوست این آشفتگی کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

سوال - اس احقر میں بتجدید عوبات کثیرہ صبح کو دیر اٹھنا ہی ہے جس کی وجہ سے نماز قضا پڑھتا ہوں اگر کبھی سویرے اٹھ جاتا ہوں تو نیند کے غلبہ سے یا تساہل سے پھر سو رہتا ہوں امید از کرم والا ہے کہ کوئی دعا یا جو مناسب حال احقر نسخہ ہو تجویز فرما کر اس مرض خبیث سے خادم کو رہائی دلوا دیں تاکہ شفا حاصل ہو۔
جواب - ۱ کھانا بعد عصر کھا لیا کرو۔ ۲ پانی شام کو کم پیو۔ ۳ عشا کی نماز جہاں تک دیر کر کے پڑھو۔ ۴ آیات آخر سورہ کہف ان الذین آمنوا سے سوتے وقت ایکبار پڑھکر دعا کرو کہ فلاں وقت آنکھ کھلے۔ ۵ سب گھر والوں سے کہدو کہ جسکی آنکھ اول کھلے تمکو جگا دے۔

(حال) احقر کو نظر بازی کا مرض بچپن سے تھا مگر جب سے حضور کا توسل اور کفش بردار ہوں بحمد اللہ وہ مرض جاتا رہا نہ دلمیں کبھی اسکا وسوسہ آتا ہے بلکہ ایک گونہ طبیعت کو نفیر پاتا ہوں مگر باایں ہمہ جب کوئی حسین طالب علم یا کوئی عزیز ہوتا ہے تو انکے ساتھ بہ نسبت اوروں کے معاملہ میں یا گفتگو میں اچھا خیال ہوتا ہے اور برتاؤ محبت کا ہوتا ہے گو عزیزوں سے محبت کا

۲۶۰

برتاؤ نہ ہو مہنیں بل مطلوب لیکن مجھکو پرانے مرض کے عود ہو جانیکا اندیشہ غالب ہوتا ہے اسلئے حضور سے
استمداد و معالجہ ضروری ہے۔

(تحقیق) اوس مرض کا جتنا بقیہ موجود ہے اوس سے بھی غافل نہ ہونا چاہیے علاج اوسکا یہ ہے کہ جس شخص
کی گفتگو اور برتاؤ میں نفس کو لذت ہوتی ہو اوس سے فوراً جدا ہو جانا چاہیے اس میں ہرگز ہرگز تساہل
نہ کریں میں بھی دعا کرتا ہوں۔

(حال) حضرت من شروع شعبان میں ذکر سے ایسی دلچسپی تھی کہ ذکر کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا بلکہ
ہر روز یہ ارادہ کرتا تھا کہ جبتک دل و دماغ کام دیتے جاوے ذکر کئے جاؤ آخیر شعبان میں اوسمیں کمی واقع
ہوئی جس روز حضرت والا ڈیگ تشریف لیجاتے تھے احقر نے عرض کیا کہ دو تین روز سے ذکر سے دلبستگی کم
ہوگئی حضرت نے دوام کے التزام کیلئے ارشاد فرمایا اول روزانہ غسل دوئم قبل شروع ذکر کے اسم یا باسطُ کی
ایک تسبیح چنانچہ اوسی روز سے یہ ہر دو امر جاری ہیں۔ شروع رمضان شریف میں ادا نماز کے وقت
ایسی محویت طاری ہو جاتی تھی کہ تمام جسم و حواس ظاہری و باطنی گویا نماز میں پیوست ہو گئے ہیں۔
۔۔ رمضان المبارک تک یہ کیفیت رہی یوم اعتکاف سے نماز کی حالت تو وہ کم ہو گئی لیکن قرآن شریف کی
تلاوت میں وہ حلاوت معلوم ہوتی تھی اور دل یہ چاہتا تھا کہ بجائے نوافل کے بھی تلاوت قرآن شریف
کرے جاؤں اور شب و روز اسمیں محو رہوں بعد عید کے کچھ سفر پیش آیا اور نیز غذا حسب منشا مزاج کے
بہم نہ پہونچنے سے تغیر ہو کر دماغ کو سخت ایذا پہونچی اوسوقت نہ ذکر میں لطف تھا نہ نماز میں دلچسپی تھی
اور نہ قرآن شریف میں وہ کیفیت تھی اگرچہ جبراً قہراً معمول پورے کرتا تھا الحمد للہ کہ اب تدبیر کرنے سے دماغ
کی حالت بوجہ رفع ہونے تغیر کسیقدر اچھی ہے لیکن وہ کیفیت جو شعبان اور رمضان میں ذکر اور نماز و تلاوت
قرآن شریف میں جو مختلف اوقات میں تھی اب نہیں رہی اگرچہ اب کسیقدر محنت ذکر وغیرہ کی کرکے طبیعت میں
لگاؤ پیدا کیا ہے لیکن اوس حالت تک پہونچنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

(تحقیق) وہ حالت کچھ مقصود نہ تھی جسکا مفقود ہونا موجب قلق ہو بعض قبض افضل ہوتا ہے بعض
بسط سے ہرگز کسی خاص حالت کے اعادہ کا اہتمام نہ کیا جاوے کہ مضر باطن ہے کیونکہ وہ اشتغال
بما لا یعنی ہے یہ نکتہ عمر بھر دستور العمل بنانے کی قابل ہے۔

(حال) علاوہ ازیں ایک مرض صعب کا نہایت ہی شاکی ہوں حتی الوسع اوسکے دفعیہ کی کوشش کی

۲۶۱

لیکن کامیابی نہوئی وہ مرض یہ ہو کہ بعض وقت وساوس خطرات کا اپنے دلمیں نشان بھی نہیں پاتا اور بعض وقت وساوس و خطرات کا اسقدر ہجوم ہوتا ہے اور وساوس خطرات بھی وہ کہ شاید کسی دہریہ کو بھی نہ آتے ہوں اوسوقت دل چاہتا ہو کہ کسی ترکیب سے خودکشی کر لوں تاکہ خس کم جہاں پاک کا مصداق ہوجاؤں ایسے نالائق ناہنجار کا دُنیا میں رہنا ہی نہیں چاہئے اسلئے خدمت والا میں عرض پرداز ہوں کہ اسکے لئے خاص توجہ مبذول فرماویں اور دعا سے امداد فرماویں زیادہ والسلام۔

(**تحقیق**) دعا سے کیا عذر ہے مگر یہ حالت خود مذموم ہی نہیں جسکو ایسا مہتم بالشان سمجھا جاوے صحابہؓ سے اکمل و افضل تو کسیکی حالت نہ تھی حدیث میں مصرح ہے کہ اونکو ایسے وساوس آتے تھے کہ وہ جلکر کوئلہ ہوجانا زیادہ محبوب سمجھتے تھے اونکو زبان پر لانے سے اور طبیب کامل صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو اونکی صریح ایمان کی علامت قرار دی پس جو علامت ایمان ہو اوسپر اگر مسرت نہو تو غم کے بھی کوئی معنی نہیں والسلام۔

(**حال**) قبل ازیں کسیکو خلاف سُنت پر دیکھنے سے سخت بار معلوم ہوتا تھا اور دیر تک دل میں غصہ رہتا تھا اور وہ حالت اب نہیں ہو بلکہ کسیکی طرف توجہ کرنیکو بھی جی نہیں چاہتا ہے اور کوئی شخص اگر خلاف شریعت کوئی کام میرے سامنے کر گذرے دلمیں فوراً یہ خیال آجاتا ہو کہ شاید یہ شخص اللہ کے پاس مجھسے اچھا ہو اب سوال یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو آیا ہو کسی منکر بات کو دیکھکر دل سے بُرا سمجھنا یہ اضعف ایمان ہے تو کیا میرے ایمان میں تو کوئی نقص نہیں آیا نعوذ باللہ۔ اور پھر جب جلال اور کبریائی خدا پر نظر پڑتی ہو تو دل پر اور بھی زیادہ پریشانی ہوتی ہے۔

(**تحقیق**) منکر کو دل سے بُرا سمجھنا یہ اعتقاداً ہو گو طبعاً نہو طبعی انکار پر بعض دوسرے اسباب غالب آجاتے ہیں اون ہی میں سے وہ کیفیت ہو جو آپ پر غالب ہے جسکا حاصل تواضع اور وسعت رحمت و عظمت حق پر نظر ہے جو کہ عین مطلوب ہے پس ان اسباب کے غلبہ سے اگر طبعی انکار کا غلبہ نہو کوئی محل تردد نہیں اطمینان رکھیں۔

(**حال**) حضور مجھ میں تو ایک سخت عیب بھی ہو اور سختی کے ساتھ راسخ ہو گیا ہو کہ دوسروں کا عیب تو بہت بڑا معلوم ہوتا ہو حتے کہ اوسمیں غیبت تک کی نوبت آجاتی ہو اور اپنا عیب نہیں معلوم ہوتا ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ یہ بدعادت مجھسے دفع ہوجائے لیکن کسی طرح نہیں جاتی کوئی طریقہ ہدایت فرماویں تاکہ اوسپر عمل کرنے سے اس بدعادت کا استیصال ہوجائے اس خاص صورت میں حضور کے خیال اور دعا کا متمنی ہوں۔

(**تحقیق**) دعا بھی کرتا ہوں باقی تدبیر یہ ہو کہ آپ ہر کلام سے پہلے یہ سوچ لیا کیجئے کہ اگر یہ کلام میں کردں

۲۶۲

تو کوئی ضروری نفع فوت تو ہوگا جسمیں ضروری نفع کا فوت ہونا معلوم ہو اوس سے زبان کو بند رکھئے یہ تو زبان کا انتظام ہے باقی اسکی جڑ کا انتظام یہ ہو کہ جب کسی کے عیب پر نظر پڑے تو یوں سوچا کیجئے کہ گو اس شخص میں یہ عیب ہے مگر ممکن ہو کہ اسمیں کچھ خوبیاں ایسی ہوں جنکے اعتبار سے اسکی مجموعی حالت میری مجموعی حالت سے عند اللہ احسن ہو پھر مجھکو اسکی عیب جوئی یا عیب گوئی کا کیا حق حاصل ہے جسطرح اندھے کو یہ حق نہیں کہ کانے کو چڑاوے بار بار اس مضمون کے استحضار سے انشاء اللہ اس عیب کا استیصال ہو جاویگا اور اگر احیانًا اتفاقًا پھر بھی اسکا صدور ہو جاوے تو بطور جرمانہ کے بیس رکعت نفل پڑھا کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ نفس سیدھا ہو جاویگا۔

(حال) نماز میں بمقابلہ فرض کے سُنّت، و بمقابلہ سُنّت کے نفل میں اطمینان اور دلبستگی زیادہ ہوتی ہو اور یہ امر اختیاری نہیں یہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے اصرف توجہ کی ضرورت ہے یا نہیں۔

(تحقیق) نمازوں کے انواع میں جو تفاوت لکھا ہے میرے نزدیک یہ امر طبعی ہو طبیعت کی خصوصیت اسکا سبب ہو منشا اسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض نفوس کی خاصیت ہو کہ لزوم اونپر گراں ہوتا ہے اور عدم لزوم کی صورت میں بوجہ بشاشت کے اونکو کام سہل ہوتا ہے اور بعض طبیعتوں کی طبعی خاصیت یہ ہے کہ لزوم میں تو اونکو آسانی ہوتی ہے اور اختیار دیدینے میں تساہل ہوتا ہے اور دونوں بوجہ طبعی ہونے کے غیر مذموم ہیں اگرچہ باعتبار اثر کے دوسرا مذاق اچھا معلوم ہوتا ہے بہرحال اسکی فکر میں نہ پڑیئے۔ والسلام۔

۲۶۳

(حال) وہ جو دولتِ کیفیت آنحضور کی خدمت مبارک سے لیکر آیا تھا کئی دن ہوئے کہ وہ مسلوب کر لی گئی اگرچہ اپنی بد اعمالی ہی کیوجہ سے مسلوب ہوئی ہو گی مگر دلکو قلق و افسوس ہے لیکن الحمد للہ کہ معمولات میں زیادہ فرق ابھی تک تو نہیں ہوا۔

(تحقیق) احوال تابع اعمال کے ہیں اعمال پر استقامت کا اہتمام رکھنا ضروری ہو اوس سے احوال محمودہ ہر وقت کے مناسب خود بخود پیدا ہوتے ہیں ہاں یہ ممکن ہو کہ کوئی حال اونمیں سے سالک کی طبیعت کے موافق نہ ہو لیکن مصلحت کیموافق ضرور ہوتا ہو جسکا سمجھنا محقق کا کام ہے نہ کہ مقلد و مبتدی کا مقلد کو محقق کا صرف اتباع اور اوسکے کہنے سے اجمالاً اوسکو مصلحت سمجھ لینا کافی ہو جب دولت تحقیق نصیب ہوگی خود بخود سمجھ میں آنے لگیگا اور خدا تعالیٰ کا فضل ہو کہ آپکے معمولات جاری ہیں یہی بڑی چیز ہے اطمینان سے کام میں لگے رہیے۔

(حال) کل رات ہی سے کمترین کی عجیب حالت ہی کہ کسی کام میں طبیعت نہیں لگتی ہر وقت ایک اضمحلال و پژمردگی چھائی رہتی ہے ذکر و تہجد و تلاوت قرآن شریف و نماز نفل وغیرہ میں اسکے قبل از حد بشاشت رہتی تھی اسوقت ہر ایک بطور پہاڑ کے گراں معلوم ہوتا ہی بلکہ حسب معلوم سابق باوجود کوشش مزید کے بھی ہر ایک ادا نہیں ہوتا و نیز اسکے پہلے یہ معلوم ہوتا تھا کہ معاصی گذشتہ تو یقینی معاف ہو گئے ہیں لہذا اوسکی طرف دوبارہ التفات یا معافی کی درخواست تحصیل حاصل کے درجہ میں معلوم ہوتی تھی اب تو بعض گذشتہ گناہوں کا اس کثرت سے استحضار ہے کہ دل بیٹھا جاتا ہی کہ اللہ تعالی سے اگر ابھی موت آگئی تو کیا منہ دکھاؤنگا سخت طبیعت پریشان ہے اور بہت گھبراتی ہے کیا کروں اصل وجہ تو مشیت ایزدی ہے اللہ تعالے ہی کو معلوم ہی کہ اصل وجہ یہ ہے مگر کبھی بعید وہم یہ ہوتا ہی کہ حضرت کی خدمت میں بندہ سے کوئی ناشائستہ حرکت کبھی ایسی صادر ہوئی ہو جس سے خاطر والا میں کسیقدر تکدر پیدا ہوا ہو اور بندہ کی جانب سے عنان انعطاف و شفقت منعطف فرمالیگئی ہو خواہ قصداً یا تکدر کا لازمی اثر ہو اور بندہ کو اسکی اطلاع بھی ہو جیسے احقر کی عادت تھی کہ بعد عصر و فجر دس بارہ روز سے محض یہ دیکھکر کہ کوئی صاحب اور پنکھا نہیں جھلتے اور حضرت کو ضرورت ہوگی پنکھا لیکر بیٹھ جاتا تھا اور اپنی دانست میں اوسکو باعث راحت جناب والا خیال کرتا تھا اور جناب کو ہوا پہونچتی ہی نہ تھی تو یہ فعل عبث ضرور کسیقدر ناگوار خاطر ہوتا رہا جسکو جناب عالی بغایت حلم سے برداشت فرماتے رہے آخر کل ظاہر فرمایا گیا کہ مجھے تمھارے جھلنے سے ہوا نہیں پہونچتی بندہ کو اوسی وقت سے سخت تشویش ہے کہ بندہ کی طرف سے جناب کو تکلیف پہونچی اسی طرح ممکن ہے کہ اور بہت سی ناشائستہ حرکات صادر ہوئی ہوں جس سے جناب کو تکلیف پہونچی ہو بہرکیف اے شفیق حال زارم و آفتاب ہدایت اول تو درخواست ہے اپنی خطاؤں کی معافی کی دوسری درخواست نہایت عاجزی کے ساتھ یہ ہی کہ کوئی حرکت احقر کی کسیطرح بھی باعث ناگواری خاطر ہو تو اوسکی تنبیہ فرما دیجاوے واللہ ثم واللہ بندہ کو نہ اپنی ذلت کا ڈر ہے اور نہ اپنے عقل و فعل پر اعتماد ہے کہ کیا اچھا کرتا ہے اور کیا نہیں سب سے زیادہ خوف اسکا رہتا ہے کہ جناب کو احقر کی وجہ سے کہیں تکلیف نہ پہنچ جاوے۔ زیادہ والسلام۔

(تحقیق) سالک کو اس سے اشد اور احوالات پیش آتے ہیں یہی تو امتحان عشق ہی احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وہم لایفتنون۔ امتحان میں پختگی یہ ہی کہ یہ مضمون نقد وقت ہو جاوے ۔

۲۶۴

	ناخوش تو خوش بود برجان من		دل فدائے یار دل رنجان من	
صبر کیجئے فان مع العسر یسرا ۵				
	چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو		آں صلاح تست آیس دل مشو	

انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ عقبہ ختم ہوجاویگا باقی میرے تکدر کا وسوسہ محض مخترع و بے مبنی ہے اگر کوئی بات ہوتی کہدیتا البتہ میری خدمت نہ کرنا خدمت سے اولیٰ ہے۔

(حال) بعض وقت اخلاق ذمیمہ کے وساوس کا قلب پر سخت ہجوم ہوتا ہے اسوقت طبیعت سخت پریشان ہوتی ہے اور دل یہ چاہتا ہے کہ کاش میں کسی بھنگی چمار کے گھر پیدا ہوتا تاکہ اپنے آپکو بھولا ہوا تو ہوتا۔

(تحقیق) یہ غلبہ ہے تذلل کا مگر ایسا غلبہ پسندیدہ نہیں جسمیں غفلت عن النعمۃ ہو مسلمان کے گھر پیدا ہونے سے نعمت اسلام نصیب ہوئی شاید وہاں نہوتی ایسے وقت موجودہ حالت کے نعمت ہونے کو مستحضر کرلینا ضروری ہے پھر اوس پر شکر۔

(حال) بعض وقت یہ خیال آتا ہے کہ میں نے کبھی اپنا کوئی عیب تو حضرت والا سے عرض ہی نہیں کیا پھر میری اصلاح کسطرح ہوگی۔

(تحقیق) فکر بھی بجائے اظہار کے ہے۔

(حال) مطالعہ رسالہ روح الارواح کیا ہے جس سے دیکھتے وقت طبیعت کو رقت ہوئی بعدہ ویسی ہی قساوت پیدا ہوگئی ذکر اسم ذات کرتے وقت حضور کی صورت مثالیہ قلب پر مرتسم ہوجاتی ہے اور لفظ اللہ کی ضرب خفیف اس صورت مثالیہ پر پڑتی ہے جس سے متوہم ہوجاتا ہوں کہ کیا یہ صورت جائز ہے یا ناجائز۔ بعض اوقات ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ پنجگانہ نماز میں حضور کی صورت مبارک کا خیال جما رہتا ہے غرض یہ رابطہ بعض اوقات بہت غالب ہوتا ہے اور بعض اوقات قساوت سے کچھ بھی نہیں۔

(تحقیق) ماشاء اللہ مجموعی حالت بہت اچھی ہے مجھکو تو مسرت ہوئی رقت کی کمی بیشی یہ تغیر مذموم نہیں جتنا ہوجائے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے انشاء اللہ حالات محمودہ میں ترقی ہوگی صورت مثالیہ کا بلا اختیار پیدا ہونا نعمت عظمیٰ ہے لوگ شغل کرکے اسکو پیدا کرتے ہیں جو ہمارے یہاں پسندیدہ نہیں آپ کو حقتعالیٰ نے بلا کسب عطا فرمایا ہے شکر کیجئے اوس صورت پر ضرب پڑنے سے حرج کیا ہے اور عدم جواز کی تو کوئی وجہ ہی نہیں اچھا ہے آپکی برکت سے شاید مجھپر اچھا اثر ہوجائے والسلام۔

(حال) بندہ تو یوں ہی گناہگار ہے اسمیں کوئی شک نہیں مگر طلب جاہ اور خوف درویشی نے بالکل ہلاک کر دیا ہے کے دفع میں ہمیشہ پروردگار تعالی سے توفیق کا خواہاں ہوں لیکن ہرگز مفید نہیں ہوتی لہذا دعائے خیر کا خواستگار ہوں۔

(تحقیق) اپنی طرف سے خیالات مذمومہ کو دفع کرتے رہو اور جو بلاقصد آویں اونپر کچھ مواخذہ نہیں ہے مگر دفع میں زیادہ مبالغہ کرنا قلب کو ضعیف اور بیکار کر دیتا ہے ان لنفسک علیک حقا و ان لجسدک علیک حقا یاد رکھنے کے قابل حدیث ہے والسلام۔

(حال) آج ذکر کرتے وقت بین النوم والیقظہ یہ دیکھا کہ آنجناب کسی مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اور بھی کئی شخص دوسرے مقام کے اسی جگہ موجود ہیں جنکو بندہ پہچانتا نہیں معلوم ہوا کہ ایک پردہ کے اندر سے یا پردہ نہیں تھا مگر بندہ دیکھتا نہ تھا اللہ تعالے (تعالی عن الجہات والتلفظ ولوازم الکیفیات والمتکلمات) نے جناب کو کوئی خاص چیز دی ہے یعنی بندہ کے سامنے جو لوگ دوسرے موجود تھے اون لوگوں نے بھی مانگا اللہ تعالی نے فرمایا یہ خاص میرے محبوبین کیلئے ہے (تم لوگوں کو نہیں ملیگی) جتنی عبارت پر خط مستقیم ہے بعینہ اوسوقت کے سُنے ہوئے الفاظ ہیں اور بین القوسین عبارت بھی اکثر اوسی وقت کی ہیں مگر صاف بعینہ لفظیاد نہ رہا کیا یہ بھی

(تحقیق) جو دیکھا صاف ہے حاجت تعبیر نہیں نہایت مبین بشارت ہے رزقنا اللہ تعالی اور اس دکھلانے میں یہ فائدہ یہ ہے کہ آپکو مزید تسلی ہو کر ایسے شخص سے ہکو وابستگی ہے۔

(سوال) اور کیا الفاظ اُردو زبان کے اللہ کے ہو سکتے ہیں۔

(جواب) جس توجیہ سے عربی ہو سکتے ہیں اوسی سے اردو ہو سکتے ہیں۔

(حال) کبھی کبھی ذکر واسم اللذات پر بھی عمل کرتا ہوں اوس سے بجائے ابتلائے خوف کے اوس عالم کا شوق طاری ہو جاتا ہے میں اوسکے دفع کیلئے اپنے سوء اعمال عذاب قبر کی سختی کا دھیان کرتا ہوں تو اوس کی دفعی وحشت طاری ہوتی ہے مگر تھوڑا لمقسم اوسکے بعد پھر وہی حنین الی الوطن کا غلبہ شروع ہوتا ہے اب اسکے بعد جیسا حکم ہو عمل کیا جائے۔

(تحقیق) خوف سے افضل شوق ہے اوسکے دفع کی فکر مضر ہے اوسکو نعمت حق سمجھکر شکر کیجئے اور اور بڑھائیے۔

حصہ پنجم تربیۃ السالک ختم ہوا

حصہ ششم مستقلاً شائع ہوگا اور محرم ۳۷ھ ہجری سے حصہ ہفتم شروع ہوگا

والی قولہ وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر ۂ المختار لا تکون کالوطی فی حق بقیۃ الاحکام کالغسل والاحصان وحرمۃ البنت ؂ حلہا للاول والرجعۃ فی رد المحتار قولہ وحلہا للاول ای لا تحل مطلقۃ الثلاث للزوج الاول بمجرد خلوۃ بالثانی بل لابد من وطئہ لحدیث العسیلۃ وفی الدر المختار باب الرجعۃ والشرط (ای للحل للاول) التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن وفیہ وکانہ (ای ما فی القنیۃ من قولہ والایلاج فی محل البکارۃ یحلہا) ضعیف الخ وفی رد المحتار من البحر انہ لو اتی امراۃ وہی عذراء لا غسل علیہ ما لم ینزل لان العذرۃ مانعۃ من مواراۃ الحشفۃ اھ ای ولا یحلہا الا الوطی الموجب للغسل ؂ روایات بالا سے یہ امور مستفاد ہوئے ؂ ایسی عورت سے خلوت صحیحہ نہیں ہوتی للمانع ؂ پس یہ مثل غیر موطوءہ کے ہوگی اس لئے اگر اسکو تین طلاق ایک جملہ سے دی یعنی یوں کہا کہ تجھپر تین طلاق تو تینوں واقع ہوں گی، ورنہ اگر جدا جدا طلاق دی تو ایک ہی واقع ہوگی ؂ جب ایک طلاق ہو تو شوہر اول کو نکاح کافی ہے حلالہ کی ضرورت نہیں ؂ اور اگر تینوں واقع ہوئیں تو حلالہ واجب ہے اور حلالہ ممکن نہیں لہذا شوہر اول سے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔

۱۲۹

سوال۔ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں مفتیان شرع متین کہ ایک شخص ہمیشہ اپنے گھر میں سال دو سال نماز پڑھتا رہے اور پھر مسجد میں آکر نماز پڑھنے لگے تو کیا ایسے شخص کو مسجد میں نماز نہ پڑھنے دینا جائز ہے۔

جواب۔ جو شخص اسکو مسجد میں آنے سے روکیگا سخت گنہگار ہوگا۔

سوال۔ این خاکسار یکے از باشندۂ ضلع اکیاب پوسٹ تنگ بازار موضع یو یخنگ برائے عقدہ کشائی مسئلہ نادرہ بصد نیاز مندی و تمنا از دربار آں ذی اقتدار ظل الٰہی عرض گذارد اینکہ شخصے زنے را مطابق شرع شریف درحیطہ عقد خود آورد پس از سالے از و دخترے پیدا گشت ہنوز آں شیر خوار بود کہ مادرش را بقتل آوردہ بدست حکام گرفتار شدہ در سزایش بجزیرۂ انڈومن کہ کالا پانی نیز گویند رفت بعد منقضی ایام بست سال آں ناہنجار بدشعار از قید خلاصی یافتہ در ملک دیگر سکونت پذیر شد اتفاقاً آں شیر خوارہ نیز بعد مرور مدت بعیدہ از خانہ آبائی سفر اختیار کردہ آوارہ گردی در آں شہر کہ آں شوم بخت خانہ دار و فرا رسید آخر الامر حکم الٰہی آں شد کہ آں بدانجام در حالت لاعلمی آں دختر را بنکاح شرعی در خانہ خود آورد بعدہٗ از بطن او دو پسر متولد گشتند اما چوں آں مرد را ازیں واقع آگاہی گشت

بخوف شماتت ہمسایہ آں روسیاہ ازیں دار خودکشی کردہ بجہنم رسید نعوذ باللہ من ذلک اکنوں مال متروکہ اش درمیان آں زن کہ فی الحقیقت دختر وے است و آں دو پسر کہ از بطن آں دختر پیدا شدند چساں منقسم گردد مگر فی الحال ہر دو فریق ترکہ پدر را نہ میجویند یعنی زن میگوید کہ پدر من است و آں دو پسر میگویند کہ پدر ما است والا جاہ صورت مسئولہ را تفصیلوار حصہ تقسیم نمودہ ایں ہیچمداں را از لا علمی رہا نمایند و نیز عند اللہ مستاجر باشند فقط والسلام۔

جواب۔ جواب لکھدیا ہے لیکن اور علماء کو بھی دکھلا لیا جاوے تاکہ پورا اطمینان ہو جاوے فی الدر المختار ولا یحد بوطء اجنبیۃ زفت الیہ وقیل ہی عرسک فی رد المحتار عن کافی الحاکم الشہید رجل تزوج فزفت الیہ اخری فوطئہا لاحد علیہ ولا علی قاذفہ رجل فجر بامرأۃ ثم قال حسبتہا امرأتی کان علیہ الحد ولیست ہذہ کالاولی لان الزفاف شبہۃ الا تری انہا اذا جاءت بولد ثبت نسبہ منہ وان جاءت ہذہ التی فجر بہا بولد لم یثبت نسبہ منہ التخریج ۳ صفحہ ۲۳۹۔ قلت علل الحکم بالشبہۃ والعلۃ متحققۃ فی المسئلۃ واصرح منہ ما فی الدر المختار ولا حد ایضاً بشبہۃ العقد اے عقد النکاح عندہ ای الامام کوطء محرم نکحہا اے قولہ عن الفتح منہا من شبہۃ المحل وفیہا یثبت النسب کما مر وفی رد المحتار والصحیح انہا شبہۃ عقد لانہ روی عن محمد انہ قال سقوط الحد عنہ شبہۃ حکمیۃ فیثبت النسب وہکذا ذکر فی المنیۃ اھ وہذا صریح بان الشبہۃ فیہا یثبت النسب علی ما مر اھ کلام النہر قلت وفی ہذا زیادۃ تحقیق لقول الامام لما فیہ من تحقیق الشبہۃ حتی ثبت النسب ویؤیدہ ما ذکرہ الخیر الرملی فی باب مہر عن العینی مجمع الفتاوی انہ یثبت النسب عندہ خلافاً لہما ج ۳ صفحہ ۲۳۱ پس جب صرف وطی بالشبہہ بھی انفراداً مثبت نسب ہے اور صرف نکاح بھی انفراداً مثبت نسب ہے تو دونوں کا مجموعہ بالاولی مثبت نسب ہوگا اور بالشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ ثبوت نسب کے بعد یہ لڑکا باپ کا وارث بھی ہوگا البتہ اس منکوحہ کو زوجیت کی میراث نہ ملیگی کیونکہ واقع میں یہ نکاح فاسد ہے اور نکاح فاسد میں میراث نہیں ملتی البتہ یہ لڑکے اس عورت سے میراث بیٹے کی پاویں گے۔

سوال۔ کتاب بہشتی زیور مصنفہ جناب جلد چہارم میں مسئلہ ذیل دیکھکر ناچیز کو و نیز دیگر اشخاص کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے جسکی بابت یہ رائے قرار پائی کہ حضور ہی سے اس کا اطمینان کر لیا جاوے۔

مسئلہ (شوہر پردیس کو چلا گیا اور برسیں گذر گئیں بلکہ مدتیں ہو گئیں اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تو وہ لڑکا حرامی نہیں کہلائیگا ہاں اگر شوہر انکار کردے تو حکم لعان کا ہوگا) مسئلہ ہذا میں عرض یہ ہے

۱۴۰

کہ اگر شوہر کے چلے جانے کے پانچ سال بعد لڑکا پیدا ہوا ہے اور شوہر پردیس میں ہے تو حالت ظاہری میں حرامی ہوا اور شوہر نے اقرار بھی کر دیا کہ لڑکا میرا ہے چونکہ اسکا مکان پر آنا ثابت نہیں ہے تو شوہر کی نسبت بھی دیوث کا گمان ہوگا اگر ہم لوگوں کی رائے غلطی پر ہے تو بروئے شرع شریف کیا سند ہے اور آیات قرآنی یا احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اسمیں کیا حکمت ہے اور دلائل عقلیہ بھی اس کی نسبت کیا ہیں کیونکہ اسباب ظاہری ہم لوگوں کے شک کو رفع نہیں کر سکتے ہاں اگر غلطی کتابت سے کوئی عبارت یا الفاظ سہواً کاتب سے تحریر ہونا باقی رہ گئے ہیں یا اگر ایسا ہے کہ شوہر کے جانے کے کچھ ماہ بعد یا انتہائے میعاد دو برس کے بعد بھی لڑکا پیدا ہو تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا ہے صرف اسقدر ضرور گذارش ہوگی کہ چونکہ بہشتی زیور کی تعلیم عورتوں کو خصوصاً اور عموماً کم عمر بچوں کو دی جاتی ہے لہذا میعاد پیدائش صاف تحریر ہونا چاہئے تھی چونکہ مسئلہ حضور ہی کا تحریر کردہ ہے اور حضور کو بحیثیت نائب رسول ہونے کے ہم لوگوں کی تسکین کافی طور پر کرنا ضروری ہے اور جناب کی ذات مجمع فیض و اخلاق سے اُمید ہے کہ بصراحت جواب کافی و شافی تحریر فرمایئے گا۔

۱۴۱

الجواب۔ اس مسئلہ کا یہ مطلب نہیں کہ واقع میں وہ لڑکا اس شوہر کا ہے اور نہ یہ مطلب ہے کہ اوس عورت پر یا اوسکے شوہر پر واجب ہے کہ وہ ایسا سمجھیں کیونکہ اون دونوں کو تو اصل حال معلوم ہے پس اون پر کیسے واجب ہوگا کہ واقع کے خلاف کا یقین رکھیں، اور دوسروں کو واقع کا حال معلوم نہیں اونپر کیسے واجب ہوگا کہ جس بات کا حال معلوم نہو اوسکا یقین رکھیں بلکہ مطلب اس مسئلہ کا یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسکو حرام کا سمجھیں بلکہ اونکو یہ سمجھنا چاہئے کہ قانوناً اور ضابطہ کی رُو سے یہ لڑکا اس شوہر کا ہے کیونکہ ان مرد و عورت میں نکاح ہو چکا ہے اور ممکن ہے کہ یہ باہم ملے ہوں جس کا علم کسیکو بجز زوجین کے نہوا ہو جس طرح بعض اشتہاری لوگ خفیہ اپنے گھر آ جاتے ہیں یا بعضے لوگ بذریعہ تسخیر جن کے جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور گو یہ احتمال بعید ہی کیوں نہو مگر ایک عورت منکوحہ کو احتمال بعید کے ہوتے ہوئے زانیہ کہنا درست نہیں اور اسی کی کیا تخصیص ہے اگر شوہر پاس بھی ہو اس حالت میں جو اولاد ہوتی ہے وہاں بھی واقع کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے دوسروں کو یقیناً کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اسی کا نطفہ ہے

مثلاً اگر پاس رہکر پانچ برس تک ہم بستر نہ ہو جس کا کسیکو علم نہ ہو تو اس حالت کی اولاد کو صرف قانونی اولاد کہا جاتا ہے واقعی ہونے کا کون حکم کرسکتا ہے ایسا ہی یہ ہے البتہ چونکہ شوہر کو یقیناً معلوم ہو کہ میں اس عورت سے کتنے روز سے ہم بستر نہیں ہوا اسکو یہ حق حاصل ہے کہ کہدے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے پھر اگر اوس نے ایسا کہا اگر عورت بھی اسکا اقرار کرے اسکو زانیہ کہا جاویگا اور اگر عورت شوہر کی تکذیب کرے تو چونکہ دوسرے لوگوں کو کسی دلیل سے کسی خاص شخص کا جھوٹا یا سچا ہونا معلوم نہیں ہوسکتا ہر ایک میں دونوں احتمال ہیں اسواسطے پھر بھی اس عورت کو زانیہ نہیں کہا جاویگا بلکہ اس صورت میں شریعت نے لعان کا قانون مقرر کیا ہے جس کا بیان ایک مستقل باب میں بہشتی زیور میں بھی ہے اور یہ مسئلہ فقہ کی تمام کتابوں میں ہے اور سمجھدار آدمی کے نزدیک قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے قرآن کی یہ آیتیں ہیں قولہ تعالےٰ۔ اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وقولہ تعالےٰ لولا جاؤ باربعۃ شہداء فاذلم یاتوا بالشہداء فاولٰئک عند اللہ ہم الکاذبون۔ اور حدیثیں یہ ہیں قولہ علیہ السلام الولد للفراش وللعاہر الحجر وقولہ علیہ السلام ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اور احتمالات بعیدہ پر دوسروں سے تہمت اور بدگمانی کا رفع کرنا حدیث کے اس قصہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا اور ٹوکا اوسنے قسم کھاکر کہا کہ میں چوری نہیں کررہا آپ نے اپنے گمان کی تغلیط اور اوسکی قسم کی تصدیق فرمائی اور اس اعتراض کے جواب میں ایک مستقل رسالہ بھی ایک صاحب علم نے لکھا ہے۔ رفع الارتیاب عن مسئلۃ الانساب فقط۔

سوال - امام حسینؓ کی شہادت محض تقلید اللشیعہ حضرات اہل سُنت والجماعۃ مانتے ہیں یا اسپر کوئی دلیل شرعی بھی ہے میرے خیال ناقص میں تو اسپر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اور محض شیعوں کی تقلید سے یہ بات مانی جاتی ہے کیونکہ صرف جان دینا شہادت نہیں بلکہ جان دینا واسطے اعلاء کلمۃ اللہ کے شہادت ہے کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من قاتل فی سبیل اللہ لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا، اور کربلا کے معرکہ میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے وہاں تو صرف یہ بات تھی کہ یزید کے لشکر نے بحکم یزید یہ چاہا کہ آپ یزید کی سلطنت میں داخل ہوجائے اور یزید کو بادشاہ وقت تسلیم کیجئے مگر امام حسینؓ نے یزید کو بادشاہ وقت نہیں تسلیم کیا اور صاف انکار کرکے یہ فرمایا (اما عندی فہذا جواب

اور اگر کوئی یہ عذر کرے کہ ایسے زیادات کو خطوط وحدانیہ میں لکھدیا گیا ہے پھر وہ ایہام غیر ترجمہ کے ترجمہ سمجھنے کا نہیں ہوتا سو یہ بھی غلط ہے چنانچہ ان دس نمبروں میں سے صرف ۳ تو خطوط وحدانیہ میں ہے باقی ایک بھی نہیں اور اگر کوئی شبہ کرے کہ اسکا انتظام تو ہوسکتا ہے کہ تمام زیادات کو ان خطوط میں محاط کر دیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ وہاں ہوسکتا ہے جہاں اصل ترجمہ میں کوئی تغیر نہو صرف زیادات درمیان میں آجاویں اس طرح سے کہ اگر زیادات نکال دیجاویں تو ترجمہ سالم رہ جاوے اس ترجمہ کے زیادات میں ہر جگہ یہ بھی ممکن نہیں چنانچہ ۷ میں جس کا جی چاہے کرکے دیکھلے کہ ترجمہ محفوظ نہیں رہا اور ایہام کی قید سے اس صورت سے احتراز ہوگیا جہاں ایہام نہ ہو جیسے بعض جگہ حاصل مضمون کو نظم کر دیا جاتا ہے مگر وہ بشکل ترجمہ نہیں ہوتا اور وہ بھی اتفاق سے کسی موقع کا نہ کہ قصداً واستقلالاً تمام قرآن کا نیز ایک خرابی اس میں یہ ہے کہ اگر کلمات قرآنیہ کو مقابل الفاظ ترجمہ کے لکھا جاوے جیسا اس ترجمہ منظومہ میں کیا گیا ہے تب تو فصل بین المصراعین کے سبب کلمات قرآنیہ میں بھی فصل کیا جاویگا چنانچہ اس میں ایسا ہی ہے اور اسمیں قرآن مجید کو ترجمہ کے تابع بنانے کے علاوہ جو کہ قلب موضوع ہے تقطیع بین کلمات القرآن فی الکتابۃ لازم آتی ہے اور ظاہر ہے کہ عادۃً تلاوت تابع کتابت ہوتی ہے تو ان کلمات کے درمیان تلاوت میں بھی کسیقدر فصل مظنون ہے اور فصل بے موقع اکثر جگہ مفسد معنی ہوتا ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں اور اگر فصل نہ کیا جاوے تو باوجود امکان مقابلہ کے عدم مقابلہ الفاظ و ترجمہ سے ایک لفظ کی نسبت دوسرے لفظ کے ترجمہ ہونے کا شبہ ہوگا اور دونوں محذور واجب التحرز ہیں اور یہ وہ مفاسد ہیں کہ اگر نظم میں کوئی مصلحت بھی ہوتی تب بھی ان مفاسد کے ہوتے ہوئے اس مصلحت کا اعتبار نہ کیا جاتا جیسا قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس عمل غیر ضروری میں گو وہ درجہ استحباب تک بھی کیوں نہ ہو مفاسد ہوتے ہیں اوسکو وجوباً ترک کر دیا جاتا ہے اور اوسکے محاسن کا لحاظ نہیں کیا جاتا بہت سے فروع فقہیہ اسی اصل پر متفرع ہیں کما لایخفی اور یہاں تو اوسمیں کوئی مصلحت بھی نہیں اور بعض مصالح جو دیباچہ و لتماس میں لکھے ہیں "مثلاً یہ کہ مسلمان لوگ اسکو بوجہ موزون و منظوم ہونے کے نہایت ذوق و شوق سے مطالعہ کریں گے اور خاصکر اپنے بچوں اور بچیوں کو آئندہ بجائے مختلف غزلیات و اشعار پریشان کے یہ یاد کرایا کریں گے" تو خود اسی مصلحت میں مفاسد کا اقرار ہے کہ انجام اسکا یہ ہوگا کہ غزلوں کی جگہ اسکو گایا کرینگے

۴۹

کیونکہ بدون تغنی و الحان کے ذوق شوق نہ ہوگا جو بنا ہے مطالعہ کی خصوص پیشہ ور واعظین جنکو ہمیشہ مجلس گرم کرنے کی فکر رہتی ہے اور بوجہ تعدیہ اثر ان واعظین کے عوام الناس میں یہ طرز تغنی کا بالعکس استحسان شائع ہوجاویگا اور گانے کا حکم ظاہر ہے خصوص ترجمہ کو اسکا آلہ بنانے کا نیز نظم میں ہیبت اور عظمت نہیں ہوتی و ہو السر فی قولہ تعالے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ وفی ترک السلف الخطبۃ بالنظم لکونہما ذکرا اما القرآن قال اللہ تعالے ان ہو الا ذکر و قرآن و اما الخطبۃ فقال اللہ تعالے فاسعوا الے ذکر اللہ ہذا ما القی اللہ تعالے فی روعی فی ہذا الوقت وللہ الحمد۔ باقی یاد کی مصلحت سو اگر قواعد عربیہ کا علم ہو تب تو اس یاد کی ضرورت نہیں اور اگر علم نہ ہو تو یاد سے کچھ فائدہ نہیں اول تو مطلب ہی نہ سمجھیں گے پھر یہ کیسے یاد رہیگا کہ یہ شعر فلاں جملہ کا ترجمہ ہے پھر یاد اور عدم یاد دونوں برابر ہوئے پھر اگر ایسی ہی مصلحتیں معتبر ہوں تو کل کو یہ دیکھکر کہ قرآن کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں رہی کوئی شخص قرآن مجید کو نظم کردیگا اور زیادات شعریہ کو خطوط وحدانیہ میں محاط کردیگا کیا یہ جائز ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آجتک باوجود ایسے دواعی کے امت میں سے کسی نے باوجود علم و قدرت سخن کے ایسا نہیں کیا اور یہ اجماع ہے ترک پر جسکی مخالفت ناجائز ہے۔ قریب ۱۳۳۶ھ

۵۰

سوال۔ ایک ضروری مسئلہ اسوقت پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک عورت بوجہ امراض رحمی کے سخت بیمار ہے اور ضعف اور ناتوانی بھی زیادہ ہے حکیمی علاج بوجہ نہ ملنے ہوشیار دائی کے چھوڑکر ڈاکٹری شروع کیا گیا ڈاکٹری علاج میں جو میم ہوشیار ہے اوسکا علاج ہورہا ہے۔ میم کہتی ہیں کہ بوجہ کجی رحم یہ شکایات ہیں سو رحم میں داخلا اگر ربڑ کا حلقہ ماہ دو ماہ تک ذریعہ عمل بالید چڑھا رہے تو آرام ہوجائیگا اس پر اپنا تجربہ بتلاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ رمضان شریف آگئے اس حلقہ کے موجود ہوتے ہوئے جو کہ داخل اعضاء اندرونی ہے روزہ میں تو کچھ خرابی نہ واقع ہوگی اور اگر خرابی روزہ کی وجہ سے تا رمضان اس علاج کو موقوف رکھا جاتا ہے تو مرض کی اور زیادتی ہوئی جاتی ہے آیا اس حالت میں روزہ ترک کرکے علاج مذکور کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ خود روزہ کی حالت میں یہ حلقہ چڑھانا مفسد صوم ہے لیکن اگر غیر حالت صوم میں چڑھایا ہوا حالت صوم میں داخل بدن باقی رہے تو اس سے روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا۔

۲۷ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ

سوال۔ غلام کو کاغذ سادہ کار سرکار کے لئے ماہانہ ملتے ہیں جن کی تعداد مقررہ ہے اس سے زیادہ نہیں مل سکتے خواہ کمی رہے یا زیادتی رہے۔ اس صورت میں اگر خرچ سے زیادہ ہوں تو اپنے نجی کے کام میں وہ کاغذ وغیرہ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ اگر کاغذ بچنے کی اطلاع ہو جائے تو اوسکی وجہ سے آئندہ کمی تو نکریں۔

سوال۔ ایک شخص کے پاس جو ریلوے کا ملازم ہے دو آدمیوں کا پاس ملا ہوا ہے کیا ہر شخص جسکو وہ لیجانا چاہے جا سکتا ہے شرعاً کوئی جرم تو نہیں ہے جبکہ وہ یہ کہدیگا کہ یہ میرا آدمی ہے خواہ اسکا آدمی ہو یا نہو افسر ریلوے اسکو نہیں پکڑ سکتا ہے نہ کوئی جرم ہے شبہ اس وجہ سے ہے کہ جب اوسکا خاص آدمی نہیں ہے محض دوست یا رشتہ دار ہے تو شائد شرعاً اس آدمی کو جانا جائز نہو۔

جواب۔ واقعی جائز نہیں۔

۵۱

سوال۔ میں دَورہ میں رہتا ہوں اور اکثر اپنے ہم پیشہ و ہم مرتبہ لوگوں سے میل جول اور بے تکلفی ہے اور بعض بعض سے رشتہ داری بھی ہے جب دَورہ میں جاتا ہوں اور وہ کھانا وغیرہ کے لئے کہتے ہیں تو کھالیتا ہوں اور جب وہ میرے مکان پر آتے ہیں تو وہ بھی کھانا کھالیتے ہیں یہ تعلق پیشتر سے ہے افسر ماتحتی کا بھی تعلق نہیں ہے وہ بھی پٹرول ہیں اور میں بھی پٹرول تھا وہ آبپاشی کا کام کرتے ہیں میں ضلع صاحب کی پیشی کا کام کرتا ہوں مجھسے پیشتر جو صاحب اس کام پر تھے اونکو کھانا کوئی نہیں کھلاتا تھا معلوم مجھسے کیوں اسقدر محبت کرتے ہیں کہ باوجود عذر کرنے کے بھی مجھکو کھانا نہیں پکانے دیتے لیکن سب لوگوں سے نہیں بلکہ جن لوگوں سے پیشتر سے تعلق ہیں وہی ایسا کرتے ہیں اور چونکہ وہ لوگ بیحد محبت کرتے ہیں اس لئے اونسے صاف انکار کرتے ہوئے شرم آتی ہے یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کی دلشکنی نہ ہو اور کسی قسم کا غیر محبت کا شبہ بھی نہیں ہوتا اور نہ ظاہرا اُن پر کوئی بار معلوم ہوتا ہے البتہ ان کے یہاں رشوت وغیرہ کا مال آتا ہے جس سے مجھکو کراہیت تو ہوتی ہے لیکن اونکی محبت اور دلشکنی کی وجہ سے خاموش رہتا ہوں کہ وہ خیال کرینگے کہ ہمکو ذلیل سمجھتا ہے لہذا عرض ہے کہ اس سے غلام کے ذمہ تو کوئی گناہ اس قسم کا

نہ ہوگا جس سے باز پرس ہو اور یہ رشوت تو نہیں ہے جہاں کسی قسم کا بار اور بے تعلقی ہوتی ہے یا جو چیز میرے سامنے مشکوک آتی ہے وہ نہیں کھاتا عذر کر دیتا ہوں اور وہ لوگ زیادہ اصرار بھی نہیں کرتے۔

جواب۔ اسطرح سے اونکا کھانا کھالینے میں کچھ حرج نہیں۔ یہ رشوت نہیں البتہ اگر وہ رغبت سے کھلائیں بہ نرمی عذر کر دیا جاوے۔ ۱۵ رشوال ۱۳۳۶ھ

اول یہ خط آیا

(بعد لقب آداب) عرض ہے کہ ہم ایک انگریز کے گھر میں نوکری کرتے ہیں اور ایک خانساماں ہے جو کہ بازار کرتا ہے اور بازار کے پیسہ میں چوری کرتا ہو اور وہی پیسہ ہمکو دیتا ہے اور یہ چوری کی بات صاحب جانتا ہے تو کیا یہ پیسہ ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں اور خود انگریز حکم دیتا ہے کہ دو (وہی چوری کا پیسہ) تو اس میں کونسی بات پر عمل کیا جاوے۔

یہاں سے یہ تنقیح کی گئی

جب تم انگریز کے نوکر ہو تو تنخواہ انگریز کے پیسہ سے ملنا چاہیئے خانساماں کے پیسہ سے کیسی ملتی ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی اسکو صاف لکھو تو جواب دیا جاوے۔

۵۲

یہ تنقیح کا جواب آیا

پیسہ صاحب کا ہو فقط صاحب پیسہ بازار کرنیکو دیتا ہو اور خانساماں اوسمیں کر چوری کرتا ہے اور صاحب ہمکو اس کو تنخواہ جدا دیتا ہے۔

یہاں سے اوسکا یہ جواب گیا

مطلب اب بھی صاف نہیں ہوا شاید یہ مطلب ہے کہ انگریز سب کام بذریعہ خانساماں کے لیتا ہو یعنی سودا بھی خانساماں ہی سے منگاتا ہو اور جو دام وہ بتلادیتا ہو انگریز دیدیتا ہو اور اسی طرح تمھاری تنخواہ دینے کو بھی اوسی خانساماں سے کہدیتا ہو پھر حساب معلوم ہونیکے بعد وہ تنخواہ بھی اوسکو بیباق کر دیتا ہو تو وہ خانساماں جو تنخواہ دیتا ہو وہ اوس چوری کے پیسہ سے دیتا ہو جسکو روزمرہ کے سودے میں سے چراتا ہو سو اگر یہی مطلب ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ پیسے اوسی انگریز کا ہو تو تنخواہ انگریز ہی کے پیسہ سے ملی اسلئے تمکو حلال ہے کیونکہ وہ پیسہ خانساماں کے حق میں حرام ہے نہ کہ اوس انگریز کے حق میں اور اسیطرح وہ انگریز جسکو دلائے اوسکے حق میں بھی حرام نہیں اور اگر کچھ اور مطلب ہو تو صاف لکھو۔ ۲۰ رشوال ۱۳۳۶ھ۔ باقی آئندہ

فصل سوم در تحقیق بعض مقامات مناجات مقبول

سوال۔ در مناجات مقبول در جابہا مرا شک واقع شدہ، امید کہ رفع فرمایند۔ المنزل الرابع فی ص۳۳ قولہ الحف لطف، الخ الظاہر ان عدہا زائدۃ کما یدل علیہ لفظ الحدیث و اختارہ الشیخ الملا علی قاری ایضاً فی کتابہ لفظ العطف فقط والیضاً فی ہذہ الصفحۃ قولہ اضرس حجراً الخ الظاہر ان المراد من بجرۃ بطن الحصاۃ کما فی شرح الملا علی قاری رحمہ اللہ لا ما ترجم بہ المترجم سلمہ تعالیٰ منزل الخامس ص۵۳ قولہ ان تغفر کنا فی صالح ما ندعوک فیہ الخ الصحیح فی صالح ما ندعونک کما فی حزب الاعظم وفیہ زیادۃ وان تشرکہ فی صالح ما ندعوک فیہ و فی صفحۃ (۵۱) قولہ وخروجنا من الدنیا الخ الظاہر ان موضع لفظ وخروجنا خروجنا کما فی حزب الاعظم ولفظ الحدیث ایضاً ہکذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

جواب۔ شاید چناں باشد مرا زیادہ تحقیق نیست۔

فصل چہارم در تحقیق بعض عبارات متعلقہ باخبار اسلام حضرت زینب رضی اللہ عنہا

سوال۔ زیور بہشتی حصہ (۸) صفحہ (۴۶) ذکر حضرت زینب ستارہ (۴) میں جب یہ مسلمان ہو گئیں۔ اس کی اصلاح چاہئے کیونکہ یہ جملہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آں معصومہ پہلے مسلمان نہ تھیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) کیا ہوا۔ کم علم کچھ کچھ خیال کرتے ہیں یہ قلم ناسخ سے ہے میں نے بلا مشورہ و اجازت آپ کے اس لفظ کو کاٹ دیا ہے۔ دعا کا امیدوار ہوں۔

جواب۔ اول روایتیں ملاحظہ ہوں۔

روایت اولیٰ۔ فصل فی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الزوجین یسلم احدہما قبل الآخر قال ابن عباس رضی اللہ عنہما رد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب ابنتہ علی ابی العاص بن الربیع بالنکاح الاول ولم یحدث شیئاً، رواہ احمد رحمہ اللہ وابو داؤد والترمذی وفی لفظ بعد ست سنین ولم یحدث نکاحاً

قال الترمذی لیس باسنادہ باس وفی لفظ کان اسلامہا قبل اسلامہ بست سنین ولم یحدث شہادۃ ولا صداقاً ام ثانی زاد المعاد ملخصہ۔

روایت ثانیہ۔ کان الاسلام قد فرق زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اسلمت

وبین ابی العاص بن الربیع الا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان لا یقدر ان یفرق بینہما فاقامت معہ علی اسلامہا وہو علی شرکہ حتی ہاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص۳۲۴ سیرۃ ابن ہشام جلد اوّل

روایت ثالثہ۔ قال ابن اسحٰق فاما القاسم والطیب والطاہر فہلکوا فی الجاہلیۃ (۱) بناتہ فکلہن ادرکن الاسلام فاسلمن وہاجرن معہ صلے اللہ علیہ وسلم سیرۃ ابن ہشام جلد اول ص۱۰۰ ۔

روایت رابعہ۔ قال بعضہم وانما صح اسلام علی مع انہم اجمعوا علی انہ یحکم ببطلان الصبیان کانوا اذ ذاک مکلفین لان القلم انما رفع عن الصبی عام خیبر وعن البیہقی ان الاحکام تعلقت بالبلوغ فی عام الخندق وفی لفظ فی عام الحدیبیۃ وکانت قبل ذلک منوطۃ بالتمیز اھ ملخص مافی السیرۃ الحلب۔

روایت خامسہ۔ وفی کلام الحافظ ابن کثیر الظاہر ان اہل بیتہ صلے اللہ علیہ وسلم آمنوا قبل کل احد خدیجۃ وزید وزوجۃ زید ام ایمن وعلی رضی اللہ تعالٰے عنہم قد نال قولہ آمنوا قبل کل احد وکذا بناتہ علی قول ابن اسحٰق اما بناتہ صلے اللہ علیہ وسلم فکلہن ادرکن الاسلام فاسلمن اھ مافی سیرۃ الحلبیہ۔

نقل لی ہذہ الروایات کلہا حبی المولوی حبیب احمد الکرانوی

ان روایات میں سے روایت اولٰے وثانیہ وثالثہ میں عبارات وکان اسلامہا قبل اسلامہ لبست سنین اور حین اسلمت اور فاسلمن بہشتی زیور کے مضمون میں نص ہیں۔

اور اگر بعثت کے وقت ان کا عدم بلوغ ثابت ہوجاوے تو اس حکم اسلام کا استبعاد روایت رابعہ سے مندفع ہے باقی اس کے مقابل کوئی روایت نظر سے نہیں گذری بجز اسکے کہ روایت خامسہ میں اس حکم میں کلام یا تامل ہے بلکہ صرف ایک شبہ نکالا گیا جو بمقابلہ نقل کے مؤثر نہیں واللہ اعلم۔

فصل پنجم در تحقیق بعض امور متعلقہ مذلقہ ومصمتہ

سوال۔ بفضلہ تعالٰے جمال القرآن کا ترجمہ سندھی زبان میں کرچکا ہوں اور جب اللہ تعالٰے نے چاہا تو اس کے فضل سے چھپنے کا بھی بندوبست ہوجاویگا۔

جمال القرآن کے ص۸ صفت ۔ امیں ارقام ہے کہ (مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ وہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارے سے نہ ادا ہوں گے اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں) معروض یہ کہ اس سے معلوم ہوا کہ حروف مصمتہ میں زبان اور ہونٹ کے کنارہ کا دخل نہ ہوگا حالانکہ ادپر ص۹

میں مرقوم ہے کہ (مخرج ۱۲ ظاء اور ذال اور ثاء کا ہے اور وہ زبان کا کنارہ اور ثنایا علیا کا سرا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ مخرج ۱۳ میں زبان کے کنارہ کا دخل ہے حالانکہ یہ حروف مصمتہ ہیں نہ مذلقہ۔ حضرتا میرا شبہ صحیح ہے یا غلط میری اصلاح فرمادیں۔

جواب۔ مجھکو اس فن کے مسائل مستحضر نہیں کہیں سے دیکھکر لکھا ہوگا اب کسی ماہر سے مستقل تحقیق کرکے اسی کو اصل سمجھیں۔

فصل ششم در تحقیق بعض حکایات

سوال۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ نے فرمایا تھا کہ جب تو حضرت کی خدمت میں خط لکھے تو میرا بھی سلام لکھدیجے اور یہ کہ میرا ارادہ کئی مرتبہ ہوا کہ اس قصہ کے متعلق لکھواؤں جو مرزا بیدل اور ایرانی کا ہے کہ ایک ایرانی فاضل مرزا کے مضامین تصوف دیکھکر اونسے مستفید ہونے آیا تھا اور اونکو ڈاڑھی تراشتے یا منڈواتے دیکھکر کہا تھا کہ آغا ریش می تراشی؟ اس قصہ کو حضرت کی زبانی کسی وعظ میں قتیل کی طرف منسوب کرتے سُنا تھا حالانکہ مرزا بیدل کا قصہ ہے قتیل تو ہندو بچہ تھا مسلمان ہو کر رافضی ہو گیا تھا اسکو تصوف سے کچھ تعلق نہ تھا۔ اھ یہ مضمون ان کے ارشاد کے موافق لکھدیا۔

جواب۔ میرا سلام اور تصحیح قصہ کا شکریہ عرض کیجئے۔

فصل ہفتم در تحقیق بعض مضامین خطب ماثورہ و تفسیر بیان القرآن

خط

از احقر احمد حسن بخدمت والا درجت حضرت سیدی و مرشدی دام ظلکم العالی بعد تحیۂ مسنونہ کے عارض ہوں کہ مضامین ذیل اگر جناب والا کے نزدیک صحیح ہوں اور مناسب رائے عالی ہو تو ترجیح الراجح میں درج کرادیے جائیں۔

(۱) خطب ماثورہ (صفحہ ۴ مطبوعہ احمدی علیگڈھ) خطبہ اولیٰ من قولہ یا ایہا الناس الیٰ قولہ بخاف سیفہ و سوطہ یہ خطبہ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے صفحہ ۷۷ مجتبائی دہلی اور اسکی سند میں

عبد اللہ ابن محمد العدوی ہے جس کے بارہ میں تقریب میں یہ لکھا ہے صلا مجتبائی دہلی متروک رماہ وکیع بالوضع من السابعۃ اھ وفی تہذیب التہذیب جلد ۶ صلا روی لہ ابن ماجہ حدیثا واحدا فی صلوٰۃ الجمعۃ وفیہ غیر ذلک قلت وقال البخاری لایتابع علی حدیثہ وقال وکیع یضع الحدیث وقال ابن حبان لایحل الاحتجاج بخبرہ وقال الدارقطنی منکر الحدیث وقال ابن عبد البر جماعۃ اہل العلم بالحدیث یقولون ان ہذا الحدیث یعنی الذی اخرجہ لہ ابن ماجہ من وضع عبد اللہ بن محمد العدوی وہو عندہم موسوم بالکذب اھ پس یہ حدیث کسی درجہ میں قابل اعتماد نہیں اور موضوع اور تراشیدہ ہے اور یہ خطبہ جامع الآثار (ص ۵۰) باب اشتراط الامام لہا میں بھی مختصراً مذکور ہے ابن ماجہ کے حوالہ سے۔

(۲) خطب ماثورہ (ص ۳۷) میں حضرت سیدتنا وجدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا کے نکاح کا خطبہ بحوالہ ریاض النضرۃ حاشیہ حصن حصین سے نقل کیا گیا ہے اور سند کی تفصیل نہیں کی گئی یہ خطبہ بھی موضوع ہے جیسا کہ اللآلی المصنوعۃ (ص ۲۰۶ و ۲۰۷) میں محقق ہے۔ نیز اصلاح الرسوم (ص ۶۷ مطبوع فخر المطابع لکھنؤ) میں بھی اس خطبہ کا اور یہ مضمون بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے انس جاؤ اور ابوبکر و عمر و عثمان و طلحہ و زبیر اور ایک جماعت انصار کو بلا لاؤ یہ سب صاحب حاضر ہوگئے اور آپ نے ایک بلیغ خطبہ پڑھکر ایجاب قبول کرایا اھ سو یہ مضمون بھی موضوع ہے جیسا کہ اللآلی (ص ۲۰۶) میں تحقیق کیا گیا ہے۔

(۳) تفسیر بیان القرآن (ج ۱۱ ص ۹۹) انا انشأناہن انشاءً میں ہن کی ضمیر مطلق عورتوں کیطرف راجع کی ہے جس سے عام عورتیں مراد لی گئی ہیں دنیا کی بھی اور حوریں بھی اور ظاہر سیاق قرآنی مقتضی ہے کہ ضمیر صرف حوروں کیطرف راجع کیجاوے دمشی علیہ فی جلالین (ص ۴۴۴ ج ۲) فقال ای الحور العین من غیر ولادۃ اھ اور اس باب میں جو حدیث تحریر کی گئی ہے بلفظ کما فی الروح عن الترمذی وغیرہ مرفوعاً ان المنشآت التی کن فی الدنیا عجائز عمشا رمصا اھ یہ حدیث ترمذی نے روایت کرکے اسکی تضعیف کی ہے اور اسکی رواۃ میں سے دو راویوں کو ضعیف کہا ہے (ج ۲ ص ۱۶۲) اور حدیث کے لفظ ترمذی میں یہ ہیں ان من المنشآت اللاتی کن فی الدنیا عجائز عمشا رمصا اھ پس یہ حدیث اس قابل نہیں ہے جو ظاہری سیاق قرآنی کیلئے صارف ہوسکے لہذا ضمیر کا مرجع صرف حوروں کو قرار دینا ضرور ہوا۔ ۱۰ رجب ۱۳۳۶ ہجری

باقی دارد

(۶۵) مثل ملفوظ بالا مضمون ذیل بھی درج کیا جاتا ہے۔

ایک مفید اطلاع } معلمین ابتدائی تعلیم میں یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ لا کو لام الف پڑھاتے ہیں حالانکہ یہ حرف صحیح لام، الف زبر لَا ہے نیز یہ کوئی مستقل حرف تہجی نہیں ہے بلکہ لام اور الف سے مرکب کر لیا گیا ہے پس عربی الف و بادی کتابیں جو کثرت سے متداول ہیں یہ حرف انہیں لکھنا مناسب نہیں کہ یہ حرف تہجی میں داخل نہیں اور اسی طرح یائے مدوّرہ اور یائے مطوّل عربی میں دونوں صرف معروف ہی پڑھی جاتی ہیں اور ی صرف ایک ہی ہے خواہ ے لکھو یا ی لہٰذا عربی قواعد کے اعتبار سے ے کو بڑی ی پڑھانا اور اسکو مستقل حرف شمار کرنا غلط ہے یائے مجہول فارسی اور اردو میں پڑھی جاتی ہے عربی میں بجز ہمارے نہ کوئی حرف مجہول ہے اور نہ کوئی حرکت مجہولہ ہے اور نیز با، تا، ثا، حا، خا، را، زا، طا، ظا، فا، ہا، یا، کو بھی ب۔ ت۔ ث۔ ح۔ خ۔ ر۔ ز۔ ط۔ ظ۔ ف۔ ہ۔ ی بطریق مشہور پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ بھی بقاعدۂ عربیہ غلط ہے مگر بتادیں امالہ بلکہ ب کو بار بفتح اول و سکون ثانی و ضم آخر اور اسی طرح تا وغیرہ کو پڑھنا چاہئے۔ اور لا کو مستقل حرف نہ قرار دینے اور ی اور ے کو ایک شمار کرنے سے عربی حروف صرف ۲۹ ہوتے ہیں اور صورت جو ان حروف کی مشہور طریق پر لکھی جاتی ہے جیسے ا ب ت تا آخر یہ صحیح ہے فقط۔

(۶۶) ۲۰ رمضان۔ ایک صاحب کا خط آیا جسمیں یہ تحریر تھا کہ میں بغرض بیعت حاضر خدمت ہوا تھا مگر چونکہ آپنے بیعت نہیں فرمایا اسلئے میں فلاں صاحب سے بیعت ہوگیا اور ان صاحب نے اسم ذات اور تصور شیخ کی تعلیم کی مگر میں تصور مذکور کو شرک سمجھتا ہوں اور کچھ اوراد پنج حرفی بھی میں نے فرمودۂ شیخ پر پڑھ لئے ہیں اور پھر امراض باطنیہ حضور کی خدمت میں تحریر کئے اور بہت کچھ عقیدت ظاہر کی اسپر حضرت نے فرمایا کہ میں اسی وجہ سے اخذ بیعت میں عجلت پسند نہیں کرتا گر ان صاحب کو اعتقاد راسخ مجھسے ہوتا تو دوسرے صاحب سے ہرگز بیعت نہ ہوتے کسی طرح بیعت کرنے میں تعجیل مناسب نہیں اور ان صاحب کو جواب تحریر فرمایا کہ یہ عجیب امر ہے کہ آپنے امراض باطنیہ اپنے پیر صاحب کو کیوں نہیں لکھے صاف لکھیے کہ آپکو انکے ساتھ عقیدت باقی ہے یا نہیں بس فیصلہ کے بعد رجوع مناسب ہے۔

(۶۷) فرمایا کہ تصور شیخ اپنی اصل کی اعتبار سے قطع نظر عوارض سے گو جائز ہے مگر شان و مذاق توحید کے خلاف ضرور ہے اور میرا ذوق اسیکا مقتضی ہے۔

ف۔ جن حضرات کے طبائع لطیفہ ہیں، اور وسائط کے زیادہ محتاج نہیں ہیں ان کو ایسے وسائط کی حاجت بھی نہیں ہے نیز یہ اشغال اونکی طبائع کے نامناسب ہوتے ہیں اور طبعا انکو اس سے استنکار ہوتا ہے گو شرعا نہو اور انکو ایسے اشغال کا اگر شیوخ امر بھی کریں تو غالب اندیشہ ضرر کا ہے فلیبصر الشیخ استعداد ہم زادہ الجامع عفی عنہ۔

(۶۸) فرمایا کہ شیخ علامہ ابن تیمیہ اور اونکے شاگرد حافظ ابن القیم نہایت وسیع النظر اور دقیق النظر علماء ہیں اور حنبلی مشہور ہیں لیکن ان حضرات میں آزادی اور اجتہاد و تفرد کی شان ہی چنانچہ بعض مسائل میں علمائے امت سے منفرد ہیں ایک مہذب شخص نے اس عنوان سے انپر اعتراض کیا ہے علمہما اکثر من عقلہما تہذیب بڑی عمدہ چیز ہے اگر یہی مضمون بعنوان عقلہما اقل من علمہما ادا کیا جاتا تو لطیف اور مہذب تر ہتا۔

۲۱۲

(۶۹) یکم شوال ۱۳۳۵ھ۔ احقر نے عرض کیا کہ بعض عبارات اتقان سے معلوم ہوتا ہی کہ قراءۃ سبعہ میں تمام الفاظ و کلمات متواتر نہیں ہیں اور نہ قرآنیت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ مشہور یہی ہی کہ قرآنیت کیلئے تواتر شرط ہے اور سبعہ بلکہ عشرۃ قراءات[ف] متواتر ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ نقل قرآن کے لئے بیان تواتر کی حاجت نہیں ہے اسلئے کہ قرائن معتبرہ سے ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں اسکے پڑھنے پڑھانے والے بیشمار رہے ہیں پس قرآن متواتر ہے اور تواتر سبعہ پر اجماع بھی ہے جمہور کا

(۷۰) اور قراء نے جہاں کہیں سند نقل کی ہے وہ محض تبرکاً بیان اتصال کے لئے نقل کردی ہے نہ اس لئے کہ ثبوت قرآن اسپر موقوف ہے بخلاف احادیث متواترہ کے کہ عامہ کے لئے اونکے تعیین کے لئے تصریح ضروری ہے اسلئے کہ وہاں یہ قرائن اور اہتمام نہ تھا جو قرآن مجید کے بارے میں ہے

[ف] وقال (ای تقی الدین السبکی) فی جواب سوال سألہ ابن الجزری القراءات السبع التی اقتصر علیہا الشاطبی والثلاث التی ہی قراءۃ ابی جعفر ویعقوب وخلف متواترۃ معلومۃ من الدین بالضرورۃ وکل حرف انفرد بہ واحد من العشرۃ معلوم من الدین بالضرورۃ انہ منزل علی رسول اللہ صلعم لا یکابر فی شیٔ من ذلک الا جاہل کذا فی الاتقان ۱۲۔

البتہ اہل فن اسانید کے جمع کرنے سے تواتر کا حکم کر سکتے ہیں ہاں کیفیات ادا یعنی وجوہ میں اختلاف ہے کہ یہ متواتر ہے یا نہیں اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ متواتر نہیں (اور اس تقدیر پر خواہ حضورؐ سے یہ کیفیت منقول ہو یا صحابہؓ سے یا من بعدہم سے ۱۲ جامع) کہ یہ اختلاف پڑھنے کا ہے کوئی کسی طرح پڑھتا ہے اور کوئی کسی طرح جیسا کہ ہماری اردو زبان میں بھی ایسا اختلاف ہے اور اختلاف کلمات ضرور متواتر ہے اور قراءات شاذہ کے شذوذ پر چونکہ اجماع ہے اس لئے قرائن تواتر وہاں جاری نہیں ہو سکتے۔

(۷۱) ۶ر شوال۔ احقر نے عرض کیا کہ عید کی نماز کا وقت جب آفتاب ایک نیزہ کی برابر بلند ہو جاوے اُسوقت ہوتا ہے کما فی الدر المختار اور اسکی مقدار بارہ بالشت ہے کما فی رد المحتار۔ تو یہ بلندی کسطرح معلوم ہو فرمایا کہ اُفق سے یعنی جہاں سے آفتاب نکلتا ہے وہاں سے آفتاب دیکھنے میں اس مقدار بلند ہو جاوے اور یہ صرف ظن اور تخمین سے معلوم ہو سکتا ہے۔

(۷۲) فرمایا کہ شیخ کے کہنے پر یقین کرنا چاہیے جب وہ کہدے کہ تم کامیاب ہو جاؤگے اسکو صحیح سمجھے ہاں سعی میں دریغ نہ کرے اور اپنی حفاظت رکھے۔

۲۱۳

ف۔ ے

	گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود		گفتۂ او گفتۂ اللہ بود	

قلت ان المراد من الیقین ما یقرب من غلب الظن و ہذا مما بہت علیہ لافادۃ الخواص۔ احقر کو حضرت نے بیعت کرنے کے چند روز بعد (بہت ہی قریب) خوش ہو کر دعا دی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ جو آپ چاہیں گے وہ ہوگا مجھے بڑی امید ہوئی اور حالاً یقین ور علماً ما یقرب الیقین من غلب الظن حاصل ہوا۔

(۷۳) ۸ر شوال۔ ایک مولوی صاحب نے طب پڑھنے کا مشورہ لیا حضرت نے فرمایا کہ میں مشورہ تو دیتا نہیں (اس لئے کہ آجکل مشورہ اکثر بار ہو جاتا ہے مستشیر پر اور بعضوں کا یہ فاسد عقیدہ ہوتا ہے کہ جو مشورہ کسی بزرگ کی زبان سے نکلیگا ضرور ویسا ہی ہو جاویگا زادہ الجامع) ہاں میرا تجربہ یہ ہے کہ یہ بددینی کی جڑ ہے میں نے پندرہ روز فقط طب پڑھی تھی اسی مدت میں اسکا مضر ہونا معلوم ہوگیا نیز بعض اہل تجربہ دوستوں نے بھی اسکی مضرت بیان فرمائی۔ ہاں بہت

بڑا قابل فن وال اور مستقل فی الدین ہو اوسکو البتہ یہ فن مضر نہیں ہے وقلیل ما ہم۔

(۷۴) فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ زہد کی دو قسمیں ہیں زہد فقراء و زہد حکام و مثل انبیاء فریق اول کا زہد تو یہ ہے کہ علائق کو کم کریں اور بجز ضروری امور کے اور تعلقات کو بالکل ترک کر دیں اور فریق ثانی کا زہد یہ ہے کہ ہر کام میں دخل دیں اور اوسکو بخوبی انتظام کے ساتھ انجام دیں اور پھر اوسمیں اتباع سنت کو ملحوظ رکھیں کوئی امر خلاف سنت نہونے پاوے اور مال کی محبت قلب میں نہو۔

ف۔ قلت وہذا الاخیر ہو زہد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زادہ الجامع عفی عنہ)

(۷۵) فرمایا کہ میری عادت مشورہ دینے کی نہیں لیکن جو شخص اپنی رائے کو میری رائے میں فنا کر چکا ہو اوسکو مشورہ دینے میں مجھے تامل نہیں ہوتا۔

ف۔ کیونکہ در صورت عدم کامیابی وہ الزام نہ دیگا نہ ظاہراً نہ باطناً نہ قصداً نہ اضطراراً۔ زادہ الجامع عفی عنہ

(۷۶) ۱۰ر شوال۔ احقر نے عرض کیا کہ اہل کشف (کونی) کی بصیرت غیر اہل کشف سے کچھ زیادہ ہوتی ہے فرمایا کشف کو اسمیں کچھ بھی دخل نہیں کہ بصیرت تامہ ثمرہ ایمان کامل کا ہے اور محل اسکا قلب ہے اور کشف کونی ثمرہ صفاء نفس کا ہے اور محل اسکا نفس ہے ریاضات سے نفس میں صفائی پیدا ہو جاتی ہے اور ظلمت عناصر مرتفع ہو جاتی ہے اسی لئے کشف بعض اہل کفر کو بھی ہوتا ہے اور بصیرت صحیحہ بجز اہل ایمان کامل دوسروں کو میسر نہیں ہوتی۔

(۷۷) احقر نے عرض کیا کہ اگر کسی مجاز اہل طریق مذہبیت کو تعلیم کے متعلق اپنے اندر بکثرت لغزشیں معلوم ہوں مثلاً اہل و نااہل معتقد و غیر معتقد کو بیعت کر لینا اور اسکا دل پر اثر نہونا کہ کون طالب ہے اور کون مجبور کر کے بیعت کے لئے لایا گیا ہے اور اپنے معتقدین میں خلاف اہل طریق کارروائیاں پائی جانا اور اسپر مطلع نہونا وغیرہ وغیرہ تو اگر کوئی اہل بصیرت تامہ اسکو ان امور پر مطلع کرے تو کیا اسکو تعلیم و تلقین چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ جب یہ مؤید من اللہ تعالیٰ نہیں اور اسکے قلب میں نور نہیں تو تعلیم تصوف کا کب اہل ہے۔ فرمایا اسلم تو یہی ہے مگر اسمیں اہل بصیرت سے بھی لوگ سوء ظن رکھنے لگیں گے اس لئے یہ مناسب ہے کہ ریاضت و اتباع سنت سے قابلیت پیدا کرے اور کام جاری رکھے۔ (باقی آیندہ)

۲۱۴

لہ کمتولی الاوقاف وغیرہا ۱۲ جامع۔

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

۱) رسالہ ہذا کا مقصود ملت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے

۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے ڈھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ [illegible] ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ [illegible] کی گئی ہے۔

۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے [illegible] کا وی پی ہوگا امسال [illegible] کا وی پی ہوگا۔

۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجدینگے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب سنہ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جاویں گے۔

۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاوے گی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں اور اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس نہ کردی جاوے گی۔

۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں حضرات منتخب تالیفات حکیم خانقاہ تھانہ بھون۔ مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہتی ہیں۔

۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر بھیجی جائیں۔

۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

تازہ افادہ

بعد حمد وصلوٰۃ احقر ایڈیٹر عرض رسا ہے کہ رسالہ الامداد کے اصول مقاصدہ کا دوسرا نمبر یہ ہے
کہ اس رسالہ کو مناظرہ ومباحثہ وسیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے اور ہر چند مراد اس مناظرہ
ومباحثہ سے وہ مناظرہ ومباحثہ ہے جس سے کوئی ضروری تحقیق واصلاح مقصود نہ ہو جیسا آجکل
عموماً یا غالباً متعارف ہے لیکن اسوقت تک یہاں اس کی اس قدر رعایت کیگئی کہ اس کی ظاہری
صورت سے بھی تحرز رہا مگر چونکہ اسمیں بعضے ضروری واجب ومطلوب یا نافع مستحسن ومندوب مباحث
بھی مطروح ومتروک ہوجاتے تھے جو کہ امر غیر مرضی ہے اسلئے اسپر خود بھی کسی قدر تنبہ ہوا اور متعدد احباب
مخلصین وناصحان دین نے بھی مشورہ دیکر استدعا کی کہ اگر بیرونی اعتراضات اور کل اندرونی
تعدادت کا اندفاع نہ کیا جاوے تاہم خاص اُن اندرونی شبہات کا تو مہاامکن ازالہ کیا جاوے
جسکے ازالہ نکرنے سے عوام طالبان حق وضرر دینی پہونچنے کا (جیسے حق کو باطل یا باطل کو حق یا اہل
حق کو اہل باطل یا اہل باطل کو اہل حق سمجھنا) اندیشہ ہے اور اُن کے ازالہ کے لئے کوئی مجتمع ذخیرہ
مدون نہیں ہے اور ازالہ شبہات کے اس رنگ سے رسالہ اب بھی مجرد نہیں ہے مگر اتنک ایسے
مضامین تبعاً ضمناً مذکور ہوتے ہیں اگر اسکو مقصود مستقل کر دیا جاوے تو نہ رسالہ میں کوئی زیادہ
نیا رنگ پیدا کریگا اور نہ رسالہ کے مقاصد کے خلاف ہوگا اور اس مشورہ کے ساتھ ہی بعض حضرات
نے ایسے ضروری مضامین دینے کا بھی وعدہ فرمایا اور کثرت سے شائقین کی دلچسپی بھی اس سے
متوقع ہوئی اسلئے ماہ محرم ۱۳۳۷ھ سے یہ سلسلہ بھی رسالہ ہذا میں بنام خدا مع دعائے اخلاص
قائم کیا جاتا ہے مضامین جمع کرنے کی حتی الامکان سعی کی جایا کرے گی مگر چونکہ دوسروں کے
ہاتھ کا کام ہے اسلئے احتیاطاً اس سلسلہ کے التزام ودوام کا وعدہ نہیں کیا جاتا گو توقع کیجاتی
ہے اور عنوان اس سلسلہ کا **ازالۃ الشبہات** تجویز کیا جاتا ہے اسکے تحت میں جتنے
مضامین ہوں گے باوجود اُن کے مستقل عنوانات کے وہ سب اسکے شعبے ہوں گے اور اس سلسلہ
کے بعد سے اس رسالہ کے فیض اور اسکے فائدہ میں ایک معتدبہ اضافہ ہوجاویگا اور اسکی عام دلچسپی میں مزید ترقی
ہوجائیگی ہمیں امید ہے کہ جس طرح ہمنے اسکے فائدہ اور دلچسپی میں توسیع کی ہے ناظرین اس سے فائدہ اٹھانے
میں مزید سعی کرینگے اور اسکی توسیع اشاعت میں مدد دینگے۔ ایڈیٹر ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السامۃ علینا او کما قال

ماہنامہ برمطلوبیت زیادت علوم وامداد وللحدیث کہ دال ست بر مندوبیت قدرے از فضل وارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ ودائرہ

فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ

احوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ

الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ

بہ تبرک بنام نامیش نیز خامسہا الاشتات کار تحقیقات دائرہ دیگر بالفعل

بابت ماہ محرم الحرام	۱۳۳۶ھ ہجری	جلد (۲)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

مطبع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

اطلاع

ین صحیفہ کا مدرش امداد نام		یافت زر امداد امطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ محرم ۱۳۴۷ھ

بہ برکت دعاء حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا۔

(مدیر رسالہ)

لذت و مسرت کی تکمیل اجر اخروی سے ہوگی

اور حیات طیبہ اور اجر کا حاصل ایک ہی ہے یعنی لذت اور مسرت کیونکہ حیات طیبہ جسکو فرمایا ہے اسکی تکمیل اجر اخروی سے ہوگی اس لئے کہ جس حیات کے بعد اجر نہ ہو وہ حیات طیبہ نہیں اسلئے جب اسکو معلوم ہے کہ یہ آرام و راحت دنیا ہی میں ہے اور بعد اس حیات دنیوی کے پھر تکالیف کا سامنا ہے تو وہ حیات بھی مزہ دار نہ ہوگی کیونکہ خوف آئندہ مسرت موجودہ کا تباہ کن ہے مثلاً کوئی شخص نہایت عیش و آرام سے ہو اور شاندار مکان میں بیٹھا ہو اور کھانے پینے کی اشیاء سب موجود ہیں اور آرام کے سب سامان مہیا ہیں لیکن اوسپر ایک مقدمہ فوجداری کا قائم ہے اور اوسکو معلوم ہے کہ فلاں دن میرے لئے پھانسی کا حکم ہوگا تو اوسکو یہ زندگی اور یہ ظاہری تمتع وبال جان ہوگا اور ہر شے اسکو خار نظر آئیگی اسی طرح دنیا کا حال ہے کہ یہاں خواہ کتنا ہی آرام ہو جب یہ معلوم ہو کہ یہ فانی ہے تو کیا لطف ہے۔

دنیا خواہ ملے یا نہ ملے ہر حالت میں پریشان کرنیوالی ہے

اور دنیا تو خواہ ملے یا نہ ملے ہر صورت میں پریشان کرنے والی ہے ؎

اذا ادبرت کانت علی المرء حسرۃ
وان اقبلت کانت کثیرا ہمومہا

اگر نہ ملے تو نہ ملنے کا افسوس اور حسرت رہتی ہے اور اگر ملے تو طرح طرح کے افکار اور ہموم ہوتے ہیں۔

حکایت ایک شخص سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے یہاں خیریت ہے وہ سخت ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ خیریت ہوگی تمہارے یہاں ہمارے یہاں تو بفضلہ تعالےٰ کچے بچے چھوٹے بڑے موجود ہیں آج فلاں بیمار ہے کل اوسکو بخار ہے کوئی مرتا ہے کوئی جیتا ہے جسکے یہاں کوئی نہو اوس کے یہاں خیریت ہوتی ہے غرض دنیا میں پریشانی ہی پریشانی ہے اگر حس صحیح ہو تو واقعی سخت مصیبت کی جگہ ہے کسی طرح چین نہیں ایک مقصود اگر حاصل ہوتا ہے تو دوسرے کی فکر ہوتی ہے مثلاً شادی بھی ہوگئی مال و دولت سب کچھ ہے اولاد نہیں ہے تو اولاد کا ہر وقت فکر ہے کہ اولاد ہو یہی دھن ہے

یہی فکر ہے شب و روز اسی میں گذرتا ہو کبھی خیال ہوتا ہے کہ یہ سب جائداد وقف کردوں کبھی خیال ہوتا ہے کہ کسی کو متبنّی بناؤں خدا خدا کرکے اولاد ہوگئی اب شب و روز اسی دھن میں ہیں کہ کسی طرح یہ جلدی پرورش ہوجائے تو اسکے ختنے دھوم دھام سے ہوں اور اسکی شادی ہو ماشاء اللہ کرکے اولاد سیانی ہوگئی اور شادی بھی ہوگئی اب رات دن یہی فکر ہے کہ اولاد کے اولاد نہیں ہے اسی غم میں گھلتے ہیں غرض ساری عمر عزیز اسی میں صرف ہوجاتی ہے اور کوئی وقت اللہ کی طرف مشغول ہونیکا میسر نہیں ہوتا ؎

وما قضے احد منہا لبانتہ　　لا ینتہے ارب الا الے ارب

بخلاف اس شخص کے کہ اوسکے پاس کچھ نہو وہ پھر بہ نسبت اس شخص کے راحت میں ہے اس کا تو یہ حال ہے ؎

لنگکے زیر و لنگکے بالا　　نے غم دزد و نے غم کالا

حکایت۔ ایک رئیس تھے اونکے ایک بچہ تھا اتفاقاً وہ بیمار ہوگیا تمام جائداد و مال اونکو تلخ معلوم ہوتا تھا یہ حالت دنیا کی ہے سچ ہے ؏ واں اقبلت کانت کثیرا ہموجہا.

حاصل تعیین مقصود و تعیین طرق

حاصل یہ ہے کہ اگر تمام نعمتیں میسر بھی ہوں اور آخرت میں اسکے لئے کچھ نہو تو سب ہیچ ہو اسلئے حیات طیبہ بھی اوسی وقت ہوگی جبکہ اجر بھی ہو اسی واسطے فلنحیینہ الخ کے ساتھ ولنجزینہم الخ فرمایا حاصل دونوں کا حیات کاملہ ہوئی خلاصہ یہ ہوا کہ گویا حق تعالے بطور حاصل ارشاد فرما رہے ہیں کہ اسے دنیا میں بھٹکنے والو تم میں سے ہر ایک جو مقصود معتد بہ کا طالب ہے ہم بتاتے ہیں کہ مقصود معتد بہ حیات کاملہ ہے اور اوسکے طرق میں جو تم غلطیاں کر رہے ہو تو اوسکے طریق کو بھی متعین کرتے ہیں وہ اطاعت اللہ و رسول کی ہے گویا تمام آیۃ کا حاصل یہ ہوا کہ اطاعت کا نتیجہ و ثمرہ لطف دائم ہے یہ ایک دعوےٰ ہے اور یہ ایسا دعوےٰ ہے کہ اگر ہم اسکا صدق مشاہدہ بھی نکرتے تو بھی ہمکو بلا تامل تصدیق کرنا چاہیئے اس لئے کہ یہ ایسی ذات کا فیصلہ ہے کہ جسکا علم کامل ہے اور بے غرض اور مستغنی بالذات ہے چہ جائیکہ اسکا صدق ہمکو کالشمس فی نصف النہار نظر بھی آرہا ہے اور مشاہدہ روز بروز اسکو پختہ کرتا جاتا ہے جیسا کہ ہم اسکو آئندہ جلد واضح بیان کریں گے۔

آیت میں حیات طیبہ سے کیا مراد ہے

اسوقت خطبہ حیوۃ طیبہ کی تفسیر کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے کہ اسمیں اختلاف ہوا ہے کہ حیات طیبہ سے کیا مراد ہے دُنیا کی حیات یا برزخ کی کیونکہ عالم تین ہیں عالم آخرت۔ عالم دنیا۔ عالم برزخ اور آخرت گو مشاہدہ نہیں کیا مگر اہل ملت میں بلکہ حکما و فلاسفہ قدما میں بھی اس کے منکرین کم ہیں حتّٰی کہ سوائے اہل اسلام کے اور لوگ بھی اسکے قائل ہیں اسلئے اوسکا کوئی نمونہ دُنیا میں بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

عالم برزخ کی تحقیق اور اوسکے متعلق شبہات کا دفع مع مثال

بخلاف برزخ کے کہ اوسکے منکرین بہت ہیں حتی کہ اہل اسلام میں معتزلہ [illegible] اور حدیثوں میں جو آیا ہے کہ جب آدمی مرتا ہے قبر میں دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں انکا معاملہ مختلف ہوتا ہے اگر بندہ مومن ہوتا ہے اوسکے پاس نہایت اچھی صورت میں آتے ہیں اور اوس سے سوال کرتے ہیں وہ پسندیدہ جواب دیتا ہے پھر اوسکے لئے قبر کشادہ ہو جاتی ہے حتی کہ جہاں تک اوسکی نگاہ جاتی ہے اوسکو ایک وسعت نظر آتی ہے اور اوسکو کہا جاتا ہے۔ نم کنومۃ العروس۔ اور اگر وہ کافر ہوتا ہے اوسکے پاس نہایت ہولناک صورت میں آتے ہیں اور جو سوال اس سے کیا جاتا ہے وہ جواب میں لا ادری یعنی میں نہیں جانتا کہتا ہے اوسکے لئے قبر تنگ ہو جاتی ہے اور اسکو اسقدر دباتی ہے کہ اسکی پسلیاں ادہر کی اودہر اور اودہر کی ادہر ہو جاتی ہیں گُرزوں سے اوسکو مارتے ہیں اور سانپ اور بچھو اسکو ڈستے ہیں غرض انواع انواع کے عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ معتزلہ اور ہمارے نو تعلیم یافتہ ان احادیث کا بالکل انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو قبر کو کھود کر دیکھتے ہیں تو اُنمیں فرشتہ ہے نہ گرز ہے نہ وسعت ہے نہ سانپ ہیں نہ بچھو ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ایک آدمی کو بھیڑیا کھالے یا دو شیر کھالیویں تو وہاں کسطرح یہ سوال و جواب ہوں گے اور کیسے وہاں وسعت ہوگی اور وہاں سانپ بچھو کہاں ہیں ہم تو صریحاً دیکھتے ہیں کہ بھیڑیے اور شیر کے پیٹ میں نہ سانپ ہیں نہ بچھو ہیں نہ گرز ہے بات یہ ہے ۵

۲۴۵

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ ؛ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

وجہ یہ کہ خود علم نہیں اور علماء کی اتباع سے عار آتی ہے حالانکہ سلامتی کی بات یہ ہے کہ اپنے سے زیادہ جاننے والے کا دامن پکڑنا چاہیے کاش اگر ہم پوچھ لیتے تو پتہ لگجاتا ان تمام شبہات کا منشا یہ ہے کہ قبر نام اس گڑھے کا رکھ لیا ہے حالانکہ قبر سے مراد احادیث میں یہ گڑھا نہیں بلکہ مراد قبر سے عالم برزخ ہے اور عالم برزخ اس گڑھے کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ برزخ اوس حالت کا نام ہے جو آخرت اور دنیا کے درمیان کی حالت ہو اگر قبر میں دفن کردیا وہی اوسکا برزخ ہے اوس سے وہاں ہی سوال جواب وعذاب ثواب ہوگا اور اگر بھیڑیے وشیر نے کھالیا اوسکے لئے وہی برزخ ہے اور اگر جلادیا تو جہاں جہاں اوسکے اجزاء ہیں اوس سے وہاں ہی یہ سب واقعات پیش آئینگے لیکن چونکہ شریعت میں دفن کرنیکا حکم ہے اسلئے عالم برزخ کو قبر سے تعبیر فرمایا ہے حاصل یہ کہ قبر کے متعلق جسقدر شبہات ہیں وہ سب اسپر مبنی ہیں کہ قبر کی حقیقت نہیں سمجھتے اسی استبعاد کیوجہ سے چونکہ اسکا بکثرت انکار کیا جاتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اسکا ایک نمونہ دنیا میں پیدا فرمایا ہے وہ کیا ہے خواب یعنی سونا۔ سوتے ہوئے آدمی دیکھتا ہے کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے دریا میں ڈوب گیا ہے کسی نے لٹھ مارا ہے اور اسکو الم محسوس ہورہا ہے حالانکہ وہ نرم نرم بستر پر لیٹا ہوا ہے اگر گرمی ہے تو پنکھے ہورہے ہیں خس کی ٹٹیاں لگ رہی ہیں یا دیکھتا ہے کہ وہ مسند پر سریر آرائے سلطنت ہورہا ہے اور باندیاں اور غلام صف بصف دست بستہ کھڑے ہیں اور طرح طرح کے آرام راحت کے سامان ہیں حالانکہ وہ زمین پر لیٹا ہوا ہے نہ تکیہ ہے نہ بستر ہے نہ کوئی پرساں ہے بیمار ہیں سخت درد میں مبتلا ہیں یہ سونیوالے اگر ان حکایات کو بیان کرتے ہیں تو ان سے کوئی دلیل عقلی کا ان واقعات پر مطالبہ نہیں کرتا بلکہ اگر کوئی دلیل عقلی پوچھے بھی تو اوسکو احمق بنایا جاتا ہے اور اسکو وہ سونے والا کہتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کبھی سوئے نہیں خدا کرے تم سوؤ تو تمکو یہ سب باتیں واضح ہوجائینگی بس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ جب مروگے معلوم ہوجائیگا بقول شخصے ؎

پرسید یکے کہ عاشقی چیست ؛ گفتم کہ چو ما شوی بدانی

غرضکہ خواب برزخ کا پورا نمونہ ہے کہ جیسے ہم سونیوالے کو دیکھتے ہیں کہ وہ آرام سے لیٹا ہے حالانکہ وہ سخت تکلیف کا مشاہدہ کررہا ہے یا یہ کہ وہ تکلیف میں ہے اور خواب میں مزے لوٹ رہا ہے اسی طرح مردے کا حال ہے کہ اگر قبر کو کھود کر دیکھا جاوے تو جسطرح دفن کرآئے تھے اوسی طرح ہے لیکن وہاں کے واقعات اوسپر سب گذر رہے ہیں (باقی آئندہ)

ازالۃ الشبہات[عہ]

(کے سلسلہ میں)

التحقیقات المفیدہ

(دیباچہ رسالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد احقر حبیب احمد کیرانوی عفا اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی مدعا نگار ہے کہ کچھ عرصہ سے حضرت مجدد الملۃ والدین حجۃ اللہ فی الارضین مولانا ومقتدانا شاہ محمد اشرف علی صاحب فاضت انہار فیوضہم نے اپنی تالیفات پر نظر ثانی کا کام احقر کے سپرد فرما رکھا ہے جسکا تفصیلی حال آپکو دیباچہ کتاب تصحیح الاغلاط وتنقیح الاختلاط سے معلوم ہوگا جو کہ ہنوز زیر تالیف ہے اس بنا پر جبکہ بہشتی زیور پر نظر ثانی شروع کی گئی تو حضرت مولانا مدظلہم العالی نے دیگر ہدایتوں کے ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک عرصہ سے النظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں بہشتی زیور کی تردید چھپ رہی ہے تم بھی اوسپر نظر کر لو۔ ممکن ہے کہ اوسمیں کوئی معقول بات ہجاوے۔ اور اگر اسکے دیکھنے کے بعد بہشتی زیور میں واقعی کوئی غلطی یا کوئی اور قابل لحاظ بات معلوم ہو تو اوسکو بھی اصلاحات میں درج کر دو۔ کیونکہ مقصود دین ہے نہ کہ مخالفت و سخن پروری۔ گو حضرت مولانا مدظلہم العالی کا یہ ارشاد اور ہمارا بیان مذکور دونوں ایسے ہیں جنمیں کسی ایسے شخص کو جو کہ حضرت مولانا کی طرز عمل سے واقف ہو اور جسنے حضرت مولانا کی تصانیف دیکھی ہیں شک وشبہ کی گنجایش نہیں مگر بدیں خیال کہ شاید حاسدین اسکو ایک فرضی قصہ بتلا کر ناواقفوں کو دھوکہ دیں۔ ہم اپنے مذکورہ بالا بیان کی واقعات سے تائید کرتے ہیں

[عہ] ملخص ہو اشتہار رسالہ مذ دہ ذی الحجہ صفحہ ۔ معنون بہ تنبیہ ندوہ

اور چونکہ تمام واقعات کا انحصار نہیں ہو سکتا اس لئے صرف بعض واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

واقعہ اولیٰ۔ مولوی محمد بخش صاحب (ڈاکخانہ شہر چوٹی ضلع ڈیرہ غازی خان ملک پنجاب) نے حضرت مولانا مدظلہم العالی کو لکھا تھا۔ در بعض مسائل فتاویٰ امدادیہ تسامح واقع ست۔ اگر جناب اجازت دہند۔ بحضور فرستادہ آیند بعدہ بطور الحاق جمع کناند تا از عوام در غلطی نہ افتند۔ اسپر مولانا مدظلہم العالی نے تحریر فرمایا ہے۔ میں نے اسکی اجازت ممنونیت کے ساتھ لکھدی ہے۔ اگر میرے پاس اسکی فہرست آئیگی انشاء اللہ کسی موقع پر اسکی اشاعت کردونگا۔ ورنہ ناظرین کی سہولت کیلئے ہیں انکا پتہ لکھے دیتا ہوں تاکہ ان سے بطور خود تحقیق کریں۔ اور بہتر یہ ہے کہ ان سے ان مقامات کا پتہ دریافت کر کے ایسے علماء سے بھی اطمینان کرلیں۔ جن پر پہلے سے اطمینان ہے۔ پتہ انکا یہ ہے مولوی محمد بخش صاحب ڈاکخانہ شہر چوٹی ضلع ڈیرہ غازیخان ملک پنجاب۔ وجہ اس مشورہ اخیر کی یہ ہے کہ مجھکو ان سے نیاز حاصل نہیں اور نہ کافی حالات معلوم ہیں (دیکھو تتمہ اولے امداد الفتاویٰ مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۳۲ھ صفحہ ۳۲۹ بحث ملحقات) اوسکے بعد صفحہ ۳۳۰ سے صفحہ ۳۴۱ تک ان فہرستوں کو درج فرمایا ہے جو کہ مولوی محمد بخش صاحب نے ارسال فرمائی تھیں۔ اور جنمیں چودہ ۱۴ مسئلوں کے تسامحات دکھلائے ہیں (دیکھو تتمہ امداد الفتاویٰ مذکور)

واقعہ ثانیہ۔ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے تتمہ مذکور بالصدر صفحہ ۳۲۹ میں تحریر فرمایا ہے۔ تنبیہات وصیت کی تنبیہ دہم کے قسم اوّل کی اخیر میں اسکی تصریح کردی گئی ہے۔ کہ بہشتی زیور اوّل سے بیان تجوید تک مولوی احمد علی صاحب مرحوم کا لکھا ہوا ہے۔ جسمیں میری بھی برابر کی شرکت رہی۔ اور بہشتی گوہر کے خطبہ میں اسکے مسائل رسالہ علم الفقہ سے منتخب کر کے جمع کرنے کی تصریح ہے۔ اب مکرر اسپر اس سے تنبیہ کرتا ہوں کہ خود لکھنے میں اور کسی دوسرے کے لکھے ہوئے کو دیکھنے میں عادۃً یقینی فرق ہوتا ہے۔ ہر چند کہ نظر ضرور کیجاتی ہے مگر بہت جگہ اعتماد کے سبب جبکہ کاتب اوّل پر وثوق ہو۔ شبہ بھی نہیں ہوتا۔ اور اس لئے کوتاہیاں رہجاتی ہیں سو ایسی لغزشوں کے مقامات پر خوش اعتقاد احباب محض اسوجہ سے اصرار نہ کریں کہ یہ فلاں شخص کا لکھا ہوا ہے۔ اوّل تو جو خاص میرے قلم کا لکھا ہوا ہو اسمیں بھی تسامح کا احتمال ممکن ہے اور صرف دیکھے ہوئے میں تو اس سے بھی زیادہ احتمال ہوسکتا ہے اس لئے اگر کوئی محقق عالم کسی غلطی پر تنبیہ فرمادیں تو ناظرین کو قبول کرلینا چاہئے۔ اور جو شبہ رہے

تو دو چار جگہ اور بھی تحقیق کر لینا چاہئے۔ دین کا مدار کسی ایک شخص پر نہیں ہے۔ خواہ میں ہوں یا کوئی اور ہوں۔ والسلام کتبہ اشرف علی وسط ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ۔

(یہ وہ تحریرات ہیں جو دوسوقت لکھی گئی ہیں جبکہ جلا بہشتی زیور تو درکنار خود انتظامیہ بھی کتم عدم میں مستور تھا کیونکہ اسکا وجود ۱۳۳۳ھ میں ہوا ہے)

واقعہ سوم۔ الامداد میں ترجیح الراجح کا سلسلہ برابر شائع ہوتا رہتا ہے جسمیں حضرت مولانا مدظلہم العالی لوگوں کی تنبیہات یا اپنی ذاتی تحقیقات کی بنا پر اپنی آرا سابقہ سے رجوع شائع فرماتے ہیں۔

ان واقعات کے ہوتے ہوئے۔ بجز اون لوگوں کے جو لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل کا مصداق ہیں کوئی شخص ہمارے مذکورہ بالا بیان اور حضرت مولانا مدظلہم العالی کے ارشاد پر خلاف واقع ہونے کا شبہ نہیں کر سکتا۔ پس جبکہ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے احقر کو یہ ارشاد فرمایا تو احقر نے بتعمیل ارشاد انتظامیہ کے پرچوں کی جستجو کی۔ جس پر کل پرچے تو نہیں مگر چند پرچے دستیاب ہوئے۔ جب اونکو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ پرچہ عوام کے دین کے لئے سخت مضر ہیں۔ لہذا بغرض حفاظت دین عوام خیال ہوا کہ اگر ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے جو ابتک انتظامیہ سے احتمالاً پیدا ہو چکی ہیں یا جن کے آئندہ پیدا ہونے کا احتمال ہے تو اچھا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ خیال ہوا کہ انکا ازالہ اگر انتظامیہ ہی کے ذریعہ سے ہو تو اور زیادہ مفید ہوگی۔ اس بنا پر انتظامیہ کو ایک منصفانہ تحریر لکھی گئی اور اوسکو اونہوں نے مصلحۃً شائع بھی کر دیا مگر اسکے ساتھ ہی ایک غیر مہذب اور غیر منصفانہ نوٹ کے ذریعہ سے یہ بھی ظاہر کیا کہ اس تحریر میں سب وشتم اور تفسیق وتکفیر ہے۔ اسلئے آئندہ ایسی تحریرات شائع نہ ہونگی اسکے جواب میں اونسے کہا گیا۔ کہ جناب نہ اسمیں ہماری طرف سے سب وشتم ہے۔ نہ تفسیق وتکفیر۔ بلکہ اسمیں صرف آپکی تحریرات پر تنقید ہے اور جو الزامات آپکی تحریرات سے۔ آپ لوگوں پر عائد ہوتے تھے وہ دیئے گئے ہیں اب اگر آپ ان کو سب وشتم اور تکفیر وتفسیق سمجھتے ہیں تو اسکی ذمہ دار یا آپکی تحریرات ہیں یا آپ خود۔ ہم پر کیا الزام عائد ہو سکتا ہے۔ فرض کرو اگر کوئی کھوٹا سونا صراف کے پاس لیجاوے اور صراف کہے میاں یہ تو کھوٹا ہے تو کیا اسکو حق ہے کہ صراف پر چیں بجبیں ہو کر تو نے ہمارے مال کو کھوٹا کیوں کہا۔

اگر وہ ایسا کہے تو اسکا جواب یہی ہوگا کہ بجائی تم کھوٹا مال لائے تھے میں نے کھوٹا کہا اگر تم اچھا مال
دیتے تو میں اچھا کہتا۔ اب اچھا مال لاکر دیکھ لو کہ میں اچھا بتلاتا ہوں یا نہیں یا فرض کرو کہ ایک
مدعی و مدعا علیہ ایک حاکم کے پاس جاتے ہیں وہ رُوداد مقدمہ و نیز خود مجرم کے بیان سے اوسپر الزام
قائم کرتا ہے تو کیا اوسپر یہ الزام عائد ہو سکتا ہے کہ تم نے ہمیں مجرم کیوں کہا۔ اسی طرح اگر ہم حضرت
مولانا اور تمھارے بیانات کو دیکھکر کوئی فیصلہ کریں اور جو الزامات خود تمھارے بیانات سے تم پر
عائد ہوتے ہیں وہ الزامات لگائیں تو اسمیں ہمارا کیا قصور ہے اور ہمارے تحریرات کو کیوں ناقابل
اشاعت قرار دیا جاتا ہے۔ آپ آخر ایسے مضامین کیوں لکھتے ہیں جن سے آپ پر کوئی الزام عائد ہو۔
آپ اپنی تحریرات کی اصلاح کیجئے ہمکو ناحق الزام نہ دیجئے۔ لیکن افسوس کہ ہماری اس منصفانہ
تحریر کے بعد بھی یہ جواب ملا کہ نہیں تمھارا بیان غیر مہذب ہے ہم شائع نکریں گے۔ یہ محصل تھا ان تحریرات
کا جو ہمارے اور النظامیہ کے درمیان ابتک ہوئی ہیں۔ آئندہ ہم کسی موقع پر اونکو لفظاً شائع کریں گے
اوسوقت آپ حضرات کو معلوم ہو جاویگا کہ ہمنے ان تحریرات میں کس بدتہذیبی سے کام لیا تھا اور کونسی
سب و شتم کی تھی۔

خیر جبکہ النظامیہ نے اپنے دعوئے احقاق حق و اتباع انصاف کا پورا ثبوت دیدیا اور ہمکو ادھر سے بالکل
مایوسی ہوگئی تو اب ہم اپنے مضامین کو جنکا حاصل تحریرات النظامیہ پر منصفانہ تنقید ہے۔ ایک رسالہ کی
صورت میں شائع کرتے ہیں جسکا نام التحقیقات المفیدہ ہوگا اور جو کہ الامداد میں تدریجاً شائع ہوا کریگا
اس مقام پر ہمکو یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے مضامین میں جہانتک ہوسکیگا
تہذیب و متانت کا خاص طور پر خیال رکھیں گے۔ لیکن چونکہ النظامیہ کے مضامین بوجہ ناجائز حملوں
اور غیر منصفانہ طرز عمل اور گستاخانہ اسلوب بیان کے سخت اشتعال انگیز ہیں۔ جیساکہ آپکو سب حسب
آئندہ سے اسکی پوری تصدیق ہو جائیگی۔ اور جواب لکھتے وقت وہ مضامین ہمارے پیش نظر ہونگے
اس لئے اگر بمقتضائے بشریت کسی جگہ ہمارے اسلوب بیان میں کچھ تیزی محسوس ہو جو کہ النظامیہ
کی سختی سے انشاء اللہ کم ہوگی۔ اور اسمیں بھی خلاف حق کوئی بات نہوگی تو امید ہے کہ ہمکو معذور سمجھا
جاویگا۔ نیز معترضین نے لکھا ہے کہ ہم اپنے واسطے تو کسی نظیر اپنے وستاذ الاوستاذ مولانا مولوی
عبدالحی علیہ الرحمۃ کا عمل کافی تصور کرتے ہیں کہ انھوں نے مولانا عبدالحق خیرآبادی۔ نواب صدیق حسن خانصاحب

قنوجی مولانا بشیر سہسوانی وغیرہ سے مباحثہ کئے جسکی شہادت حواشی میرزاہد رسالہ تذکرۃ الراشد سعی مشکور وغیرہ سے ملتی ہے (دیکھو النظامیہ بابت ماہ مئی ۱۹۱۸ئہ صفحہ ۲۳) نیز اونھوں نے لکھا ہے ضرور ہے کہ مولوی صاحب کے بہت سے اصول و فروع عقائد و اعمال میں ہمکو اسی طرح اختلاف ہے جیسے اکابر علماء کو ابن تیمیہ اور ابن القیم سے تھا۔ کہ باوجود انکے مرتبہ کے اقرار کے نہایت سختی کے ساتھ اونکے خیالات سے بڑے بڑے علماء کو اختلاف تھا اور یہ اختلاف محض زبانی نہ تھا بلکہ تحریری جو آجتک بڑی بڑی کتابوں کی صورت میں موجود ہے (دیکھو النظامیہ بابت ماہ فروری ۱۹۱۸ئہ صفحہ ۲۱) ان عبارتوں نے وضوح مولوی عبدالحی صاحب کی کتب مناظرہ اور اکابر علماء کی اون تصنیفات کو جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن القیم کے رد میں لکھی گئی ہیں پاس کر دیا ہے اور بتادیا ہے کہ اونکی روش قابل تقلید ہے۔ پس جسوقت تک ہماری تحریرات کی تہذیب اوس دائرۂ تہذیب کے اندر رہے جسمیں کہ کتب مذکورہ کی تہذیب داخل ہے اوسوقت تک معترضین کو حق نہ ہوگا کہ وہ ہماری تحریرات کو دائرۂ تہذیب سے خارج کریں ورنہ یہ اونکے دعوے حق پرستی کے خلاف واقع ہونیکا ایک مستقل اور بیّن ثبوت ہوگا کہ جن تحریرات کو وہ قابل تقلید مان چکے ہیں اور جنکی وہ خود تقلید کرتے ہیں اونکی اگر ہم تقلید کریں تو اسکو وہ ہمارے لئے ناجائز قرار دیں۔ نیز اگر وہ ایسا کرینگے تو اونکا الزام بجائے اسکے کہ ہم پر عائد ہو خود اونکے دستاویز استاذ خاتم علماء فرنگی محل مولوی عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیز اونکے مسلم الثبوت اکابر علماء پر وارد ہوگا اس تمہید کے بعد ہم مقصود شروع کرتے ہیں اور اسمیں اوّل دو مقدمہ بیان کئے جائیں گے۔ اوسکے بعد اصل بحث اسطرح لکھی جاویگی کہ اوّل سرخی تحقیق نمبر فلاں قائم کرکے النظامیہ کی ضروری عبارت بحوالہ پرچہ نقل کیجاویگی اوسکے بعد بعنوان تنقید اس پر کلام کیا جاویگا[1]۔ واللہ الموفق للصواب وعلیہ التکلان فی کل باب۔

5

مقصود رسالہ

قبل اس کے کہ ہم النظامیہ کے مضامین پر تنقید شروع کریں بعض ضروری اور کار آمد مقدمات کا ذکر کر دینا ضروری ہے تاکہ ان سے آئندہ مباحث میں مدد ملے اور ناظرین پر ہماری تنقید کی صحت و وقعت

[1] البتہ بعض مواقع پر یہ ترتیب نہ ہوگی بلکہ عبارات النظامیہ تحقیق کے ذیل میں مذکور ہونگی ۱۲ منہ

پورے طور پر منکشف ہوسکے۔

مقدمہ اُولیٰ۔ اِس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ زبان دل کی ترجمان ہے۔ اور دلکا حال زبان سے معلوم ہوسکتا ہے اور گو وہ علم ظنی ہوتا ہے کیونکہ تحقیقی علم حق سبحانہٗ کے ساتھ خاص ہے لیکن وہ علم ایسا ہوتا ہے کہ اوسپر احکام ظاہر مرتب ہوسکتے ہیں۔ پس اگر کسی کے دعوے خلوص کی تکذیب خود اوسکے بیانات کرتے ہونگے تو وہ دعوے خلوص مقبول نہ ہوگا۔ دیکھئے منافقین اپنے صدق وخلوص کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے مگر حق سبحانہٗ نے اپنے رسول کو انکی باتوں کیطرف توجہ دلائی۔ اور فرمایا ولتعرفنہم فی لحن القول۔ یعنی تم منافقین کو انکی غلط بیانیوں سے پہچان لوگے۔ یہ صاف دلیل ہے اس بات کی کہ دعوے خلوص جبکہ مدعی کے بیانات اوسکے خلاف شہادت دیتے ہوں نامقبول ہے۔ اور سُنئے عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

بوے کبر و بوے خشم و بوے آز
در سخن گفتن بیاید چوں پیاز

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام
از پیاز و سیر تقوے کردہ ام

آں دم سوگند غمازی کند
بر دماغ ہمنشیناں بر زند

یہ بیان بھی ہمارے دعوے کا پورا ثبوت ہے۔ جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہوگیا تو اب دوسرا مقدمہ سُنیئے

مقدمہ ثانیہ۔ جن الفاظ میں معترضین نے اپنی غرض اعتراضات کو بیان کیا ہے وہ یہ ہیں۔ النظامیہ کے مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ عقائد وخیالات میں جو غلطیاں اوس زمانہ میں ملک میں پیدا ہوگئی ہیں اونکا حتی الوسع انسداد کرنا۔ اِس اہم مقصد کے حصول کے لئے ہمنے النظامیہ میں ستمبر سے ایک خاص سلسلہ شروع کردیا ہے۔ بہشتی زیور پر دوستانہ اور ہمدردانہ انتقاد جو ہمنے شروع کیا ہے وہ کسی بُغض وعناد یا کسی فلاح کی توقع سے نہیں ہے بلکہ محض ان ناپاک جراثیم کے مٹانے کیلئے ہے جو اِس قسم کی کتابوں سے مُلک میں پھیل رہے ہیں انتہیٰ بلفظہ (ملاحظہ ہو النظامیہ بابت ماہ فروری ۱۹۱۳ء صفحہ) ہمکو معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ہم چونکہ مولوی اشرف علی صاحب کی شہرت پر حسد اور رشک رکھتے ہیں اِس لئے ہم بہشتی زیور پر تنقید لکھ رہے ہیں۔ - - - - ہمیں اس امر کے اظہار کردینے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ ہم مولوی اشرف علی صاحب کو فخر المحققین بالمہرۃ لسابقین میں شمار کرتے ہیں۔ بحمداللہ ہمکو کوئی ذاتی عناد وخصومت نہیں ہے اور نہ ان پر

ہمکو دشنام کرے ہاں یہ ضرور ہے کہ مولوی صاحب کے بہت سے اصول و فروع عقائد و اعمال میں ہمکو ان سے اسی طرح اختلاف ہے جیسے اکابر علماء کو ابن تیمیہ اور ابن القیم سے تھا۔ کہ باوجود ان کے مرتبہ کے اقرار کے نہایت سختی کے ساتھ ان کے خیالات سے بڑے بڑے علماء کو اختلاف تھا اور اختلاف محض زبانی نہ تھا بلکہ تحریری جو آجتک بڑی بڑی کتابوں کی صورت میں موجود ہے .... اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہمکو بھی تحریروں کے جواب ملنا چاہئیں۔ ورنہ اگر کوئی جواب نہیں ہے اور واقعہ نہیں ہے تو افراد امت کو غلطی میں رہنے دینے کا وبال کسکے سر ہوگا۔ اگر ہم مسلمانوں کو متنبہ نہ کریں۔ انتہیٰ بلفظہ بحذف الزوائد (دیکھو النظامیہ جلد ۲ بابت فروری) اسی مضمون کو الفاظ بدل کر نظامیہ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۳ء میں دہرایا گیا ہے ان عبارتوں میں حضرت مولانا مدظلہم العالی کی جلالت شان کا اقرار کرتے ہوئے اپنی مخالفت کا منشا محض خلوص وللہیت بتلایا گیا ہے۔ جب یہ دونوں مقدمہ ذہن نشین ہو گئے تو اب اصل بحث سنئے اور واقعات پر نظر ڈالکر دیکھیے کہ انکی غرض کہانتک صحیح ہے اور انکی تردیدات اور مخالفتیں کس حد تک درست اور نیک نیتی پر مبنی ہیں۔

تحقیق (۱) نظامیہ بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء میں جو پہلا مضمون نکلا ہے جسکی سرخی بہشتی زیور ہے۔ اسمیں اول بطور تمہید کے تعلیم نسواں کی ضرورت ثابت کی گئی ہے اور اسکے بعد لکھا گیا ہے اس کو انکار نہیں کہ جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی مشہور کتاب بہشتی زیور ان ہی ضرورتوں کو مدنظر رکھکر شائع کی گئی تھی۔ اور مولوی صاحب کا مقصد اس کتاب سے عورتوں کی تعلیمی ضرورتوں کا بہت کچھ پورا کرنا تھا۔ اور ہندوستان کے دوسرے مصنفین نے اس ضرورت کو محسوس کرنے میں بہت کوتاہی کی ہے۔ لیکن اسکو کیا کریں کہ ہماری دینی کمزوریاں اسمیں بھی نمودار ہیں۔ اکثر جگہ اپنے معتقدات کے ثابت کرنے کا ایسا ناگوار طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو حد درجہ معیوب ہے۔ کمبختی سے مسلمانوں میں یہ وبا آجکل پوری شدت سے عام ہوتی جاتی ہے کہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کو اپنے خیالات اور غلط معتقدات کے سانچے میں ڈھال لیا جاوے ہر شخص چاہتا ہے کہ قرآن اور احادیث سے وہی ثابت ہو۔ جو ہمارا مافی الضمیر ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ خود قرآن یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا کیا ہے۔ دور نہ جاؤ یہی میلاد شریف کا ذکر ہے جسکو بت پرستی شرک اور بدعت کہا جاتا ہے۔ جبکہ علاوہ مذہب کے خود عقل اس بات کو فرض سمجھتی ہے کہ اکابر دین و ہادیان امت کی

یادگاریں قائم کی جائیں۔ اونکے سچے حالات دنیا کے سامنے پیش کیے جائیں تاکہ آیندہ نسلیں اونکے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جنکو قرآن اسوۂ حسنہ کہتا ہو اور جنکی مبارک زندگی کے ہر لمحہ اور ہر گھنٹہ کے حالات معلوم کرنا اسی طرح ضروری ہیں جسطرح آپکی تاریخ کا انکے حالات ولادت و واقعات زندگی بتانا یا دوسروں کو سُنانا تم بدعت بتاتے ہو۔ اے وا اسفا واحسرتا بہشتی زیور جیسا کہ ہمارا خیال ہے۔ عورتوں کی تعلیمی ضرورتوں کے پورا کرنے کیلئے تصنیف کیگئی تھی۔ لیکن افسوس کہ مصنف کی کمزوری یا اگر میں معاف کیا جاؤں تو تعصب نے اس کتاب کے بجائے مفید ہونے کے سخت مضر کر دیا ہے۔ یہ کتاب علاوہ اسکے کہ غلط اور بے بنیاد اقوال کا مجموعہ ہے عورتوں کے پڑھنے کے قابل تو کجا سمجھدار مرد کے زیر مطالعہ ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اصلاح اُمت کے دعوے کے ساتھ یہ کسقدر مذموم بات ہے کہ عورتوں کو مردوں کے مخصوص امراض پر توجہ دلائی جاوے۔ اور اونکے علاج بتائے جائیں۔ ایک فلسفی کا قول ہے کہ شاعر کو ایسا خوش مذاق ہونا چاہیے کہ کنواری لڑکیاں بھی اوسکے شعر کے پڑھنے سے نہ شرمائیں۔ لیکن یہاں مذہب کی تعلیم اور اصلاح اُمت اس اسلوب سے کیجاتی ہے کہ دوشیزہ تو دوشیزہ ایک بُڈھی عورت کیواسطے بھی اس کتاب کا مطالعہ مذموم ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ عالیجناب نواب صاحب رامپور کا انکی دُور اندیشی اور دینی خدمت پر شکریہ ادا کریں۔ جسکا ثبوت اونھوں نے اس کتاب کی تعلیم کی ممانعت سے دیا ہے۔ ہمکو اُمید ہے کہ جناب نواب صاحب ایک حق گوش اور پختہ خیال مسلمانوں کی طرح اپنے فیصلہ پر سختی سے پابند رہیں گے اور دوسرے موثرات سے خواہ ظاہر میں وہ کسیقدر قوی کیوں نہ ہوں متاثر نہ ہونگے۔ خدا سچوں کی ہمیشہ مدد کرتا ہے۔ انسان جب حق پر ہو تو اوسکو کسی طاقت سے خوف ذرہ نہ ہونا چاہیے۔ اسکے ساتھ ہی ہم حضرات علماء فرنگی محل کے اس جلسہ کی کارروائی بھی شائع کرتے ہیں جو جناب مولانا مولوی عنایت اللہ صاحب قبلہ نے ہمارے پاس بغرض اشاعت ارسال فرمائی ہے۔

علماء فرنگی محل کا جلسہ

(۱) علماء فرنگی محل کا یہ خاص جلسہ عالیجناب نواب رامپور کے حکم کو جو دربارہ بہشتی زیور کے

ممنوع الاشاعۃ ہونے کے بہ نہایت مستحسن نظر سے دیکھتا ہے۔ اور نیز دیگر والیان ریاست سے امید کرتا ہے کہ ایسی مخرب اخلاق و مفسد اعتقادات کتاب کو اپنی حدود ریاست میں آنے سے روکدیں۔
(۲) علمائے فرنگی محل کا یہ جلسہ کتاب مذکور کے بہت سے مسائل عقائد مشہورہ اہل سنت الجماعت جنہ (ما حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم سے مذکور ہیں) کے خلاف باور کرتا ہے اور اس امر کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے کہ مسلمان اپنی لڑکیوں کو اس کتاب کی تعلیم دلائیں۔
(۳) یہ جلسہ بعض ایڈیٹران اخبار کی رایوں پر سخت حیرت کا اظہار کرتا ہے کہ وہ کس بیجا طریقہ کر باوجود شرعی مسائل اور فقہ سے ناواقفیت کے اسطرح اظہار رائے کرتے ہیں کہ گویا یہ بھی ایک سیاسی مسئلہ ہے۔ اور پھر اسکے ساتھ علماء پر طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں۔ اھ بلفظہ۔

تنقید

اس مضمون میں متعدد مضامین قابل بحث ہیں (۱) انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ بہشتی زیور میں بھی دینی کمزوریاں ہیں لیکن یہ دعویٰ بالکل خلاف واقع ہے اور باوجودیکہ ستمبر ۱۶ء سے ابتک انھوں نے بہشتی زیور پر اعتراضات کرنیکی جان توڑ کوشش کی مگر الحمد للہ کہ وہ آجتک اپنے اس دعوے کے ثابت کرنے میں ناکامیاب ہیں۔ اور ہمیشہ ناکامیاب رہیں گے (۲) انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے نصیب دشمناں اپنے معتقدات کے ثابت کرنے کا ایسا ناگوار طریقہ اختیار کیا ہے جو حد درجہ معیوب ہے اور انھوں نے دین الٰہی میں نفسانیت اور تعصب کی بنا پر دیدہ و دانستہ تصرف کیا ہے اور قرآن و حدیث میں عمداً تحریف کی ہے اور انکے معانی بگاڑے ہیں۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جو کہ ایک ایسے شخص پر عائد کیا گیا ہے جسکو معترضین بھی فخر المحققین بالمہرۃ السابقین مانتے ہیں۔ اب انسے کوئی پوچھے کہ جناب کیا آپکے مذہب میں ایک ایسا شخص جو آپکے زعم باطل میں نفس پرست اور متعصب دین الٰہی میں دیدہ و دانستہ تحریف کرنیوالا۔ مسلمانوں کو عمداً گمراہی میں مبتلا کرنے والا ہو فخر المحققین بالمہرۃ السابقین کے لقب کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اگر ہو سکتا ہے تب تو خیر آپ جانیں اور آپکا دین۔ اور اگر نہیں ہو سکتا تو کیا ہم آپ حضرات کے ان دونوں بیانوں کو ملا کر یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ حضرت مولانا کو

خیرالاحقین بالمہرۃ السابقین تسلیم کرنا مصیم قلب سے نہیں ہے۔ بلکہ محض اسلئے ہے کہ عوام ہمارے دام سے نکل جائیں۔ اور جو ذاتی اغراض ہم حمایت دین کی آڑ میں حاصل کرنا چاہتے ہیں اونمیں رو ہڑا نہ اٹکے۔ جاوے۔ نیز اگر ان دونوں بیانوں کو ملاکر یہ نتیجہ نکالا جاوے کہ دعوئی خلوص وللہیت محض نمائشی ہے اور مقصود اصلی حسد و رشک کی بنا پر حضرت مولانا مدظلہم العالی کی جاہ خداداد پر حملہ کرنا ہے تو کیا یہ بیجا ہے اور اگر یوں کہا جاوے کہ انکا حضرت مولانا کو خیرالاحقین بالمہرۃ السابقین کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ منافقین کا نشہد انک لرسول اللہ کہنا تو کیا یہ غلط ہے۔ الحاصل جو الزام انھوں نے حضرت مولانا مدظلہم العالی کی ذات پر لگایا ہے کذب محض اور افتراء صرف ہے　　جسکا ثبوت علاوہ مشاہدہ کے خود انکا حضرت مولانا مدظلہم العالی کو خیرالاحقین بالمہرۃ السابقین ماننا ہے (۳) انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے ذکر میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُت پرستی شرک اور بدعت کہا۔ یہ ایک ایسا دعوئی ہے جسکی تکذیب خود بہشتی زیور اور حضرت مولانا کی دیگر تصانیف بآواز بلند کر رہی ہیں۔ چنانچہ بہشتی زیور حصہ ششم صفحہ ۹ مطبوعہ امداد المطابع تھانہ بھون میں یہ عبارت موجود ہے۔ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھنے کا شوق ہو کوئی معتبر کتاب لیکر خود پڑھ لے۔ یا بے اکٹھا کئے ہوئے دو چار آدمی۔ یا جو ملنے آگئے ہوں اونکو بھی سنا دے اور اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح کو کسی چیز کا ثواب بخشنا منظور ہے دوسرے وقت مساکین کو دیکر یا کھلا کر بخشدے نیک کام کو کوئی منع نہیں کرتا مگر بے ڈھنگا پن برا ہے اھ اب اس عبارت کو معترضین کی عبارت دوٗ کیوں جاوٗ یہ ہی میلاد شریف کا ذکر ہے جسکو بت پرستی شرک اور بدعت کہا جاتا ہے الیٰ قولہ۔ آپکے حالات ولادت و واقعات زندگی بتانا یا دوسروں کو سُنانا تم بدعت بتلاتے ہو اھ سے ملاکر دیکھا جاوے اور انصاف سے کہا جاوے کہ کیا یہ معترضین کا حضرت مولانا پر کھلا ہوا افترا نہیں ہے۔ اور کیا اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ معترضین کو حمایت حق مقصود نہیں ہے۔ بلکہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کی ذات پر بدنیتی سے حملہ کرنا ہے اور اسطرح عوام پر اپنا سکہ جماکر اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنا مقصود ہے (۴) انھوں نے کہا ہے۔ افسوس کہ مصنف کی کمزوری یا اگر میں معاف کیا جاؤں تو تعصب نے اس کتاب کے بجائے مفید ہونے کے سخت مضر کر دیا ہے اھ کیا یہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کی ذات پاک پر حملہ نہیں ہے۔ اور کیا اس بیان کے ساتھ انکا یہ دعوئی کہ ہم مولوی اشرف علی صاحب کو خیرالاحقین بالمہرۃ السابقین

جانتے ہیں قابل قبول ہوسکتا ہے اور کیا اس سے کسی فساد نیات و اغراض کا ثبوت نہیں ہوتا
(۵) انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ بہشتی زیور علاوہ اسکے کہ غلط اور بے بنیاد اقوال کا مجموعہ ہے
عورتوں کے پڑھنے کے قابل تو کیا سمجھدار مرد کے زیر مطالعہ ہونے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ یہ
یہ دعویٰ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے جسکا ثبوت وہ نمبر ستمبر سنہ سے اسوقت تک نہیں دیسکے اور نہ
قیامت تک دے سکتے ہیں۔ شاعروں کو اپنے مبالغہ پر ناز ہے لیکن وہ آئیں اور ہمارے معترضین سے
مبالغہ سیکھیں۔ روافض اپنے انکار بدیہیات میں یکتا ہیں لیکن وہ آئیں اور ہمارے معترضین کے
سامنے زانوئے ادب تہ کریں۔ ہمارے معترضین کی حق پوشی کی نوبت اسدرجہ تک پہنچ گئی ہے کہ
وہ مشاہدہ کا انکار کر رہے ہیں۔ وہ بہشتی زیور جسمیں ایک بات بھی بے بنیاد نہیں ہے اوسکو غلط
اور بے بنیاد اقوال کا مجموعہ کہا جاتا ہے۔ وہ بہشتی زیور جو عوام و خواص میں اسدرجہ مقبول ہوئی ہو
کہ اسکی نظیر دوسری کتاب نہیں ہے اسکو کہا جاتا ہے کہ سمجھدار مرد کے دیکھنے کے قابل نہیں ہے جسکے
معنی یہ ہیں کہ سمجھ زنگی محل کی چاردیواری میں آکر محصور ہوگئی ہے اور تمام لوگ بے سمجھ ہیں۔ بہشتی زیور
جسکی نسبت معترضین کا اقرار ہے کہ عوام تو عوام خواص بھی بہشتی زیور کے ان امور پر مطلع نہیں ہیں جو
بہشتی زیور کو پایۂ اعتبار سے گراتے ہیں (دیکھو النظامیہ بابت ماہ نومبر ۱۹۱۲ء) اسکو کہا جاتا ہے کہ
وہ بے بنیاد اقوال کا مجموعہ ہے اور عورتیں تو عورتیں سمجھدار مرد کے دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ وہ بہشتی زیور
جس پر باوجود اس عداوت کے جو کہ معترضین کے علامہ عصر احمد رضا خاں صاحب کو اپنے والد ماجد سے
میراث میں ملی ہے اور جس سے دنیا بخوبی واقف ہے خانصاحب موصوف نے قلم نہیں اٹھایا۔
اسپر ایک رسالہ کا ایڈیٹر قلم اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ غلط اور بے بنیاد اقوال کا مجموعہ ہے۔
اے واسفاہ واحزناہ (۶) انھوں نے لکھا ہے کہ اصلاح امت کے دعوے کے ساتھ یہ کسقدر مذموم
بات ہے کہ عورتوں کو مردوں کے مخصوص امراض پر توجہ دلائی جاوے اور اونکے علاج بتائے جائیں اور یہ
کسقدر مذموم بات ہے کہ دعوے اصلاح امت کے پردہ میں ایک ایسے جلیل القدر مقتدا پر جسکو معترضین
نے بھی بادل ناخواستہ فخر اللاحقین بالمہرۃ السابقین مان لیا ہے اتنا بڑا بہتان لگایا جاوے کہ انھوں نے
عورتوں کو مردوں کے مخصوص امراض پر توجہ دلائی ہے اور انکو انکے علاج بتائے ہیں بہشتی زیور
موجود ہے اسمیں دکھلائیے کہ یہ مضمون کہاں ہے۔ اور جب کہ آپ نہیں بتلا سکتے تو کیوں نہ کہا جاوے

کہ بہشتی زیور کی تردید نیک نیتی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اسکا منشا سراسر رشک و حسد ہے (۷) انھوں نے
لکھا ہے۔ یہاں اصلاح امت اس اسلوب سے کیجاتی ہے کہ دوشیزہ تو دوشیزہ بوڑھی عورت کیواسطے بھی اس
کتاب کا مطالعہ مذموم ہے اور یہ دعویٰ بھی بالکل غلط ہے۔ اور اس سے بھی انکا فساد اغراض ظاہر
ہوتا ہے کما تبین (۸) انھوں نے برائے نام علمائے فرنگی محل کے جلسہ کی کیفیت درج کی ہے جس کا
پہلا نمبر یہ ہے۔ علمائے فرنگی محل کا یہ خاص جلسہ عالیجناب نواب صاحب پالن پور کے حکم کو جو دربارہ
بہشتی زیور کے ممنوع الاشاعت ہونے کے ہے نہایت مستحسن نظر سے دیکھتا ہے۔ اور نیز دیگر والیان ریاست
سے امید کرتا ہے کہ ایسی مخرب اخلاق و مفسد اعتقادات کتاب کو اپنی حدود ریاست میں آنے سے
روک دیں اھ اسمیں چند ایسے لوگوں نے جنکو اصطلاح علماء فرنگی محل کہا جا سکتا ہے جسطرح کہ قاضی کی
اولاد کو قاضی اور حاجی کی اولاد کو حاجی۔ اور حافظ کی اولاد کو حافظ۔ اپنے کو علمائے فرنگی محل کے
لقب سے یاد کرکے ریاست پالن پور اور دیگر اسلامی ریاستوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے
اور مسلمانوں کو انکے جائز حق سے جبراً محروم کرنا چاہا ہے۔ اور دین الٰہی کی اشاعت کو روک کر صدود
عن سبیل اللہ کا مصداق ہوئے ہیں نیز انھوں نے بہشتی زیور پر جو کہ دین اسلام کی ایک قابل قدر
کتاب ہے مخرب اخلاق و مفسد اعتقادات ہونیکی بھی تہمت لگائی ہے۔ اسلئے وہ علماء کے معزز لقب کے
ہرگز مستحق نہیں ہیں نیز مسلمان اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہیں کہ بہشتی زیور میں کوئی نیا عقیدہ
نہیں ہے بلکہ وہی پرانے عقیدہ ہیں جو کہ سلف صالحین سے چلے آرہے ہیں جنکے بارہ میں حضرات دیوبند
اور اہل بدعت کے درمیان ہمیشہ سے اختلاف چلا رہا ہے پس باوجودیکہ جناب مولوی عبدالحی صاحب
اور انکے آباؤ اجداد کے زمانہ میں بھی حضرات دیوبند کی وہ تصنیف شائع ہو چکی تھیں جنمیں انھوں نے
عقائد حقہ کی تائید اور اہل بدعت کی تردید کی تھی۔ مگر باینہمہ نہ حضرات فرنگی محل نے انکا رد لکھا
نہ انکی ممنوع الاشاعت ہونے کی اسلامی ریاستوں سے درخواست کی۔ نہ حضرات دیوبند کی
توہین و تحقیر کی بلکہ وہ انکے ساتھ ہمیشہ شیر و شکر رہے جیسا کہ جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب
مدظلہم العالی اور جناب مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی ان تحریرات سے ظاہر ہے جو کہ فتاوی مولوی
عبدالحی صاحب جلد ۲ کے صفحہ ۲۳۹ پر درج ہیں۔ چنانچہ جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب مدظلہم العالی
نے تحریر فرمایا ہے۔ بخدمت ذوالفضل والمکرمۃ مصدر الفضائل و منبع الفواضل جناب مولانا مولوی

محمد عبدالحی صاحب لا زالت شموس فیضکم بازغۃ۔ کمترین نیازمندان خلیل احمد بعد تسلیم و تحیات
مسنونہ کے ملتمس ہے، الخ اوسکے جواب میں جناب مولانا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے تحریر فرمایا ہے
از محمد عبدالحی عفا عنہ۔ بخدمت مولوی صاحب مجمع علوم و منبع فہوم جناب مولوی خلیل احمد صاحب
دامت مکارمہ بعد اہدائے سلام مسنون مع ضمیمہ شوق مشحون ابراز مضمون یہ ہے الخ ان تحریروں کو
دیکھکر آپ اندازہ فرماسکتے ہیں کہ حضرات علماء دیوبند و فرنگی محل میں کیسے تعلقات تھے اور وہ ایکدوسرے
کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔ مگر انکی ذریت نے اپنے آبا کی روش کے خلاف یہ کاروائی کی کہ ان حضرات
کے خلاف جلسہ کرکے ان سے لوگوں کو جبراً روکنے کی ناجائز کوشش کی۔ انکو کیا حق تھا کہ وہ جمہور علمائے اسلام کے
خلاف ایک سازشی جلسہ کرکے بہشتی زیور کے خلاف رائے پاس کریں اور نواب صاحب رامپور کے
ایک غلط فیصلہ پر استحسان ظاہر کریں اور دوسری اسلامی ریاستوں سے بہشتی زیور کے داخلے کی ممانعت
کی درخواست کرکے مسلمانوں کو انکے جائز حق سے جبراً روکنے کی کوشش کریں۔ اول تو خود ان
حضرات کا اہل فتویٰ ہونا تسلیم نہیں اور اگر مان بھی لیا جاوے تو انکو صرف انہی معدود [illegible]
جبر کرنے کا حق ہو سکتا ہے جو کہ انکے معتقد ہیں عام مسلمانوں کے دین میں انکو دست اندازی کا کیا حق
ہے کہ وہ حکومتوں کا زور ڈالکر لوگوں کو انکے دین سے روکتے ہیں۔ کیا ان واقعات سے یہ ثابت
نہیں ہوتا کہ حضرات معترضین کو اپنی کھوئی عظمت دوبارہ حاصل کرنا مقصود ہے اور انکو حضرت مولانا
کی خداداد جاہ و جلال پر رشک ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جتنی کتابیں ہندوستان میں رائج ہیں
کیا سب میں زیادہ مخرب اخلاق اور مفسد اعتقادات کتاب بہشتی زیور ہے۔ کہ اور کسی کتاب کی
ممانعت کیلئے علماء فرنگی محل جلسہ منعقد نہیں کرتے اور بہشتی زیور کیلئے جلسہ منعقد کرتے ہیں کیا اس سے
انکی فسادنیت کا پورا ثبوت نہیں ہوتا اور اگر درحقیقت بہشتی زیور میں ایسے عقیدہ درج تھے جن سے
لوگوں کو جبراً روکنا ضروری تھا تو آخر انکے بزرگوں کو کیا ہوا کہ انھوں نے حضرات علماء دیوبند کے ساتھ ایسا
تعلق رکھا جسکا نمونہ آپ کو دکھلایا جاچکا ہے۔ اور جسطرح انکے اکابر نے نواب صدیق حسن خاں وغیرہ کے
رد میں کتابیں لکھیں یوں ہی انھوں نے حضرات دیوبند کے رد میں کتابیں کیوں نہ لکھیں۔ اور
جس طرح ان لوگوں نے بہشتی زیور کو جبراً روکنے کی کوشش کی ہے۔ انکے بزرگوں نے حضرات دیوبند
کی کسی تصنیف کو روکنے کی کوشش کیوں نکی کیا وہ بھی بعض اخبارات کی طرح مسائل شرعی اور فقہ سے ناواقف تھے

(۹) جلسہ کی کارروائی کا دوسرا نمبر یہ ہے۔ کہ علماء فرنگی محل کا یہ جلسہ بہشتی زیور کے بہت سے مسائل کو عقائد مشہورۂ اہل سنت والجماعت (جو عموماً سلف صالحین رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم سے مذکور ہیں) کے خلاف باور کرتا ہے اور اس امر کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے کہ مسلمان اپنی لڑکیوں کو اس کتاب کی تعلیم دلائیں اھ اس تحریر میں بھی اہل جلسہ نے اپنے کو علمائے فرنگی محل کے غلط لقب سے ملقب کرکے عام مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ جو کہ نہ صرف اسلام کے بلکہ انسانیت کی بھی خلاف ہے۔ وہ علماء فرنگی محل نہیں ہیں۔ علمائے فرنگی محل آجکل قبروں میں سو رہے ہیں۔ کاش وہ اسوقت موجود ہوتے۔ کہ ہم اونسے انکی کارروائیوں کے متعلق استفتاء کرتے اور اونکے جواب سے اِن لوگوں کو الزام دیتے۔ خیر گو وہ موجود نہیں ہیں مگر اونکا طرز عمل جو کہ ہمارے بزرگوں اور اونکی تصانیف کے ساتھ تھا ہنوز موجود ہے۔ اگر اِن حضرات میں انصاف ہو تو وہ اپنے طرز عمل کو اونکے طرز سے مِلا کر دیکھیں اور پھر انصاف سے کہیں کہ کہاں تک انکا طرز عمل اونکے اسلاف کے مطابق ہے۔ نیز انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ بہشتی زیور کے بہت سے مسائل عقائد مشہورہ اہل سنت کے مخالف ہیں۔ جو کہ عموماً سلف صالحین سے مذکور ہیں۔ یہ انکا بہشتی زیور پر بھی افترا ہے اور سلف صالحین پر بھی۔ بہشتی زیور میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ جو عقائد مشہورہ سلف صالحین کے خلاف ہو چنانچہ وہ ستمبر ۱۹۱۶ء سے ابتک اپنے اس دعوے کو ثابت نہیں کرسکے اور نہ قیامت تک ثابت کرسکیں گے۔ نیز انھوں نے کہا ہے۔ کہ یہ جلسہ اس امر کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے کہ مسلمان اپنی لڑکیوں کو اس کتاب کی تعلیم دلائیں اھ بھلا اِن سے کوئی پوچھے کہ آپکی ناپسندیدگی کی نظر سے ہوتا کیا ہے۔ لزوماً تو آپ حضرات نے قرآن وحدیث پر انکو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنے کا حکم لگا ہی دیا ہے۔ کل کو آپ التزاماً انکو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنے کا حکم صادر فرمادیں گے۔ پس مسلمان آپکے ناجائز حکم کی بناء پر اپنے دین کو چھوڑ دیں گے۔ آخر کچھ تو شرم اور انصاف سے کام لینا چاہئے۔ یہ ممکن ہے کہ آپکا افسوں بعضے ناواقفوں پر چل جاوے لیکن تمام دُنیا تو جاہل نہیں ہے کہ آپ کے اِن نامنصفانہ احکام کے آگے سر خم کردیگی۔ (۱۰) جلسہ کی کارروائی کا تیسرا نمبر یہ ہے۔ یہ جلسہ بعض اخباروں کی رایوں پر سخت حیرت کا اظہار کرتا ہے۔ کہ وہ کس بیجا طریقہ سے باوجود شرعی مسائل اور فقہ سے ناواقفیت کے اسطرح اظہار رائے کرتے ہیں کہ گویا یہ بھی ایک سیاسی مسئلہ ہے۔ اور پھر اسکے ساتھ علماء پر طعن وتشنیع بھی کرتے ہیں اھ

۱۴

ان حضرات کو تو بعض اخبارات کی صحیح بیانیوں پر حیرت ہے مگر ہمکو ان کے جلسہ پر حیرت ہے۔ کہ باوجود مسائل شرعیہ و رفقہ اور عقائد صحیحہ سے ناواقف ہونے کے اسطرح اظہار رائے کرتے ہیں کہ گویا صاحب شرع آپ ہی ہیں۔ اور پھر اسکے ساتھ علماء حقیقی پر طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں۔ صاحبو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ وہ بعض اخبارات ان حضرات سے بدرجہا بڑھکر ہیں۔ کیونکہ اگر وہ مسائل شرع سے ناواقف ہیں تو انکو اپنے جہل کا علم ہے اور وہ حقیقی علماء کو اپنا پیشوا اور رہبر بناتے ہیں برخلاف ان حضرات کے۔ کہ وہ باوجودیکہ دین الٰہی سے واقف نہیں ہیں مگر اپنے کو علماء فرنگی محل سمجھتے ہیں۔ اور اپنی غلط رایوں کو تمام مسلمانوں پر حجت سمجھکر جبراً انکو دین الٰہی سے روکتے ہیں۔

اس تنقید سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ النظامیہ کی مذکورہ بالا تحریر میں حقیت کا نام تک بھی نہیں ہے بلکہ وہ سراسر کذب و افترا۔ غلط بیانی حضرت مولانا پر بیجا حملوں سے لبریز ہے۔ ایسی حالت میں کیا کوئی باور کرسکتا ہے کہ انکی مخالفت کا منشا خلوص و للہیت ہے اور حسد و بغض و عناد و حب جاہ نہیں ہے۔

تحقیق (۲) ناظرین ذرا اس تحریر کو جو ہم نے النظامیہ سے نقل کرکے اسکی تنقید کی ہر ایک دفعہ اول سے آخر تک پھر غور سے پڑھجائیں اور بتلائیں کہ اس تحریر میں علاوہ بہشتی زیور کے حضرت مولانا کی کسی دوسری تصنیف کا صراحۃً تو کیا اشارۃً بھی کہیں ذکر ہے۔ انشاء اللہ آپ کو بہشتی زیور کے سوا کسی دوسری تصنیف کا ذکر نہ ملیگا۔ اور جبکہ آپ کو اسمیں کسی دوسری تصنیف کا کوئی ذکر نہ ملے تو اب آپ النظامیہ کے ان بیانات کو دیکھیں جو النظامیہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں سرخی بہشتی زیور نمبر۲ کے ذیل میں مذکور ہیں جنکو ہم بلفظہا نقل کرتے ہیں۔ (۱) اسکے قبل ہمنے جو کچھ بہشتی زیور لکھا تھا وہ صرف ایک مجمل تبصرہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور ان بعض خیالات کا ناممل اظہار تھا۔ جو بہشتی زیور اور جناب مولوی اشرف علی صاحب کی بعض دوسری تصنیفوں کے مطالعہ کے بعد مجموعی حیثیت سے خلجان پیدا کرتے ہیں اھ (۲) گذشتہ اشاعت میں ہم نے جو کچھ اعتراضات کئے تھے وہ صرف بہشتی زیور ہی پر نہ تھے بلکہ جناب مولوی اشرف علی صاحب کی دوسری تصنیفوں پر بھی تھے اھ۔ انکو دیکھکر آپ حضرات بتلائیں کہ کیا یہ بیانات غلط نہیں ہیں ہمیں امید ہے کہ آپ ضرور یہی فرمائینگے کہ بیشک غلط ہیں۔ اب اسکی وجہ پر غور کیجئے کہ آخر یہ

۱۵

آخر یہ غلط بیانی کیوں اختیار کیگئی ہے۔ اوسکی وجہ یہ ہے کہ نمبر اول میں بہشتی زیور کی نسبت دعوی کیا گیا تھا کہ اسمیں لکہ ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُت پرستی۔ شرک اور بدعت کہا گیا ہے۔ نیز اوسمیں دعوی کیا گیا تھا کہ بہشتی زیور میں عورتوں کو مردوں کے مخصوص امراض پر توجہ دلائی گئی ہے وغیرہ ذلک۔ ان دعاوی پر انسے دلائل کا مطالبہ کیا گیا۔ مدعی کے پاس دلائل نہ تھے اسلئے اس نے مغالطہ دینے کیلئے اپنے دعوے میں توسیع کی۔ اور کہا کہ ہمارے دعوی کا تعلق صرف بہشتی زیور سے نہ تھا۔ بلکہ اور تصانیف بھی اسمیں شامل تھیں تاکہ اونکو شبہ پڑجائے۔ اور وہ سمجھ لیں کہ ہمنے مولانا کی تمام تصانیف تو دیکھی نہیں ممکن ہے کہ مولانا نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہو۔ اسلئے یہ غلط بیانی کیگئی تھی۔ ہمارے اس بیان کی تائید مضمون مذکورہ کے اس فقرہ سے ہوتی ہے۔ ہمارے پاس کثرت سے خطوط آئے ہیں جنمیں ہم سے ہماری تحریر کی دلیلوں کا مطالبہ کیا گیا ہے الخ۔ اب انصاف فرمائیے کہ معترضین کی ایسی کارروائیوں کے بعد بھی انکا یہ دعوی کہ ہکو اصلاح مقصود ہے نہ کہ بغض وحسد وغیرہ قابل قبول رہ سکتا ہے۔ اب ہم معترضین سے کہتے ہیں کہ اچھا فرض کرو کہ تمہارا دعوی مولانا کی تمام تصانیف کو حاوی تھا۔ براہ مہربانی آپ مولانا کی کسی تصنیف میں مذکورہ بالا مضامین دکھلادیں۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ آپ قیامت تک ایسا نہیں کرسکتے۔ پس یہ غلط بیانی بھی آپکے لئے کچھ مفید نہیں ہوسکتی اور اب بھی میدان مناظرہ آپ کیلئے تنگ ہے اور آپ ضاقت علیہم الارض بما رحبت کا مصداق ہیں۔

تحقیق (۳) النظامیہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں ہے۔ ہمارا مقصد جناب مولوی اشرف علی صاحب کی توہین یا خدانخواستہ اونکی شان میں کوئی گستاخی کرنا نہ تھا۔ بلکہ ہمارا مطمح نظر صرف اصلاح ہے اور چونکہ ہمکو معلوم ہے کہ مولوی صاحب موصوف کی سعی مشکور ہوچکی ہے اور یہ کتاب کثیر التعداد عورتوں اور ناکتخدا لڑکیوں کے ہاتھوں میں رہتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ مولوی صاحب کی فروگذاشتوں یا معنقانہ تسامح پر عوام کو مطلع کردیا جاوے ہمکو اعتقاد ہے کہ مولوی صاحب کی کتاب ایک حد تک مفید اور باکار ہے لیکن مولوی صاحب موصوف فرشتہ نہیں ہیں بلکہ ایک انسان ہیں اسلئے ان سے غلطیاں ہونا ضروری ہیں۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان۔ اھ

تنقید

ناظرین نظامیہ کی تحریر سابق اور اس تحریر کو ملاکر دیکھیں آپ کو معلوم ہوگا کہ دونوں میں کسقدر اختلاف ہے

تحریر سابق میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ نصیب دشمناں حضرت مولانا نے دیدہ و دانستہ اپنی کمزوری یا تعصب سے اپنے معتقدات کی تائید کے لئے قرآن و حدیث میں تحریفیں کی ہیں۔ اور اس میں اقرار کیا گیا ہے کہ انھوں نے بدنیتی سے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ فروگذاشتیں اور تسامحات ان سے ہوئے ہیں۔ وہ بمقتضائے بشریت ہوئے ہیں۔ نیز اسمیں ظاہر کیا گیا تھا کہ بہشتی زیور غلط اور بے بنیاد اقوال کا مجموعہ ہے۔ اور عورتیں تو درکنار وہ کسی سمجھدار مرد کے دیکھنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ اور دوشیزہ تو کجا وہ ایک بوڑھی عورت کے مطالعہ کے لائق بھی نہیں ہے۔ اور یہاں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک حد تک مفید اور باکار ہے۔ ان مضامین میں غور کیجئے اور بتلائیے کہ کیا ایسی صورت میں انکا دعویٰ اصلاح و نیک نیتی قابل قبول ہو سکتا ہے۔

تحقیق (۴) النظامیہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں بذیل شرحی بہشتی زیور مذکور ہے۔ بعض اخبار حضرات علمائے فرنگی محل اس جلسہ کی (جسکی کارروائی ہم نے گذشتہ اشاعت میں شائع کی تھی) قیمت گھٹانے کے لئے یہ لکھتے ہیں کہ مولوی عین القضاۃ (تلمیذ حضرت مولانا عبد الحی صاحب قدس سرہٗ) اگر اسمیں شریک نہ تھے تو جلسہ کو خاص اہمیت نہیں" علاوہ اس کے کہ مولوی صاحب موصوف ایک گوشہ نشین اور تارک الدنیا بزرگ ہیں۔ انکی شرکت جلسہ کی وقعت بڑھانیکے لئے کیا ضرور تھی۔ یہ جلسہ علمائے فرنگی محل کا تھا اور مولوی صاحب علماء فرنگی محل میں نہیں اور اکثر وہ حضرات جو علمائے فرنگی محل میں ممتاز شخصیت رکھتے ہیں شریک تھے اھ اسکے بعد مولوی عبد الباری صاحب کا ایک خط نقل کیا ہے جس میں انھوں نے ان اشخاص کے نام گنائے ہیں جو اس جلسہ کے ارکان تھے۔ تفصیل ان ناموں کی ان ہی کے الفاظ میں یہ ہے۔ مولوی عبد العزیز صاحب محشی شرح وقایہ وغیرہ۔ مولوی عبد الباری صاحب۔ مولوی محمد عظیم صاحب جناب علاء الدین صاحب شارح مسلم مولوی محمد برکت اللہ صاحب محشی حمد اللہ وغیرہ) حفید مفتی نعمت اللہ صاحب۔ استاذ مولانا عبد الحی صاحب۔ مولوی محمد ایوب صاحب نبیرہ مولانا عبد الحی صاحب۔ مولوی محمد عنایت اللہ صاحب افسر مدرس مدرسہ نظامیہ (فرنگی محل لکھنؤ) مولوی قطب الدین عبد الوالی صاحب۔ ان کے علاوہ دیگر حضرات فرنگی محل بھی تشریف رکھتے تھے اھ

تحقیق طلب مضمون مذکور میں یہ امر قابل لحاظ ہے۔ کہ انھوں نے مولوی عین القضاۃ کی عدم شرکت

اطلاع

جکو رسالہ النظامیہ فرنگی محل لکھنو بابت ماہ مئی ۱۶ء وجولائی ۱۶ء و ستمبر ۱۶ء واکتوبر ۱۶ء ونومبر ۱۶ء ودسمبر ۱۶ء میں سے خاص ان پرچوں کی ضرورت ہے جنمیں حضرت مولانا مدظلہم العالی یا ان کی کسی تصنیف کے متعلق کوئی مضمون شائع ہوا ہو جن صاحب کے پاس پرچہ جات مذکورہ بالا میں سے کوئی خاص پرچہ موجود ہو۔ وہ براہ مہربانی ہمارے پاس بطور عاریت کے ارسال فرمادیں ہم بہت جلد واپس کردیں گے۔

الملتمس

حبیب احمد کیرانوی
مقیم خانقاہ امدادیہ
تھانہ بھون۔

جلسہ کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ ایک گوشہ نشین اور تارک الدنیا بزرگ ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ جلسہ علمائے فرنگی محل کا تھا اور مولوی صاحب علمائے فرنگی محل میں سے نہیں ہیں۔ ان دونوں وجوہ پر غور کیجیے۔ اور دیکھیے کہ انکا دعویٰ خلوص وللّٰہیت کہاں تک صحیح ہے۔ ہم نے مانا کہ مولوی عین القضاۃ صاحب تارک الدنیا بزرگ ہیں لیکن وہ تارک الدین تو نہیں ہیں۔ پھر انکی عدم شرکت کی وجہ تارک الدنیا ہونا کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ ایک دنیوی جلسہ تھا اور مقصود اس سے دین نہ تھا بلکہ دین کی آڑ میں اپنے اغراض نفسانی حاصل کرنا تھا۔ رہی دوسری وجہ سو وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ گو مولوی عین القضاۃ صاحب عالم فرنگی محل نہیں ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ کوئی خانگی معاملہ تھا جس میں گھر کے گننے والے شریک ہوں۔ اور کسی گوشہ نشین کا حق نہ ہو۔ یا ایک دینی معاملہ تھا جسمیں عام مسلمین کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا۔ پھر فرنگی محل کی خصوصیت کی کیا وجہ تھی کیوں نہ جمہور علمائے اسلام کو دعوت دیگئی کہ ہم تمام مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ خود حاضر ہو کر یا اپنی تحریر کے ذریعہ اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ جلسہ کا مقصود اغراض نفسانی حاصل کرنا تھا اور چونکہ وہ جانتے تھے کہ کوئی دیندار عالم ہمارا شریک نہ ہوگا۔ اسلئے اپنے طور خود جلسہ کر لیا۔ تو کیا۔ صحیح نہ ہوگا۔ اور کیا اسکو ایک سازشی جلسہ نہ کہا جاویگا۔ اور دوسرا یہ امر قابل غور ہے کہ مولوی عبد الباری صاحب نے جن لوگوں کے نام گنائے ہیں انمیں سے بعض کے تو صرف نام ہی لئے گئے ہیں اور بعض کے ساتھ اوصاف اضافیہ یا ذاتیہ بھی لگائے گئے ہیں۔ اس طرز عمل میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہ کہ انمیں ایسے افراد تھے کہ جنکو نہ وصف ذاتی کے ساتھ ممتاز کیا جا سکتا تھا اور نہ وصف اضافی کے ساتھ۔ لہذا ان کے تو صرف نام ہی لئے جاویں اور جو ایسے تھے جنکو وصف ذاتی یا وصف اضافی کے ساتھ ممتاز کیا جا سکتا تھا انکے ساتھ وہ وصف بھی لگائے گئے اور دوسرا یہ کہ اوصاف ذاتیہ و اضافیہ لگا کر دوسروں پر ترجیح کی ترغیب [illegible] ہر دو صورت میں ان پر تلبیس کا الزام عائد ہوتا ہے کہ انھوں نے باوجود انکی [illegible] حالت سے واقف ہونے کے انکو لوگوں کے سامنے باوقعت صورت میں پیش کیا۔ اور دوسری صورت میں ان پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انکی تحریر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتی ہے کہ انکو [illegible] کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ اور مولوی صاحب بھی اسکو جانتے ہونگے کہ [illegible] شرح عقائد [illegible]

۱۸

[illegible] وغیرہ کے خوشی لکھدینا کوئی قابلیت کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس کام کو ایک تھوڑی سی
[illegible] کا طالب علم بھی کرسکتا ہے۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کسی بڑے شخص کا بیٹا یا پوتا یا نو
[illegible] قابلیت کی دلیل نہیں ہے۔ لیکن عوام ایسی باتوں سے غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں اور
سمجھتے ہیں کہ جب یہ ایسا ویسا ہے تو ضرور بڑا شخص ہے۔ اس لئے اس عنوان سے انکو جناب
[illegible] چونکہ مولوی عبد الباری صاحب کی تحریر تلبیس پیدا کرتی ہے۔ اس لئے ہم صاف
لکھتے ہیں کہ جن حضرات کے نام فہرست میں گنائے ہیں جہانتک ہمکو علم ہے ان میں کوئی ایک
شخص نہیں ہے جسکی رائے دین الٰہی میں کچھ وقعت رکھتی ہو۔ مسلمان دھوکا نہ کھاویں۔ آج کل
نہ محشی ہونا دلیل قابلیت ہے نہ افسر مدرس ہونا۔ اور نہ کسی بڑے شخص کا نواسہ یا پوتا ہونا۔
علم کسی کی میراث نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کا فضل ہے جسکو چاہے عطا فرمادے۔ اراکین جلسہ کی
بد اعتقادی یا دینی کمزوری کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ انھوں نے بہشتی زیور سی مفید
اور دینی کتاب کو مضر اہل اسلام اور مخالف عقائد سلف صالحین قرار دیکر اوسکی اشاعت کے روکنے
پر اجماع کرلیا۔ اور اتنے آدمیوں میں سے کسی کو یہ نہ سوجھا کہ اسمیں عقائد مشہورہ اہل سنت
وجماعت کی مخالفت نہیں یا کسی کی زبان سے یہ نہ نکلا کہ کیا غضب کرتے ہو ایسی مفید اور دینی
کتاب کی اشاعت کو روکنے کی کوشش کرتے ہو۔ خدا کو کیا منہ دکھاؤگے اور جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوگے۔ اس سے بڑھکر ہمارے دعوے کی کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ اور
ارکین جلسہ کی جہل یا دینی کمزوری کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ اور انکا محشی حمد اللہ وغیرہ اور افسر
مدرس وغیرہ ہونا انکو زمرۂ علماء میں کیسے داخل کرسکتا ہے۔ الحاصل ان تحقیقات اربعہ میں ان
مضامین کی حالت دکھلائی گئی ہے جو کہ النظامیہ بابت ماہ ستمبر ۱۶ء و اکتوبر ۱۶ء میں بہشتی زیور
کے متعلق شائع ہوئے ہیں اور جنمیں سوائے دعاوی بے دلیل کذب افترا۔ بغض وحسد عناد
دلداد کے اور کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے بیانات سابقہ سے ناظرین پر یہ حقیقت پوری طرح
منکشف ہوگئی ہوگی اور تحقیقات آئندہ میں ان مضامین پر کلام ہوگا۔ جنمیں معترضین نے بہشتی زیور
یا حضرت مولانا مدظلہم العالی کے فرضی و خیالی معائب کو اپنی ابلہ فریب تقریروں کے ذریعے
تفصیل وار بیان کیا ہے اور اسطرح عام مسلمانوں کو دھوکا دیکر ان پر اپنی لیاقت و قابلیت کا

۱۹

سکر جانا اور مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان اور دین الٰہی کو صدمہ پہونچانا چاہا ہے۔ اور
ان کے ضمن میں بشرط ضرورت دیگر تحقیقات بھی بیان ہوں گی۔

تحقیق (۵) النظامیہ بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱ عنوان بہشتی زیور ۳ میں ہے
وہ حضرات جو مولوی اشرف علی صاحب کے ہم نوا یا بہشتی زیور کے مؤید ہیں ایک عجیب قسم کا
مغالطہ دیتے ہیں یعنی بہشتی زیور کی ناپسندیدگی کی وجہ مخالفین کے نقطۂ نظر سے یہ ہے کہ جس میں
عورتوں کے مخصوص مسائل بڑے وضاحت اور صفائی سے بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ خلاف
تہذیب و شرم ہے اور پھر اس فرضی خیال کو بیجا ثابت کرنے کے لئے مختلف قصہ جات اور دلائل
پیش کئے جاتے ہیں یہ عجیب مغالطہ ہے۔ کون مسلمان اس بات کو ناپسند کریگا کہ مسائل فقہ در
احکام دین مسلمان لڑکیوں کو وضاحت سے سمجھائے جائیں۔ لیکن مخالفت صرف بہشتی زیور کے اسلوب بیان
میں ہے۔ قرآن جسکا اسلوب بیان انداز فہمائش طریقۂ ادا حسن معانی و الفاظ اور تکمیل مقاصد بہ
مسلمانوں کو کیا دنیا میں مسلم ہے۔ پڑھو اس نے مسائل بھی بیان کئے ہیں قصص و حکایات
بھی ہیں اور پھر اسے وضاحت انکشاف کے ساتھ جو معنی مراد کو آسانی سے سمجھا دیتا ہے۔ لیکن
کہیں بھی ایسا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو ایک سمجھدار تو سمجھدار کسی عامی اور ان پڑھ کو بھی خلاف
تہذیب معلوم ہو۔ قرآن نے مسائل حیض و نفاس بھی بیان کئے ہیں۔ قصص و حکایات بھی لکھے
ہیں لیکن کوئی جملہ تو جملہ کوئی کلمہ ایسا نہیں جسکے مدارج تہذیب شائستگی کسی طرح کم ہو گئے ہوں
اوسکے بعد قرآن کریم کی تہذیب کے ثبوت میں آیۂ لقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ اور
وراودتہ التی ہو فی بیتہا۔ اور اتاتون الرجال شہوۃ من دون النساء۔ اور یسئلونک عن المحیض
قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوہن حتی یطہرن فاذا تطہرن فاتوہن من حیث
امرکم اللہ اور نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم اور کیف تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی
بعض اور او لامستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا کو پیش کیا ہے۔ اور جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی تہذیب بیان کے ثبوت میں حدیث عسیلہ کو پیش کیا ہے۔ اور بہشتی زیور پر
ان الفاظ سے اعتراض کیا ہے　　باوجودیکہ سورۂ یوسف اور اسی طرح مختلف قصوں میں کوئی
لفظ خلاف تہذیب نہیں ہے۔ پھر بھی بعض علماء نے سورۂ یوسف کا مطالعہ عورتوں کیواسطے ناپسند کیا ہے

خود مولوی اشرف علی صاحب بہشتی زیور حصہ دہم کے صفحہ میں بعض کتابوں کے نام جن کے دیکھنے سے نقصان ہے۔ کے ضمن میں تفسیر سورہ یوسف کو بھی لکھتے ہیں۔ غرض اگر سورہ یوسف کا پڑھنا عورتوں کیواسطے معیوب اور نقصان رساں ہے تو وہ کتاب جسمیں حیض کم ہونے کا نسخہ رحم سے ہروقت رطوبت جاری رہنا۔ رحم میں خارش اور سوزش ہونے کا نسخہ۔ رحم کے ... ہوجانے کے نسخہ جات نہایت بیباکی سے مذکور ہیں۔ ضرور اس قابل ہے کہ ممنوع الساخت اور خلاف تہذیب سمجھی جاوے اور ایڈیٹر النظامیہ کا وہ دعوی جو ماہ ستمبر میں بہشتی زیور کے متعلق کیا تھا صحیح اور بالکل صحیح ہے۔ یعنی عورتوں کے پڑھنے کے قابل کجا سمجھدار مرد کے زیر مطالعہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ نیز لکھا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مصنف صاحب کے قلم سے ایسے مضامین کیسے نکلے جبکہ ہم کو تنقید کرتے ہوئے اونکے عنوانات لکھنے میں غیر معمولی شرم آتی ہے الخ

تنقید

اس اعتراض میں چند امور قابل بحث ہیں۔ (۱) انھوں نے نفس مسائل شرعیہ کے بیان کو تو ناقابل اعتراض تسلیم کیا ہے خواہ وہ شرمناک ہی کیوں نہوں۔ مگر بہشتی زیور کے اسلوب بیان کو غیر مہذب بتایا ہے۔ لیکن انھوں نے اسکی کوئی نظیر پیش نہیں کی۔ تاکہ ہم یہ ثابت کریں کہ یہ عنوان غیر مہذب اور قابل اعتراض نہیں ہے اور اسکا ثبوت قرآن وحدیث وکتب فقہ وغیرہ سے دیں۔ ان کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی اس غیر معمولی شرم کو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا مزاج زنانہ مزاج کے حد سے بھی خارج ہے۔ (کیونکہ عورتیں باوجود اپنی خاص حیا کے بوقت ضرورت شرم کو چھوڑکر ضروری بے شرمی گوارا کرلیتی ہیں) بالائے طاق رکھکر ان غیر مہذب عنوانات کو درج رسالہ کرتے۔ تاکہ ناظرین اونکے اعتراضات اور ہمارے جوابات کا موازنہ کرکے حق وباطل کا فیصلہ کرسکتے۔ لیکن وہ ایسا کیوں کرتے انکا مقصود تو جھوٹے مبالغوں اور مبہم بیانات سے عوام کے دلوں میں بہشتی زیور اور حضرت مولانا کی برائی جمانی تھی جو کہ اس صورت میں حاصل ہونی ناممکن تھی۔ پس وہ ایسا کیسے کرسکتے تھے۔ ہم معترضین کو باواز بلند فاتوا برہانکم ان کنتم صادقین سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بہشتی زیور کے وہ مضامین بلفظہا نقل کریں جنکے نقل کرنے میں انکو

جو معمولی شرم اتی ہو اور جسکی بنا پر بہشتی زیور عورتیں تو عورتیں سمجھدار مرد کے دیکھنے کے قابل بھی
نہیں ہے۔ تاکہ ہم قرآن و حدیث و علماء اسلام کے وہ اقوال جو وضاحت میں انکے برابر یا
بڑھکر ہیں پیش کر سکیں (۲) انھوں نے لکھا ہے سورہ یوسف کا پڑھنا عورتوں کیواسطے مضر
اور نقصان رساں ہے جیسا کہ مولانا کو بھی تسلیم ہے (۳) وہ کتاب جس میں حیض کم ہونے کا نسخہ مثانہ
کی کمزوری کا نسخہ استحاضہ کے ازالہ کا نسخہ۔ عورت سے ہر وقت رطوبت جاری رہنا۔ رحم میں
خارش اور سوزش ہونے کا نسخہ۔ رحم کمزور ہو جانے سے نسخہ جات نہایت بیباکی سے مذکور ہیں
اس قابل ہے کہ ممنوع الاشاعت اور خلاف تہذیب سمجھی جاوے الخ۔ اس بیان میں معترض
سراسر بدتہذیبی اور عناد و بد دینی اور حق پوشی سے کام لیا ہے کیونکہ انھوں نے یہ نہیں
بتلایا کہ جو عنوانات انھوں نے لکھے ہیں یعنی حیض کے کم ہونیکا نسخہ۔ مثانہ کی کمزوری کا نسخہ
ان عنوانات میں نہایت بیباکی سے کام لیا گیا ہے یا ان عنوانات کی تفاصیل میں یا خود ان
امراض کا نام لینا اور انکے نسخہ ہی لکھنا خواہ وہ کسی عنوان سے ہوں نہایت بیباکی میں
داخل ہیں بلکہ نہایت مجمل اور مبہم الفاظ استعمال کیے۔ جنکو دیکھکر ناواقف لوگ سمجھیں کہ خدا
جانے ان مضامین میں کسقدر بیباکی اور فحش گوئی سے کام لیا ہوگا۔ کیا اسی کا نام دین اور انصاف
ہے اور اسی پر یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہمارا مقصود اصلاح ہے۔ نہ کہ بغض و عناد یا کسی فلاح کی
توقع پھر کیوں نہ کہا جاوے کہ انکے دعاوے مذکورہ سراسر جھوٹے ہیں۔ اور یہ لوگ ان دعاوی
میں ان لوگوں کے مشابہ ہیں جو سراسر فساد کرکے نحن مصلحون اور ان اردنا الا الحسنی کہتے
اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے تھے۔ اب ہم تینوں شقوں پر کلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر انکا
مقصود یہ ہے کہ ان عنوانات میں بیباکی سے کام لیا گیا ہے تو یہ سراسر بے انصافی اور حق پوشی ہے
کیونکہ حیض اور رحم کا نام تو قرآن میں بھی موجود ہے۔ دیکھو ویسئلونک عن المحیض قل ہو اذی
اور ولا یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن اور دیگر الفاظ مثل مثانہ۔ یا خارش و سوزش وغیرہ ایسے
الفاظ ہیں کہ تمام مہذب اشخاص انکو اپنی تحریرات و تقریرات میں بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔
پتہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان عنوانات میں کونسی بدتہذیبی اور بیباکی ہے۔ چہ جائیکہ نہایت بیباکی
اور اگر یہ مطلب ہے کہ انکی تفاصیل میں نہایت بیباکی سے کام لیا گیا ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ ان میں

۲۲

بیحیا بیباکی ہے۔ ہم تمام تفاصیل کو نقل کرنا فضول سمجھتے ہیں کیونکہ بہشتی زیور ہر جگہ مل سکتی ہے اگر
ضرورت ہو تو ناظرین خود دیکھ سکتے ہیں مگر مثال کے طور پر ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے
دعویٰ کیا ہے کہ حیض کے کم ہونے کے نسخے میں نہایت بیباکی سے کام لیا گیا ہے۔ اب میں بہشتی زیور
کی اصل عبارت آپکے سامنے پیش کرتا ہوں وہ یہ ہے حیض کم ہونا۔ یہ دوا نہ زیادہ گرم ہے
نہ زیادہ سرد۔ کسی کو نقصان نہیں کرتی۔ تخم خربزہ۔ تخم خیارین۔ خارخسک۔ پوست بیخ کاسنی
سب چھ چھ ماشہ۔ پرسیاوشاں پانچ ماشہ گرم پانی میں بھگو کر صاف کر کے تین تولہ شربت بارد
ملا کر پیا کریں اھ۔ اب آپ ان الفاظ کو ملاحظہ فرما کر بتلائیں کہ ان میں کونسی بدتہذیبی اور بیباکی
سے کام لیا ہے۔ آپ بشرط انصاف یہی کہیں گے کہ اسمیں نہ کوئی بدتہذیبی ہے نہ بیباکی۔ تو اب
بتلائے کہ اگر ہم معترضین کی نسبت یہ کہیں کہ اصل منشاء ان کے اعتراضات کا حضرت مولانا کی جاہ
خداداد پر حسد اور اہل اللہ سے ناحق بغض۔ اور حضرت مولانا کی غیر متزلزل جاہ پر بیہودہ حملہ کر کے
اپنی وقعت بڑھانے کی لاحاصل جد و جہد کرنا ہے۔ تو ہم پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور اگر یوں کہا
جاوے کہ ان امراض کا نام لینا اور انکے نسخہ لکھنا ہی سراسر بدتہذیبی اور نہایت بیباکی ہے تو
یہ ایک ایسی ہٹ دھرمی اور حق پوشی ہے جسکی نظیر شاید نہ مل سکے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ یہ امراض عموماً انکو
پیش آتے ہیں جنکے علاج کی انکو ضرورت پیش آتی ہے [illegible] حالتیں ہوتی ہیں یا تو ان پر
حیا غالب ہوتی ہے اور وہ اپنے امراض کو کسی سے بیان نہیں کرتیں یا تقاضائے ضرورت انکی
طبعی حیا پر غالب ہوتا ہے اور وہ بادل ناخواستہ طبیب سے بواسطہ یا بلا واسطہ اپنی اندرونی حالت
بیان کرتی ہیں۔ پہلی صورتوں میں عورتوں کو بیحد تکلیف ہوتی ہے اور دوسری صورت میں
انکو اپنے فطری جذبات کو دبا کر بیحیا بننا پڑتا ہے۔ حضرت مولانا مدظلہم العالی چونکہ حکیم الامت بھی ہیں تو
[illegible] اس لئے انہوں نے ان ضرورتوں کو نظر انداز کرنا گوارا نہ فرمایا۔ اور عورتوں
کی راحت اور انکی شرم و حیا کی حفاظت کیلئے ایک معتدبہ اور امتحانی ذخیرہ جمع کر دیا تاکہ وہ
اپنا علاج خود کر کے ایک حد تک تکلیف اور بیحیائی سے بچ سکیں۔ ان واقعات پر نظر کر کے کون
کہہ سکتا ہے کہ ان امراض کے نسخے لکھنا عورتوں کو بیحیائی کی تعلیم اور نہایت بیباکی سے کام لینا وغیرہ
وغیرہ ہے۔ بجز ان لوگوں کے جنکی آنکھوں اور دلوں اور کانوں پر حسد و رشک نے پردہ ڈال دیا ہے۔

۲۲۳

ہیں جنکے سبب نہ وہ حق کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بہشتی زیور کو تفسیر سورۂ یوسف پر قیاس کرنا سراسر بُغض وعناد پر مبنی ہے کیونکہ تفسیر سورۂ یوسف میں حسن وعشق کی داستان ہے جو قوی شہوانیہ کو حرکت دیکر اخلاق کو خراب کرتی ہے اور باایں ہمہ غیر ضروری بھی ہے۔ برخلاف بہشتی زیور کے کہ اسمیں حفاظت اخلاق کا امکانی اہتمام کیا گیا ہے نمونہ کیلئے اسکی بعض عبارات نقل کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ اسمیں اخلاق کا کسدرجہ لحاظ کیا گیا ہے۔ اوسمیں ہے اندر کا بدن چڑجانا۔ کبھی بالغ ہونے سے پہلے شادی کردینے سے کبھی، اور کسی صدمہ سے ایسا ہوجاتا ہے۔ اسکو عربی میں شقاق الرحم کہتے ہیں۔ حکیم سے یہ لفظ کہدینا کافی ہے زیادہ بے شرم بننے کی ضرورت نہیں اھ۔ نیز بہشتی زیور میں جو دستور العمل تعلیم کا لکھا گیا ہے اسمیں ہدایت کیگئی ہے کہ اگر پڑھانے والا مرد ہو تو شرمناک مسائل کو خود نہ پڑھاوے بلکہ اونپر پنسل سے نشان کردے یا اپنی بیوی سے سمجھوادے۔ پس مسلمانوں کیا ایسی کتاب کو جو اسدرجہ اصلاح اخلاق کی ذمہ دار ہو کہ حالت ضرورت میں بھی حفاظت حیا کا ضروری اور امکانی اہتمام کرے کوئی منصف اور سمجھدار شخص مخرب اخلاق کہہ سکتا ہے یا اسکو ممنوع الاشاعت قرار دیسکتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر کیوں نہ کہا جاوے کہ معترضین کے اعتراضات حسد اور عداوت پر مبنی ہیں۔ اور انکا بہشتی زیور کو ممنوع الاشاعت قرار دینا مسلمانوں کو دینی اور دنیوی فوائد سے محروم کرنا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان کا یہ دعویٰ کہ بہشتی زیور عورتوں کے پڑھنے کے قابل کجا سمجھدار مرد کے زیر مطالعہ ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتی ایک شاعرانہ مبالغہ اور سراسر جھوٹا دعویٰ اور عوام کو فریب دینا ہے (۲) انھوں نے لکھا ہے ایڈیٹر النظامیہ کا وہ دعویٰ جو ماہ ستمبر میں بہشتی زیور کے متعلق کیا تھا صحیح اور بالکل صحیح ہے۔ یعنی عورتوں کے پڑھنے کے قابل کجا سمجھدار مرد کے زیر مطالعہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی اھ گو اس دعوے کا کاذب ہونا بیان کیا جاچکا ہے مگر وہ بیان ضمنی تھا۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ بالاستقلال بھی اس دعوے پر کلام کیا جاوے۔ سو ہم کہتے ہیں کہ مولانا روم قدس سرہٗ اور اونکی مثنوی کی عظمت وجلالت شان سے مسلمان ناواقف نہیں ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ مثنوی کا اصل مقصود تہذیب اخلاق ہے نہ کہ تخریب اخلاق۔ مگر باایں ہمہ اسمیں شرمناک حکایات ومضامین موجود ہیں۔ نمونہ کے لئے اس کے بعض اشعار نقل کرتا ہوں۔ (باقی آیندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بقیہ مضمون تتمۂ سادسہ تنبیہات متعلق ظل صفحہ

(از مجلس خیر از شعبہ ادست)

اطلاع متعلق انتظام مجلس خیر

مجلس خیر جو مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے متعلق کئی سال سے قائم ہے جس کا مقصود اعظم حضرت مرشدنا و مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی تصانیف ہو مواعظ و ملفوظات یا ان کے منظور کردہ رسالوں کے مسودوں کو اس قابل بنا دینا ہے کہ اگر کوئی صاحب چھاپنا چاہیں تو ان کو صاف و تصحیح شدہ مسودہ تیار ملجاوے یہ کام بہت اچھی طرح ابتک چلتا رہا اور بہت سے مسودے اسی طرح صاف اور تصحیح کرا کے جمع کیے گئے۔ مگر چونکہ ابتک ان میں سے بعض کثیر کا کوئی خریدار نہیں ہوا اور وہ بعینہ مجلس میں موجود ہیں اسلیے جو رقم مجلس میں اول وقف ہوئی تھی وہ سب مع دیگر متفرق رقوم کے ان مسودوں میں لگ کر ختم ہو گئی۔ لہذا اب بوجہ عدم گنجائش کے اس میں کچھ ترمیم کیگئی ہے جسکی تفصیل ذیل میں ہے۔ اور ان میں سے بعض کام بوجہ گنجائش نہ ہونے کے بند بھی کر دیئے گئے ہیں۔ لہذا ناظرین دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ اس کار خیر کو جاری فرماویں۔ جو مسودے اس وقت مجلس میں موجود ہیں ان کی فہرست مع ان کے مصارف کے ذیل میں درج کیجاتی ہے تاکہ اطلاع یابی پر اگر کوئی صاحب مالک مطبع یا دوسرے ذی ثروت اشخاص خرید فرما کر طبع فرمانا چاہیں تو ان کو اشاعت دین کا ثواب ملے اور ان مسودوں کی رقم مجلس میں آجاوے تو جو کام توکلاً علی اللہ باوجود عدم گنجائش بوجہ ان کے نا مکمل ہونے کے جاری رکھے گئے ہیں ان میں مدد ملے۔ اعلان خریدار صاحبان کو اس امداد کا بھی ثواب ملے

فہرست موجودات مجلس خیر

نمبر (الف) وہ مسودے جن پر نظر ثانی حضرت والا کی ہو چکی طبع کیلئے صرف انکی نقل کرانا باقی ہے

مسودات مواعظ

نام کتاب	تعداد صفحات	خلاصہ مضمون
خیر العبور	[illegible]	سفر نامہ گورکھپور مجموعہ ملفوظات و واقعات
حق الاطاعۃ	[illegible]	وعظ واطیعوا اللہ و رسولہ الآیۃ۔ اطاعت کے سچے طریقے
الدین الخالص	[illegible]	وعظ قل انی امرت ان اعبد اللہ مخلصا الآیۃ اخلاص کا بیان۔
عضل الجاہلیۃ	[illegible]	وعظ یا ایہا الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء الآیۃ۔ عورتوں کے حقوق میں کوتاہی کا بیان
نداء رمضان	[illegible]	وعظ یا باغی الخیر اقبل الحدیث۔ رمضان کی فضیلت
وحدت الحب	[illegible]	وعظ اللہم اجعل حبک احب الاشیاء الی الحدیث حب الٰہی کا بیان۔
شعب الایمان	[illegible]	وعظ ان المسلمین والمسلمات الآیۃ۔ فروع ایمان کا بیان
الوقت	[illegible]	وعظ والعصر۔ وقت کے حقوق
شعبان	[illegible]	وعظ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ الآیۃ۔ فضائل شب برات۔
الصیام	[illegible]	وعظ من صام رمضان ایمانا الحدیث مغفرت ذنوب کا وعدہ کس روزے پر ہے

نام کتاب	تعداد صفحات	خلاصہ مضمون
الفطر	[illegible]	وعظ انما یوفی الصابرون اجرہم احکام عید الفطر
مقالات حکمت حصہ ہشتم دعوات	[illegible]	ملفوظات
احسان الاسلام	[illegible]	وعظ بلی من اسلم وجہہ للہ الآیۃ۔ احسان کا بیان
عود العید	۱۵	وعظ لن ینال اللہ لحومہا۔ خود حضرت والا نے قلم کا ضبط کردہ قربانی کا مختصر بیان۔
شکر المثنوی	[illegible]	وعظ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ الآیۃ۔ یہ وعظ خاص شدہ بالکل تیار ہے

تسہیل المواعظ

نام کتاب	تعداد صفحات	خلاصہ مضمون
اصلاح کا آسان طریق	[illegible]	وعظ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا الآیۃ۔
اخیر عشرہ کے احکام	[illegible]	وعظ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن الآیۃ۔
صوم وعید کی تکمیل	[illegible]	وعظ شہر اولہ رحمۃ الحدیث
گناہ کی صفات طبعیہ	[illegible]	وعظ تقیم ما کانت الاعین الآیۃ
الصفا [illegible]	[illegible]	وعظ ولقد نعلم انک یضیق صدرک [illegible]

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہلِ حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹائٹل کے اڑھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ یہ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے عہ کا وی پی ہوگا۔ امسال ۱ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجدیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۳ھ سے بھیجے جاویں گے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرماکر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رجسٹرڈ نمبر [illegible]

۹۶-

فَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ تَعَالَىٰ

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

اللهم انفعني بما علمتني وعلمني ما ينفعني ... كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علينا رواه الشيخان

امتثالاً للآیہ کہ دال است بر مطلوبیت ازدیاد علوم و اداءً للحدیث کہ دال است بر مندوبیت قصد از

فصل و ارشاد صحیفہ شہریہ معنونہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و

ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مد ظلہ است با جلالہ از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است

لقب صحیفہ شہریست بہ ترکیب نام نامی شیخ و خامساً الاستفسارات از تحقیقات دائرہ خیر الفضل

عدد (۵)	بابت ماہ ربیع الاول [illegible] ہجری	جلد (۲)

باہتمام ادارۃ الاحقر ظفر احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

ایں صحیفہ کامدیش اسداد ام | یافت نام امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۲ھ

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا ۔ (مدیر رسالہ)

وجوہ باطل اور دوسری شق پر یہ معنی ہوں گے کہ کوئی تحریر یا کتاب صرف اسلئے غیر معتبر ہوتی ہے کہ اسمیں اوسکے دعاوی کے دلائل وغیرہ نہیں ہیں۔ اور یہ معنی بوجوہ باطل ہیں۔ کیونکہ متون فقہیہ اکثر بلکہ تقریباً کل کے کل ایسے ہی ہیں۔ جن میں دلائل کا نام ہی نہیں۔ بلکہ دعاوی مجردہ لکھے ہوئے ہیں اور کیوں جائے خود معترض ہی کی تحریر کو دیکھ لو۔ کہ اسمیں دعاوی مجردہ موجود ہیں۔ اور انکی کوئی دلیل نہیں بیان کی۔ چنانچہ ایک دعویٰ زیر بحث ہی ہے جسکے لئے معترض نے کوئی دلیل نہیں بیان کی اس لئے خود اسکے تسلیم کردہ اصول سے اسکی تحریر نامعتبر ہونی چاہئے حاصل یہ ہے کہ یہ دعویٰ بالکل لغو اور بے معنی ہے۔ اور کسی تحریر یا تقریر کے غیر معتبر ہونے کا صحیح معیار یہ ہے کہ اسکے بیانات خلاف واقع ہوں خواہ اسمیں دلائل موجود ہوں یا نہوں۔

(۲) انھوں نے لکھا ہے۔ وہ کتاب کبھی غیر معتبر نہیں ہوسکتی۔ جسنے اپنی صحیح اسناد کا ذکر کردیا ہو یا حوالہ دیدیا ہو اھ اس عبارت میں ہم نہیں سمجھتے کہ اسناد سے کیا مراد ہے آیا وہ جسے محدثین اسناد کہتے ہیں یا مطلق متمسک بہ۔ خواہ وہ دلیل ہو یا حوالہ کتاب وغیرہ۔ پھر معلوم نہیں کہ صحیح سے کیا مراد ہے۔ آیا مطابق للواقع یا کچھ اور پھر اگر اسکے معنی مطابق للواقع ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اسوقت اس عبارت کے کیا معنی ہونگے اس صورت میں (یعنی بصورت کہ اسناد صحیح) اگر اسکا دعویٰ غیر مطابق للواقع ہوگا تو وہ غلط ہے اھ۔ اور باینہمہ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ اس سواسطر کے اضافہ سے معترض نے کیا فائدہ حاصل کرنا چاہا ہے۔ غرض کہ عبارت مذکورہ سراسر مہمل اور بے تکی ہے۔

(۳) انھوں نے لکھا ہے ہمکو یقین تھا کہ وہ فاضل جسنے دوسری کتابوں کے پایہ کو صرف اس وجہ سے گرادیا ہے کہ وہ معتبر یا مستند نہیں ہیں خود اپنی کتاب کو معتبر یا مستند بنانے کی کوشش کریگا اھ۔ یہ عبارت بھی سراسر لغو اور بے معنی ہے۔

(۴) انھوں نے لکھا ہے لیکن جیسا ہم آگے چلکر بتائینگے (شاید قیامت میں بتائیں) کثرت سے ایسی باتیں ہیں۔ جنمیں سند تو سند واقفیت تک نہیں ہے۔ اھ۔ اس عبارت میں بھی سند کا لفظ واقع ہے۔ اور معلوم نہیں کہ سند سے مصطلح محدثین مراد ہے یا مطلق متمسک بہ خیر خواہ سند محدثین مراد ہو۔ یا مطلق متمسک بہ۔ بہشتی زیور میں اسناد کا نہ ہونا اسکو ہرگز

پایۂ اعتبار سے نہیں گر سکتا۔ کیونکہ علماء کی بکثرت کتابیں بہشتی زیور کے انداز کی ہیں۔ کہ ان میں نفس مسائل مذکور ہیں۔ اور اسناد کا نام بھی نہیں حالانکہ انکو کوئی غیر معتبر نہیں کہہ سکتا۔ رہا یہ امر کہ بہشتی زیور میں بکثرت ایسی باتیں ہیں جنمیں واقعیت تک نہیں۔ یہ سراسر جھوٹا دعویٰ ہے جب وہ اسکو ثابت کرینگے اسوقت ہم اسکا کذب ثابت کردینگے۔

(۵) انھوں نے لکھا ہے کہ ہمارا یہ منشا نہیں کہ تمام وہ اقوال و مسائل جنکو ذکر کیا ہے سب کی سندیں ذکر کرنی تھیں لیکن کم سے کم وہ مسائل جو حضرات فقہا میں مختلف فیہ ہیں ان میں کوئی فیصلہ کرنیکے قبل اپنے دلائل اور اسناد ذکر کردینا تھا اھ۔ خدا جانے ان حضرات کی عقلونکو کیا ہوگیا ہے کہ وہ موٹی سے موٹی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ان سے کوئی پوچھے جب مطلق کتاب کے معتبر ہونے کے لئے اسناد کا ہونا ضروری تو پھر اسکے کیا معنی ہیں کہ ہمارا منشا یہ نہیں ہے کہ تمام وہ اقوال و مسائل جنکو ذکر کیا ہے سب کی اسناد ذکر کرنی تھیں کیا یہ سراسر تناقض کلام نہیں۔ پھر مختلف فیہ اور غیر مختلف فیہ مسائل میں کیا فرق ہے۔ کیونکہ اگر جاہلوں کو دلائل کا سمجھنا ضروری ہے تو انکو تو نہ مختلف فیہ مسائل کے دلائل معلوم ہیں اور نہ غیر مختلف فیہ کے۔ اور اگر اہل علم کے لئے دلائل کی ضرورت ہے تو دلائل کتب مطولہ میں موجود ہیں وہ خود تلاش کرسکتے ہیں۔ اور اگر کسی مسئلہ میں شبہ رہے تو مصنف سے دریافت کرسکتے ہیں۔ اور اگر مصنف سے دریافت کرنا ممکن نہو تو دیگر علماء سے تحقیق کرسکتے ہیں پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس فرق کی کونسی وجہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر معترضین بھی جانتے ہیں کہ بہشتی زیور ناقص عقل اور چھوٹی عقل والی عورتوں اور دوشیزہ لڑکیوں کیلئے لکھی گئی ہے۔ بھلا وہ ان دلائل کو کیا سمجھیں گی جن میں خود علماء حیران ہیں۔ اور اسلئے وہ ایک حکم پر اتفاق نہیں کرسکتے۔ پھر ایسی حالت میں یہ اعتراض کرنا کہ بہشتی زیور میں دلائل نہیں ہیں۔ اور اس لئے اسکو غیر معتبر ٹھہرانا کیا جنوں کی صریح دلیل نہیں ہے اور کیا اس سے سمجھ میں نہیں آتا کہ حسد و عداوت نے انکی عقلوں پر پردے ڈالدئے ہیں۔

(۶) انھوں نے لکھا ہے۔ ورنہ پھر اس کتاب میں اور ان کتابوں میں جنکو معتبر کہا جاتا ہے کیا فرق ہوگا اھ مسلمانوں کیا یہ کھلا ہوا عناد نہیں ہے کہ بہشتی زیور کو صرف اس بنا پر کہ

۳۸

اسمیں مذکور نہیں کئے گئے۔ ان کتابوں کی برابر بنایا جاتا ہے جس میں بکثرت غلط مسئلے۔ جھوٹی روایتیں اور بے سروپا افسانے۔ شرک و بدعت کی تعلیمات درج ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۷) انھوں نے لکھا ہے۔ مثلاً نوافل بعد وتر اسمیں سخت اختلاف ہے۔ بعض لوگ بیٹھکر پڑھنا مسنون لکھتے ہیں بعض کھڑے ہوکر۔ ان سے کوئی پوچھے کہ بعض لوگ بیٹھکر پڑھنا مسنون لکھتے ہیں اور بعض کھڑے ہوکر۔ یہ تو سخت اختلاف ہوا۔ اب ذرا یہ بھی بتلا دیجئے کہ اگر نفس اختلاف ہوتا تو کیا ہوتا۔ وہ شاید یہ ہوتا کہ سب بیٹھکر پڑھنا مسنون لکھتے یا سب کھڑے ہوکر پڑھنا مسنون کہتے۔ لا حول ولا قوۃ۔ مسلمانو یہ ہے انکی وہ بضاعت مزجاۃ جسپر وہ حضرت مولانا مدظلہم العالی سے فاضل اجل کا مقابلہ کرنے کھڑے ہوئے ہیں۔ اب اگر ہم مسلمانوں کی حفاظت کیلئے ان کی تلبیسات و تدلیسات کی بخیہ اُدھیڑتے ہیں۔ تو ہم سے شکایت ہوتی ہے کہ ہمیں یہ کہا۔ ہمیں وہ کہا۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے۔ تم سے کسنے کہا تھا کہ حق کا معارضہ کر کے گمراہی پھیلاؤ۔ آخر کیا ہم لوگوں کو گمراہ ہونے دیں۔ اور تمھاری حالت کا کچا چٹھا انکے سامنے پیش نکریں۔

۳۹

(۸) انھوں نے لکھا ہے۔ اسمیں مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں "نفل نماز بیٹھکر پڑھنا بھی درست ہے لیکن بیٹھکر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اس لئے کھڑے ہوکر پڑھنا بہتر ہے۔ اسمیں وتر کی بعد کی نفلیں بھی آگئیں"۔ ابھی ہم یہ نہیں ثابت کرتے ہیں کہ یہ نفلیں بیٹھ ہی کے پڑھنا چاہئے۔ یا کھڑے ہوکر۔ لیکن اس میں اور اسی طرح اور بہت سے مسائل میں ایسا حکم دینا جو بغیر کسی سند کے ہو خود مولوی صاحب کے اصول سے کتاب کی قیمت کو گھٹاتا ہے اھ۔ یہاں تو حضرت مولانا روم قدس سرہٗ کا یہ مصرع۔ خیرہ ام در چشم بندی خدا۔ بیساختہ ہماری زبان سے نکلتا ہے کیونکہ حضرت مولانا نے جو وتر کے بعد کی نفلوں کے کھڑے ہوکر پڑھنے کو افضل تحریر فرمایا ہے۔ تو اسکے ساتھ ہی اسکی دلیل بھی لکھدی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ وہ نوافل ہیں اور مطلقاً و بلا تخصیص نوافل کے بیٹھکر پڑھنے کا آدھا ثواب ہے۔ تو وتر کے بعد کی نفلوں کو بیٹھکر پڑھنے میں بھی آدھا ثواب ملیگا۔ اور جب صورت یہ ہے تو کھڑے ہوکر پڑھنا لامحالہ افضل ہوگا۔ لیکن انکو یہ دلیل نہیں دکھلائی دیتی اور وہ کہتے ہیں کہ مولانا نے بے سند حکم دیا کیوں مسلمانو۔ کیا اب بھی انکے معاند ہونے میں کچھ شک ہو سکتا ہے۔ اور دیکھے وہ کہتے ہیں کہ مسئلہ نوافل بعد وتر اور اسی طرح بہت سے مسائل میں

ایسا حکم دینا جو بغیر کسی سند کے ہو خود مولف صاحب کے اصول سے کتاب کی قیمت کو گھٹاتا ہے بیاعث اسمیں انھوں نے ایک غلط اصول کو حضرت مولانا کی طرف منسوب کیا ہے۔ یعنی یہ کہ اگر کسی کتاب میں مسائل لکھے جائیں اور انکی اسناد نہ بیان کی جائیں تو اس سے کتاب کی قیمت گھٹجاتی ہے۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ ذرا بتلائے تو سہی مولانا نے یہ اصول اپنی کس کتاب میں لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ ان لوگوں کو نہ جھوٹ بولتے ہوئے شرم آتی ہے نہ بہتان باندھتے ہوئے عار آتی ہے۔ نہ دوسروں کے کلام میں معنوی تحریف کرنے سے انکو تنزل ہوتا ہے۔ نہ دعاوی کاذبہ سے انکی طبیعت میں جھجک پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر غضب یہ کہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے بہشتی زیور کی تردید کسی بغض کی وجہ سے یا کسی فلاح کی توقع پر نہیں کی۔ بلکہ ان ناپاک جراثیم کے مٹانے کے لئے کی ہے جو اس قسم کی کتابوں سے قوم میں پھیل رہے ہیں۔ اھ۔ بھلا کون اتنا بے وقوف ہوگا جو ان واقعات کو دیکھکر بھی اس دعوے کو صحیح مان لیگا۔ بجز اسکے جو خود معترضین کی طرح لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے اور انکار بدیہیات میں نہایت بیباک ہو۔

تحقیق (۸)

النظامیہ بابت ماہ نومبر ۱۹ء صفحہ ۲۲ میں بذیل سُرخی بہشتی زیور ص۱ لکھا ہے۔ تھوڑی دیر کو مان لو کہ مردوں کے مخصوص امراض بہشتی گوہر میں مذکور ہیں جسکی طبقہ رجال کے سبب لئے خصوصیت ہے لیکن جس کتاب کی تالیف دینی ضروریات پورا کرنیکے لئے ہو۔ اسمیں خانگی خانہ داری کی ضروریات اسطرح پوری کی جاتی ہیں۔ نان پاؤ بنانے کی ترکیب۔ دال خطائی کی ترکیب۔ تلنجم کا اچار بسنت دن رہنے والے کا بیان ہوتا ہے۔ پھر بہشتی زیور پڑھکے تمباکو بنانا کپڑے رنگنا۔ صابون بنانا۔ کپڑا اچھا پنا۔ لکھنے کی روشنائی بنانا۔ پوسٹ آفس کے قواعد۔ اور کچھ قانونی احتیاطیں۔ معلوم کیجے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اسقاط حمل کی تدبیریں۔ کشتہ جات بنانے کی ترکیب۔ بال اگانا۔ بال جمانا۔ سب معلوم کیجیے۔ بیشک اس قسم کے بیانات سے مصنف کی واقفیت عامہ کا تیقن تو ضرور ہوتا ہے اور پھر کتاب بھی کثرت سے شائع ہوگی؟

۴۰

لیکن وہ کتاب جو دینی ضروروں کی مشتمل ہو ہمیں اس قسم کے بیہودہ ہات لکھا سکتے ہوتے
ہیں۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔

تنقید

ناظرین آپ نے یہ تو دیکھا ہوگا کہ معترض نے کہا ہے کہ تھوڑی دیر کو مان لو کہ مردوں کے
مخصوص امراض بہشتی گوہر میں مذکور ہیں جسکی طبقہ رجال کے ساتھ خصوصیت ہے الخ۔ مگر
شاید آپ نے اسکا منشاء نہ سمجھا ہو لیجئے ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ معترض نے تتمہ تنقید کے پرچہ
میں حضرت مولانا مدظلہم العالی پر اعتراض کیا تھا کہ انہوں نے بہشتی زیور میں عورتوں کو مردوں کے
مخصوص امراض پر توجہ دلائی ہے۔ اور یہ ایک کھلا ہوا افترا تھا۔ اس لئے کسی صاحب نے
انکو تنبیہ کیا ہوگا۔ اور کہا ہوگا کہ مردوں کے مخصوص امراض بہشتی گوہر میں ہیں۔ جو کہ مردوں کے
ساتھ مخصوص ہے۔ اور عورتوں کو اس سے تعلق نہیں۔ لہذا آپکا یہ دعوی بالکل کاذب
اور کھلا ہوا بہتان ہے۔ پس معترض اس تنبیہ کرنے والے کو جواب دینا چاہتا ہے اور کہتا ہے
کہ تھوڑی دیر کو مان لو الخ۔ جب یہ امر معلوم ہو چکا تو اب آپ ان کے لفظ تھوڑی دیر کو
مان لو پر غور کیجئے۔ کہ اسکا کیا مفہوم ہے۔ یہ ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جبکہ مقابل کی بات
کو صرف اسلئے تسلیم کیا جاتا ہے کہ اسکو پورے طور پر خاموش کیا جاوے اور واقع میں قبول
کرنے سے انکار ہوتا ہے۔ اس لئے عبارت مذکورہ کے معنی یہ ہوئے کہ واقع میں تو ایسا
نہیں ہے کہ مردوں کے مخصوص امراض بہشتی گوہر میں مذکور ہوں جسکی طبقہ رجال کیساتھ
خصوصیت ہے لیکن ہم اپنے مقابل کی خاطر سے تھوڑی دیر کیلئے مانتے ہیں کہ ایسا ہے الخ۔
اب ناظرین ہمیں بتلائیں کہ اس سے زیادہ حق پوشی اور انکار بدیہیات اور عناد و لداد کی کوئی
نظیر ہو سکتی ہے۔ اور کیا ایسی حالت میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ طالب حق ہیں اور ان کا
مقصود اصلاح ہے نہ کہ بغض و عناد وغیرہ۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عاقل منصف ایسا کہہ سکیگا
اب اگر ہم یہ کہیں کہ وہ معاند ہیں اور اپنے عناد کو جھوٹے دعووں اور ابلہ فریب تقریروں سے
چھپانا چاہتے ہیں تو کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ اور کسیکو مجال ہے کہ وہ ہمیں الزام دے کہ تم نے

ایسا کیوں کہا ۔ ہرگز نہیں ۔ اچھا اب یہ سُنئے کہ جب معترض صاحب نے یہ دیکھا کہ ہماری یہ بابت کہ بہشتی زیور میں مولانا نے عورتوں کو مردوں کے مخصوص امراض پر توجہ دلائی ہے ۔ جانتے ہو سامنے پاؤں نہ جمینگی تو انھوں نے اونکے بہکانے کے لئے دوسری چال چلی ۔ اور کہا کہ اسمیں امورِ خانہ داری وغیرہ وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے جو کہ ایک ایسی کتاب کے لئے ناموزوں ہے جو کہ دینی ضرورتوں کی مشتمل ہو ۔ اس بیان سے اوّل تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتک دینی ضرورتوں کے معنی ہی نہیں سمجھے ۔ اور وہ دینی ضرورتیں صرف نماز روزہ وغیرہ ہی کو سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ دین کا انحصار اسمیں نہیں ہے بلکہ جو کام بھی خدا کی مرضی کے موافق اور اوسکی خوشنودی کے لئے کیا جاوے وہ دین میں داخل ہے ۔ پس اگر کوئی عورت اس لئے کپڑا رنگتی ہے کہ میں پہنکر اپنے شوہر کو خوش کروں جسکا خوش کرنا شرعاً مطلوب ہے تو وہ سراسر دین ہے ۔ اور جو عورت نان خطائی یا شلجم کا اچار یا نان پاؤ اس لئے بناتی ہے کہ میں اپنے شوہر کو خوش کروں اور اوسکو میری خوش سلیقگی معلوم ہو کر مجھسے محبت ہو اور وہ مصالح شرعیہ جو اتفاق و تحابِ زوجین سے وابستہ ہیں باحسن وجوہ انجام پائیں یہ فعل اسکا ہرگز دنیا نہیں ہے بلکہ سراسر دین ہے اور اگر کوئی تمباکو یا صابون یا روشنائی اس غرض سے بنائے کہ میں اسکے ذریعے اکلِ حلال پیدا کروں اور اپنے متعلقین کا نفقہ و جبہ ادا کر سکوں ۔ یہ فعل اسکا سراسر دین ہے ۔ اور ہرگز اسکو دنیا نہیں کہہ سکتا ۔ اور پوسٹ آفس کے قواعد اگر اس غرض سے معلوم کئے جائیں کہ حقوق العباد کا بار ہماری گردن پر نہ ہو تو یہ ہرگز دنیا نہیں ہے بلکہ دین محض ہے ۔ علی ہذا اگر قانونی احتیاطیں بغرض شرعی عمل میں لائی جائیں تو انکو ہرگز دنیا کہنا صحیح نہیں ہے پس یہ ثابت ہوگیا کہ ان امور کو دینی ضروریات سے خارج کرنا معترض کی دین سے ناواقفیت یا اسکی عناد صریح کا نتیجہ ہے ۔ اور بہشتی زیور میں انکا ہونا ہرگز اسکے موضوع کے خلاف نہیں ہے ۔ ہمیں سخت افسوس ہے کہ معترض نے حصہ ہشتم بہشتی زیور میں نان خطائی وغیرہ کی ترکیبیں وغیرہ تو دیکھ لیں مگر اسکے دیباچہ سے آنکھیں بند کرلیں جس میں ان امور کا دینی ضروریات میں داخل ہونا اجمالاً ثابت کیا گیا ہے ۔ علیٰ ہذا جس نے حصہ نہم میں اسقاطِ حمل کی تدبیریں (یعنی اگر کسیکا حمل گرجائے تو اوسکو اپنے تندرست رہنے کے لئے کن تدبیروں کو کام میں لانا چاہئے) تو دیکھ لیں مگر اس نے اسکے مقدمہ سے آنکھ بند کرلی

۴۲

جسمیں ان امور کا دینی ضروریات میں داخل ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ بعلا ایسی حالت میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ فی الحقیقت انکا مقصود اصلاح ہے اور انکا بیان انما نحن مصلحون۔ اور ان بارونالان کہنے کے قبیل سے نہیں ہے۔ ہرگز نہیں۔ اے ہٹ دھرم اور جاہ پرست معترضو کیا تمہارے بزرگوں نے عمر بھر کفریات فلاسفہ یونان کی خدمت نہیں کی۔ پھر کیا تم یہ کہو گے کہ وہ عمر بھر دنیا میں منہمک رہے یا یوں کہو گے کہ اس اشتغال سے اونکا مقصود دین تھا۔ اس لئے یہ اشتغال انہماک فی الدنیا نہ تھا۔ پس جبکہ زندقہ اور الحاد میں اشتغال ایک حیثیت سے ضروریات دین میں داخل ہو سکتا ہو تو نان خطائی وغیرہ کی ترکیبیں و اشیاء دنیائے محضہ کیسے ہو سکتی ہیں۔ نیز بتاؤ کیا تم نے قرآن میں کلوا واشربوا۔ اور یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ وغیرہ وامر نہیں پڑھے۔ پھر کیا تم انکو بھی دنیوی احکام قرار دیکر قرآن کو نعوذ باللہ ناقابل مطالعہ دید وغیرہ قرار دو گے۔ نیز کیا تمنے قرآن میں قصص موسیٰ و فرعون و یوسف و زلیخا وغیرہ نہیں پڑھے۔ تو کیا تم قرآن کریم کو کفار کی طرح ان ہذا الا اساطیر الاولین۔ کہو گے اور کیا تم کتب حادیث میں کتاب الصعب وغیرہ دیکھکر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شبہ کرو گے۔ خدا کے لئے اپنی بیجا مخالفتوں سے باز آؤ۔ اور حضرت مولانا مدظلہم العالی پر ایسے اعتراضات نکرو۔ جن کا اثر قرآن کریم اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و نیز خود تمہارے بزرگوں تک پہنچتا ہے۔ تم اس سے دھوکا نہ کھانا کہ لزوم کفر کفر نہیں ہے۔ التزام کفر ہے۔ کیونکہ یہ اوسوقت ہے جبکہ لزوم کا علم نہ ہو لیکن جبکہ بدلائل قاہرہ لزوم ثابت ہو جاوے یا بذریعہ ثابت ہو تو پھر لزوم نہیں رہتا۔ بلکہ التزام ہو جاتا ہے۔ تم حق کی مخالفت کرکے جاہ چاہتے ہو۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس سے جاہ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ اسکا صحیح رستہ انقیاد للحق ہے اور کچھ نہیں۔ آپ اپنے بزرگوں کو دیکھ لیں کہ اونکو جاہ کس طریقہ سے حاصل ہوا تھا۔ آیا دینداری علم اور انقیاد للحق سے یا اہل حق کی بیجا مخالفتوں اور قرآن و حدیث پر ناپاک حملوں سے۔ پس تم اونسے سبق حاصل کرو۔ اور اونکی روش کو نہ چھوڑو۔ ورنہ بحکم لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم۔ دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب عظیم کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خیر یہ تو استطرادی گفتگو تھی۔ اب ہم تھوڑی دیر کے لئے فرض محال کے طور پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نان خطائی کی ترکیب صابون بنانے کی ترکیب وغیرہ

دنیوی امور ہیں۔ اور دینی ضروریات میں داخل نہیں ہیں۔ لیکن کم سے کم یہ امور مباح ہیں جو کہ دین کے خلاف نہیں اور صلاح معاش سے تعلق رکھتی ہیں۔ پس اگر ایک ایسی کتاب میں جسکا اصل مقصد ضروریات دین کا تکفل ہو استطراداً بعض ایسے امور کا بھی ذکر کر دیا جاوے جنکا تعلق صلاح معاش سے ہے تو اسمیں کیا قباحت ہے۔ کیا بہت سی کتابوں میں استطراداً ایسی مباحث نہیں آگئے ہیں جو اصل مقصود کا جزو نہیں۔ مثلاً کیا کتب منطق میں الفاظ کی بحث نہیں ہے اور کیا ان میں مباحث فلسفیہ نہیں ہیں اور عمدۃ الرعایہ کے مقدمہ میں مولوی عبدالحی صاحب نے نبی و دیگر علماء کی تصانیف کی فہرستیں نہیں لکھیں جو کہ مقصود حاشیہ کا جزو نہیں ہو سکتیں۔ تو کیا ان کتابوں پر بھی وہی اعتراض ہے جو بہشتی زیور پر ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر کیوں نہ کہا جاوے کہ آپ لوگوں کا مقصود اصلی حضرت مولانا کی جاہ پر حملہ کرنا اور اصلاح دین کو ضرر پہنچانا ہے اور کچھ نہیں۔ خیر اسکو بھی جانے دیجئے۔ اچھا یہ بتلائیے کہ ان ترکیبوں وغیرہ سے کون سے ناپاک جراثیم ملک میں پھیلتے تھے جنکے مٹانے کے لئے آپنے ان پر اعتراض کیا ہے۔ انشاء اللہ آپ قیامت تک اسکا جواب نہیں دیسکتے۔ تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ ناپاک جراثیم کے مٹانے کا عذر سراسر فریب ہے جو کہ تحصیل اغراض نفسانیہ کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ آخر میں ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ انھوں نے لکھا ہے کہ بیشک اس قسم کے بیانات سے مصنف کی واقفیت عامہ کا یقین تو ضرور ہوتا ہے اور پھر کتاب بھی کثرت سے شائع ہو سکتی ہے ھ۔ یہ وہ زہریلے فقرے ہیں جنمیں کہ یہ حضرت مولانا پر الزام لگایا گیا ہے کہ بہشتی زیور میں نان خطائی وغیرہ کی ترکیبیں اور دیگر اس قسم کے نسخے درج کرنے سے مولانا کا مقصود لوگوں کو اپنی واقفیت عامہ کا یقین دلانا اور کتاب کے شیوع میں مدد لینا ہے جسکا حاصل حب جاہ ہے۔ اسکے جواب میں ہم اونسے وہی کہتے ہیں جو حق سبحانہ نے مخالفین معاندین کے جھوٹے دعووں کے مقابلہ میں اپنے رسول کو کہنے کا حکم دیا تھا اور کہتے ہیں۔ فاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ فقط

تحقیق (۹)

النظامیہ بابت ماہ فروری سنہ میں ایڈیٹر کا ایک مضمون بعنوان ہمارا نیا سال شائع ہوا ہے۔

کر دی لکھا ہے۔ النظامیہ کے مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ عقائد و خیالات میں جو غلطیاں اور خرابیاں ملک میں پیدا ہوگئی ہیں ان کا حتی الوسع انسداد کرنا۔ اس اہم مقصد کے حصول کیلئے ہم نے النظامیہ میں ستمبر سے ایک خاص سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ بہشتی زیور پر دوستانہ و ہمدردانہ انتقاد جو ہم نے شروع کیا ہے وہ کسی بغض و عناد یا کسی فلاح کی توقع سے نہیں ہے بلکہ محض ان ناپاک جراثیم کے مٹانے کے لئے ہے جو اس قسم کی کتابوں سے ملک میں پھیل رہے ہیں۔ ہم پر اور ہمارے بزرگوں پر طعن و تشنیع بھی ہوئے۔ گالیاں بھی دی گئیں۔ بہت سے حضرات نے یہ بھی لکھ دیا کہ النظامیہ کے رجسٹر خریداران سے ہمارا نام کاٹ دو۔ ہمارے پرچہ کو بدنام کرنے کی بھی کوشش کی گئی لیکن ہم نے اس مقصد سے صرف اس وجہ سے اعراض نہیں کیا کہ ہمارا مقصد اصلاح ہے افساد نہیں۔ گو کہ اس بحث کی وجہ سے ہمکو تھوڑا مالی نقصان بھی گوارا کرنا پڑا۔ اور آئندہ بھی پڑیگا لیکن الحمد للہ ہمارے مؤیدین زائد اور مخالفین غیر مالیعتد بہ ہیں۔ ضیا پاش بورنے جو ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے اس سے ہمکو توقع ہے کہ اس حقیر مالی نقصان کی عنقریب تلافی ہو جائیگی جبتک خدا کو منظور ہے النظامیہ جاری رہیگا۔ وہ کمزور ہستیاں جو ہیئی علمی النظامیہ میں منطقی سے بھی چھپگیا ہے کم مائیگی سے ہمارا معقول جواب نہیں دیسکتیں۔ اور اس قسم کا جواب دیتی ہیں۔ ضرور اس امر میں ہمیشہ قابل ملامت رہینگی کہ انھوں نے النظامیہ کا وہ جواب دیا جو کبھی شریفانہ اور مہذب نہیں کہا جاسکتا۔ ۱ھ

تنقید

اسمیں متعدد امور قابل بحث ہیں۔

(۱) انھوں نے کہا ہے۔ النظامیہ کے مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ بھی ہے۔ کہ عقائد و خیالات میں جو غلطیاں اور خرابیاں ملک میں پیدا ہوگئی ہیں ان کا حتی الوسع انسداد کرنا ۱ھ۔ جن لوگوں نے النظامیہ کی ان تحریرات کو جو اس مقصد کی تکمیل کے لئے شائع کی گئی ہیں اور ہماری ان تنقیدات کو جو ہم نے ان پر کی ہیں دیکھا ہے۔ ان کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اڈیٹر کا یہ بیان سراسر غلط ہے اور اس سے مسلمانوں کو دھوکا دینا مقصود ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ النظامیہ کے اہم مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ ہے کہ علماء ربانی کی غیر متزلزل جاہ کو افترارات اور غلط بیانیوں کے ذریعہ سے صدمہ

پہنچا کر انکی جگہ خود لیں۔ اور مسلمانوں کو صحیح دین سے ہٹا کر گمراہی میں مبتلا کریں۔ اسی بناء پر ان حضرات نے صحابہؓ کے اس عقیدہ منصوصہ کو جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے پاس ہو چکا ہے ناپاک جراثیم میں داخل کر کے اسکے مٹانے کی کوشش کی۔ جیسا کہ آئندہ آپ حضرات کو ہمارے مکتوبات مندرجہ تحقیق ھذا بسلسلہ مکاتبت ھذا سے ظاہر ہوگا۔ اور اسی بناء پر انھوں نے بہشتی زیور کی مخالفت کی جو کہ مسلمانوں کو صحیح دین سکھاتی تھی۔ اور اسی لئے انھوں نے حضرت مولانا مدظلہم العالی پر جھوٹے اور غلط الزامات لگا کر لوگوں کو ان سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ وہ ان فیوض علمیہ و عملیہ سے محروم ہو جاویں۔ جو کہ انکو حضرت مولانا کی ذات بابرکات سے حاصل ہو چکے ہیں یا آئندہ ہو سکتے ہیں۔

(۲) انھوں نے لکھا ہے بہشتی زیور پر دوستانہ اور ہمدردانہ انتقاد جو ہم نے شروع کیا ہے وہ کسی بغض و عناد یا کسی فلاح کی توقع سے نہیں ہے بلکہ محض ان ناپاک جراثیم کے مٹانے کیلئے ہے جو اس قسم کے مضامین سے ملک میں پھیل رہے ہیں اھ۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا۔ معترض کا بہشتی زیور پر بیجا حملوں کو دوستانہ و ہمدردانہ انتقاد کہنا سراسر غلط ہے جیسا کہ ہماری تنقیدات سے یہ حقیقت خوب واضح ہو گئی ہے۔ اور تحقیقات آئندہ سے اسکا اور ظہور ہو جائیگا اور انکا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ وہ کسی بغض و عناد یا کسی فلاح کی توقع سے نہیں ہے۔ کیونکہ انکی اسی کی تحریرات سے یہ حقیقت ناقابل انکار ہو گئی ہے کہ انکو حضرت مولانا سے خواہ مخواہ کی عداوت ہے اور انکا مقصود اس سلسلہ کے جاری کرنے سے تحصیل جاہ ہے۔ اور انکا یہ کہنا کہ یہ انتقاد ناپاک جراثیم کے مٹانے کیلئے ہے یہ بھی ایک جھوٹا دعویٰ ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کے فتوٰے موجودہ اردو رسائل سے کوئی ناپاک جراثیم ملک میں نہ پھیلتے تھے۔ علیٰ ہذا اچار چٹنی کی ترکیب وغیرہ سے کوئی ناپاک جراثیم ملک میں نہ پھیلتے تھے۔ نیز صحابہؓ کے عقیدہ سے کوئی ناپاک جراثیم ملک میں نہ پھیلتے تھے۔ مگر انھوں نے ان پر اعتراض کیا اور ان کے مٹانے کی کوشش کی۔ ایسی حالت میں انکے اس دعوے کو کون عاقل تسلیم کر سکتا ہے۔ یہ امور بطور تمثیل کے پیش کئے گئے ہیں ورنہ انکے جسقدر اعتراضات ہیں ان میں سے کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انکو ناپاک جراثیم کا مٹانا مقصود ہے۔ اس لئے کہ بہشتی زیور بعونہ تعالیٰ ان تمام خرافات سے پاک ہے

۴۷۶

جن سے ناپاک جراثیم ملک میں پھیلیں۔ بلکہ خود معترضین کی تحریرات ایسے امور سے لبریز ہیں۔ جن سے ناپاک جراثیم ملک میں پھیل سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ ان میں صحابہؓ کے منصوص عقیدہ پر اعتراض کیا گیا ہے۔ جو کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجلاس سے پاس ہوچکا ہے۔ پس انکو یوں کہنا چاہئے کہ ہم نے یہ انسداد ملک میں ناپاک جراثیم پھیلانے کے لئے کیا ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا کہیں تو پھر ان کا انتظامیہ کون خریدے اور ان کو مال وجاہ کیسے حاصل ہو اسلئے انھوں نے مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے کہا کہ ہم نے یہ انسداد ملک سے ناپاک جراثیم کے مٹانے کے لئے شروع کیا ہے۔

(۳) انھوں نے لکھا ہے۔ ہم پر اور ہمارے بزرگوں پر طعن وتشنیع بھی ہوئے۔ گالیاں بھی دی گئیں۔ الی قولہ لیکن ہم نے اس مقصد سے اس وجہ سے اعراض نہیں کیا کہ ہمارا مقصد اصلاح ہے افساد نہیں اھ۔ اول تو اہل حق کا شیوہ نہیں ہے کہ وہ کسی پر بیجا طعن وتشنیع کریں یا کسی کو گالیاں دیں۔ اسلئے ہم اس بیان کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ اسکو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ کارپردازان انتظامیہ نے ہم پر سب وشتم کا جھوٹا الزام لگایا ہے۔ جیسا کہ ناظرین کو ہمارے اور ان کے مکاتبات سے ظاہر ہو جاویگا۔ لیکن اگر بالفرض کسی نے ایسا کیا ہو تو کوئی شکایت کی بات نہیں۔ کیونکہ آپ نے پہلے ان کے بزرگوں پر ناجائز حملے کئے اور غلط اتہامات لگائے۔ اس کے جواب میں انھوں نے ایسا کیا تو شکایت کیا ہے۔ رہا دعوی اصلاح۔ سو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ دعوی منافقین کے دعوے انما نحن مصلحون اور ان اردنا الا الحسنیٰ کے مشابہ ہے۔ اور اسکا جواب الا انہم ہم المفسدون وغیرہ ہے۔

(۴) انھوں نے لکھا ہے۔ گو کہ اس بحث کی وجہ سے ہمکو تھوڑا مالی نقصان بھی گوارا کرنا پڑا اور آئندہ بھی پڑیگا۔ لیکن الحمد للہ ہمارے مؤیدین زائد اور مخالفین غیر بالعتدبہ ہیں اھ۔ یہ کثرت آپ حضرات کو مال میں قارون اور جاہ میں فرعون بنا سکتی ہے لیکن آپکو عذاب آخرت سے نہیں بچا سکتی۔ پس آپ حضرات اس کثرت پر مغرور نہوں اور ما صبرہم علی النار کا مصداق نہ بنیں۔

(۵) انھوں نے لکھا ہے۔ دربار پالن پور نے جو ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اس سے ہمکو

۴۷

توقع ہے کہ اس حقیر مالی نقصان کی عنقریب تلافی ہو جاویگی اھ۔ یہ تو مسلم ہے مگر دینی نقصان جو آپ حضرات کو ہو رہا ہے اسکی تلافی تو دربار پالن پور نہیں کر سکتا۔ پھر آپکو اسکی پروا کیوں نہیں۔ اور آپ الذین اشتروا الحیوة الدنیا بالآخرة الخ کا مصداق کیوں بنتے ہیں۔

(۶) انھوں نے لکھا ہے۔ جب تک خدا کو منظور ہے النظامیہ جاری رہیگا اھ۔ یہ صحیح ہے لیکن یہ جسقدر زیادہ دنوں تک جاری رہیگا، اتنا ہی کارپردازان النظامیہ کو زیادہ دینی ضرر ہوگا۔ کیونکہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار۔ پس جسطرح مجنون کے ہاتھ میں جسقدر زیادہ عرصہ تک تلوار رہیگی، اسیقدر اسکی جان کیلئے خطرہ زیادہ ہوگا۔ یوں ہی النظامیہ جسقدر زیادہ عرصہ تک جاری رہیگا اسی قدر انکے دین کے لئے زیادہ خطرہ ہوگا۔

(۷) انھوں نے لکھا ہے۔ وہ کمزور ہستیاں جو اپنے علمی کم مائیگی کیوجہ سے ہمارا معقول جواب نہیں دیسکتیں۔ اور اس قسم کا جواب دیتی ہیں ضرور اس امر میں ہمیشہ قابل ملامت رہینگی۔ کہ انھوں نے النظامیہ کا وہ جواب دیا جو کبھی شریفانہ نہیں ہو سکتا اھ۔ ناظرین ذرا ایڈیٹر کے غیظ و غضب اور اسکی تہذیب و متانت کو بغور ملاحظہ فرماویں اور دیکھیں کہ بیگناہ ہو کر اسکو کسقدر غصہ آیا ہے اور وہ بس غصہ میں اپنی ادعائے تہذیب کو کہاں تک محفوظ رکھ سکا ہے۔ کیا اسی منہ سے یہ لوگ دوسروں پر بدتہذیبی کا الزام لگاتے ہیں۔ اور اسی منہ سے ہمارے مضامین کی النظامیہ میں اشاعت کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ جیساکہ آپکو تحقیق ۵ سے معلوم ہوگا۔ اس سے آپکو انکے دعاوی کاذبہ کی حقیقت پورے طور پر منکشف ہو سکتی ہے اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں میں انصاف و اتباع حق کی بو بھی نہیں۔

یہانتک ایڈیٹر النظامیہ کے مضامین پر تنقید ختم ہوئی۔ اور جس میں انکے اعتراضات کی نوعیت اور انکے فساد نیت اور کذب دعاوی کو اس وضاحت کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ کسی منصف مزاج اور سمجھدار شخص کو اس کے متعلق کوئی شبہ نہیں رہ سکتا۔ ان تنقیدات کے بعد ہم تحقیقات آئندہ میں ناظرین کو بہشتی زیور کی جلد ۲ کی حقیقت دکھلائیں گے جو کہ مدرسہ نظامیہ کے افسر مدرس اور انکے درجہ اجتہاد فی المذہب کے ایک عالی شان رکن کی رشک آفریں طبیعت کا نتیجہ ہے اور اس سے ناظرین کو پورے طور پر معلوم ہو جاویگا کہ جناب مولوی عبدالباری صاحب نے

باقی آئندہ

۴۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الکلام الحسن

تمہید

بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ خاکبوس آستانۂ اشرفی احقر ہیچمداں ژولیدہ بیاں عزیز الحسن عفا عنہ اللہ المنان مدعا نگار ہے کہ حق جل وعلا شانہ نے کلامِ منظوم میں ایک خاص اثر رکھا ہے بالخصوص جبکہ کہنے والا صاحب حال اور اہلِ درد بھی ہو۔ چنانچہ کسی نے نظم کی مدح میں کہا ہے ؎

ہر کہ سخن را بہ سخن ضم کند — قطرۂ از خونِ جگر کم کند
ہر کہ سخن را بہ سخن باز بست — معجزہ گر نیست کرامات ہست

یہ امر روزِ روشن کی طرح مشاہد ہے۔ کسی دلیل کی ضرورت نہیں نہ کسی کو مجالِ انکار ہے گویا نظم سے متاثر ہونا ہر شخص کا امرِ فطری ہے۔ حتیٰ کہ حضور سرورِ کائنات رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جنکی شان ارفع واعلیٰ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ہے ارشاد فرماتے ہیں ان من الشعر لحکمۃ (رواہ البخاری) دوسرے موقع پر شعر ہی کے متعلق ارشاد ہے ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح (رواہ الدار قطنی) حضور سے بعض اقسامِ اشعار کی بالتخصیص بھی مدح ثابت ہے پھر حضراتِ صحابہؓ میں بھی بکثرت شاعر تھے جنمیں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ بھی شامل ہیں کیونکہ اہلِ عرب کا تو یہ خاص مذاق ہی تھا چنانچہ حضرت حکیم الامت مرشدنا ومولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدت فیوضہم العالی نے منجانب مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون ضلع مظفر نگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے کلام کو بصورت مجموعہ مرتب بھی کرالیا ہے جو بنام کلام الملوک

مدرسہ میں غیر مطبوعہ موجود ہے۔ نیز علماء و مشائخ اور حکماء دین میں تو ہر زمانہ میں بہت کثرت کیساتھ شعراء گذرے ہیں جنکے کلام مدون و مطبوع موجود ہیں مثلاً مثنوی شریف حضرت مولانا رومی پندنامہ حضرت عطار۔ دیوان حضرت حافظ۔ کلام حضرات شیخ سعدی۔ شہیدی۔ مغربی جامی۔ نظامی۔ ثنائی۔ عراقی وغیرہ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

یہاں پر بمناسبت مقام اپنے مقصود کی تائید میں اوس مضمون کو بجنسہ نقل کرتا ہوں جو تحت قولہ تعالے الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیرا رفع الشکوک ترجمہ کتاب مسائل السلوک مصنفہ حضرت حکیم الامۃ دامت فیوضہم وبرکاتہم میں جسمیں مسائل سلوک کا ثبوت قرآن مجید سے کیا گیا ہے درج ہے۔ وہ مضمون یہ ہے۔ قولہ تعالے الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیرا روح (یعنی روح المعانی ۱۲) میں ہے کہ یہ استثنا ہے اون شعراء کا جو مومن صالح اور اللہ تعالے کا ذکر کرنے والے ہیں اور اونکے اشعار بھی توحید و ترغیب آخرت و زہد فی الدنیا وغیرہ میں ہوتے ہیں۔ اور جلیل القدر حضرات سے شعر کی مدح منقول ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا بھی ارشاد ہے کہ شعر میزان ہے عقل کی اھ مختصراً۔ اور کچھ تو بات ہے جو بڑے بڑے عارفین اور عشاق الٰہی اور بھی اکثر مقامات و احوال کو اشعار ہی میں زیادہ ظاہر کرتے ہیں اور شعر میں جو کیفیت تہییج اور تاثیر کی ہے جو کہ نثر میں نہیں اوسکا کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا اور چونکہ یہ تاثیر خود مطلوب ہے اس حیثیت سے اسکو نثر پر ترجیح ہوگی اور اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شعر کو حکمت فرمایا ہے بجز اوس نثر کے جسمیں یہ تاثیر اکثر داقوی ہو جیسے اللہ تعالے کا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام انتہی بلفظہ۔ خلاصہ یہ کہ اچھے اشعار چونکہ کیفیات مقصودہ و مطلوبہ کے پیدا کرنے میں بہت زیادہ معین ہیں اسلئے اونکے نافع دین ہونیکا کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اسی بناء پر اس فقیر حقیر سراپا تقصیر کو خیال ہوا کہ اگر رسالۃ الامداد میں ایک حصہ نظم بھی ایسا قائم کر دیا جاوے تو بہت اچھا ہے جسمیں صاحبان ذوق و شوق و اہل حال و دیگر اہل علم و نیز اہل تحقیق علماء دین کے کلام بلاغت نظام نفیس الایام میں سے بالالتزام ایسے ایسے منتخب اشعار درج کئے جانیکا انتظام ہو جو موثر بدرجۂ تام ہوں اور جنکا مطالعہ و مشغلہ مدام ناظرین خاص و عام کے مشام جاں کو معطر و عنبریں رکھے اور قلوب پہ ابر و باراں کا کام کر کے ریاض باطن میں گل افشانی کا جلوہ دکھاوے اور مردہ دلوں میں شادابی

وسیرابی پیدا کردے۔ اور رجوع الی اللہ انقطاع عن الدنیا تحصیل خشوع وخضوع وحضور قلب وصبر و
توکل زہد تقوے وغیرہا کا ذوق وشوق حاصل ہو۔ چنانچہ اپنی اس تجویز ناچیز کو حضرت بابرکت
بخدمت فیضدرجت میں پیش کیا تو حضور پُرنور نے نہایت مسرور ہو کر اسکو قبول ومنظور فرمایا
اور اس سراپا قصوری کو اس امر پُر ضرر کی انجام دہی کیلئے مامور فرمایا ع قرعۂ فال بنام من
دیوانہ زدند۔ اور گو یہ امر عظیم اس آوارہ وناکارہ کی قابلیت سے بہت دور ہے لیکن تعمیل حکم
پر مجبور ہے۔ حضرت نے اس حصۂ نظم مذکور کا نام بھی اس گمنام ہی کے نام کی رعایت سے
الکلام الحسن تجویز فرمادیا ہے جو حدیث ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح سے جو تمہید کے شروع
میں نقل کیگئی ہے ماخوذ ہے۔ ناظرین پر یہ امر بھی مخفی نہ رہے کہ گو احقر تعمیل ارشاد کے لئے بدل وجان
اور بسر وچشم آمادہ ہوگیا ہے لیکن بوجہ ملازمت دورہ وغیرہ مشغولۂ احباب غایت بدنظمی طبعی کے
اس امر اہم کی مستقل ذمہ داری مجھکو دشوار نظر آئی۔ بدیں معذوری میں نے اپنے گرامی قدر
علم دوست تصوف آشنا عنایت فرما جناب مولانا گرامی میرٹھی سے اس کام کو اپنے ذمہ لینے
کی درخواست کی۔ مولانا موصوف میرٹھ کے سربرآوردہ اور وسیع النظر اساتذۂ نظم ونثر میں سے
ہیں اور مذاق تصوف کے تو دلدادہ ہیں۔ لہذا ان سے بہتر اور موزوں تر شخص اس امر مہتم بالشان
کی انجام دہی کے لئے مجھکو ملنا دشوار تھا۔ چونکہ حسن اتفاق سے بفضلہ یہ کام مولانا کی عین دلچسپی
اور خاص مذاق کا نکلا اسلئے انھوں نے نہایت ذوق وشوق اور مستعدی کیساتھ اسکا خیر مقدم
فرمایا اور احقر کی استدعا کو بہ غایت کرم قبول فرما کر اپنا بیش قیمت وقت نذر کرنے پر آمادہ ہوگئے۔
فجزاہم اللہ خیر الجزاء۔ اس سے اس عاجز ناکارہ کی بہت کچھ سبکدوشی ہوگئی۔ باقی ان شاء اللہ
تعالیٰ مولانا کا ہمیشہ دست وبازو اور برابر شریک مشورہ رہونگا۔ یعنی انتخاب کے کام میں بھی
ہمیشہ کافی حصہ بیتا رہونگا۔ اور جس کتاب میں مولانا انتخابی نشانات لگا چکیں گے اس کل کتاب کو
بھی احقر اول سے آخر تک مستقلاً دیکھکر اضافہ یا حذف کا مشورہ پیش کرتا رہیگا بشرط عدم وقوع کسی
مانع قوی کے۔ اسطرح گویا یہ ہم دونو کی مشترک تالیف ہوگی گو اصل مؤلف مولانا ہی ہوں گے
ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ رسالہ کی مزید در مزید دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اور اسکی بدولت ایک
نہایت باکار اور پُر بہار مجموعۂ اشعار بصد رونق وہزار رنگا رنگی گلزار تیار ہوجائیگا جو عام

ناظرین مصنفین۔ مقررین۔ سالکین سب ہی کے کام کا اور دلچسپی کا ہوگا۔ اور ہر طبقہ اپنی اپنی پسند اور اپنے اپنے مذاق کے موافق اوسمیں سے گلچینی کرکے بعونہ تعالےٰ اپنے دامن نظر یا دامن تحریر و تقریر یا دامن قلب کو رشک دامن تو بہار بنا سکیگا۔ نیز اسی سلسلہ میں احقر کی ایک تجویز دیرینہ جو مدت سے مکنون سینہ ہو رہی ہے انشاء اللہ تعالےٰ ظہور پذیر و صورت گیر ہوجائیگی یعنی مثنوی شریف میں سے دو قسم کے اشعار کا انتخاب۔ ایک تو وہ اشعار گرمادینے والے اور تیز تیز جو ورد آمیز و ولولہ خیز ذوق بیز اور شوق انگیز ہوں۔ دوسرے وہ جنمیں ترہیب و تہدید و تنبیہ و تاکید نصیحت و موعظت کے مضامین ہوں۔ ان دونوں قسم کے انتخابات کے نام نہایت پرلطف موزوں اور دال علی الحقیقت مدت ہوئی حضرت مرشدی مدت فیوضہم العالی "برق مثنوی" اور "رعد مثنوی" تجویز فرما چکے ہیں اور مجموعہ کا "سحاب مثنوی"۔ جسکے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالےٰ وہ فیوض و برکات حاصل ہونگے جنکو باران رحمت سے تعبیر کرسکیں گے۔ یہ دونوں قسم کے اشعار اپنے وقت پر بلا لحاظ ترتیب کیف ما اتفق جسقدر منتخب ہوتے جائینگے بہ نشان برق مثنوی یا رعد مثنوی شائع ہوتے رہیں گے بعد ختم جو صاحب دونوں قسم کے کل اشعار کو علیحدہ علیحدہ جمع کرکے مجموعی صورت میں طبع کرانا چاہیں گے وہ ان نشانات کی اعانت سے بہ سہولت دونوں مجموعوں کو مرتب کرکے بہ ذیل عنوان جامع یعنی "سحاب مثنوی" شائع کرسکیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں الکلام الحسن انشاء اللہ تعالےٰ اشعار کا ایک لاجواب فیض انتساب باصد آب و تاب مرغوب شیخ و شاب انتخاب ہوگا۔ اب آخر میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ ایک مدت دراز سے اکثر احباب و بعض مخلص اہل مطابع کو سخت تقاضے ہو رہے تھے کہ احقر اپنے اشعار کا مجموعہ مرتب کرکے بغرض اشاعت اونکے حوالہ کردے لیکن کچھ مشاغل کی کثرت اور زیادہ تر لاابالی طبیعت نے کبھی اس قدردانی کی داد اور اس اشتیاق کی مراعات کی توفیق نہ ہونے دیکی۔ جس سے یہ ناکارہ بہت شرمندہ تھا۔ مگر الحمد للہ غائبانہ اب وہ سکا وقت آگیا یعنی اسی سلسلۂ الکلام الحسن میں انشاء اللہ تعالےٰ حسب تقاضائے دوستان قدردان اس احقر الفقراء کے اشعار ہیچکارہ و ناسزاوار کا انتخاب بھی وقتاً فوقتاً ہدیۂ احباب ہوتا رہیگا۔ لیکن اسکے متعلق یہ گذارش کردینا ضروری ہے کہ نہ میں کوئی باضابطہ شاعر ہوں نہ سخن گوئی اور قافیہ پیمائی میرا شغل ہے۔ نہ میں نے کبھی فن عروض کی کوئی کتاب دیکھی نہ کبھی کسی سے اصلاح لی

نہ دواوین و کلیات نظر سے گذرے نہ شعر و سخن کی صحبتوں میں رہنے کا کبھی اتفاق ہوا۔ غرض نہ میں اس فن کے اصول و فروع سے واقف نہ مجھے اس کے نقائص و محاسن کی خبر نہ ضروریات و رعایات و متروکات وغیرہ کی اطلاع۔ خلاصہ یہ کہ فنِ اصطلاحی سے میں بالکل بے بہرہ ہوں۔ البتہ بہ فطرت کے اندر پُر زور جذبات ضرور و فور کے ساتھ پاتا ہوں جو بہت شاذ و نادر کہیں برسوں میں ایک دو بار کسی محرک قوی سے مشتعل ہو کر متقاضی اظہار بصورتِ اشعار ہونے لگتے ہیں کیونکہ بمناسبت لطافت و نزاکت کی جلوہ نمائی کے لئے شعر سے بڑھ کر موزوں قالب قدرت نے کوئی اور تجویز ہی نہیں فرمایا۔ اور ہر چند بوجہ عدم قابلیت و علمیت و عدم روانیٔ طبع باوجود کوشش بلیغ اون جذبات کے کما حقہ اظہار پر میں کبھی قادر نہیں ہوتا۔ اور ہمیشہ کوہ کندن و کاہ برآوردن کی مثل صادق آتی ہے جس سے دل کی حسرت دل ہی میں گھٹ گھٹ کر رہجاتی ہے اور طبیعت کو کسی عنوان سیری نہیں ہونے پاتی جیسا کہ اپنے ایک شعر میں اسکو ظاہر بھی کیا ہے ؎

مشکل ہے تیرے دفتر دل کی سمجھ تو — اظہارِ حال تجھ سے ہو کیا نارسا

تاہم اس شغل سے اون جذبات کا ہیجان و غلبہ ضرور فرو ہو جاتا ہے۔ پھر تو ایسی بے توجہی لاحق ہوتی ہے کہ جن اشعار کو کبھی خونِ جگر پی پی کر لکھا گیا تھا وہ بیدردی کے ساتھ یوں ہی ڈالدئے گئے اور کچھ دن بعد ڈھونڈھنا بھی چاہا تو نہ ملے۔ چنانچہ بہت سا حصہ اسی طرح ضائع ہو چکا ہے اور جو کچھ ادھر ادھر باقی رہگیا وہ بہت کم اور نہایت غیر مرتب صورت میں ہے بمصداق اس شعر کے ؎

کیا کہوں دل کا کسی سے قصۂ آوارگی — کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اسقدر

یہ تفصیل اس استدعا کی تمہید تھی کہ ناظرین کرام اس احقر الانام کے کلام خام و ابتر، سقاوہ بے نظم و ناتمام کو بہ نظرِ تنقید و تجسس محاسن شاعری ملاحظہ نہ فرمائیں نہ کسی ترتیب یا تسلسل کے متوقع رہیں۔ کیونکہ جو کچھ حاضر کیا جائیگا وہ سر تا پا بہیئت مجذوبانہ ہوگا کہ اگر مطلع ہے تو مقطع ندارد کہیں برعکس کہیں دونوں ندارد کہیں مطلعوں کی بھرمار کہیں مقطع پر مقطع کہیں ایک ہی مصرعہ کہیں ایک ہی شعر کہیں اتنی لمبی لمبی غزلیں کہ جنھیں محبوب کی زلفِ مسلسل تو کجا بڑی چیز ہے عاشق کی شبِ انتظار کہیے تو بجا ہے چنانچہ میرا ایک مقطع اسی مضمون میں ہے ؎

ہوتا ہی تیری ہجر کا نہیں ختم سلسلہ — مجذوب زلفِ یار کا مجنوں مگر ہے تو

۵

غرض جو شان ایک مجذوب منتشر الحواس کے کلام کی ہونی چاہیئے وہی ہوگی کیونکہ وہ مجتمع ہی اس صورت میں ہے اور خیال ہے کہ مشاطۂ انتخاب اسکی زلفِ پریشان کو پریشان تر کرکے اسکی ہیئت کو اور بھی مضحکہ انگیز بنا دیگی۔ اور پھر یہ بھی ضرور ہونے والا ہے کہ کبھی حضرت جلوہ فرما ہونگے کبھی نہیں بھی اور نہ جانے کتنے کتنے توقف کے بعد صورتِ مبارک دکھایا کریں اور نہ معلوم کب بلا اطلاع بالکل بیٹھ ہی رہیں (آخر مجذوب ہی جو ٹھیرے) اور تعجب نہیں انکا بیٹھ رہنا ہی غنیمت سمجھا جائے کیونکہ ایسے متین علمی پرچہ میں انکی موجودگی بھلا گوارا ہی کسکو ہوسکتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ الکلام الحسن کے سلسلہ کو محض چھیڑنے اور شروع کرانے کی خاطر اول احقر اپنا کلام رسالہ میں پیش کررہا ہے ورنہ اصل مقصود تو دیگر حضرات اکابر ہی کا کلام بلاغت انتظام ہے جس طرح مرغانِ خوش الحان کے برانگیختہ کرنے اور چہکانے کے لئے اول سیٹی بجائی جاتی ہے ورنہ جہاں بلبلانِ ہزار داستان و طوطیانِ شیریں زبان نے اپنی نغمہ سرائی و زمزمہ سنجی شروع کردی پھر حضرت زاغ کی صدائے بے ہنگام و سامعہ خراش کا یہاں کا کیا کام اور کونسا موقع۔ یہ پھر فضول کیوں تکلیف اٹھاتے انکا تو پھر چپ ہو رہنا ہی بہتر ہے بلکہ ضروری۔

ایک گذارش تو یہ ہوئی جسکو محض مضمونِ شاعرانہ نہ سمجھا جائے بلکہ واقعۃ الامر کا اظہار تھا۔

دوسرا التماس یہ ہے کہ جولانیِ طبع کے وقت بہ مقتضائے ردیف و قافیہ یا بہ اتباعِ استعاراتِ بعیدہ یا بہ ادعائے دیگر اقتضایاتِ شدیدہ و غیر شدیدہ جس قسم کے مضامین بھی زو میں آجاتے ہیں بیساختہ باندھ دیئے جاتے ہیں یہانتک کہ مشہور بزرگانِ دین کے کلام میں بھی جو بیشتر تصوف ہی کے رنگ میں فرماتے ہیں شوخ قسم کے مجازی اشعار بھی پائے جاتے ہیں اور شاید ہی کسی کے کلیات اس رنگِ شاعری سے معرا ہوں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ایسے مضامین کے بھی جائز اور مہذب محمل بہ تاویلِ قریب یا بعید نکل سکتے ہیں۔ غرض احقر بھی اس قدیم معمولِ شعرا کی بنا پر اپنا عذر پیش کرکے ناظرینِ باتمکین سے خذ ما صفا و دع ما کدر کی توقع رکھتا ہے۔ اور یہی امر اگر الکلام الحسن کے دیگر انتخابات کے متعلق بھی ملحوظِ خاطر رہے تو واقعی یا غیر واقعی کسی قسم کے بھی خلجانات کی کسی موقع پر نوبت نہ آنے پائے۔ مگر یہ جو کچھ عرض کیا گیا محض احتیاطاً ہے ورنہ انتخاب میں حتی الوسع ایسے اشعار سے تحرز کیا جائیگا۔ احقر اپنے کلام بے نظام کے انتخاب کا عنوان بمناسبت اسکے کہ حق کا

تاریخی نام بھی مرغوب احمد ہے "ہدیۂ مرغوب" (یعنی) انتخاب کلام مجذوب" تجویز کرتا ہے (جسکا ایک لقب بھی حضرت اقدس نے ایک موقع پر احقر کے نام کی رعایت سے عزیز القلوب رکھدیا تھا) اور بارگاہ رب العزت میں نہایت عاجزی کے ساتھ اوسکے و نیز الکلام الحسن کے دیگر انتخابات کے موجب نفع ہونے کی دعا اور جو کچھ لغزشیں صوری و معنوی واقع ہوئی ہوں یا آئندہ ہوں ونکی بابت استغفار پیش کرکے قبولیت کا ملتجی ہوتا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ فقط۔

سب سے آخر میں کارکنان مطبع سے باقتضائے ضرورت شدید بتاکید اکید بادب یہ استدعا کیجاتی ہے کہ اس حصۂ نظم کی تصحیح کتابت کا خاص بخاص اہتمام رکھیں کیونکہ شعر ایسی نازک چیز ہے کہ یہ کسی ادنیٰ تغیر کا بھی متحمل نہیں ہوسکتا اور ایک حرف کا بھی ادہر اودہر کردینا بس وسکی ہستی ہی کو فنا کردینا اور اوسکے وجود ہی کو اوڑا دینا ہے۔

اعتذار بخدمت ناظرین باوقار

ناظرین باوقار اس تمہید میں سلسلہ وار دھواں دھار قافیوں کی بوچھار اور بےطرح بھرمار اور گرمی بازار کو دیکھکر ضرور بیزار ہوئے ہوں گے لیکن منجانب گردگار بلا قصد و اختیار الکلام الحسن کی آیندہ موزونیت گفتار اور رفتار مستانہ وار کے ہونہار آثار خوشگوار تمہیدی نثر ہی سے آشکار ہوکر ہمیں بہت کچھ امیدوار بنارہے ہیں۔ پھر یہ نہیں کہ کوئی قافیہ بیکار بلکہ ذور از کار یا کانوں کو بار بھی ہو۔ حتیٰ کہ اس شاندار اور مزیدار اعتذار قافیہ زار میں بھی جسکا لفظ لفظ دُر شہوار اور مجموعہ موتیوں کا ہار ہے۔ جسکے جمال بے تمثال کی کسیکو مجال انکار نہیں اور جو بلاد و امصار میں ہمیشہ یادگار رہے گا) دلدادۂ اشعار کے لئے وہی بہار ہے جو کیف عاشق زار جاں نثار و دلفگار تشنۂ دیدار کی چشم اشکبار کے لئے کسی نگار دلدار و گلعذار کی زلف خمدار سلسل و مشکبار تابدار و مجلیٰ انظار میں ہوسکتی ہے۔ اب یہ خاکسار تنگ روزگار ناظرین ذی افتخار و کرم شعار سے جو اپنے دلمیں کہہ رہوں گے کہ جا مرے یار تجھے اللہ کی سنوار کہیں ہار بھی۔ اور جو اس انتظار میں بیقرار ہوں گے کہ کب اس کے قافیوں کا تار ٹوٹے اور کب اس خلفشار سے جان چھوٹے اور کب اس بحر ناپیدا کنار سے پار ہوکر مشغول اصل کار ہوں اس آزار دہی سے نہایت شرمسار ہوکر بصد انکسار معافی کا خواستگار ہوتا ہی اور چارہ ناچار

اپنے دل کو مار کر ہزار کوشش طبع رواں کے شتر بے مہار بلکہ موٹر کار کو تھام کر بیشمار قدافی زود دار کی لگاتار آمد کو روک کر دل کے بخار اور طبیعت کے ابخار کو داب کر اور اس چڑھی ندی کے منجدھار کو اوتار کر۔ اس طور پر ناگوار کو ختم کئے دیتا ہے۔ اور بنام پروردگار توکلاً علی اللہ العزیز الغفار باعتبار مقولہ صادق الاخبار اللہ مددگار تو بیڑا پار یہ پکار کر سے

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسیہا

اس بحرِ ذخار میں قول بار ہی زار و نزار کودنے کے لئے تیار ہوتا ہے اور سب سے پہلے اجز ہی کچھ نتائج افکار سراپا انتشار جو نہ کسی ستائش کے سزاوار نہ قابل شمار بلکہ الکلام الحسن کے گلزار میں بمنزلۂ خار ہیں: اصرار دوستدارانِ ذی وقار پیشکشِ ناظرینِ اولی الابصار کرتا ہے اور جو کچھ اپنی تمہید میں تفصیلِ اعذار ناظرینِ عالی تبار کے گوش گذار کر کے اپنے عجز کا اظہار کر چکا ہے اوسکا پھر بہ تکرار اقرار کر کے اوسی کو اپنا پردہ دار قرار دیتا ہے۔ باقی اصل ستار تو اپنا حقیقی آقائے نامدار ہے کہ وہی اپنا کار برآر و کفیلِ کار پاسدار و غمگسار۔ اوسی پر اپنے جملہ کاروبار کا انحصار اوسی کی رحمت پر اپنا کُل دار و مدار اور ہر امر آسان و دشوار میں اوسی کا وسیلہ پائیدار ہے۔ اوسی کے دربارِ دُربار میں بصد احتیاج و افتقار یہ گنہگار و بد اطوار ناہنجار و بدکردار خطاوار و نابکار جملہ گذشتہ معاصی صغار و کبار سے استغفار کر کے آئندہ کے لئے زندگی استوار کا طلبگار ہے کہ یہ ذلیل و خوار سردار اخیار قافلۂ نبوت کے سالار رسالت کے تاجدار احمد مختار صلوات اللہ علیہ و علیٰ آلہ الاطہار کا ہمیشہ غبارِ رہگذار رہے یعنی حضور کی شریعت پُر انوار و پُر اسرار پر ہمیشہ برقرار رہے اور لیل و نہار محبوبِ حقیقی کے خمخانۂ عشق کا بادہ خوار رہے اوسی کے نشۂ محبت میں سرشار رہے۔ قلب غافل بیدار ہو غیر اللہ سے برکنار ہو ہر دم اوسیکا استغفار ہو اور اسی حالت میں یہ عاجز جاں سپار ہو۔ ربنا توفنا مع الابرار وقنا عذاب النار وادخلنا جنت تجری تحتہا الانہار

۲۲ صفر المظفر سنہ ۱۳۳۷ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست　　محمدؐ چشم برراہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس　　محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس

ہدیۂ مرغوب (یعنی) انتخابِ کلامِ مجذوب

(ملقب بہ)

عزیز القلوب

از نتائج فکر خواجہ عزیز الحسن بی۔اے۔ سابق متخلص بہ حسن و حال متخلص بہ مجذوب

سابق ڈپٹی کلکٹر و حال ڈپٹی انسپکٹر مدارس اسلامیہ قسمت میرٹھ

مناجات متضمن حمد و نعت

(موسوم بہ)

دعائے دارین

(ملقب بہ)

نالۂ مجذوب

دعائے حیاتِ عاجلہ

ظاہر مطیع و باطن ذاکر مدام تیرا	زندہ رہوں الٰہی ہو کر تمام تیرا

بگڑے نظام دیں کو میرے بھی ٹھیک کردے
ہر دو سرا میں کیا کیا ہے انتظام تیرا

زنہار ہو نہ شیطاں عاجز ہو تیرے غالب
بندہ نہ نفس کا ہو ہرگز غلام تیرا

یہ بدلگام وہ رگ نفس شریر و سرکش
اے شہسوار خوباں ہے بس زمام تیرا

چھوڑوں نہ زندگی بھر پابندیٔ شریعت
ہو مثل زلف دلبر مرغوب دام تیرا

دوری میں تا بہ خوباں ابتر ہے حال بیحد
ہو جائے منکشف ہاں اب قرب تام تیرا

زور کشش سے تیرے کر جائے قطع دم میں
راہ دراز تیری یہ سست گام تیرا

پردہ خودی کا اٹھ کر کھل جائے راز وحدت
ہو مست جام الفت یہ تشنہ کام تیرا

باطن میں بس رہے یارب بن جائے یاد تیری
ہر دم رہے حضوری دل ہو مقام تیرا

شیوہ ہو میری جاں کی فکر مدام تیری
ہمدم ہو میرے دل کا ذکر دوام تیرا

دل کو لگی رہے دھن لیل و نہار تیری
مذکور ہو زباں پر ہر صبح و شام تیرا

معمور ہے یہ ہر دم تیری تجلیوں کا
ہو جائے قلب میرا بیت الحرام تیرا

سینہ میں ہو منقش یارب کتاب تیری
جاری رہے زباں پر ہر دم کلام تیرا

ہے اب تو یہ تمنا اس طرح عمر گذرے
ہر وقت تیرا دھندا ہر لحظہ کام تیرا

دونوں جہاں میں مجھکو مطلوب تو ہی تو ہو
ہو پختہ کار وحدت مجذوب خام تیرا

دعائے حیات آجلہ

دنیا سے اس طرح ہو رخصت غلام تیرا
ہو دل میں یاد تیری ہو لب پہ نام تیرا

ہو ماسوا سے غافل شوق لقا میں تیرے
ہو جان و دل سے حاضر سنکر پیام تیرا

ہے خوبیٔ دو عالم اک حسن خاتمہ پر
کرنا سر اس مہم کا ادنیٰ ہے کام تیرا

رگ رگ میں مرتے دم ہو صدق و یقیں کے باعث
تیرے نبی کی وقعت اور احترام تیرا

منکر نکیر دے جائیں یہ بشارت
تجھکو رہے مبارک حسن ختام تیرا

رحمت سے بخشدینا میرے گناہ سارے
روز جزا نہ دیکھوں میں انتقام تیرا

ہوں ارذل خلائق اشرف کا واسطہ ہو
شافع ہو جو نبی ہے خیر الانام تیرا

اپنے کرم سے کرنا مجھکو بھی اونمیں شامل
اوروں کے آگے رسوا کرنا نہ مجھکو مولا
دینا مجھے بھی بندوں میں خاص اپنے
محشر میں ہو پہونچکر اس تشنہ لب کو حاصل
جنت میں چشم حسرت ہو شاد کام میری
اب جملہ انبیا پر اصحاب و اولیا پر
دونوں جہاں کو گھر ا مجذوب [illegible]

جس پر عذاب یارب ہوگا حرام تیرا
آگے ترے خجل ہے عاصی غلام تیرا
جب منعقد ہو یارب دربار عام تیرا
تیرے نبی کے ہاتھوں کوثر کا جام تیرا
جب وہ رہے ہمیشہ اسکو مدام تیرا
اب صلوٰۃ تیری - پیہم سلام تیرا
اب آگے فضل کرنا یارب ہے کام تیرا

نعت متضمن منقبت حضرات صحابہ و بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

ہو نعت بسر کیا کوئی شایان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے جبکہ خدا خود ہی ثنا خوان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

اللہ رے جولان گہ عرفان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں ہر دو جہاں گوشہ میدان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

ہے آیت حق - نامہ خدا شان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تفسیر اوسی کی ہے یہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

درکار و مسترا و ہر مریضان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) درمان مسیحا نفس درمان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

مجھے نہیں سالک غم ہجران محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) رہتے ہیں سدا طالب درمان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

ہو جائے جو یہ عشق میں قربان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہلائے مری جان حزیں - جان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہیں لعل و جواہر لب و دندان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گویا دہن پاک بدخشان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

رکھتا ہے ستون چار یہ ایوانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)　　　وہ چار جو ہیں خاصۂ خاصانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

یاریں سے ہوں وزرات خزینہ خوانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)　　　ہو جائے حسن بھی ترا خستانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

رفعت ہو بیاں کیا جسے کہتے بھی ہیں معراج　　　پائیں تھے ایواں کی ہر آستانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہر سنتِ حضرت پہ چلے سر کے بل اے دل　　　کر دے جو خدا تجھکو ادب دانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کیا بات ہے حضرت کی اطاعت کے شرف کی　　　شاہانِ دو عالم ہیں غلامانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

تخلیق دو عالم کے ہوئے آپ ہی باعث　　　دیکھے کوئی شان و سر و سامانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہے دعوتِ ہر جن و بشر تا بہ قیامت　　　عالم میں بچھا خوانِ پُر الوانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہر ایک نبی کا تھا جُدا لونِ نبوت　　　آخر یہ کھُلا۔ تھے وہ سب الوانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

جاں دینے کو تیار ہی رہتے تھے صحابہؓ　　　کافی تھی فقط جنبشِ مژگانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ان مختلف الشان بزرگوں نے دکھائی　　　نیرنگیِ گلہائے گلستانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

انکار بھی لازم، انکارِ احد سے　　　ایمانِ خدا لازمِ ایمانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

سُن بھی ہے کہا آیتِ قُل فاتّبعونی　　　محبوبِ خدا تابعِ فرمانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

۱۲

خاتم النبیین

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہے طاعتِ حق صلِّ علیٰ طاعتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا شان ہے کیا شان ہے کیا شانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

دانائے عرب کا بھی ابوجہل پڑا نام ہونا تھا یہی تھا بھی وہ نادانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کفارِ عرب ہوتے تھے نظروں میں سبک تر شیروں کے شکاری تھے غزالانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہر چند وہ مخلوق بھی ہیں اور بشر بھی خلقت سے نرالی ہے ہر اک آنِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کیا زور و شجاعت ہے کہ ایسوں کو کیا زیر شیرانِ عرب ایسے ہیں غزالانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کیا قوتِ ایماں نے ضعیفوں کو ابھارا ہوتے ہی وہ مومن ہوئے شیرانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کیفیتِ نظم آئی ہمیں پڑھ کے احادیث دیکھا ہے یہی شعر میں دیوانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

تا حدِ نظر جمع خریدار ہیں دیکھو بازارِ قیامت ہے کہ دکّانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہیبت سے ہے ہر رستمِ کفارِ عرب بھی مانندِ زناں دیکھ کے مردانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

مومن ہوا شیطاں بھی جو تھا آپ کے ہمراہ ہے قدرتِ حق قوتِ فیضانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

صوفی گُل و نسریں علما نہرِ رواں ہیں واعظ ہیں اگر بلبلِ بستانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

بادل جو اُمت میں ہیں اُڑتے ہیں ہوا پر — ایسے تو وہ گویا ہیں سلیمانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہیں پیشِ نظر اک گنجِ شہیداں ہے دلوں کا — مژگانِ کماندار ہیں چشمانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہو جاتا تھا ہنسنے سے اندھیرے میں اُجالا — تھے غیرتِ انجم دُرِ دندانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اب کیا ہے کسی اور کے پہرہ کی ضرورت — اللہ ہوا آپ نگہبانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہو بُعد کا میداں کہ ہو ظلمت کا بیاباں — ہیں داخلِ جولاں گہِ چشمانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہم پرسشِ لولاک کے انعام ہیں کیا کیا — ہے مہر بھی اک ذرۂ احسانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

تحقیقِ صحابہ ہے یہ شاعر کا نہیں قول — ہے رشکِ قمر روئے درخشانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

سب دیکھتے ہیں بہرِ شفاعت سوئے حضرت — میدانِ قیامت ہو امیدانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حکمت تو ہے اک حرفِ بیاضِ دلِ اُمّی — ہر علم بھی اک طفلِ دبستانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہے صحبتِ اقدس میں عجب درسِ حقائق — بڑھ کر ہے ارسطو سے بھی دہقانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

سنتا ہوں نکیرین کراتے ہیں زیارت — نکلے گا مگر قبر میں ارمانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

خوبی مجھے مل جائے دو عالم کی الٰہی — حاصل مجھے ہو جائے بس ایقانِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)

میں اور مرے ماں باپ ہوں قرباں محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جنت میں پہونچ جاؤں میں یارب اسی صورت — چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے داماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں اور مرے ماں باپ ہوں قرباں محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہر ذکر پہ حضرت کے مزا دیتا ہے کہنا — میں اور مرے ماں باپ ہوں قرباں محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں اور مرے ماں باپ ہوں قرباں محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مجذوب اٹھے خواب زیارت سے اب ہی — سودا زدہ زلف پریشان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں اور مرے ماں باپ ہوں قرباں محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مدح مرشد مدظلہم العالی

قطعہ

حسن مرشد ملا کیا اشرف اعلیٰ زمانہ ہے — مقدر ہو تو ایسا ہو میں اس تقدیر کے قرباں

جوانی ہی میں وہ شیخ الشیوخ اور پیر پیراں ہے — میں ایسے شیخ کے صدقے میں ایسے پیر کے قرباں

دیگر

ترے نالوں نے مجھ پتھر کو بھی اے دل رلایا ہے — یہ کس بلبل سے نوطرز فغاں تو نے اڑایا ہے

دیگر

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں — مٹا دیجے مٹا دیجے یہاں مٹنے کو آیا ہوں

اشعار غزل

کہاں ہے دنیا میں آج پیدا جمال ایسا کمال ایسا — دکھائے کوئی اگر ہو دعویٰ جمال ایسا کمال ایسا

جہاں میں صدہا حسین دیکھے ہزار ہا نازنین دیکھے — کہیں نہ دیکھا کہیں نہ پایا جمال ایسا کمال ایسا

عبث ہے مجذوب پر ملامت رہیں بھلا ہوش کیا سلامت — جو حال کر دے وہی ہے تھوڑا جمال ایسا کمال ایسا

دیگر

مریض جاں بلب ہو کر میں پہونچا ہوں مگر کیا ہے — خدا رکھے سلامت چشمہ آب بقا تم ہو

ع مرض سر تا قدم میں ہوں شفا سر تا بہ پا تم ہو

نہیں مجذوب خود کچھ اے شہ اشرف مگر اوسکا احد معبود ہے احمد نبی ہے رہنما تم ہو

نوٹ۔ محض تبرکاً بمناسبت مقام یہ چند اشعار مدحیہ نقل کر دئے گئے ہیں ورنہ احقر کے جتنے اشعار درج ہوں گے حضرت ہی کے فیض کے مظہر ہوں گے۔

غزل

ہمسرِ اقربا نہیں یا غمِ دلربا نہیں
کب وہ وہیں گرا نہیں جسکو ذرا لگا نہیں
ہنسنے کا تیرے ہمنشیں مانتا ہیں بُرا نہیں
لایا ہوں عرض میں بڑی ہنر اگو بُرا نہیں

نفس کا اژدر سخت جاں دیکھا ابھی مرا نہیں
دل ہو وہ جس میں کچھ نہو جلوۂ یار کے سوا
اے مرے خضر ختم اب ہوئی ہر کب مری طلب
کشتیٔ دل یہ ناگہاں آگئی ناخدا کہاں
پردہ نشیں کی حشر تک دیکھ سکیں نہ اک جھلک
جن و ملک ہوں یا بشر سب سے وہی ہے خوبتر
عشق سہی ہے جو بجز مُردہ کہ جی ہے وہ بتر
دیکھیئے قلبِ مبتلا رنگ یہ گلرخوں کے جا
چھوڑ خیالِ خوش قداں تکیۂ جاں بحر گماں
کوئے بتاں کا میں سدا مفت بنا رہا گدا

کیسے مجھے عار ہے پہلوئے گل میں خار ہے
جسنے بچشمِ نکتہ بیں دیکھ لیا وہ مہ جبیں
اے مرے ترکِ نازنیں تجھ پہ ہزار آفریں
بنئے بہت نہ پارسا آنکھیں تو دیکھئے ذرا

فکرِ معاش مجھکو کیا۔ کھانیکو میرے کیا نہیں
تیری نظر کا تیر بھی جسپہ پڑا۔ بچا نہیں
ہوش رُبا کے سامنے ہائے ابھی پڑا نہیں
آپ کی بارگاہ میں فضلِ خدا سے کیا نہیں
غافل او دہر ہوا نہیں۔ اس نے او دفر سا نہیں
میری نظر میں خاک بھی۔ جامِ جہاں نما نہیں
اوسکو چلا ہوں ڈھونڈھنے جسکا کوئی پتا نہیں

مٹئے تو ابتدا نہیں بڑھئے تو انتہا نہیں
تیر ہو خاک زندگی اتنا بھی آسرا نہیں
اوسمیں نہیں کوئی کسر ہاں مگر اک خدا نہیں
سچ ہے کسی پہ بے مرے جینے کا کچھ مزا نہیں
بھول ہیں سب یہ کاغذی بوئے وفا ذرا نہیں
اسکو سمجھ تو اژدہا۔ دھوکہ ہے یہ عصا نہیں
تجھ میں بھی کونسی ادا اے مرے بلخدا نہیں

گل کی یہی بہار ہے خار سے گل جدا نہیں
اوسکی نظر میں پھر کبھی کوئی حسیں جچا نہیں
جھک گئیں صف کی صف جبیں تجھسے اٹھا نہیں
زندگی تمام اڑ ہی لیا۔ نشۂ مے چھپا نہیں

سوال۔ میرے قلب پر دنیاوی ترقی کا خیال بسا اوقات آیا کرتا ہے اسکی تلافی کے لئے کچھ تحریر فرمائیے۔

جواب۔ اسکی تلافی کتاب ذم الدنیا کا احیاء العلوم میں یا اوسکے ترجمہ مذاق العارفین میں یا کیمیائے سعادت یا اوسکے ترجمہ اکسیر ہدایت میں مطالعہ کرنا ہے۔

سوال۔ آج شب کو جو میں ۳ بجے اوٹھا تو میرے حجرہ میں ایک دم روشنی معلوم ہوئی جیسے بجلی کوندا کرتی ہے۔

جواب۔ کبھی دماغ کے اثر سے ہوتا ہے کبھی نور ذکر سے اور ہر حال میں محمود ہے مگر قابل التفات نہیں۔ البتہ اگر کثرت سے ایسا ہو تو مجھکو پھر اطلاع ہونا چاہیئے۔

سوال حضرت کو معلوم ہو کہ احقر نے حزب البحر پڑھنے کے لئے حضرت کے پاس پرچہ لکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ کس غرض سے پڑھو گے تو حضرت کو معلوم ہو کہ اللہ تعالے کی رضامندی اور خوشنودی کی غرض سے پڑھنا چاہتا ہوں۔

جواب۔ رضامندی اور خوشنودی کے ذرائع تو دوسرے اس سے بھی کامل ہیں فقط

سوال۔ از روئے الطاف کاملہ ایک ایسا علاج و دعا بتلائیں کہ جس سے لوگوں کے تعلق جو کہ مہلک و تضییع اوقات و مضر ہیں چھوٹ جاویں؟ لوگوں سے یکسوئی یکطرفی ہونے کے طریق صورت علاج کیا ہے۔

جواب۔ بتکلف چندے ہمت کر کے یکسو بطرف رہنا شروع کر کے پھر دوسری طرف ایک مدت معتد بہ تک توجہ ہونا چاہیئے فقط۔

حال۔ اور بحالت ذکر خود بخود گریہ طاری ہوتا ہے سبب نہیں معلوم ہوتا ہے۔
تحقیق۔ محبت۔

حال۔ اور نہ قصد ہی کرتا ہوں بلکہ جب قصد کرتا ہوں تو ندارد۔
تحقیق۔ کیونکہ توجہ منتشر ہو گئی۔

حال۔ بعض مکروہات وغیرہ اپنی پست ہمتی کے باعث معمولات چھوٹ گئے باوجودیکہ میں اپنی سمجھ میں بہت کوشش بدرجہت کرتا ہوں اور اکثر اوقات نماز قضا ہو جاتی ہے اور معاصی کے

خیالات دماغ میں اکثر پکتے ہیں جس سے سخت اشتعال ہوتا ہے اور آنکھ کان زبان پر مطلق قدرت نہیں پاتا دو چار روز ہمت کر کے نظر وغیرہ کو بچاتا ہوں مگر بعد پہلی سی حالت ہو جاتی ہے بلکہ اور ترقی کیساتھ نظر بازی کا اشتیاق ہو جاتا ہے۔ دل تو بہت چاہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت اور یاد میں اوقات گذرے مگر کامیابی نہیں۔ عاصی بسی سالک کی دستگیری کیجئے اور اللہ تعالےٰ کا غلام بنا دیجئے۔

تحقیق۔ آپ کو سخت ضرورت ہے کہ روزانہ کیمیائے سعادت یا اوسکے اُردو ترجمہ اکسیر ہدایت کا مطالعہ کیجئے۔

سوال۔ ایک سوال معروض خدمت ہے اوسکے جواب سے بھی سرفراز فرمائیں۔ فتوح الغیب میں تحریر فرماتے ہیں تواضع کی حقیقت میں ہو ان لا یلقی العبد احداً من الناس الارای لہ الفضل علیہ اور آگے فرماتے ہیں خواہ جاہل ہو یا فاسق ہو یا کافر ہو کسی سے اپنے کو بہتر نہ سمجھے۔ سو اولاً تو یہ عرض ہے کہ بندہ نے جو اپنے آپ کو دیکھا تو میرے اندر بالکل یہ صفت نہیں پائی جاتی۔ سو نہایت ادب کے ساتھ استدعا ہے کہ حضور بندہ کے واسطے دعا فرماویں اور کوئی آسان تدبیر ایسی تحریر فرماویں جس سے بسہولت یہ صفت حاصل ہو جاوے اور کبر و عجب کا نام نہ رہے۔ ثانیاً یہ گذارش ہے کہ تواضع کا مقتضا تو یہ ہے کہ ہر ایک کو بہتر سمجھا جاوے اور اوسکے ساتھ نرمی کیجاوے اور بغض فی اللہ کا مقتضا یہ ہے کہ عاصی کو بُرا سمجھا جاوے اور اوسپر سختی اور خفگی کیجاوے سو دونوں کیسے جمع ہوں۔

جواب۔ اچھا بُرا سمجھنا درجہ احتمال میں کافی ہے یعنی یہ سمجھے کہ گو اسوقت ظاہراً یہ شخص ہم سے کمتر ہے لیکن ممکن ہے کہ اسی وقت اسکے باطن میں کوئی خوبی ہمسے زیادہ ہو یا مآل میں ہمسے اچھا ہو۔ پس اسکا اثر یہ ہوگا کہ اپنے کو یقیناً افضل نہ سمجھے گا اور دفع کبر کے لئے اتنا کافی ہے اور اسطرح احتمالاً کسی کو اچھا سمجھنا مستلزم نرمی و الفت کو نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ جس شخص کا مآل میں ہمسے اچھا ہونا محتمل ہو بالفعل اوسکی کوئی ایسی حالت ہو کہ اوسپر نظر کر کے شریعت سے ہم اوسکو مبغوض رکھنے کے مامور ہوں تو ان دونوں میں کیا تنافی ہوئی اور اس احتمال کا استحضار عجب و کبر کو دفع کردے گا فقط۔

حال۔ بیدایک فکر بہت ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ کمترین کو کبھی اپنے کارنامہ یاد اکر رونا نہیں آتا غم فکر تو اسقدر ہے کہ ہر وقت خیال رہتا ہے اور استغفار پڑھتا رہتا ہوں مگر مدت سے اپنی حالت غور کر رہا ہوں کہ رونا کبھی نہیں آتا اس سے یہ شک ہے کہ تیرے دلمیں خوف خدا بہت کم ہے۔

تحقیق۔ یہ تو محض وسوسہ ہو خوف کیلئے رونا لازم نہیں ہاں فکر لازم ہے جو حاصل ہے۔

حال۔ ورنہ بعض بعض صاحب کو دیکھتا ہوں کہ ذرا ذراسی بات پر رو رہے ہیں۔

تحقیق۔ یہ طبائع کا اختلاف ہے جو کہ غیر اختیاری ہے لہذا غیر مطلوب۔

حال۔ البتہ یہ بات تو ہے کہ جب کبھی کوئی میت کسی جگہ ہو اور وہاں کوئی کچھ بیان کرکے رو رہا ہو تو اسقدر رونا آتا ہے کہ بہت زیادہ یا کسی بزرگ کا قصہ یا امام حسین ؑ کے حالات سنکر اسقدر رونا آتا ہے کہ ٹھکانا نہیں مگر اپنے کارنامہ یاد اکر رونا نہیں آتا۔

تحقیق۔ یہ بھی طبیعت کا رنگ ہے کہ کسی خاص مضمون سے طبعی اثر ہوتا ہے۔ ورد دوسرے سے نہیں ہوتا مگر مطلوب اثر عقلی ہے جو حاصل ہے۔

حال۔ حضور اپنی خدمت میں رہنے کی بھی کچھ اجازت فرمادیں ایک ماہ یا دو ماہ مدرسہ کا کام کسی کی سپرد کر دونگا۔ اب تو بہت دل چاہتا ہے کہ خدمت میں رہوں دل تڑپتا ہے بیقراری زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور یہ بات بہت دنوں سے ہے۔

تحقیق۔ اگر مدرسہ کا حرج نہو اور قرض وغیرہ نکرنا پڑے اور اہل عیال کو تکلیف نہو تو آجایئے۔

حال۔ مگر اسوجہ سے نہیں لکھتا تھا کہ حضور نے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا کہ صحبت میں رہنا سب کیواسطے نہیں ہے ہر ایک کا دستور الگ ہے۔ سو اب مجھکو بیقراری بڑھ گئی ہے اب تو وہاں رہنے کی اجازت ہو۔

تحقیق۔ مطلب یہ تھا کہ سب کے واسطے ضروری نہیں یہ مطلب نہ تھا کہ نافع نہیں ہے۔

سوال۔ اگر حقتعالے شانہ سے اپنے مرنے کے لئے دعا کرے تو منع تو نہیں۔

جواب۔ کیوں۔

حال۔ حضور میرا دل مرنے کو بہت چاہتا ہے اور مرنا مجھکو نہایت مطلوب ہے کوئی دنیا میں ایسی چیز مجھکو مطلوب نہیں جیسا کہ مرنا مطلوب ہے کسیکا جنازہ دیکھکر دل بہت چاہتا ہے زبان سے بیساختہ یہ

الفاظ نکلتے ہیں کہ یا الٰہی آپ مجھکو کب اوٹھائیگا اور یہ خیال آتا ہے کہ دنیا میں رہکر رات دن خطائیں سرزد ہوتی ہیں اور رات دن پریشان حال رہتا ہے اس سے تو بچیں گے البتہ جسوقت کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے اوسوقت مرنا مطلوب نہیں ہوتا۔

تحقیق - جواب اصل سوال - ماشاء اللہ مبارک حالت ہے ایسی حالت میں موت کی دعا کرنا ممنوع نہیں۔

سوال - چند کتب مشہورہ تصوف میں نظر سے گذرا اور اگر غلطی نہیں کرتا تو شاید جناب کی کسی تحریر میں بھی پڑھا ہے کہ انسان ذکر اسم ذات کے وقت قلب پر توجہ رکھے اور قلب پر انوار ذات خداوندی کے مانند بارش کے نزول کا تصور کرے۔ لیکن کمترین میں یہ کوتاہی پائی جاتی ہے کہ اوسوقت قلب پر توجہ کا خیال نہیں رہ سکتا بلکہ ذات خداوندی کو اوسوقت حاضر و ناظر پاتا ہے۔

جواب - اصل یہی ہے اور جو اس پر قادر نہ ہو پہلا تصور اوسکے واسطے ہے۔

حال - میری حالت یہ ہے کہ ذکر اذکار جو آپنے فرمایا ہے کرتا ہوں کبھی کسی وقت اور کبھی کسی وقت جو وقت آپنے تبلایا ہے کبھی اوسوقت بھی اور بلکہ ناغہ بھی کبھی بڑی مجبوری ہوتی ہے تو ہوتا ہے ورنہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ میرے اندر دھن اور طلب نہیں بلکہ آنکھ کھلی رہتی ہے اور اوٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ بس بات یہ ہے کہ طلب اور دھن نہیں۔

تحقیق - بعض دفعہ دھن ہوتی ہے چند روز کام کی پابندی سے۔ سو اسکے لئے ہمت درکار ہے۔ تم یہ دیکھتے ہو کہ پہلے دھن ہو پھر کام کرو اور دھن اسکی منتظر ہے کہ جب یہ پابندی کریں میں اوسوقت حاصل ہوں۔

حال - بندہ نے ایک خواب میں یہ دیکھا کہ دو شخص ہیں اور میرے سامنے بیٹھکر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مولانا اشرف علی صاحب بہت بڑے اولیاء اللہ ہیں دوسرے شخص نے ایک حدیث آپکی تعریف میں پڑھی جو مجھکو یاد نہیں پھر دونوں صاحبوں نے میرے سے مخاطب ہوکر فرمایا کیوں کوئی ایسا بزرگ ہے۔ میں نے اونسے عرض کیا کہ جناب مجھکو تو حضرت والا سے بڑا کوئی فی زمانہ نظر نہیں آتا ہے اور میں خود حضور کا خادم ہوں۔ جناب والا مجھکو ایک فکر سا یہ ہوا ہے کہ میرے سے کیوں دریافت کیا گیا۔ تعبیر سے مشرف فرمائیں۔

۱۲

تحقیق۔ مبارک خواب ہے آپکے لئے بھی اور اس ناکارہ کے لئے بھی۔ ورنہ خاص آپکو مخاطب بنانے سے یہ وہم نہ کیا جاوے کہ خدانخواستہ آپ پر کسی قسم کا شبہ ہے بلکہ یہ خطاب اس لئے ہے کہ آپ کے ذہن میں خوب جم جاوے اور زیادہ اطمینان ہو جاوے۔

حال۔ دوسرا خواب یہ ہے کہ میرے والد صاحب غصہ کے لہجہ میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی معلوم ہے کہ مکان کسطرح کھڑے ہیں۔ میں نے کہا خدا کے حکم سے۔ اونھوں نے کہا اور گرینگے۔ میں نے کہا خدا کے حکم سے۔ اونھوں نے پھر فرمایا کہ مریں گے میں نے کہا اللہ کے حکم سے۔ پھر اونھوں نے کہا کہ میں دیکھنا بہتیرے اناج کے قحط میں مرینگے۔ میں نے کہا یہ بھی اونھی کا حکم ہے۔ اتنے میں ایک شخص نے مجھسے کہا کہ چپ رہو تیرے والد ہیں میں نے کہا میں لڑتا تو نہیں ہوں۔ پھر مکان پر گئے والدہ صاحبہ نے اونکو کھانا اوتارا تو چاول ہے والدہ نے مجھسے کہا تو بھی کھالے میں نے کہا میری دعوت ہے تھوڑی دیر میں معلوم ہوا کہ میرے آگے ایک سینی رکھی ہے اوسمیں دودھ ہے اور کباب دیگچی میں ہیں میں دودھ میں کباب ملا کر کھا رہا ہوں۔ اونھوں نے کہا تو تو کہتا تھا میری دعوت ہے آ جا میرے ساتھ کھالے۔ میں وہ دودھ اون چاولوں میں ڈالکر اونکے ساتھ کھانے لگا۔

تحقیق۔ بشارت ہے کمال توحید کی جیسا سوالوں کے جواب میں اشارہ ہے۔ اور معرفت و محبت کی جیسا کہ دودھ اور کباب کھانے میں اشارہ ہے۔

حال۔ بعد فراغت تہجد وغیرہ سے ذرا لیٹ گیا ایک حالت غنودگی کی سی ہوئی۔ دیکھتا ہوں کہ نہ حجرہ ہے نہ جو کپڑا اوڑھا تھا وہ ہے اور ہاتھ اوٹھاتا ہوں تو اوٹھتا نہیں خود اوٹھنا چاہتا ہوں مگر نہیں اوٹھا جاتا اور شبنم کی مانند پھوارسی پڑ رہی ہے اور مگر چاندنی سی ہے۔ ایک منٹ کے قریب حالت رہی۔

تحقیق۔ فنا اور بقا کی شکل مثالی ہے۔

حال۔ ان ایام میں حقیر نے بعض بزرگوں کے تصرفات سنے اور لوگوں نے اپنی سرگذشتیں بیان کیں کہ ہمکو اونکی ذات سے یہ یہ فوائد حاصل ہوئے اور یوں یوں اونکی حل مشکلات ہوئیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بواسطہ خطوط بھی اونسے استفادہ ممکن ہے۔ چونکہ یہ غلام آپکا اپنی شامت سے آجکل علائق دنیا کے تکلیف و تاسف میں محبوس ہے لہذا بفحوائے صاحب الغرض مجنون اونکے پاس کارڈ لکھنے کو بیٹھا۔

مگر میں خدا کو گواہ کر کے بقسم عرض کرتا ہوں کہ قلم ہاتھ میں لیکر میں نے بحمد اللہ کچھ عقل سے کام لیا اور ٹھان لیا کہ مجھکو اپنے مامن کی طرف تلاش خیر کرنی چاہئے۔ بس جو کچھ ہو۔ بہر حال مجھے اپنے بزرگوں کے یہاں کی کامیابی اور ناکامی دوسرے در کی کامیابی اور ناکامی سے ہر طرح بہتر ہے۔ الغرض جو کچھ میری قسمت میں ہوگا وہی مجھکو پہونچے گا۔ اگر میری قسمت میں ناکامی ہی ہے تو اسی در سے میرے لئے بہتر اور اولیٰ ہے۔ لہذا بصد ادب عرض ہے کہ میں کسی تعویذ اور وظیفہ کا تو خواہشمند نہیں۔ یا تو حضرت اپنی زبان مبارک سے بارگاہ احدیت میں میرے واسطے دعا فرمادیں۔ بلکہ دعا تو ضرور ہی فرمادیں۔ یا اگر مفید ہو تو کچھ الفاظ دعا جن سے اجابت کی زیادہ امید ہو مجھکو بھی حکم فرمادیں کہ بطفیل برکت ارشاد والا وہ دعا مقبول الٰہی ہو جبکہ آپ ہمارے مشکلات عقبیٰ حل فرماتے ہیں تو مشکلات دنیا میں کسی کے دست نگر نہ ہوں گے۔ اب اگر ہم کامیاب ہوں فہو المراد۔ نہیں تو ہماری قسمت۔

تحقیق۔ اگر واقعی ایسا ہی تعلق قلب سے ہے تو اتنا کافی تھا کہ اپنی حاجت لکھتے اور دعا کی خواہش کرتے۔ اس تمام قصہ کا لکھنا (جو درحقیقت ایک قسم کا احسان جتلانا اور مخاطب پر اثر اور دباؤ ڈالنا ہے) کیا ضرور تھا۔ ضرور اس سے طبیعت مکدر ہوئی۔ اگر اپنی مصلحت سے یہ تعلق ہے تو اظہار چہ معنی۔ وہ مصلحت بدون اظہار بھی حاصل ہے۔ اور اگر مخاطب کی مصلحت ہے تو میں ایسی مصلحت سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ ہرگز ایسا تعلق نہ رکھیں اور نہی اہل تصرف سے رجوع فرمادیں میں آزادی دیتا ہوں۔ اگر جواب دیا جاوے تو میرے کلام کی حقیقت سمجھکر ورنہ اس سے بھی معاف کیجئے۔

۱۴۲

سوال۔ اکسیر ہدایت اور بزرگان دین کے کلامات سے ظاہر ہے کہ بغیر بیعت کوئی کام راست نہیں ہوتا۔

جواب۔ وہ کلام وعبارت میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر اس پر کوئی دلیل قائم نہ ہوئی تو یہ اعتقاد بدعت ہوگا۔

سوال۔ حضرت بغیر بیعت ہوئے ذکر اذکار کا پابند ہونا مشکل ہوتا ہے۔

جواب۔ اس مشکل کا علاج ہمت وعزم ہے جو آپکا فعل ہے۔ اگر وہ میرے فعل پر موقوف ہو تو قادر بقدرۃ غیر ہونا لازم آتا ہے وہو باطل۔

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہلِ حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے ڈھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ عہ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلیو کا اضافہ کر کے عہ کا ویلیو ہوگا۔ امسال ہے کا ویلیو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۲ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کردی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب تالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رعائتی فہرست کتب معہ تازہ تالیفات مرشدی حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
وعظ اول الاعمال ۔ ۔ ۔	۲ر	ضمائم بہشتی زیور (۸ حصہ)	۸ر	بہشتی زیور محشی معہ ضمائم جدیدہ	عہ ۱۳
وعظ آخر الاعمال ۔ ۔ ۔	۳ر	قواعد ریلوے معہ نقشہ ریلوے	۵ر		
وعظ راحت القلوب ۔ ۔	۳ر	امراج طلب بابلاغ طرب مناجات		دعوات عبدیت حصہ اول ۔	۱۲ر
تربیۃ السالک حصہ سوم ۔ ۔	۲ر	مجموعہ عربی فارسی اردو زیر دوم	۲ر	؍؍ ؍؍ حصہ سوم	۳ر
ملفوظات خیریت حصہ دوم و سوم	۱۱ر	فیوض یزدانی ۔ بلا جلد	عہ ۱۲	؍؍ ؍؍ حصہ چہارم	۱۴ر
ارشاد الہائم فی حقوق البہائم	۱ر	ترجیح احمدی بر کلید مثنوی ۔	۱ر	؍؍ ؍؍ حصہ پنجم	۳ر ۹
قصد السبیل ۔ ۔ ۔	۱ر	مناجات مقبول سفید چکنا شدہ		؍؍ ؍؍ حصہ ششم	۱۵ر
الترتیب اللطیف فی قصد الکلیم و تخفیف	۳ر	مطبوعہ مجیدی مطبع نامی معہ تتمہ	۶ر	؍؍ ؍؍ حصہ ہفتم	۷ر
اوراد رحمانی ۔ ۔ ۔ ۔	۳ر	و حزب البحر ۔ ۔ ۔ ۔		ہفت اختر ۔ ۔	عمر
اصلاح تخیل ۔ ۔ ۔	۳ر	؍؍ ؍؍ ؍؍ ترجمہ	۸ر	شوق وطن ۔ ۔	۴ر
اصلاح الرجال ۔ ۔ ۔	۱ر	رسالہ الامداد جلد اول مکمل ۔	عہ ۲	تحذیر الاخوان ۔ ۔	۴ر
کلید مثنوی دفتر ششم جلد اول	عہ	؍؍ ؍؍ جلد دوم مکمل ۔	عہ ۲	کرامات اصحابہ ۔ ۔	۱ر
؍؍ ؍؍ جلد دوم	عہ	؍؍ ؍؍ جلد سوم مکمل ۔	عہ ۲	افلاح النساء ۔ ۔ ۔	۳ر
مجالس الحکمۃ مجموعہ ملفوظات	عہ ۲	حسن العزیز جلد اول ۔ ۔	عہ ۸	اصلاح النساء ۔ ۔	۱ر
حزب البحر ۔ ۔ ۔ ۔	۱ر	؍؍ جلد دوم ۔ ۔	۷	نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم	عمر
تسہیل المواعظ حصہ اول ۔	۳ر	الاجوبۃ اللطیفۃ عن بعض ذابن			
؍؍ ؍؍ حصہ دوم ۔	۳ر	ابی شیبہ علی ابی حنیفہ ۔ ۔	۱ر	التکشف عن مہمات التصوف	عہ ۱۲

نوٹ: مندرجہ بالا رعائتی قیمت کے علاوہ مزید رعایت کی فرمائش نہ فرمائی جاوے ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔

ملنے کا پتہ: دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

قال اللہ تعالیٰ

رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا

وفی حدیث ابن مسعود کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السامۃ علینا رواہ الشیخان

امتثالاً للآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت ازدیاد علوم وامداد ، و للحدیث کہ دال است بر مندوبیت فصلے از فصل در ارشاد صحیفۃ شہریۃ علمیۃ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیۃ متنوعۃ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد وحوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ

تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ حسن السلوک الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و

ملفوظات خیرات فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب مدظلہم ست باجل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ

ملقب صحیفہ مشیرست بتبرک بنام نامش نیز در خمسہ الاشتمالات کانہ تحقیقات دائرہ کہ از فضلے ست

جلد (۲)	بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ سنہ ہجری	عدد (۱۰)

باداردۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

(معین الدین پریس میرٹھ)

ایں صحیفہ کا مدش امداد نام		یافت زامداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

(جو)

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں

تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا + (مدیر رسالہ)

اجتہاد فی المذہب کا درجہ نہیں کھولا بلکہ دین میں رخنہ اندازی کی بنا ڈالی ہے (میں یہ نہیں کہتا کہ اونکی غرض یہ ہے - بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اونکے اس فعل کا اثر یہ ہے - خود ونکو مقصود ہو یا نہ ہو اسکو خدا جانتا ہے) کیونکہ اونھوں نے اراکین درجۂ اجتہاد کی فہرست میں افسر مدرس صاحب کا بھی نام گنایا ہے - اور ہمکو ان کے جلسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد کا مرتبہ تو بہت عالی ہے - ان میں تو اسکی بھی قابلیت نہیں کہ وہ کتب شرعیہ کا صحیح مطلب سمجھ سکیں - نیز علاوہ قابلیت و استعداد علمی کے بہت بڑی ضرورت تدین کی ہے - اور جلاء سے جو انکی دینی کمزوری نمایاں ہے اسکا اندازہ آپ کو تحقیقات آئندہ سے بخوبی ہو جاویگا - پس جبکہ افسر صاحب کی یہ حالت ہے تو انکے ماتحتوں کی جو حالت ہوگی وہ ظاہر ہے - لہذا مدرسۂ نظامیہ کا درجۂ اجتہاد بالکل اسکا مصداق ہے ؎ این ہمہ ارکان دولت خانہ ویرانی کنند -

اب ہم توکلاً علی اللہ جلاء بہشتی زیور پر تنقید کرتے ہیں - لیکن بعض وجوہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس خط و کتابت کو جو ہمارے اور کارپردازان نظامیہ کے درمیان ہوئی ہے ناظرین کے سامنے پیش کر دیں - لہذا ہم تحقیق آئندہ میں اوس خط و کتابت کی تفصیل کریں گے اور اسکے بعد جلاء پر تنقید کا سلسلہ شروع کریں گے -

تحقیق (۱۰)

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اس خط و کتابت کو جو کہ ہم سے اور کارپردازان نظامیہ سے ہوئی ہے - تنقید جلاء بہشتی زیور سے فارغ ہونے کے بعد شائع کریں - لیکن بدیں خیال کہ معلوم نہیں یہ سلسلہ کب تک جاری رہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوس سے پہلے ہی اسکو شائع کر دیا جاوے - اس خط و کتابت سے ناظرین کو امور ذیل کا پتہ چلیگا -

(۱) ان مدعیان تہذیب کا بہشتی زیور کی تہذیب پر اعتراض کرنا اسکا منشا محض عناد ہے - اور کچھ نہیں -

(۲) یہ جماعت سراسر ہٹ دھرم ہے اور انصاف و اتباع حق کی اسکو ہوا تک نہیں لگی -

(۳) ان کے بہشتی زیور و حضرت مولانا مدظلہم العالی پر اعتراضات کا منشار محض عداوت ہے اور دعوے خلوص و للہیت وغیرہ سراسر دام فریب جس سے وہ ناداقفوں کو اپنے پھندے میں لانا چاہتے ہیں۔

(۴) ہماری تحریرات کی اشاعت سے انکار کا مبنی صرف یہ ہے کہ وہ لوگ جن پر دین و انصاف کے معاوضہ میں اور بہت سے حیلوں سے قبضہ کیا گیا ہے۔ ہماری ادلۂ قاطعہ اور براہین ساطعہ کو دیکھکر انکے دام سے نہ نکل جاویں۔ اور ان پر سب و شتم وغیرہ کا الزام رکھنا محض گریز کا حیلہ ہے جو کہ اپنے دام فریب کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے کیا گیا ہے۔

(۵) اونکے پاس ہماری تحریرات کا معقول تو در کنار کوئی نا معقول جواب بھی نہیں ہے ورنہ ایسے معاند ہرگز خاموش نہ ہوتے۔ اب ہم اون مکاتبات کو نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کو چار سلسلوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ سلسلۂ اول میں وہ مکتوبات ہونگے جن کو اصل مقصود یعنی اشاعت مضامین سے چنداں تعلق نہیں ہے۔ اور دوسرے سلسلہ میں وہ مکتوبات ہوں گے جو کہ ہم نے اپنے مضامین کی اشاعت کے متعلق منیجر النظامیہ یا اسسٹنٹ ایڈیٹر کو لکھے اور جو کہ اودہر سے ہمارے مکاتیب کے جواب میں لکھے گئے۔ اور تیسرے سلسلہ میں وہ خط و کتابت ہوگی جو ہمارے اور ایڈیٹر النظامیہ کے درمیان ہوئی۔ اور چوتھے سلسلہ میں وہ خط ہوگا جو کہ ہم نے مولوی عنایت اللہ افسر مدرس فرنگی محل کو لکھا۔ جسکے جواب میں اودہر سے سکوت محض عمل میں آیا۔ واللہ المستعان۔

سلسلۂ مکاتبت (۱)

(ہمارا پہلا خط بنام منیجر رسالہ النظامیہ)

بخدمت جناب منیجر صاحب رسالہ النظامیہ السلام علیکم - ۱۷ جون کو ایک مضمون بغرض اشاعت در رسالۂ النظامیہ ارسال کیا گیا تھا۔ جو جواب تھا۔ جلا رہشتی زیور کا۔ اوس کے متعلق آپنے ہنوز کچھ جواب نہیں دیا۔ براہ مہربانی جلد جواب مرحمت فرمائیے کہ آپ اوسکو شائع کریں گے یا نہیں۔ اگر آپ شائع نکرنا چاہیں تو ہمکو مولوی عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی

۵۰

پتہ لکھئے تاکہ ہم اونکو ان کا وہ وعدہ یاد دلائیں جو وہ تحقیقوں سے اگست ۱۹۱۴ء کے پرچہ میں ان الفاظ سے کیا ہے۔ ہم جواب دینے والے حضرات کو مطلع کرتے ہیں کہ وہ جو بات خود ہمکو بھیجدیں ہم انشاءاللہ اوکی اشاعت کرادینگے۔ اور قابل جواب مضامین کا جواب بھی دینگے۔ اور اگر ہم غلطی پر ہوں گے تو تسلیم بھی کریں گے۔ انتہی۔ اور تاکہ ہم اونکو براہ راست مضمون بھیجیں اور خدا کی حجت کو اونپر پورا کریں اب اگر وہ حسب وعدہ شائع کرادیں تو فبہا ورنہ بعد اتمام حجت ہم اوسکی اشاعت کا کوئی اور انتظام کریں۔ والسلام۔ جواب جلد مرحمت ہو۔ جوابی کارڈ مرسل ہے۔ المرسل حبیب احمد زکیرانہ ضلع مظفرنگر محلہ خیل خرد۔

نوٹ۔ اس خط سے پہلے ہم نے ایک اور خط منیجر صاحب کو لکھا تھا جسمیں جلا بہشتی زیور پر تنقیدی مضمون بھی تھا۔ اور اوسمیں ان سے اصل خط اور تردیدی مضمون کی اشاعت کی درخواست کی گئی تھی۔ (وہ خط سلسلہ مکاتبت نمبر ۲ میں نقل کیا جاویگا) اسکا ایک عرصہ تک جواب نہ آنے پر یہ خط لکھا گیا تھا۔

(میرے پہلے خط کا جواب از جانب اسسٹنٹ ایڈیٹر) از دفتر النظامیہ فرنگی محل لکھنؤ۔

خط نمبری ۵۶۰

مکرم بندہ۔ السلام علیکم۔ ۱۶ر جون کا مرسلہ مضمون پہنچا تھا۔ اشاعت کا بھی انتظام کر دیا گیا انشاءاللہ چار پانچ روز میں رسالہ حاضر خدمت ہوگا۔ رسید رجسٹری سے رسید خط کا علم ہو جاتا۔ ہر خط کے جوابات النظامیہ کے صفحات پر موجود ہونگے۔ نیز رمضان کی مصروفیتوں کیوجہ سے کوئی خط نہیں لکھا گیا تھا معاف فرمائے۔ آخر یہ عرض ہے۔ کہ توقیہا کا مطلب مہربانی فرماکر تحریر کیجئے۔ مجھسے تو یہ لفظ پڑھا گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اسکا کیا مطلب ہے۔ اگر کوئی دوسرا لفظ ہے تو اس سے مطلع فرمائیے مشکور ہونگا۔ کیا یہ آب زمزم کا پانی یا شب لیلۃ القدر کی رات کا ایسا نہیں ہے۔

خادم محمد شفیع انصاری اسسٹنٹ ایڈیٹر فرنگی محل لکھنؤ ۴ر جولائی یوم پنجشنبہ ۱۹۱۸ء

(میرا دوسرا خط بنام اسسٹنٹ ایڈیٹر بجواب خط نمبری ۵۶۰ مورخہ ۴ر جولائی)

مکرم بندہ جناب اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب رسالہ النظامیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ نوازشنامہ

۵۱

ممنون کیا۔ اوسکے جواب میں معروض ہے کہ جناب نے مجھپر فقرہ "تو فہما" کے استعمال کرنے پر اعتراض فرمایا ہے لیکن یہ اعتراض بچند وجہ مناسب نہیں ہے۔ اولاً اس لئے کہ مناقشات لفظیہ اہل علم کی شان کے خلاف ہیں۔ اور اونکی آڑ میں وہ ہی لوگ پناہ لیتے ہیں جو اصل مقصود پر بحث کرنے سے عاجز ہیں اور چاہتے ہیں کہ جاہلوں کے دلوں میں اونکی خیالی عظمت و فوقیت قائم رہے۔ اور ثانیاً اس لئے کہ میرا مقصود اجراء سلسلہ "جلاء بہشتی زیور پر تنقید" سے اس گمراہی کو دُور کرنا ہے۔ جو سلسلہ جلاء بہشتی زیور سے دُنیا میں پھیل رہی ہے۔ پس اگر میں ایسے مناقشات میں پڑجاؤنگا تو اپنے مقصود سے بہت دُور ہوجاؤنگا اور لایعنی "تو تو میں میں" میں بحفظ اپنے عزیز اوقات کا خون کرونگا جسکو میں پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اگر مجھے ایسے فضول مناقشات اور لایعنی اعتراضات سے معافی دیجائے تو بڑی عنایت ہوگی۔ ثالثاً اس لئے کہ جناب نے اس اعتراض میں بڑی بے انصافی سے کام لیا ہے کیونکہ آپکا خط معنوی اغلاط سے پُر ہے لیکن آپ ان پر نظر نہیں فرماتے اور مجھپر مناقشہ لفظی کرتے ہیں۔ یہ سراسر بے انصافی ہے۔ اب میں آپ کے خط کے اغلاط معنویہ آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمایئے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ رسید رجسٹری سے رسید خط کا علم ہوجاتا ہے۔ یہ فقرہ دو وجہ سے بے معنی ہے۔ اولاً اس لئے کہ میری رجسٹری جوابی نہ تھی تاکہ مجھے رسید رجسٹری سے رسید خط کا علم ہوجاتا اور ثانیاً اس لئے کہ میں نے اپنے خط میں یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ میرا خط پہنچ گیا یا نہیں۔ بلکہ میں نے یہ دریافت کیا تھا کہ آپ اسکو شائع فرمائینگے یا نہیں۔ اسکے جواب میں فقرۂ مذکورہ سوال از آسمان جواب از ریسمان ہے۔ نیز آپ نے لکھا ہے کہ آخر میں عرض ہے کہ تو فہما کا مطلب مہربانی فرماکر تحریر کیجئے مجھسے تو یہ ہی لفظ پڑھا گیا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ اسکا کیا مطلب ہے۔ اگر کوئی دوسرا لفظ ہے تو اس سے مطلع فرمایئے۔ تاکہ ورنہ ذلک۔ کیا یہ آب زمزم کا پانی یا شب لیلۃ القدر کی رات کا ایسا نہیں ہے؟ اھ۔ اس تھوڑی سی عبارت میں جناب نے جو غلطیاں کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ اوّل یہ کہ آپکی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو اسمیں شبہ ہے کہ یہ لفظ تو فہما ہے یا کچھ اور۔ پس بجائے اس کے کہ آپ یہ لکھتے کہ اس فقرہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ آپکو لکھنا چاہیئے تھا کہ ہم سے یہ لفظ ٹھیک ٹھیک نہیں پڑھا گیا

ہمکو جتایا جاوے کہ یہ لفظ کیا ہے۔ دوم یہ کہ جب آپ کو اطمینان نہیں تھا۔ کہ ہم نے جو کچھ پڑھا ہے وہ صحیح ہے تو آپکو یوں لکھنا چاہیے تھا کہ ہم سے تو یہ لفظ "تو فیہا" پڑھا گیا ہے پس اگر یہ یوں ہی ہے تو کیا یہ آب زمزم کا پانی یا شب لیلۃ القدر کی رات کا ایسا نہیں ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا لفظ ہے تو اس سے مطلع فرمائیے۔ لیکن آپنے ایسا نہیں کیا بلکہ اس انداز سے سوال کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو اپنے صحیح پڑھنے پر اطمینان ہے۔ وہل ہذا الا تناقض سوم یہ کہ آپنے تو فیہا کو آب زمزم کا پانی یا شب لیلۃ القدر کی رات کا ایسا سمجھا ہے۔ حالانکہ ان دونوں ترکیبوں میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ تو فیہا میں حرف جر مکرر ہوگیا ہے اور ترکیب مذکورہ میں اضافۃ الشئے الی نفسہ ہے۔ ان دونوں میں جو فرق ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے گو آپ نہ جانتے ہوں۔ اور بغرض تاکید دو ہم معنی لفظوں کا استعمال جائز ہے خواہ ان میں ایک کو زائد کہا جاوے یا غیر زائد۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے لیس کمثلہ شئی اور عرب کہتے ہیں ان زیدا لقائم اور ما ان زید قائم اور ان ان زیدا قائم وغیرہ وغیرہ۔ برخلاف اضافۃ الشئے الی نفسہ کے کہ وہ ناجائز سمجھی گئی ہے۔ فافترقا۔ نیز شب لیلۃ القدر کی رات اور تو فیہا کو متماثل کہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ شب لیلۃ القدر یا لیلۃ القدر کی رات کو صحیح تصور فرماتے ہیں ورنہ آپکا ایک ایسی عبارت کو جسمیں تین ہم معنی لفظ استعمال کئے گئے ہیں ایسی ترکیب کے مماثل بتانا جس میں صرف دو ہم معنی لفظ لائے گئے ہیں کھلی ہٹ دھرمی اور بلا ضرورت حد سے تجاوز ہوگا کیونکہ اس وقت عبارت شب لیلۃ القدر یا لیلۃ القدر کی رات کافی ہے۔ پس جس شخص کے چند فقروں میں اتنی معنوی غلطیاں بھری ہوئی ہوں اوسکا کیا منہ ہے کہ وہ ایک ایسے شخص پر مناقشہ کرے جسکی طویل عبارت میں صرف ایک لفظی غلطی ہو۔ اور وہ بھی ایسی جسکا غلط ہونا متیقن نہیں۔ کما ستبین۔ رابعاً اس لئے کہ آپ کے پرچہ النظامیہ میں لفظی و معنوی غلطیاں ہوتی ہیں مگر آپ اونپر کوئی مناقشہ نہیں کرتے۔ مثلاً جناب سید برکات احمد صاحب لکھنوی جنوری ۱۹۱۴ء کے پرچہ میں حضرت درد علیہ الرحمۃ کے شعر

ازحرص اگر آستیں فشاند دل ما   چوں شمع عجب کہ حکم راند دل ما

کا ترجمہ ان الفاظ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہتا ہے۔ کہ اے کاش۔ اگر تو ہوس کو چھوڑا ور نفس کو

۵۲

مطیع کرے۔ تو کچھ عجب کی بات نہیں کہ تو تمام جہان کا حکمراں ہو جائے۔ یہ ترجمہ اولاً اس لئے غلط ہے کہ شعر مذکور جملہ خبریہ ہے۔ مگر مترجم نے اسکو انشائیہ کے قسم تمنی ٹھہرایا ہے۔ اور ثانیاً اس لئے کہ اسمیں جملہ شرطیہ مذکورۃ الخبر پر کاش کا لفظ داخل کیا گیا ہے۔ جو کہ محض خلاف محاورہ ہے۔ اور ثالثاً اس لئے کہ اسمیں بجائے اگر تو ہوس کو چھوڑ دے کے اگر تو ہوس کو چھوڑا استعمال کیا گیا ہے جو کہ ایک غلط استعمال ہے (یہ اوسوقت ہے جبکہ خود مصنف ہی کے یہ الفاظ ہوں اور کتابت کی غلطی نہ ہو۔ ورنہ اعتراض ثالث ساقط ہوگا) نیز سید صاحب موصوف میر صاحب علیہ الرحمہ کی شعر

برد وشش ہوا بستہ نفس محمل ما حیف است کہ بچہ ہوسے در دل ما

کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ہائے افسوس کہ خواہش نفسانی نے میرے محمل کو ہوس کے کاندھے پر رکھا ہے۔ یہ ترجمہ سراسر تحریف لفظی و معنوی پر مشتمل ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ سانس نے ہمارے محمل (حیات) کو ہوا (باد) کے کاندھے پر رکھا ہے۔ (یعنی ہماری حیات کا مدار سانس پر ہے جو کہ ہوا ہے) پس بڑے افسوس کی بات ہو کہ (ایسی ناپائدار حیات میں) ہمارے دل سے (راحت و لذت دنیا کے متعلق) کوئی خواہش متعلق ہو۔ پس جبکہ النظامیہ میں ایسی اغلاط لفظیہ و معنویہ موجود ہیں جو حد تحریف تک پہونچگئی ہیں۔ اور باایںہمہ اسسٹنٹ ایڈیٹر ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ تو کیا وجہ ہے کہ ہماری ایک معمولی لفظی غلطی پر مناقشہ کیا جاوے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ رمضان کے سبب انکو ہمارے خط کا ضروری جواب دینا بھی مشکل تھا۔ خامساً اس لئے کہ ماہ مئی ۱۹۱۸ء کے پرچہ میں اسسٹنٹ ایڈیٹر نے سرخی ستارہ صبح اور الزام رسالت کے ذیل میں صفحہ ۱۲ سطر ۶ میں لفظ خوانخواہی استعمال کیا ہے حالانکہ یہ لفظ غلط ہے اور صحیح مخواہی نخواہی ہے لیکن اگر اسکو کاتب کی غلطی کہا جاوے تو ہم کہیں گے کہ خود معترض اسسٹنٹ نے اپنے خط زیر بحث میں لفظ مشکور بمعنی منت کر استعمال کیا ہے۔ جو کہ تو فیہا کی طرح قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ عربی میں مشکور بمعنی شاکر استعمال نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں اسسٹنٹ ایڈیٹر کا کیا منہ ہے کہ وہ مجھپر لفظی مناقشہ کرے۔ کیونکہ ایک قصباتی شخص کا کوئی خلاف محاورہ اور غلط لفظ استعمال کرنا اسقدر قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔ جسقدر کہ ایک بمبئی کا۔ بالخصوص جبکہ وہ

۵۴

سسٹنٹ ایڈیٹر بھی ہو اور دوسروں پر لفظی مناقشے بھی کرتا ہو، یہ نمونہ ہے کارپردازان نظامیہ کی قابلیت اور انصاف کا۔ لیکن اگر ہم اونکی لیاقت اور انصاف پر مفصل بحث کریں اور اونکی اغلاط پر بالاستیعاب تنبیہ کریں تو بہت بڑے وسیع وقت کی ضرورت ہے جو کہ ہمارے پاس فارغ نہیں ہے۔ اسلئے ہم اس لاطائل بحث پر زیادہ لکھنا نہیں چاہتے۔ اور اسی لئے ہم نے سلسلہ جلاء بہشتی زیور پر تنقید میں مناقشات لفظیہ کا دروازہ نہیں کھولا ہے ورنہ ہم خود جناب افسر مدرس کی لفظی غلطیاں بھی نکال سکتے ہیں۔ ساد ساً اس لئے کہ جہانتک میں سمجھتا ہوں اہل زبان نے فہما میں تصرف کیا ہے یعنی فا کو جزو کلمہ قرار دیکر اوسکو بمعنی خیر یا بہتر وغیرہ قرار دے لیا ہے۔ ایسی حالت میں اسپر لفظ تو کا داخل کرنا غلط اور موجب تکرار حرف جزا نہیں ہو سکتا۔ اہل زبان کے لفظی و معنوی تصرفات بکثرت ہیں۔ جنکا انکار نا ممکن ہے۔ پس یہ اعتراض سراسر بیجا ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہے۔ کہ اوّل تو فقرہ تو فہما غلط نہیں اور اگر بالفرض غلط ہو تو اسسٹنٹ صاحب کو ایسے مناقشات کا حق نہیں ہے۔ کما مر مفصلاً پس میں امیدوار ہوں کہ اسسٹنٹ صاحب ایسے مناقشات سے میرا وقت ضائع نہ کرینگے اور میرے اصل مقصود یعنی تنقید جلاء بہشتی زیور میں روڑا اٹکا کر اخفائے حق میں مزید کوشش نہ فرماویں گے۔ اور اگر وہ ان مباحث کو ترک نہ کریں تو ہمیں جواب سے معذور فرما دیں گے۔ کیونکہ محاورات اُردو کی تحقیق نہ ہمارا کام ہے اور نہ ہمکو اتنی فرصت ہے۔ یہ جواب بھی ہم نہ لکھتے مگر اس لئے لکھدیا ہے کہ اسسٹنٹ صاحب کو دہوکا نہ ہو اور وہ ہمارے سکوت کو عجز پر محمول نہ کریں۔ والسلام۔ حبیب احمد از کیرانہ ضلع مظفر نگر محلہ ذیلی خد

(میرے دوسرے خط کا جواب از جانب اسسٹنٹ ایڈیٹر از دفتر النظامیہ فرنگی محل لکھنؤ)

خط نمبری ۵۶۸

مکرم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کا خط آیا بجواب عرض ہے کہ تو فہما کا تعلق تنقید جلاء بہشتی زیور سے نہ تھا۔ کسی وجہ سے اوسکے متعلق لکھا بھی گیا۔ اور وہ بھی محض تفریح طبع کے لئے۔ جو جناب کی دو ورقی[ع۵] سے حاصل ہو گئی۔ ورنہ اگر لفظی بحث میں جناب کو الجھانا ہوتا

ع۵ اسسٹنٹ کی تہذیب ملاحظہ ہو ۱۲ حبیب احمد۔

تو نفس مضمون کی عبارتی غلطیاں، النظامیہ کے صفحات پر دکھائی جاتیں نیز بابۃ النزاع لفظ کے متعلق بھی النظامیہ کے صفحات میں لکھا جاتا۔ میں جناب کے اعتراضات کا مفصل جواب دیتا۔ لیکن چونکہ میرا مقصد (یعنی تفریح طبع) حاصل ہوگیا۔ اس لئے محض حوالوں پر کتفا کرتا ہوں۔ اگر تشفی مقصود ہو ملاحظہ فرمالیجئیگا۔ جواب اوّل و ثانی تو اوپر گذرا۔ اب جواب ثالث کے لئے قانون رجسٹری، اور عبارات حمد اللہ و دریائے لطافت اُردو اور کلیات انشاء، اور خطوط سودا اور نوادر یا توضیح تلویح بحث تنصیص اور دلائل الاعجاز ملاحظہ فرمائیے۔ اور جواب رابع کا اوّل جزو اخبارات جدیدہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ رابع اعتراض کا جزو ثانی میرے نزدیک بھی صحیح ہے لیکن اوسکی ذمہ داری میرے اوپر نہیں ہے صاحب مضمون پر ہے۔ چنانچہ صحافت کا طریقہ ہے لیکن بالکل اخیر جزو کے متعلق عرض ہے کہ صاحب مضمون کو آپ ہی کی طرح سے غلطی کا علم کرادیا گیا تھا۔ النظامیہ میں آپ ہی کی طرح نہیں شائع کیا گیا۔ جواب خامس کیلئے تحقیقات رضائیہ اُردو و جوامع الکلم اُردو ملاحظہ فرمائیے۔ آخر میں عرض ہے کہ تصرفات لفظی کے قواعد مدوّن ہیں۔ اونکے خلاف جائز نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے دریائے لطافت (الکنایۃ ابلغ من التصریح)

آپکا خادم محمد شفیع انصاری اسسٹنٹ ایڈیٹر۔ ۱۳ جولائی ۱۹۱۸ء

(میرا تیسرا خط بنام اسسٹنٹ ایڈیٹر بجواب خط نمبری ۸ ۵۶ مورخہ ۱۳ جولائی)

مکرم بندہ جناب اسسٹنٹ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میرے لفافہ کے جواب میں آپکا کارڈ موصول ہوا۔ آپنے لکھا ہے۔ جناب کی "دو ورقی سے حاصل ہوگئی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بعض عمائد بریلی کے زیر مشق رہے ہیں کیونکہ یہ طرز تحریر انہی کا ہے۔ اس بناپر اگر میں یہ کہوں کہ کاتب اور خط دونوں اس قابل ہیں کہ بریلی بھیجدیئے جائیں تو کچھ بیجا نہیں اس کے بعد گزارش ہے کہ اس قسم کی گفتگو اہل علم کے لئے مناسب نہیں ہے۔ گو آپ کو اسکی پروا نہیں مگر مجھے ضرور ایسی تحریروں سے عار ہے اور میں بلا ضرورت شدیدہ ایسی تحریرات میں پڑنا گوارا نہیں کرتا۔ لہذا امید ہے کہ آئندہ ایسے فقروں سے معافی دیجائیگی۔ باقی خط کے جواب میں گذارش ہے کہ اسکے دیکھنے سے جن دو شعروں کی طرف ذہن منتقل ہوا وہ یہ ہیں

کہتے ہیں تم کو ہوش نہیں اضطراب میں | سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں

۵۶

کلام میر سمجھے اور کلام میرزا سمجھے مگر اونکا کہا وہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

نوٹ - اس خط کا جواب کچھ نہیں آیا - اس لئے یہ سلسلہ تو ختم ہوا - اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے کہ جو لوگ بزعم خود تہذیب کے اسقدر مدعی ہیں کہ بہشتی زیور کی تہذیب ونکے نزدیک قابل اعتراض ہے وہ لوگ اپنی تحریرات میں بازاری باتوں اور پھکڑ سے بھی احتیاط نہیں کرتے پس کیا ایسی صورت میں ہمارا یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ ان لوگوں کا مقصود بہشتی زیور پر اعتراض کرنے سے ہرگز اصلاح نہیں ہے بلکہ ان کی غرض محض فساد اور اسکا منشا بغض و عناد ہے - اب ہم دوسرا سلسلہ شروع کرتے ہیں -

سلسلہ مکاتبت (۲)

ہمارا پہلا خط جو النظامیہ بابتہ ماہ جون سنہ ۳۴ء میں اسسٹنٹ اڈیٹر کے تمہیدی و جوابی نوٹوں کے ساتھ شائع ہوا ہے

بہشتی زیور کی جلد ار

(اسسٹنٹ اڈیٹر کا تمہیدی نوٹ)

ناظرین ہمیں معاف فرمائیں کہ ابکی جلد ار بہشتی زیور باوجودیکہ دفتر میں آگئی تھی لیکن اوسے ہم شائع نکر سکے کیونکہ اس اثنا میں بذریعہ ڈاک ایک خط مع تنقید جلد ار بہشتی زیور ہمکو ملا لہذا اس خیال سے کہ پہلا دار خالی نہ جائے اور نیز اس خیال سے بھی کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم تردیدی مضامین شائع نہیں کرنا چاہتے اوسکی جگہ پر اس تنقید اور خط کو شائع کرنا مناسب سمجھا ورنہ قابل تو اسکے ہے کہ مضمون نگار اور مضمون دونوں سربلی بھیجدیئے جاتے - ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ مضمون نگار کے غضب و غصہ سے کون کون دائرہ اسلام سے خارج ہوکر حسد و رشک نفاق و بدطینتی کا مورد بنتا ہے -

اس مضمون سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ایسے مضامین کی ابتدا کس جانب سے ہوتی ہے آئندہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ النظامیہ کے طرز کے خلاف جو مضمون ہوگا ہم اوسکو شائع نکرینگے جسکا

ف ناظرین خود غور فرمائیں کہ اس نوٹ میں اسسٹنٹ اڈیٹر نے تہذیب و متانت تحمل و بردباری کا کہاں تک لحاظ رکھا ہے کیا ایسی حالت میں بخاطر تہذیب صحیح ہو سکتا ہے ۱۲ حبیب احمد کیرانوی -

مطلب یہ ہرگز نہ ہوگا کہ ہم تردیدی مضمون شائع کرنا نہیں چاہتے اون تنقیدات کے لئے النظامیہ کے صفحے بیشک حاضر ہیں جو سب وشتم نیز تفسیق وتکفیر سے خالی ہوں کہ انکی اشاعت کو ہم اپنے نزدیک نہیں جائز سمجھتے ہیں۔ بہرحال مذکورہ خط مع تنقید درج ذیل ہے ناظرین خط زدہ عبارتوں کو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

(ہمارا خط)

بخدمت جناب منیجر صاحب رسالہ النظامیہ لکھنؤ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعض احباب کی معرفت النظامیہ کے چند پرچے میری نظر سے گذرے جنسے معلوم ہوا کہ اسمیں سنہ ۱۳۴۰ھ سے بہشتی زیور پر تنقید کا ایک سلسلہ قائم کیا گیا ہے جسکا نام بہشتی زیور کی جھلک رکھا گیا ہے۔ اور جسکا منشا ملک سے ان ناپاک جراثیم کا مٹانا بتلایا گیا ہے جو اس قسم کی کتابوں کے ذریعہ میں پھیل رہے ہیں۔ مگر بغور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس سلسلہ کے بانیوں اور حامیوں کا منشا ہرگز خلوص نیت وللہیت نہیں ہے۔ بلکہ اسکا منشا حسد اور رشک اور نفاق ہے اور انکا دعویٰ اصلاح بالکل ان لوگوں کے دعوے کے مشابہ ہے جو نہایت زور کے ساتھ "انما نحن مصلحون" کہتے۔ اور اس کے جواب میں "الا انہم ہم المفسدون" سنتے تھے۔ بنابریں مناسب معلوم ہوا کہ اس انتقاد پر تنقید کا ایک سلسلہ قائم کیا جاوے اور باتباع سنت الٰہیہ ان متشبہین بالمنافقین کے تلبیسات کی قلعی کھولکر مسلمانوں کو انکے فریب اور دھوکے سے مطلع کیا جاوے تاکہ کوئی دھوکہ میں آکر اپنا دین نہ برباد کرے۔ بلکہ بمفحوائے "لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ" اگر کوئی گمراہ ہو تو ظہور دلیل کے بعد ہو۔ اور اگر کوئی ہدایت پائے تو دلیل کے بعد ہدایت پائے غرض کہ مقصود یہ ہے کہ حق بالکل واضح ہو جاوے۔ اسکے بعد خواہ کوئی گمراہی کو اختیار کرے، اور "لیہلک من ہلک عن بینۃ" کا مصداق ہو۔ اور خواہ ہدایت پر قائم ہو یا قائم رہے۔ اور "ویحییٰ من حی عن بینۃ" کا مصداق بنے۔ اور چونکہ قاعدہ ہے کہ تریاق کی ضرورت اونہی کو ہوتی ہے جنھوں نے زہر کھایا ہو۔ اس لئے یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ تنقید بھی النظامیہ ہی میں شائع ہو۔ تاکہ جو لوگ جلاء بہشتی زیور دیکھتے ہیں وہ اس سلسلہ کو بھی دیکھیں اور دونوں مضمونوں کو دیکھکر اپنے لئے جو راہ مناسب سمجھیں اختیار کریں۔ "واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم"۔

لہذا گذارش ہے کہ اگر آپ اس سلسلہ کو شائع فرمانا چاہیں جو کہ ایک حد تک آپ کے ذمہ واجب ہے

تو براہ کرم ہمکو مطلع کیا جاوے۔ کہ ہر مہینہ کسقدر مضمون شائع ہوسکیگا۔ اور وہ مضمون ہر مہینہ آپ کے پاس کس تاریخ تک پہنچ جانا چاہیئے۔ اور اگر آپ شائع کرنے سے انکار کریں تو ہمکو اسکے وجوہ سے مطلع فرماویں تاکہ ہم کسی اور رسالہ یا اخبار میں اس سلسلہ کی اشاعت کا انتظام کریں۔ اسوقت نمونہ کے طور پر ایک مختصر سا مضمون ارسال خدمت ہے۔ تاکہ اوسکو دیکھکر آپ اشاعت کے متعلق کوئی مناسب رائے قائم کرسکیں۔ اگر اسکو دیکھنے کے بعد آپکی رائے اسکی اشاعت کے متعلق قائم ہوجاوے تو آپ مضمون ذیل کو اس تمہیدی مضمون کے ساتھ شائع فرماویں۔ اور ہمکو مطلع فرماویں کہ ہم نے اشاعت سلسلہ کا انتظام کردیا ہے۔ تاکہ ہر مہینہ آپکے پاس ضروری مضامین بھیجتے رہا کریں والسلام۔

احقر حبیب احمد از کیرانہ ضلع مظفر نگر محلہ خیل خرد

اسکا جواب بہت جلد دیا جاوے اور اگر اشاعت منظور نہ ہو تو مضمون ہذا بصیغہ بیرنگ واپس کردیا جاوے۔

جلاء بہشتی زیور پر تنقید

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔۔۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

سلسلہ جلاء بہشتی زیور میں دو امور تنقیح طلب اور قابل تنقید ہیں اول یہ کہ جو غرض اس سلسلہ کے بانیوں اور حامیوں نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے متعلق ظاہر کی ہے وہ کہانتک صحیح ہے۔ دوم یہ کہ جو تنقیدات اونھوں نے بہشتی زیور پر کی ہیں۔ وہ کس حد تک درست ہیں۔ پہلے ہم اس بحث کا فیصلہ کرتے ہیں کہ جو غرض اسکے حامیوں نے بیان کی ہے وہ کہانتک صحیح ہے اس لئے ہم اول اونکی غرض کو خود اونھیں کے الفاظ میں نقل کرکے اوسپر بحث کرتے ہیں یہ جب اس بحث پر تمام پہلوؤں سے گفتگو ہوچکے گی تب ہم دوسری بحث پر قلم اٹھاینگے۔

بحث اول

سلسلہ جلاء بہشتی زیور کیوں قائم کیا گیا ہے

اس سوال کا جواب ہمکو النظامیہ کے پرچوں میں ان الفاظ میں ملتا ہے۔ النظامیہ کے مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ عقائد و خیالات میں جو غلطیاں اور خرابیاں ملک میں پیدا ہوگئی ہیں نکاحتی الوسع

انسداد کرنا۔ اس اہم مقصد کے حصول کے لئے ہم نے النظامیہ میں ستمبر سے ایک خاص سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ بہشتی زیور پر دوستانہ اور ہمدردانہ انتقاد جو ہم نے شروع کیا ہے وہ کسی بغض و عناد یا کسی فلاح کے توقع سے نہیں ہے بلکہ محض ان ناپاک جراثیم کے مٹانے کے لئے ہے جو اس قسم کی کتابوں سے ملک میں پھیل رہے ہیں۔ انتہی بلفظہ - دوسرے مقام پر لکھا ہے۔ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ہم چونکہ مولوی اشرف علی صاحب کی شہرت پر حسد اور رشک رکھتے ہیں اس لئے ہم بہشتی زیور پر تنقید لکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمیں اس امر کے اظہار کر دینے میں کوئی تامل نہیں کہ ہم مولوی اشرف علی صاحب کو فخر اللاحقین بالمہرة السابقین میں شمار کرتے ہیں۔ بخدا مولانا سے ہمکو ذاتی عناد و خصومت نہیں ہے۔ اور نہ اون پر ہمکو رشک ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مولوی صاحب کے بہت کچھ اصول و فروع عقائد و اعمال میں ہمکو ان سے اسی طرح خلاف ہے جیسے اکابر علماء کو ابن تیمیہ اور ابن القیم سے تھا کہ باوجود انکے مرتبہ کے اقرار کے نہایت سختی کے ساتھ انکے خیالات سے بڑے بڑے علماء کو اختلاف تھا اور اختلاف محض زبانی نہ تھا بلکہ تحریری۔ جو آجتک بڑی بڑی کتابوں کی صورت میں موجود ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہمکو اپنی تحریروں کے جوابات ملنا چاہئیں۔ ورنہ اگر کوئی جواب نہیں ہے۔ اور واقعتاً نہیں ہے تو افراد امت کو غلطی میں رہنے دینے کا وبال کسکے سر ہوگا۔ اگر ہم مسلمانوں کو متنبہ نہ کریں۔ انتہی بلفظہ بحذف الزوائد۔ اسی مضمون کو ایک اور پرچے میں اضافہ کر کے لکھا گیا ہے غرض کہ یہ وہ تقریرات تھیں جو حسین میاں حامیان سلسلہ جلد بہشتی زیور کی جانب سے اپنی اغراض کی صحت کے متعلق کی گئی تھیں - اب ہم ان پر تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جسطرح یہ امر مسلم ہے کہ ہر زمانہ میں علماء امت میں اختلاف ہوتا رہا ہے اور بعض علماء دوسرے بعض کی غلطیوں پر خلوص نیت و للہیت سے تنقید کرتے رہے ہیں۔ یوں ہی یہ امر بھی ناقابل انکار ہے کہ ہمیشہ سے جاہ پرست اور اہل غرض اشخاص اہل حق پر حسد اور ان سے رشک کرتے رہے ہیں۔ اور اپنے عیوب کو جھوٹی قسموں اور پرفریب تقریروں سے چھپاتے رہے ہیں۔ چنانچہ جسوقت سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں شیوع ہوا ہے اوسی وقت سے کفار کے سینوں میں رشک و حسد کی آگ بھڑکنے لگی اور وہ اخفاء حق کیلئے بیفائدہ جد و جہد کرنے لگے۔ انہیں میں ایک جماعت منافقین کی تھی۔

ف ہ جبر کا تعلق مستر ۔۔۔ نہیں ہے جیسا کہ ۔۔۔ ظاہر ہے ۔۔۔ معلوم نہیں ۔۔۔ ۔۔۔ حبیب احمد کیرانوی۔

(باقی آئندہ)

حال۔ احقر کو پرسوں سے لرزہ بخار آگیا ہے تکلیف جسمانی و طبعی تو ضرور ہے مگر بحمد اللہ روحانی تکلیف نہیں معلوم ہوتی البتہ ادائیگی مہر کی ذمہ داری سے گھبراہٹ ہے خداوند کریم اسکی ادائیگی سے سبکدوش فرمادیں تو بالکل اطمینان ہو جاوے۔

تحقیق۔ غیر ذی وسعت کیلئے عزم ادا کا معاملات آخرت میں بجائے ادا ہونا حدیث سے ثابت ہے مطمئن رہنا چاہئے البتہ عزم ادا میں کوتاہی نہ ہو۔

حال۔ معمولات کے ترک سے البتہ رنج ہے۔

تحقیق۔ طبعی رنج کا مضائقہ نہیں مگر عقلی رنج نہ ہونا چاہئے جو کچھ بندہ کے ساتھ ہوتا ہے خیر ہوتا ہے۔

حال۔ صحت کیلئے دعا فرماویں کہ پھر اپنے کام پر لگجاؤں کیونکہ زادراہ کی بالکل کمی ہے۔

تحقیق۔ اپنے عمل پر زادراہ ہونے کا گمان ہی کرنا جیسا کہ یہ عبارت موہم ہے خود انکسار کے خلاف ہے۔

حال۔ مجھکو اپنی اہلیہ کے انتقال سے صدمہ تو بہت تھا خوف تھا کہ پھر بیمار نہ ہو جاؤں۔ دفعۃً والد ماجد اسقدر بیمار ہوئے کہ مایوسی کے آثار شروع ہو گئے مگر خداوند تعالے نے فضل فرمایا امید صحت شروع ہو گئی۔ والد ماجد کی علالت سے میں صدمۂ اولیٰ کو بالکل بھول گیا خداوند تعالے نے اس طرح تلافی فرمائی اور فانابکم غما بغم الخ کا مسئلہ آج حالاً حل ہوا۔ اس دوران میں مثنوی کے مطالعہ سے بھی تسکین ہوتی رہی اور اس رنج والم کے بعد انابت بھی زیادہ ہے طاعات عبادات میں زیادہ دلچسپی ہے اگرچہ بوجہ کمزوری ہو کچھ نہیں سکتا۔

تحقیق۔ الحمد للہ آپ کو بھی افاقہ ہوا جب کے والد ماجد کو بھی صحت کی صورت ہوئی اور سب سے بڑی خوشی یہ کہ لطف صنع حقتعالے کے اسرار آپکی سمجھ میں آگئے فہنیئاً لکم العمل والعلم کمزوری سے کچھ نہ ہو سکنا یہ بھی ایک رحمت ہے۔ عزم کے سبب اجر بھی ہے اور نہ کر سکنے کے سبب عجب سے بھی حفاظت ہے۔ جب تک یہ ضعف ہے یہی حکمت ظاہر رہیگی۔ دعائے استقامت و برکت کرتا ہوں فقط۔

حال۔ نیند کی زیادتی سے گاہ بگاہ عبادات مذکورہ میں نقصان آتا ہے۔ حضور کی بارگاہ سے

امید رکھتا ہوں کہ غفلت کا علاج فرماکر بندہ کو تعلیم اصلاح فرمائیں۔

تحقیق۔ العلاج بالضد۔ پس غفلت کا علاج ذکر ہے جو کہ فعل اختیاری ہے فعلیک بہ اور اگر غفلت سے مراد نوم ہے تو لا تفریط فی النوم حدیث ہے پھر پریشانی چہ معنے۔

حال۔ چند روز سے غالباً محرم ۱۳۵۳ھ کے شروع سے یا کچھ پیشتر سے بوقت ذکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذات حق جل مجدہ میرے قلب میں جلوہ فرما ہے صورت کوئی قلب میں نہیں آتی مگر قلب و ذہن معمور اور بالجزم یہ بات دل میں پیوستہ ہوتی ہے کہ حضرت حق میرے قلب میں تشریف فرما ہیں۔ یہ جانتا ہوں کہ جو کچھ دل میں انوار وغیرہ ہیں یہ سب غیر ہیں مگر ان اللہ بکل شئی محیط کی تصویر اس وقت دل میں موجود پاتا ہوں۔ اس حالت کے بارہ میں کیا ارشاد ہے۔

تحقیق۔ اعتقاد تنزیہ کے ساتھ یہ حالت غلبہ ہے معیت کا۔ اس کے بعد اس سے بھی ترقی ہوگی کہ وجدانا بھی وراء الوراء ہونا مع معیت بلا کیف کے مشہود ہوگا۔

حال۔ میں آجکل بعد نماز فجر طلوع شمس تک درود شریف کا پابند ہوں اور تمنا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یقظۃً و مناماً حاصل ہو اگرچہ یہ جانتا ہوں کہ یہ مقصود نہیں مگر تمنا بیحد ہے اور اسلئے اور زیادہ ہوگئی کہ ایک صاحب جنکو احقر نے ذکر تعلیم کیا تھا (اور حضرت والا کو غالباً ایک عریضہ میں اسکی اطلاع بھی کی تھی) بحمد اللہ وہ اس دولت سے مشرف ہیں ان کو بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ ایکبار میرے وعظ میں ان کو منکشف ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور دعا کے وقت تک تشریف فرما رہے اور اخیر میں یہ دعا دی کہ حق تعالیٰ اسکے وعظ میں برکت عطا فرمائیں۔ اس روز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کر رہا تھا غرض ان کی اس حالت سے غبطہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے بھی عنایت فرمائیں۔

تحقیق۔ یہ صورت مثالی ہے جو ان کو مکشوف ہوتی ہے حقیقت نہیں۔ دوسرے اسمیں اکتساب کو دخل نہیں۔ اور نہ یہ ہے کہ اسکا ہونا نہ ہونے سے اکمل ہے۔ اہل اللہ میں سے بکثرت وہ ہیں جنکو یہ حاصل نہیں حتیٰ کہ صحابہؓ بھی غالباً کل ایسے ہی ہیں ورنہ منقول ہوتا اور صحابہؓ کا غیر صحابہؓ سے افضل اور اقرب الی اللہ ہونا یقینی ہے۔ پس یہ تمنا میرے وجدان میں لا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض کے افراد میں سے ہے۔

سوال۔ تصور حق تعالیٰ کی جو چند قسمیں کی ہیں یعنی تصور با توجہ۔ تصور بوجہ۔ بالکنہ۔ بکنہہٖ ان میں سے کاملین کو کونسی حاصل ہو جاتی ہے۔

جواب۔ سب کو با لوجہ ہی ہوتا ہے مگر خود اس وجہ میں تفاوت ہے کسی کو اس وجہ کی کنہ منکشف ہوتی ہے کسی کو اس وجہ کی بھی وجہ ہی مدرک ہوتی ہے۔

حال۔ بندہ کی یہ حالت ہے کہ ہر وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ حاضر وناظر ہے۔ اس سے گناہ کی طرف اوّل تو میلان ہی نہیں ہوتا اور اگر ہوا بھی تو فوراً رفع ہو جاتا ہے۔ مگر یہ حالت سرکاری کام کرتے وقت نہیں رہتی ہے۔ اسکی وجہ سوائے انہماک فی الشغل الدنیا اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور اگر انہماک سے کام نہ کیا جاوے تو وقت بہت صرف ہو اور کام کچھ بھی نہ ہو۔ مگر اسوقت میں ذہول بھی نہیں ہوتا ہو کیونکہ اگر شیطان اسوقت کوئی وسوسہ لاتا ہے تو فوراً حق عزوجل کی طرف خیال جاتا ہے جس سے وسوسہ رفع ہو جاتا ہے۔ یا اگر نماز کا وقت آیا تو بار بار گھڑی دیکھکر دیکھتا ہوں کہ جماعت میں کتنا وقت باقی ہے یا واقعی یہ ذہول ہی ہے جسکو بندہ سمجھے ہوئے نہیں ہے۔ اگر یہ ذہول ہے تو ضرور قابل ترک ہے اگر نہیں تو خیر۔ حضور والا رقم فرمائیں کہ یہ کیا ہے تاکہ حسب الحکم عمل کیا جاوے۔

تحقیق۔ یہ حالت ذہول کی نہیں تو انہماک بھی نہیں۔ انہماک کے لئے ذہول لازم ہے۔ بلکہ اگر قدرے ذہول بھی ہو تب بھی دلیل انہماک نہیں کیونکہ ذہول کیلئے انہماک لازم نہیں۔ اصل یہ ہے کہ انہماک پوری مشغولی کو نہیں کہتے یہ تو بعضے کام میں لازم ہے بلکہ دلچسپی کی مشغولی کو اور اوسمیں بھی جب دوام یا غلبہ ہو اوسکو کہتے ہیں۔ سو یہ بفضلہ تعالیٰ آپ کو نہیں۔

حال۔ دل یہ چاہتا ہے کہ تمام ذکر اللہ کیا کریں۔ چنانچہ جب کبھی دوست احباب کوئی وظیفہ وغیرہ دریافت کرتے ہیں تو بندہ اونکو بھی یہی مشورہ دیتا ہے کہ ذکر اللہ سے بہتر کوئی وظیفہ نہیں۔ حضرت مولانا دام مجدہ سے اجازت لیکر ذکر کیا کرو۔ حضور والا کا نام بھی اس غرض سے بتلاتا ہوں کہ حضور والا کی ذات بابرکات سے فائدہ جلد پہونچتا ہے۔ مگر یہ اوسوقت مشورہ دیتا ہوں جبکہ سائل کو بھی حضور انور سے محبت ہو۔

تحقیق۔ ہر ایک کو تو اسکی اجازت نہیں۔

حال۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضور والا معہ دو تین اصحاب کے کھانا تناول فرما رہے ہیں۔ حضور انور نے ایک صاحب کو جو بائیں ہاتھ کو تشریف فرما ہیں اپنی رکابی میں سے چاول نکالکر دیئے ہیں۔ جب بندہ

ساتھ ہوا تو حضور والا کے سامنے بیٹھنے لگا پھر حضور نے فرمایا کہ میرے پاس آجا بندہ حضور کے پاس آن بیٹھا۔ حضور پُرنور نے اپنے شیر وچاول کی رکابی جسمیں سے حضور بندہ کی حاضری سے پیشتر تناول فرما چکے تھے بندہ کو مرحمت فرمائی۔ بندہ کے دلمیں خیال ہوا کہ اگر حضور والا اسمیں سے تناول فرمائیں تو حضور والا کا پس خوردہ جو باعث برکت ہے اوسکو کھاؤں۔ عرض کرنے نہ پایا تھا کہ حضور والا نے دوبارہ اوسی رکابی میں سے تھوڑا سا تناول فرمایا اور بعدہٗ بندہ کو مرحمت فرما دی جس میں سے بندہ نے شیر وچاول کھائے۔ بعدہٗ معلوم ہوا کہ وہ پیشتر ہی حضور والا کا پس خوردہ تھا اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

تحقیق - انشاء اللہ تعالےٰ بشارت ہے نفع کامل کی۔

حال - دل کچھ ایسا سخت ہے کہ آجکل بہت موتیں ہو رہی ہیں اور خوف نہیں معلوم ہوتا۔

تحقیق - موت سے خوف نہ ہونا سخت دلی نہیں ہے بلکہ اس حالت کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کیجاتی ہے۔ البتہ سخت دلی جب ہے جب خوف نہ ہونے کے ساتھ اعمال صالحہ سے بھی غفلت ہو۔

حال - ان دنوں خواب کی جانب میرا التفات بالکل نہیں ہے مگر اتفاقیہ ایک خواب یہ دیکھا کہ کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے کہ اپنے جسم کو اللہ کے لئے ایسا فانی کرو کہ بجز اللہ پاک کے کوئی حرص و ہوا نہ رہے۔ حتیٰ کہ میرا تمام جسم اوسوقت ویسا ہی ہوگیا جسکے اظہار میں زبان قاصر ہے۔ بعدہٗ ایک نور سا دیکھا اور یہ معلوم ہوا اوسکے بعد بیداری ہوگئی۔ دو تین روز کے بعد مجھے ہر طرف سے صدا آنے لگی کہ تمکو تصوف کی پوری پوری تکمیل کرنی چاہیے۔ دو تین دن تک یہی کیفیت رہکر بند ہوگئی۔ میرے حق میں دعائے خیر فرماویں خاکسار اپنے گناہوں سے شب و روز نادم رہا کرتا ہے۔

تحقیق - مبارک حالت ہے حقتعالےٰ راست لاوے۔

حال - گذارش یہ ہے کہ دنیا کے کاروبار سے جی گھبراتا ہے اور کلفت ہوتی ہے اور احقر کے پاس زمینداری تھی اپنے بھائیوں کو دیدی اور دست بردار ہوگیا کہ مجھسے کوئی تعلق زمینداری سے نہیں ہے اور استعفا دیتے وقت بعض احباب نے مجھسے کہا کہ زمینداری تو حلال تھی کیوں استعفا دیتے ہو۔ احقر نے جواب دیا کہ بھائی حلال ہونے میں تو کوئی شک نہیں مگر دینداری اور زمینداری ایک ساتھ نہیں ہو سکتی کیونکہ فتنہ فساد لوگ کرتے ہیں اور مجھکو بھی عدالت میں جانا ہوگا اور جھوٹ بولنا پڑیگا۔ اور اگر مختار کسی کو لکھا تو وہ جھوٹ بولے گا اور عدالت اور دنیا کے کام سے میرا جی گھبراتا ہے اور کلفت ہوتی ہے

اور اگر کوئی دُنیا کی بات کرتا ہے جھگڑے بکھیڑے کی تو سخت کلفت ہوتی ہے اور دُنیا سے دل سرد ہوگیا۔ قلب میں سوائے اللہ کے دوسری محبت ہی نہیں اور دل میں رائی کے دانہ برابر بھی نہیں محبت دھن دولت روپیہ پیسہ کی بلکہ یہ سرو سامان دیکھکر وحشت معلوم ہوتی ہے اور فقر و فاقہ میں مزہ معلوم ہوتا ہے یہ بات سنکر سب لوگ چُپ ہوگئے۔ اور اپنے بھائیوں سے یہ بھی کہا کہ زمینداری سے مجھکو کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ میں آپ لوگوں سے کھانے کپڑے کا خواستگار ہوں کیونکہ مجھکو پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جس نے پیدا کیا ہے وہ رزق دیگا۔ حضرت مولانا صاحب کو معلوم ہو کہ دعا کریں کہ توکل اور اعمال صالحہ میں استقامت نصیب ہو۔ اور نیز احقر کا بہت جی چاہتا ہے کہ جس سلسلہ میں داخل ہوں اپنے بزرگوں کو کچھ پڑھکر ہر روز بخشا کروں لہذا حضرت اپنی زبان مبارک سے جو کچھ فرما دیں پڑھکر احقر بخشا کرے۔

تحقیق - ایکبار سورہ یٰسین شریف۔

حال - دیگر حالت یہ ہے کہ احقر اپنے کو ناکارہ اور پستی والا معلوم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ یہ مشاہدہ رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش اس ناچیز و نالائق پر برس رہی ہے اور میں جس حالت میں ہوں خدا کا شکر ہے اور ہر حال میں راضی برضائے مولیٰ رہتا ہوں۔ اور حضرت مولانا صاحب کو معلوم ہو کہ جو امراض رذیلہ خارج ہوگئے اللہ کا شکر کرتا ہے کہ پھر دوبارہ عود کر نہیں آئے۔ اور جو اوصاف حمیدہ پیدا ہوئے اوسمیں انشاء اللہ دن بدن پختگی کرتے چلے جاتے ہیں۔ احقر اللہ کا شکر کرتا ہے کہ آپکی صحبت نصیب ہوگئی اور یہ صحبت کی برکت ہے ورنہ اس ناکارہ کو یہ دولت کہاں نصیب ہوتی جو کچھ ہے آپکی شفقت اور توجہ اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے ورنہ میرا موہنہ اس قابل کہاں تھا۔ احقر دن و رات اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ مجھکو اور سب ہمارے اکابر و عزیز و احباب اور پیر بھائیوں کو اپنی مرضیات پر راضی رکھکر خاتمہ بخیر انجام بخیر فرما دیں۔ اور حضرت مولانا صاحب قبلہ کے لئے ہر نوع کی بہبودی کی دعا حق تعالیٰ سے مانگتا ہوں۔ اور یہ جو کچھ ہے آپ ہی کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ تا دیر ذات ملکی صفات کو ہمارے سروں پر قائم رکھکر دونوں جہان میں مدارج علیا حضرت کو نصیب فرما دیں آمین یا رب العلمین۔ اور ہم سبھوں کو جیسی اس دار دنیا میں اونکی محبت و غلامی نصیب فرمائی اسی طرح دار آخرت میں اے اللہ اونکی معیت اور غلامی جن ثمرات نیک جس کا حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اپنے فضل سے نصیب کر اور احقر دعا کا طلبگار ہے کہ اللہ تعالےٰ

اپنی مرضیات پر قائم و دائم رکھیں اور حال صالحہ میں استقامت نصیب کریں۔

تحقیق۔ تمام حالات پڑھ پڑھ کر بال بال میں جان آئی۔ اللہم زد فزد۔

حال۔ جب سے والا نامہ آیا بحمد اللہ ناغہ کی نوبت نہیں آئی۔ ۱۲ تسبیح کے جدے ہزار اسم ذات شب میں اور ۲ ہزار دن میں معمول ہے۔ گذارش یہ ہے کہ مثلاً لا الہ الا اللہ پڑھتا رہا جب ذرا سی توجہ نہ ہوئی تو بجائے اوسکے اسم ذات زبان سے ادا ہونے لگا۔ اسی طرح ورد اجزاء کیساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا تھا۔ کل دن کو بالقصد فرصت کے اکثر اوقات میں کلمہ شریف سر اکہتا رہا تو رات بجائے ۲ تسبیح کے ۳ تسبیح سے زائد کلمہ شریف کا ذکر ہوا بلا ارادہ گویا زبان رکتی ہی نہ تھی۔ اور غض بصر ابتک بجہاد شوار اور سخت دشواری پیش آئی تھی اور اب آسانی سے نگاہیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ دیکھ تو بہت ہی ہے مگر اب بخلاف سابق کے خلاف طبع بات پر طبیعت بہت جلد گرم ہوتی ہے لیکن سکوت و ضبط سے کام لیتا ہوں۔ امید وار دعا کا اور علاج کا ہوں کہ یہ اصل دراس لحظا یا کبر دور ہو جاوے مطابق ارشاد عالی تربیۃ السالک دیکھ رہا ہوں اور حضرت کے مواعظ بھی دیکھتا ہوں جس سے ایک حظ وافر اور ایک حد تک اپنے مرضوں میں نمایاں کمی پاتا ہوں۔ کیا عرض کروں آنے جانے والوں کی وجہ سے غیبت میں بھی ابتلا ہو جاتا ہے گو اسکے لئے ہمت کرکے بہتوں کو آنے سے منع بھی کر دیا ہے لیکن بڑوں کو منع نہیں کیا جاتا۔ جب وہ لوگ باتیں لگاتے ہیں خود میں بھی غیبت کر بیٹھتا ہوں بعد کو ندامت ہوتی ہے

تحقیق۔ ماشاء اللہ مجموعی حالت اچھی ہے۔ ذکر میں جو معاملہ لکھا تھا اوسمیں کچھ حرج نہیں مقصود ہر حال میں محفوظ ہے۔ کبر کا علاج استحضار اپنے عیوب کا اور استحضار اپنے ذنوب کا اور عظمت حق کا ہے اسکے تکرار سے انشاء اللہ تعالےٰ یہ مغلوب ہو جاوے گا۔ اور طبیعت کا گرم ہو جانا یہ ایک بات ہے یہ غضب ہے اسکا علاج اس امر کا استحضار ہے کہ جسطرح یہ شخص ہمارا خطاوار ہے ہم حقتعالےٰ کے خطاوار ہیں اگر وہ ہم سے اسطرح انتقام لینے لگے تو کہاں ٹھکانا ہے۔ بس جس طرح ہم اپنے عفو کو پسند کرتے ہیں اسکے ساتھ بھی ہمکو یہی معاملہ مناسب ہے۔ غیبت کا سلسلہ شروع ہونے کے وقت سب سے بہتر یہ ہے کہ وہاں سے کسی بہانہ سے اوٹھ جائیں اور پھر بھی لغزش ہو جاوے تو ہر غیبت پر دو رکعت صلوٰۃ توبہ کا التزام انشاء اللہ تعالےٰ نافع ہوگا۔

حال۔ بندہ کے معمولات اور حالات بدستور ہیں۔

تحقیق۔ اللّٰہم بارک۔

حال۔ ایک روز البتہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو اس سے پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ وہ یہ کہ پانچ چھ روز ہوئے بندہ تین بجے شب کے تہجد کے لئے کھڑا ہوا، اور شیطان نے اسقدر سخت، اور غلیظ اور مہلک وسوسہ نفس وجود حق تعالیٰ شانہ کی نسبت ڈالا کہ میں قریب تھا کہ از جارفتہ ہو جاؤں۔ اسوقت بندہ نے لاحول پڑھی، اور حضرت حق میں غایت تضرع سے التجا کی کہ الٰہ العالمین آپکے سوا کوئی مجھکو اس لعین کے کید سے نجات نہیں دے سکتا۔ آپ اپنی مدد سے اس وسوسہ کو دور فرما دیں۔ میں التجا کرتا تھا اور اس اثناء میں بھی برابر لعین باز نہ آتا تھا۔ میں بار بار کلمہ طیبہ پڑھکر تجدید ایمان کی کرتا تھا اور اسکے حربہ سے نہایت درجہ خوف زدہ تھا اور ہر دفعہ کلمہ پڑھکر یہ چاہتا تھا کہ کاش کہ اسی وقت میں پیوند خاک ہو جاؤں کہ ایمان پر خاتمہ ہو جاوے کیونکہ نہ معلوم چند منٹ کے بعد میرا کیا حال ہو۔ قریب قریب ایک گھنٹہ تک یہی حال رہا کہ شیطان متواتر حملہ کرتا تھا، اور شبہات ڈالتا تھا اور میں بھی حق تعالیٰ شانہ سے تعوذ کرتا تھا۔ آخرکار بندہ نے اپنے اکابر کا توسل ڈھونڈا اور انکی روحانیت کی طرف دل سے متوجہ ہو کر حق تعالیٰ سے مدد چاہی۔ اسکے بعد وہ حالت جاتی رہی اور الحمد للہ کہ اب اطمینان حاصل ہے۔ لیکن یہ خوب مستحضر ہو گیا کہ علم تو عمل ہمارے ایمان کی حقیقت بھی کل اتنی ہے کہ ایک آن میں سلب ہو سکتا ہے۔

تحقیق۔ جس طرح یہ مستحضر ہو گیا جس سے عجب و ناز کی جڑ کٹ گئی الحمد للہ اس سے زیادہ نعمت یہ ہے کہ یہ بھی مشاہدہ ہو گیا کہ بس میاں شیطان کی اتنی حقیقت ہے کہ تھوڑی دیر تک شرارت کر سکتا ہے۔ پھر فینقلبوا خائبین کا تمغہ لیکر دفع ہوتا ہے۔ ان کید الشیطان کان ضعیفا اور وما کید فرعون الا فی تباب کی طرح ما کید ابلیس الا فی تباب کا مشاہدہ ہو گیا۔ اور الحمد للہ الذی رد کیدہ الی الوسوسۃ اور ذلک صریح الایمان کی تفسیر کا معائنہ ہو گیا۔ شاید آپ محض دلجوئی پر محمول کریں۔ نہیں۔ واقعی اعتقاد بلکہ تجربہ سے کہتا ہوں کہ یہ خدائے تعالیٰ کا اتنا بڑا فضل ہوا کہ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر یہی حالت اول ہی اول عین موت کے وقت پیش آتی بوجہ حقیقت معلوم نہ ہونے کے اور اسوقت اسکی فرصت بھی نہیں کہ تحقیق کیا جاوے کسقدر پریشانی ہوتی۔ اور ممکن تھا کہ غلطی سے اس کا اثر بیگڑ دم نکلتا۔ اب حقیقت معلوم ہو گئی قصہ نکلیا۔ اب اگر ایسا ہوگا بھی تو نہ وحشت ہوگی نہ یاس۔ سبحان اللہ کیا لطف ہے۔

۲۱

حال۔ اس کے بعد شیطان نے نہایت ہی قوت اور تواتر کے ساتھ معاصی کے وساوس قلب میں ڈالنے شروع کئے جسکا سلسلہ دو تین روز تک رہا بہت ہی پریشان رہا۔ بارے الحمد للہ کہ اب دو ایک روز سے وہ حالت بھی زائل ہوگئی اور پہلی سی حالت عود کر آئی۔ حقتعالیٰ شانہ اپنے حفظ و پناہ میں رکھیں۔

تحقیق۔ اوتھہ۔ جب کہ جزئیات کا وسوسہ پریشانی کا سبب ہونا چاہئے تو معاصی بیچارے کیا بلا ہیں۔ بس بڑی بات یہ ہے کہ اونکے مقتضاء پر عمل نہ ہو اونسے تلذذ نہ ہو پھر کچھ پروا نہیں۔

حال۔ پہلے ایک عرصہ تک تو ذات بحت کا تصور اکثر اوقات قائم ہوتا تھا مگر میں چونکہ متعدد اوقات میں مراقبہ ما بعد الموت کیا کرتا تھا اوس سے شوقِ موت دامنگیر ہونے لگا۔ بعض اوقات جی چاہتا تھا کہ اوس عالم میں جست کروں۔ اس حال کے عرض کرنے پر ارشاد ہوا کہ بشارت نسبت مبارک ہو۔ اور یہ مراقبہ ابتک جاری ہے۔ اب چند روز سے یہ بات کہ ہر وقت عالم آخرت کا خیال بلا قصد قائم رہتا ہے۔ اوسی عالم کے ذکر و فکر سے لذت محسوس ہوتی ہے۔ ان الدار الآخرۃ لہی الحیوان کا مشاہدہ ہو رہا ہے عرض یہ ہے کہ بجائے تصورِ ذات کے یہ تصور قائم ہوگیا ہے اس لحاظ سے میں نے ترقی کی یا تنزل۔

تحقیق۔ جو حال بلا قصد و اختیار ہو وہ ترقی ہی ہے تنزل نہیں گو بعض وجوہ سے حال سابق اکمل ہو لیکن باقتضائے وقت کہ اوس اقتضا کی حقیقت و آثار حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرا حال اصلح و انفع و اوفق ہوتا ہے۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کے عموم میں یہ مسئلہ بھی ہے۔ علیٰ ان ما مین الاستغراق

حال۔ اب نیا ایک حال یہ ہوا کہ دل چاہتا ہے کہ نماز کی جگہ خوب اچھی ہو۔ بچھونا اچھا پاک ہو۔ گھر بھی خوب عمدہ ہو۔ اگر مسجد ہو تو دل خوب لگتا ہے۔

تحقیق۔ نظافت باطن سے نظافت ظاہری کا تقاضا ہوا ہے۔ مبارک ہو۔

حال۔ احقر آجکل چوبیس ہزار مرتبہ اسم ذات اور بارہ ہزار مرتبہ استغفار اور بعد نماز تہجد دوازدہ تسبیح پڑھ لیتا ہے۔ اور قرآن شریف تجوید سے پڑھنا شروع کیا ہے۔ اور جمال القرآن بھی پڑھتا ہوں۔ تجوید کی مشق قاری صاحب کے پاس نصف گھنٹہ کیلئے حاضر ہوکر مدرسہ میں کرتا ہوں۔ حضور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ تجوید کیموافق میرا قرآن پاک صحیح کرادیں جسکی مجھکو بہت ضرورت اور نہایت تمنا ہے اور فرصت کے اوقات میں برابر تصانیف حضور کی زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ مواعظ بکثرت دیکھتا رہتا ہوں اور بعد نماز جمعہ کے قریب قریب ہر جمعہ کو حضور کا ایک وعظ مثل تقریر کے پڑھکر جامع مسجد خورجہ میں بیان کرتا

مجھکو سفر وغیرہ میں جمعہ واقع ہو سُنتا تا ہوں جس سے عوام کے فائدہ کے علاوہ مجھکو بے انتہا نفع معلوم ہوتا ہے۔ اور اوٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اسم ذات پڑھتا رہتا ہوں غفلت بہت ہی کم وقت رہتی ہوگی۔ اور اکثر اوقات تنہائی میں رہتا ہوں۔ لوگوں سے زیادہ میل جول رکھنے سے طبیعت گھبراتی ہے۔ الحمدللہ یہ حالت ہے ؎

نہ ہے مطلب کسی سے یاد او سکی میری ہمدم ہے　　نہ کوئی کام ہے مجھکو نہ کچھ دھندا سوا اس کے

اکثر ذکر کے وقت سینہ میں ایک آگ سی بھڑکتی رہتی ہے اور اکثر رقت طاری رہتی ہے اور حضور کی دعا کی برکت سے استغنار قلب کی نعمت خداوند کریم عزجل نے ایسی عجیب عطا فرمائی ہے کہ میں شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ ہر وقت اطمینان و سکون قلب نصیب ہے جس سے ایسا عیش میسر ہے کہ دن عید اور شب شب برات ہے۔ الحمدللہ کیسی ہی تنگی اور مصیبت پیش ہو لیکن پریشانی نشان تک کو پاس نہیں۔ آجکل بوجہ روزگار نہ ہونے کے کثر عسرت غالب رہتی ہے۔ لیکن واللہ ایسی حالت میں بھی جو عیش مجھکو حاصل ہے سلاطین ہفت اقلیم اگر دیکھ پائیں تو خدا جانے حسد و رشک سے میرا کیا حال کریں۔ جو حالت بھی مجھ پر فقر و فاقہ عسرت و بیماری وغیرہ کی پیش آتی ہے اور میں نہایت مسرور رہتا ہوں کیونکہ یہ پوری طرح محقق ہے کہ میرے آقا حقیقی کی طرف سے ہے۔ بلکہ واللہ بعض وقت مصیبت میں بھی مزہ آتا ہے۔ لیکن دعا تو کرتا ہوں ہر وقت عافیت ہی کی پھر جو کچھ بھی پیش آتا رہتا ہے واللہ وہ لطف و کرم معلوم ہوتا ہے کیونکہ ع

درد از یار است و درمان نیز ہم۔ اور حضرت مولانا قسم ہے اوس ذات مقدس کی اپنے اوپر ہر وقت ہر لحظہ اپنے مولائے کریم کی نعمتوں کی بارش اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کوئی لمحہ اور کوئی ساعت خالی غرض نہیں آتی۔ ہر وقت یوں جی چاہتا ہے کہ اپنے جان و مال و اولاد سب اپنے حقیقی آقا کی راہ میں دیدوں۔ اور اپنا نفس تو مجھکو سخت ذلیل بلکہ ارذل معلوم ہوتا ہے اور بے انتہا نمک حرام معلوم ہوتا ہے۔ دل یوں چاہتا ہے کہ اگر ہزاروں روپیہ میرے پاس ہوں تو سب اللہ کی راہ میں صرف کردوں مگر مفلس ہوں۔ اسپر بھی الحمدللہ بتوفیق ایزدی ایک طالب علم صاحب کو دونوں وقت کا کھانا دینا شروع کردیا ہے۔ خدائے تعالیٰ قبول فرمائے۔ ابھی تک بیکار ہوں حضور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو تجارت کا کام عطا فرماویں۔

تحقیق۔ سبحان اللہ خط پڑھکر روئیں روئیں میں جان آگئی۔ اللّٰہم زد فزد۔ میں خیریت سے ہوں

۳۲۳

اور اس خیریت کے لئے بھی دعا کا طالب ہوں۔

سوال۔ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ و دیگر بزرگان دین جنکے متبرک نام نامی شجرہ میں درج ہیں اگر کبھی کبھی اون حضرات کو ایصال ثواب بذریعہ طعام غربا و مساکین یا ذر نقد بطور امداد غربا و مساکین کے پہونچا دیا کروں اسمیں کوئی خاص طور پر اہتمام یا کسی مہینہ یا تاریخ کی قید نہ کرونگا بلکہ جب حقتعالے توفیق عطا فرمائیں۔ طریقہ مذکورہ بالا میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔ اور اگر اسمیں کسی مفاسد یا کسی ناجائز امر کا احتمال ہو تو جسطور سے حضور والا ارشاد فرمائیں وہی طریقہ عمل میں لاؤں۔

جواب۔ موجب ثواب ہے گو یہ نیت نہ ہو کہ اس عمل سے اونکی ارواح طیبہ سے فیض ہوگا گو باطنی ہی سہی۔

حال۔ عرصہ دراز سے احقر نے اپنے حالات کے متعلق حضرت والا کی خدمت میں کچھ گذارش نہیں کیا اوسکی وجہ یہ تھی کہ ایک سال چار ماہ تک مرض تبخیر نے ایسا پریشان کیا تھا کہ مجھکو اپنی زندگی بھی ناگوار تھی۔ دماغ مثل ہنڈیا کے پکتا تھا لیکن اللہ تعالے کی اس عنایت پر شکر گذار اور شاداں تھا کہ احقر کی حالت کا کسی شخص پر اظہار نہیں ہوا مثل تندرستوں کے چلتا پھرتا تھا۔ جیسے احقر کے عیب اور بدکرداریاں پوشیدہ رکھی ہیں ایسے ہی مرض بھی پوشیدہ عطا فرمایا الحمد للہ کہ شروع ماہ حال محرم میں منضج و مسہل کیا اوس سے مرض تبخیر بالکل جاتا رہا۔ اب بفضل ایزدی تندرست ہوں کسی قسم کی شکایت نہیں اور اپنا کام ذکر و شغل بخوبی کر لیتا ہوں۔ اگرچہ اس عرصہ قلیل میں کوئی ایسی حالت پیش نہیں آئی جسکے عرض کرنیکا خاص اہتمام کیا جاتا۔ جو امور صرف فاص فیض صحبت عالی سے حاصل ہوئے اونکا ذکر کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ جن اخلاق ذمیمہ کو لوازم بشریہ اور جوہر انسانی تصوّر کرتا تھا اونسے ایسی دلی نفرت ہو گئی ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دلمیں اون چیزوں کے لئے جگہ نہیں رہی ہے (اگرچہ اوسکے امتحان کی بھی ضرورت ہے بغیر امتحان نفس پر اعتماد کرنا فعل عبث ہے) اور اس کے اظہار کرنے کو دل چاہتا ہے کہ اس احقر سے زیادہ کوئی حقیر اور ذلیل اور بیکار شے دُنیا میں نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے جب سے احقر نے ذکر و شغل شروع کیا ہے اوسوقت سے یہ حالت ہے کہ کبھی گریہ و زاری شروع ہوتا ہے تو دو تین دن تک

برابر جاری رہتا ہے۔ خفیف سی بات کا ایسا اثر دل پر ہوتا ہے کہ آہ وناز رو کے نہیں رُکتا۔ جب گریہ وزاری بند ہوتا ہے تو اپنی بے ثباتی ظاہر ہوجاتی ہے۔ ایک ساعت بھی جان محزوں کا اعتبار نہیں رہتا۔ اگر صبح کو خورد ونوش کا انتظام ہوگیا تو شام کے لئے انتظام کا خیال اور وہم بھی نہیں ہوتا جب یہ حالت بھی فرو ہوجاتی ہے تو خود بخود خدائے تعالے عزوجل کی شکرگذاری کو جی چاہتا ہے بات بات پر شکرگذاری اور انعامات بے غایت یاد کرکے شکرگذاری کرتے ہوئے حالت وجد ہوجاتی ہے۔ جب یہ حالت بھی کم ہوتی ہے تو خود بخود ایک حالت بیخودی طاری ہوجاتی ہے۔ اور کبھی ان حالات مذکورہ بالا میں سے ایک بھی نہیں ہوتی۔ اوسوقت دل نہایت بے قرار اور بے چین ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے لوٹ لیا۔ گھر اوجڑ گیا۔ ہلاک ہوگیا۔ غرضیکہ ایسی متلون اور غیر معتبر حالت ہے کہ کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ ہے۔ مستقل حالت کوئی نہیں۔ دوسرے واقعات جو درمیان ذکر وشغل کے معلوم ہوئے وہ بھی عرض کردینا مناسب خیال کرتا ہوں۔ جس روز قرآن شریف کا ختم اور دعا وبا بیماری وغیرہ کی گئی تھی اوس شب کو بعد نماز عشا ذکر وشغل بقیہ دن کا پورا کر رہا تھا ناگاہ خفیف سی غفلت طاری ہوئی جسمیں زبان سے ذکر بھی موقوف نہیں ہوا۔ دو شخص بائیں جانب سے نمودار ہوئے جنکا سوائے ہیولا انسانی کے اور کوئی شکل انسانی کا امتیاز نہ تھا۔ اونھوں نے مجھسے سوال کیا کہ تو نے ڈھائی پارہ پڑھے بجواب اوسکے بندہ نے کہا کہ نہیں تین پارہ پڑھے (یہ ڈھائی پارہ اونکا کہنا قرین قیاس تھا کیا معنے کہ بندہ نے مولوی شبیر علی صاحب سے عرض کیا تھا کہ سورہ بقر میرے نام لکھدیجئے میں بآسانی پڑھ لونگا۔ اونھوں نے فرمایا یا دو پارہ لے لو یا تین پارہ۔ چنانچہ میں نے تین پارہ پڑھے) یہی جواب سوال کنندوں کو دیا گیا۔ بجواب اس کے دونوں صاحبوں نے بآواز بلند فرمایا جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔ رخصت ہوئے۔ دوسرا واقعہ پرسوں شب کا ہے جو ایک طرفہ تعین میں پیش آیا یعنی وہی بعد نماز عشا بقیہ معمولات پورا کر رہا تھا کہ دفعتًا خفیف سی غفلت طاری ہوئی۔ میں حضرت عالی کے ہمراہ جارہا ہوں۔ دو چار قدم چلکر ایک جنگل میں پہونچے جہاں ایک فرش سادہ دری کا بچھا ہوا ہے اور چند صاحب وس فرش پر سادہ وضع کے بے تکلف تشریف فرما ہیں۔ حضرت اقدس نے فرش کے قریب پہونچکر جوتہ اوتارا۔ بندہ نے بھی جوتہ اوتار دیا۔ اور میر مجلس کی طرف حضرت والا تشریف لیچلے۔ اوسوقت بندہ نے غور سے دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ میاں توکل شاہ صاحب انبالوی ہیں۔

حضرت مولانا نے میرا ہاتھ پکڑ کر اون صاحب کے ہاتھ میں دیدیا۔ اونھوں نے میرا ہاتھ کلائی سے پکڑ کر یہ فرمایا (ایسا شخص پیش کرے تو ہمیں کیا عذر ہے) اوسوقت فدوی نہایت حرمان اور مایوسی کی حالت کو اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ افسوس حضرت نے باوجود اتنے بڑے شیخ ہونے کے مجھکو میاں توکل شاہ صاحب کو کیوں سپرد کیا۔ بالآخر جب بندہ نے غور سے دیکھا تو دل سے بھی ایک شہادت پیدا ہوئی کہ نہیں یہ میاں توکل شاہ صاحب نہیں ہیں بلکہ حضرت سرور عالم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اوسوقت نہایت خوشی ہوئی۔ غفلت دور ہوئی تو وہی لفظ اسم ذات جسمیں غفلت شروع ہوئی ختم نہیں ہوا۔

تحقیق۔ ہرچند اس سے پہلے بھی متفرق اوقات میں پیش ہوئے لیکن حقیقی مسرت اس پرچہ سے ہوئی جسکا سبب اس پرچہ کا دلیل مناسبت تامہ ہونا ہے۔ پھر خالی مناسبت ہی نہیں بلکہ الحمد للہ آثار صالحہ کا عطا ہونا بھی۔ وللہ الحمد ثانیا۔ اللّٰہم زد فزد۔ آثار کا صالح ہونا ایسا ظاہر ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ البتہ شاید ایک جزو میں کچھ تردد ہو۔ یعنی یہ جو لکھا ہے کہ ایسی متلون و غیر معتبر حالت ہے الخ سو اول تو جس کیفیت کو آپنے تلون سمجھا ہے وہ تلون نہیں تاثر و انفعال ہے جو دولت عظیمہ ہے۔ اور اگر تلون ہی ہو تب بھی جس تلون کا ہر لون محمود ہو وہ تلون مذموم کیوں ہوگا۔ اگر ایک دسترخوان پر الوان کے اطعمہ ہوں اور سب لطیف ہوں تو کیا کوئی مہمان یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے لئے جو دسترخوان تجویز کیا گیا ہے عجب متلون ہے۔ کہیں پلاؤ ہے کہیں قورمہ ہے۔ بس شکر کیجئے کہ حقتعالے نے ایک ایسے ہی معنوی دسترخوان پر آپکو بٹھلا دیا ہے۔ کام میں اطمینان سے لگے رہیئے۔

۲۶

حال۔ میری اس تحریر پر کہ کوشش کرتا ہوں کہ توجہ قائم رہے، ورا دسپر حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ زیادہ کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ تربیۃ السالک کے دیکھنے سے بھی یہی معلوم ہوا ہے لیکن مجھکو اس بات کا خیال ہوتا ہے کہ ایسا ذکر اور عمل جو بلا توجہ ہو کہیں بیکار نہ ہو۔ اس لئے کہ سلف کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو عمل بلا توجہ ہو وہ کام کا نہیں ہے اسواسطے کہ اوسمیں خلوص نہیں پیدا ہوتا اور جس میں خلوص نہو وہ عمل کام کا نہیں ہے۔

تحقیق۔ بس جب آپ خود اہل الرائے ہیں تو آپکو کچھ بتلانا بھی فضول ہے۔ جب یہ مسئلہ طے ہو جاوے تب اور مضامین پر نظر کیجاویگی۔[عہ]

عہ جو مضمون کاتب نے بعد میں لکھا ہے یہ عبارت اوسکے متعلق ہے ۱۲۔

قول	حوالہ کتاب
(۱۰) یسوع مسیح کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔	ضمیمہ انجام آتھم ص۵
(۱۱) یسوع مسیح کے معجزات مسمریزم تھے اور ان کے پاس بجز دھوکے کے اور کچھ نہ تھا۔	ازالہ ص۳۰۳ ضمیمہ انجام آتھم ص۷
(۱۲) میں نبی ہوں اس امت میں نبی کا نام میرے لئے مخصوص ہے۔	حقیقۃ الوحی ص۳۹۱
(۱۳) مجھے الہام ہوا یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔	معیار الاخیار ص۱۱
(۱۴) میرا منکر کافر ہے۔	حقیقۃ الوحی ص۱۶۳
(۱۵) میرے منکروں بلکہ مقابلوں کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں۔	فتاویٰ احمدیہ جلد اول
(۱۶) مجھے خدا نے کہا ہے اسمع ولدی۔ (اے میرے بیٹے سن)	البشریٰ ص۴۹
(۱۷) لولاک لما خلقت الافلاک۔	حقیقۃ الوحی ص۹۹
(۱۸) میرا الہام ہے وما ینطق عن الھوی۔	اربعین ص۳
(۱۹) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔	حقیقۃ الوحی ص۸۲
(۲۰) انک لمن المرسلین۔	〃 ص۱۰۱
(۲۱) آتٰی ذی الملکوت احدا من العالمین۔	〃 〃
(۲۲) اللہ مع کی یقوم اینما قمت۔	ضمیمہ انجام آتھم ص۵۱
(۲۳) مجھے حوض کوثر ملا ہے انا اعطیناک الکوثر۔	〃 ص۸۵
(۲۴) میں نے خواب میں دیکھا ہے میں ہو بہو اللہ ہوں۔ ورأیتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو فخلقت السماوات والارض۔	آئینہ کمالات ص۵۶۴-۵۶۵
(۲۵) میرے مرید کسی غیر مرید سے لڑکی نہ بیاہا کریں۔	فتاویٰ احمدیہ ص۔

جو شخص مرزا قادیانی کا ان اقوال میں مصدق ہو اوس کے ساتھ مسلم غیر مصدقہ کا رشتہ زوجیت کرنا جائز ہے یا نہیں اور تصدیق بعد نکاح موجب افتراق ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب۔ جو مسلمان ایسے عقائد اختیار کرے جن میں بعض یقینی کفر ہیں وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح مسلمان عورت سے اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح مسلمان مرد سے صحیح نہیں اور نکاح ہو جانے کے بعد اگر عقائد کفریہ اختیار کرے تو نکاح فسخ ہو جاوے گا۔

۱۳۴۶

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ معروضہ تحت میں دہوہذا۔ زید کو ضرورت نوٹ اور ساورن سکہ رائجہ کی ہے۔ نوٹ سو روپیہ کا ننانویں روپیہ بارہ آنہ کو اور بہا ساورن پندرہ روپے کی سوگز روپیہ چار آنہ کو ملتی ہیں نوٹ کی خرید سے فیصدی چار آنہ کا نفع، اور ساورن کی خرید پر فی ساورن ایکروپیہ چار آنہ کا نقصان ہے یہ بیع وشرا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب - نوٹ کا یہ معاملہ ناجائز ہے اور ساورن کا جائز ہے بشرطیکہ قیمت ساورن کی دست بدست فوراً ملجاوے۔

سوال - تتمہ ثانیہ امداد الفتاوے ص۱۳ میں ارقام ہے۔ سوال زید کے ایک پھنسی ہے جو ہر وقت بہتی ہے اور اوسکے اوپر پھایہ لگا ہوا ہے وہ پیپ اوس پھائے میں رہتی ہے باہر نہیں نکلتی اب اس صورت میں وضو رہیگا یا نہیں (جواب) اگر زخم کے منہ سے پیپ باہر آجاتی ہو اگرچہ پھائے کے اندر رہتی ہو وضو ٹوٹ جاتا ہے الخ۔ حضرت ذیل عبارات سے تو اس صورت میں وضو کا ٹوٹنا نہیں ثابت ہوتا ہے۔ عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ میں ہے اگر جراحت ہو اوسکو باندھا پس بندش تر ہوا اگر تری باہری تک کو پھوٹ آئے تو وضو ٹوٹا ورنہ نہیں تاتارخانیہ۔ دوسری جگہ عین الہدایہ باب نواقض وضو میں ہے اگر زخم کو باندھا پس بندش کے اوپر تری پھوٹے تو وضو ٹوٹ گیا الخ اور فتاوائے ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ باب المسح علی الخفین میں ہے اگر کسی نے زخم کو باندھا اور وہ بندھن تر ہوگیا اور وہ تری باہر تک آگئی تو وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں ٹوٹا غرض معروض یہ ہے کہ اگر کوئی فصد کھلوائے اور اوس پر پٹی باندھے پس اگر اوس زخم سے خون نکلا لیکن پٹی سے باہر نہ نکلا تو وضو ٹوٹا یا نہیں۔ اور حضور والا کے فتوے اور مذکورہ عبارات کا آپس میں تعارض ہے یا نہ اصلاح فرماویں اور کیا حق ہے۔

جواب - یہ عبارات پٹی باندھنے کے باب میں ہیں جنمیں یہ احتمال بھی نہیں کہ زخم سے رطوبت نکلے اور باہر ظاہر نہ ہو اور تتمہ کا جواب پھائے کے باب میں ہے جسمیں یہ احتمال ہے کہ زخم سے نکلے اور باہر ظاہر نہو۔

سوال - ایک کتاب میں نظر پڑا ہے در حلق وترک موئے زیر لب کہ آنرا عنفقہ گویند اخلاف ست افضل ترک آنست تا آنکہ در بعضی روایات آمدہ کہ امیر المومنین عمر رضہ قبول نکرد شہادت کسیکہ حلق میکرد

تر اما حلق ظرفین عنفقہ لا باس بہ است کذا فی مطالب المومنین و ذخیرہ اور احیاء العلوم میں ہے ونتف الفنیکین بدعۃ وہما جنبتا العنفقۃ شہد عند عمر بن عبد العزیز رجل کان ینتف فنیکیہ فرد شہادتہ۔ لہٰذا جواب طلب یہ امر ہے کہ نتف کے معنی اوکھاڑنے کے ہیں یا مونڈنے پر بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

جواب۔ حکم دونوں کا ایک ہی ہے۔

سوال۔ خاکسار خط بنوانے میں بچی کے طرفین کا حلق کراتا ہے یہ ناجائز ہے یا جائز۔

جواب۔ اختلاف کی تصریح تو اوپر کی عبارت میں ہے مگر احتیاط اور معمول ترک حلق ہے۔

سوال۔ اگر ذخیرہ و مطالب المومنین کی نقل عبارت صحیح ہے تو جواز پایا جاتا ہے اور اگر نتف بمعنی حلق بھی مستعمل ہے تو تطبیق کی کیا صورت ہے اور مفتی بہ مسئلہ کیا ہے۔

جواب۔ مفتی بہ ہونے کی تحقیق کے لئے مراجعت کتب کی ضرورت ہے جسکی فرصت نہیں۔

سوال۔ آجکل ایک فتوے حضرت کے دست مبارک کا لکھا ہوا خادم کے مطالعہ سے گذرا جسمیں سائل نے حضرت سے کاشتکاری کے متعلق کچھ سوال کیا تھا اور استعفا کاشتکاری کے متعلق چند عذر بیان کئے تھے جنکو ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(۱) اگر میں استعفا دیدونگا زمیندار کو نہ ملیگا جو شریک کاشت ہے وہ لے لیگا قانوناً وہی مستحق ہوگا۔

(۲) اس کاشت کے ۹ زمیندار ہیں۔

(۳) استعفا میں پچیس روپیہ میرے خرچ ہوں گے۔

(۴) گھر والے یعنی شریک کاشت دشمن ہو جائیگا۔

(۵) مقدمہ لڑیگا تو میں تھانہ بھون نہ آسکونگا تا فیصلہ یہیں رہنا پڑیگا۔

(۶) زمیندار کہتا ہے آپ استعفا نہ دیں کچھ لگان مقررہ سے زیادہ دیدیجئے میں بخوشی اجازت کاشت دیتا ہوں۔ ان سب عذروں کے بعد حضرت نے تحریر فرمایا کہ اس صورت میں گناہ نہ ہوگا دریافت طلب جواب میں یہ بات ہے کہ صورت مسئولہ با ضابطہ استعفاء کی ضرورت نہیں محض زبانی معاملہ کر لینا کافی ہوگا۔

الجواب۔ فی نفسہ کافی ہے مگر عارض سے نفی کفایت کی ہو سکتی ہے۔

سوال۔ اور عذروں کے متعلق یہ امر دریافت طلب ہے کہ کس عذر پر یہ حکم متفرع ہے۔

۱۴۹

الجواب - نمبر ۶ پر۔

سوال - اور عذر نمبر (۱) کے متعلق یہ گذارش ہے کہ اگر مستعفی کی شہادت وغیرہ سے زمیندار کو ضرر پہنچ سکے تو مقدمہ کی زیر بار مستعفی او ٹھاوے اور شہادت دے یا نہیں۔

الجواب - ضرور دے۔

سوال - اور عذر نمبر (۲) کے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر ایک ہی زمیندار ہو تو کیا کرنا چاہیے۔

الجواب - رضا پر مدار ہے تعدد پر نہیں۔

سوال - اور عذر نمبر (۳) کے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر خرچہ ستعفا زمیندار دے تو کیا حکم ہے۔

الجواب - بس یہ عذر نہ رہے گا۔

سوال - اور عذر نمبر (۴) کے متعلق یہ عرض ہے کہ استعفا حکم شرعی ہے اسمیں گھر والونکی حق تلفی کا خیال کیا جائے گا۔

الجواب - نہیں مگر یہ مستقل عذر نہیں۔

سوال - اور عذر نمبر (۵) کے متعلق یہ گذارش ہے کہ اگر کوئی شریک کاشت نہ ہو اور مقدمہ لڑنے والا کوئی نہ ہو اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب - اس واقعہ کو دخل نہیں۔

سوال - اور عذر نمبر (۶) کے متعلق یہ عرض ہے کہ زمیندار جو اس بات پر راضی ہو کہ استعفا نہ یا جائے اور کچھ پیشی مقرر کر لیجائے اسوجہ سے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر استعفا دیا جائیگا تو مجھے تو ملیگا نہیں شریک کاشت لے لیگا تو بہتر یہی ہے کہ کاشتکار سابق کے پاس رہے کیا اوسنے کچھ تو مجھے پیشی ملجائیگا۔

الجواب - جو رضا طیب خاطر سے نہ ہو کالعدم ہے۔

سوال - اور اس عذر کے متعلق ایک نئی بات اور دریافت کرتا ہوں کہ اگر زمیندار اس خیال سے کہ آپکے دینے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا دوسرا ہی لے لیگا لگان سابق ہی پر راضی ہوگیا تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب - اسکا مدار وہی طیب خاطر ہے۔

سوال - اور اس مسئلہ کے متعلق اتنی اور عرض ہے کہ حضرت نے سفر اعظم گڈھ مقام بجاگلپور میں فرمایا تھا کہ استعفا کو شتکاری ضروری ہے تاکہ اسکی اولاد اسکے بعد منیٰ کا شتکاری نہو صورت مسئلہ میں اس صورت پر نگاہ نہ کیجائیگی۔

(باقی آئندہ)

۱۵۰

سوال - بائیں جانب متصل دوش کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی باوجود ایسی حالت پیدا ہونیکے خواب میں زیارت کی کمی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب - یہ سب خیالات بعید از حقیقت ہیں۔

سوال - دوسری گذارش یہ ہے کہ پہلے اسم ذات کے تصور سے اسقدر جسم میں قوت پیدا ہوتی تھی کہ جی چاہتا تھا کہ آسمان کو درہم برہم کردوں اب باوجود اسقدر غلبہ توحید کے اسقدر ضعف جسمانی اور روحانی ہوگیا کہ حد سے زیادہ جسکی وجہ سے بجائے ترقی تنزلی ہوتی جاتی ہے طبیعت بالکل پھیکی ہوگئی ہے۔

جواب - وہ بھی خیال تھا یہ بھی خیال ہے سب کو حذف کرنا چاہیئے وہ بھی قوت تھی اور یہ جسمی ضعف ہے۔ نہ وہ ترقی تھی نہ یہ تنزل ہے نہ غلبہ توحید کے یہ معنی ہیں جو لکھا ہے۔

سوال - نہ غیر حق موجود سمجھ میں آتا ہے نہ ان ممکنات کو خدا کہتے بنتا ہے وجود حق کے مراتب میں سے یہ ممکنات ایک مرتبہ میں معلوم ہوتے ہیں۔

جواب - یہ بھی صحیح نہیں۔

سوال - عجب خبط میں مبتلا ہوں۔

جواب - ایسے خیالات سے تو خبط بڑھتا ہی ہے۔

سوال - دو تین ماہ سے مولوی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب اہلحدیث انبالوی مسجد اہل حدیث ففل گنج کانپور میں مقیم ہیں۔ اتفاقاً قادیانیوں کے ورغلانے سے دو تین آدمی قادیانی ہوگئے اور قادیانیوں نے ففل گنج میں اپنا جلسہ کرنا چاہا مسلمانوں نے مولوی صاحب موصوف سے مشورہ لیا کہ انکے مقابلہ میں ہمکو بھی جلسہ کرنا چاہیئے تو کہا کہ انکے مقابلہ میں جلسہ نکرو وہ مسلمان ہیں مسافر و مہمان ہیں انکی دعوت کرو میں بھی ایک روپیہ دیتا ہوں جب جلسہ کسی طور نہ رک سکا تو کہا کہ علماء قادیانیوں کا رد نکریں ورنہ میں آمین بالجہر کا مباحثہ کرونگا چنانچہ جلسہ میں خبر بھی بھیجی کہ مجھسے آمین بالجہر کا مباحثہ کرلو علماء نے کہا اسوقت قادیانیوں کا رد کرنے آئے ہیں جب آپ طلب کرینگے پھر حاضر ہونگے کسی عالم نے تنہا مرزائیوں کا حقہ پانی بند کرنے کو وعظ میں فرمایا تھا جب دوسری جگہ مولوی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کا وعظ ہوا کہا کہ جس نے مرزائیوں کا پانی بند کردیا وہ کافر ہے اور مرزا غلام احمد کی تعریف کی فرمایا کہ میں مولوی اشرف علی صاحب و

مرزا غلام احمد صاحب کو ایک سمجھتا ہوں۔ اونکے مریدنے خواب میں کلمہ شریف کے ساتھ اونکا نام بتلایا یہ شیطانی خواب ہے مولویصاحب نے تعبیر میں اوسپر سختی نہیں فرمائی۔ اور مرزا کا دعویٰ مثل اکابر کے نبی مثیل ہونے کا ہے جیسے منصور نے انا الحق اور کسی نے انا موسیٰ اور کسی نے انا عیسیٰ وغیرہ کہا ہے۔ مولوی ...... صاحب کی کتاب السوء العقاب علی مسیح الکذاب دکھلائی گئی تو فرمایا کہ ان علماء کا کیا اعتبار ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں استفتار بھیجا گیا تو لکھا کہ مقلد غیر مقلد کو اور کل فرقہ اسلامیہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ مرزائی مسلمان ہیں مسلمان کے اقوال غیر مشروع کی تاویل ہوگی کافر نہ کہا جاویگا مولوی ...... صاحب نے تکفیر وعدم تکفیر مرزا میں مباحثہ کرنا چاہا منظور کرکے ۲ بجے رات تک شرائط کرتا رہا مناظرہ نہیں کیا مرزائی بھی اونکے پاس آتے ہیں غیر مقلد اونکے معتقد ہیں اونکے وعظ میں شوق کر جاتے ہیں۔ اونٹش نے حضور کے پاس بھی پانی بند کرنے کا استفتار بھیجا تھا۔ آپنے لکھا کہ غصہ میں کہدیا ہوگا گتے کا پانی بھی بند کرنا شریعت میں جائز نہیں اسکو دکھلایا کرتے ہیں تکلیف فرماکر مفصل جواب ترقیم فرمایئے کہ غیر مقلد اوس سے بدعقیدہ ہو جاویں۔

جواب۔ (۱) ایسے ناصح کو کافر کہنا خود قریب کفر ہے۔ (۲) خدا نکرے توبہ توبہ وہ تو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اسطرح کہ اوسمیں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی کہتا ہے کہ جو مجھکو نبی نہ مانے وہ کافر ہے (۳) سختی نکرنے کا سبب تو یہ ہے کہ وہ بے اختیار تھا نہ اسوجہ سے کہ اوسنے جو کچھ کہا صحیح کہا اسی واسطے بطور تعبیر خواب کے اوسکی تاویل کیگئی اور ساتھ ہی اس احتمال کو بھی تسلیم کر لیا گیا کہ ممکن ہے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہو مگر پھر بھی چونکہ غیر اختیاری ہے اسلئے محل زجر نہیں لامداد جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ میں مفصلاً لکھدیا ہے پس کجا یہ کلام کجا مرزا کا کلام۔ (۴) اکابر نے بے اختیاری میں کہا اور جب اوس فاقہ کی حالت میں کہا گیا تو اونھوں نے اوس سے تبری کی اور اوسکو غلط بتلایا مرزا نے ایسا کہاں کیا ہے۔ (۵) یہ کیا ضرور ہے کہ اگر ایک جگہ تکفیر میں کسی نے غلطی کی تو اوسکا فتویٰ ہر جگہ غلط ہی ہو دلائل دیکھ لیئے جاویں۔ جہاں دلائل صحیح ہوں گے فتویٰ مانا جائیگا۔ (۶) لیکن اگر تاویل نہو تو مرزا کے دعوے نبوت کی کیا تاویل ہوگی جسکو مرزا بھی قبول کرے۔ (۷) بہت برا کرتے ہیں حدیث میں ہے من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ہدم الاسلام۔ (۸) خدا جانے کس طرح سوال کیا گیا ہو وہ استفتار دیکھوں تو بتاؤں۔

۱۲۲

سوال - فول وجہک شطر المسجد الحرام * قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم - ان دونوں آیتوں میں پہلے کون نازل ہوئی ہے۔

جواب - جن دو آیتوں کی تقدیم و تاخیر کے متعلق تحقیق فرمایا ہے اس تحقیق کی ضرورت موقوف ہے ان دونوں آیتوں میں تعارض ہونے پر سو اسمیں اگر تقریر تعارض معلوم ہو جاوے تو تحقیق کا لطف بھی ہے۔

سوال - ایک عورت ایک مرد پر قبل طلوع آفتاب کے حرام تھی پھر وہی عورت اوس مرد پر بعد طلوع آفتاب حلال ہوگئی پھر ظہر کے وقت مرد مذکور پر عورت مذکورہ حرام ہوگئی پھر عصر کے وقت حلال ہوگئی پھر مغرب کے وقت حرام ہوگئی پھر عشا کے وقت حلال ہوگئی پھر نیم شب کو حرام ہوگئی پھر صبح کو حلال ہوگئی یہ کیونکر ہے تحریر فرمایں۔

جواب - تحقیق مسائل کا طریق یہ ہے کہ واقعہ لکھکر حکم پوچھا جاوے کہ اس واقعہ کا کیا حکم ہے نہ یہ کہ حکم لکھکر واقعہ پوچھا جاوے کہ یہ حکم کس واقعہ کا ہوگا۔

سوال - بہشتی زیور حصہ دوم میں دیکھا نماز میں اللہ اکبر کہتے وقت اگر اللہ کا الف بڑہا دیگا تو نماز فاسد ہو جاویگی ایسے ہی کیا ذکر میں بھی اللہ کا الف بڑہانا نہیں چاہیے جیسے (اللّٰہ یا اٰ آ ہ) یا کیسے پڑہنا چاہیئے۔

جواب - بڑہانا غلط ہے یعنی لام سے پہلے والے الف کا لیکن اسکے بڑہانیکا وہ حکم نہیں جو اللہ اکبر میں بڑہانیکا ہے

سوال - (۱) ایک عورت کو وضع حمل کے دس دن بعد طلاق قطعی دیدیگئی ہے اوسکی عدت کتنی ہوگی کیونکہ چالیس یا کچھ کم دن تو نفاس میں گذر جائینگے اور اسکے بعد کچھ عرصہ (جو بعض صور تو نہیں دو سال تک ہوتا ہے) حیض نہیں آتا اور پانچ چھ ماہ تو عام طور پر ایام رضاعت میں حیض نہیں دیکھا جاتا۔ (۲) ان ایام کو جنمیں بعد زائیدن حیض نہیں آتا والٰئی لم یحضن کے تحت میں شمار کرنا چاہیئے یا نہ۔ (۳) بعض عالم تاضی لوگ عدت کی علت غائی اظہار حمل بیان کرتے ہیں اگر یہ واقعی درست ہے تو جس عورت کو حالت نفاس میں طلاق دیجاوے۔ اوسپر حمل کا تو ظن ہی نہیں ہو سکتا اس صورت میں اوسپر عدت کتنی مقرر ہے

جواب - خط سے آپ خود مجتہد معلوم ہوتے ہیں پھر مقلدوں سے رجوع کرنے سے کیا فائدہ۔

سوال - مناجات مقبول تیسری منزل کے آخر میں الٰہی من تکلنی اے عدو کے بعد ایک نسخہ میں متجہمنی ہے اور دوسرے نسخہ میں متبجحنی لکھا ہے لہذا عرض پرداز ہوں اطلاع دیجئے کونسا جملہ صحیح ہے۔

جواب - بتقدیم ہاء علی الجیم کا ماخذ تو ہجوم ہے جو مشہور لغت ہے تو اسکی توجیہ تو ظاہر ہے اور

۱۲۴

بتقدیم الجیم علی الباء غیر مشہور لغت ہے مگر وہ بھی صحیح اور منقول اور معنی میں اوسی کے قریب ہے چنانچہ قاموس میں ہے جبہہ استقبلہ بوجہ کریہ کتجہہ البتہ لغت اولیٰ میں احتمال تشبہ ہے کہ وہ تفعل ہے صریح نہیں ملا اعتبار سے غالباً ثانی راجح ہے۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مندرجہ ذیل ہے۔ کتاب حکایات الصالحین میں اولیاء اللہ کی شان مبارک میں جناب مولانا معنوی صاحب کے یہ ابیات درج ہیں۔

بندگان خاص علام الغیوب　　در جہاں جان جواسیس القلوب
آنکہ واقف گشت بر اسرار ہو　　سر مخلوقات چہ بود پیش او

اور دوسری جگہ مصنف صاحب یہ کہتے ہیں۔ اللہ اللہ۔ اللہ والوں کی کیا عظمت و حشمت ہے کہ

برترند از عرش و کرسی و خلا　　ساکنان مقعد صدق خدا
پاسبان آفتاب اند اولیا　　در بشر واقف ز اسرار خدا

دوسری جانب انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات پر غور کرنے سے یہ باتیں ذہن نشیں ہوتی ہیں کہ انکو امور غیبی سے صرف اتنی ہی واقفیت ہوسکتی تھی جتنی کہ خود خدائے تعالیٰ بذریعہ وحی و الہام ان پر منکشف فرماتا تھا۔ ثابت ہے کہ یوسف علیہ السلام کی گمشدگی سے اونکے والد محترم علیہ السلام کے دل و دماغ پر ایک سخت صدمہ ہوا تھا بلکہ روتے روتے انکی آنکھیں بھی سفید پڑ گئیں تھیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقہؓ پر بہتان کے بارہ میں نزول وحی تک سخت تردد و فکر ہوتی تھی۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب کہ اولیاء اللہ فرش سے عرش تک اور اسرار خدا سے واقف کار ہوتے تھے تو شبہ اس امر کا متوہم ہوتا ہے منقصت شان نبوت متصور ہوتی ہے لہذا مع خلاصہ تشفی فرمائیے۔

۱۲۴

جواب۔ مراد مولانا کی بعض اسرار ہیں اور مقصود ان پر رد ہیں جو اولیاء کے لئے اسکو بھی مستبعد سمجھتے ہیں فزال الاشکال۔

سوال۔ اور اسی کتاب میں یہ تحریر ہے کہ اولیاء اللہ کی دعا رد نہیں ہوتی بلکہ اسی وقت قبول ہوتی ہے فی الحقیقت اولیاء اللہ کی دعا مانند تیر بہدف ہے مگر جبکہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے فرزند کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعا کی تھی تو خداوند کریم سے یہ الہام ہوا یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جبکہ اولیاء اللہ کی دعا غیر ایمان اور بدکردار آدمی کے حق میں بھی قبول ہوتی ہے

تو اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ منقصت شان نبوت متصور ہوتی ہے لہٰذا تشفی فرمائیے۔

جواب۔ اس میں بھی وہی تقریر ہے مزال الاشکال

سوال۔ اولیاء اللہ کے مزار شریف پر کسی سے کچھ بے ادبی یا اونکی شان شوکت میں کچھ دخل اندازی ہوگی تو فوراً فاعل کو انتقام مل سکتا ہے۔ اس بارہ میں ایک کتاب میں یہ قصہ درج ہے کہ لاہور میں حضرت میران بادشاہ کے مقبرہ شریف کے ایک مینار پر مہاراجہ رنجیت سنگھ سے کچھ بے ادبی ہوجانے سے اسقدر اوسکو شدت کا بخار آگیا کہ جان کے لالے پڑ گئے جینے کی آس بالکل نہ رہی بعد ایک مصاحب کے ارشاد کے بموجب مہاراجہ نے مزار شریف پر صدق دل سے پانچسو روپیہ کی نقد نذر عطا کر کے معافی کا خواستگار ہوتے سے شفا ہوئی تھی اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے بے ادبی ہونیکی اطلاع ولی اللہ کو ہونا اور ادہر متوجہ ہوکر خدا کی جناب میں بے ادبی کے انتقام مل کے متعلق دعا فرمانا اور بعد نذر و معافی کے بخار کا کم ہونا اور پوری شفا حاصل ہوجانا یہ باتیں کیونکر ہوسکتی ہیں مع خلاصہ تشفی فرمائیے۔

جواب۔ اس قصہ کی سند ہی کیا ہے جو حاجت جواب ہو۔

۱۲۵

سوال۔ میں ایک مسلمان مولوی کے گھر پیدا ہوا اور بچپن ہی میں میں کلام مجید و نماز وغیرہ اپنے والد بزرگوار سے سیکھی اوسوقت میری عمر تقریباً آٹھ نو سال کی ہوگی اس زمانہ میں نماز وغیرہ پڑھتا بھی تھا مگر وہ زمانہ نا سمجھی کا تھا اسکے بعد جب میں سولہ برس کا ہوا تو اکثر ہوش سنبھالتے ہی میں نماز وغیرہ سب چھوڑ بیٹھا حالانکہ والد صاحب قبلہ برابر تاکید فرماتے رہتے تھے اور سرتاپا گناہوں کے دریا میں غرق ہوگیا خدا مجھ پر رحم فرمائے اور معاف کرے مگر شکر ہے خدائے پاک کا کہ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ میرے ایک دوست نے مجھے اس ظلمت سے نکال لیا میں دو سال تک برابر اس ناگفتہ بہ حالت میں رہا اسکے بعد توبہ و استغفار کر کے پھر خدا کی طرف رجوع ہوا اسوقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی اور پھر نماز روزہ وغیرہ کا پابند ہوا اور کچھ دینی کتابیں بھی پڑھیں۔ میں دو سال برابر اس حالت میں رہا اسکے بعد اب پھر جبکہ میری عمر بیس سال کی ہے میرے دماغ میں بہت سے فضول خیالات آیا کرتے ہیں یہ خیالات ویسے نہیں جیسے کہ سولہ سال کی عمر میں تھے میں بفضل خدا اب کسی گناہ کبیرہ میں مبتلا نہیں ہوں مگر اب میرا دل کچھ دنیا سے اور ساتھ ہی ساتھ نعوذ باللہ خدا سے پھرتا جاتا ہے میں یہ سوچتا ہوں کہ خدا جو کہ اتنا بڑا رحیم و کریم ہے وہ کیونکر ایسی باتیں جو کہ رحمانیت پر زیبا نہیں دیتی گوارا کرتا ہے اس قسم کے اور سیکڑوں خیالات آتے ہیں جو مسلمان کو نہ آنے چاہئیں

توبہ یا اللہ توبہ خدا کے واسطے آپ اس گنہگار پر رحم فرمائیے خدا آپ کو اسکا اجر دیگا۔ اور اگر آپنے مجھپر رحم نہ کیا اور یوں ہی گمراہی اور ظلمت میں چھوڑ دیا تو آپ جانیں اسکا کیا نتیجہ ہوگا خدا کے واسطے مجھکو روحانی اثر سے یا کسی طرح مسلمان بنائیے چاہے کوئی دعا یا وظیفہ وغیرہ کا حکم دیجئے جسکی برکت سے میں سچا مسلمان ہوسکوں۔

جواب - پریشان اور مایوس نہ ہوں یہ بھی ایک مرض ہے جو قابل علاج ہے مگر علاج تجویز کرنے کا حق مریض کو نہیں طبیب کو ہے اگر آپ اپنے مخاطب کو طبیب سمجھتے ہیں تو یہاں چندے رہنے کا انتظام کیجئے۔

سوال - میں جسوقت سویا تو مجھے اوسوقت نہایت پریشانی تھی یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ کس وجہ سے تھی صرف دل پر پریشانی تھی۔ اسی عرصہ میں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے اوپر الحمد شریف پڑھو میں نے فوراً پڑھا اور میں نے دریافت کیا کہ آپکے انصاحب ہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں حضرت عمرؓ ہوں اُسی وقت آپ تشریف لیگئے۔ حلیہ جہانتک مجھے یاد ہے لمبا قد چہرہ نہایت سفید سر پر عمامہ سفید ہلکا سا بندھ رہا تھا حضور اسکی تعبیر تحریر فرماویں، الحمد شریف پڑھنے کو ارشاد فرمانا کیا سر ہے۔

جواب - کیا آپکا اختلاط شیعوں سے تو نہیں۔

سوال - خواب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قولاً و فعلاً ارشاد فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ سے ایک دانت ثنایا علیا میں سے جو کہ بائیں طرف ہے اور دوسرا جو اوسکے ساتھ متصل ہے ان دونوں کو ملاکر (یعنی ملتا رہ صاف کرتا رہ) یہ ارشاد قولاً بھی فرمایا اور فعلاً بھی کرکے دکھلایا۔

جواب - معلوم ہوتا ہے مسواک میں کمی رہتی ہے۔

سوال - مقدمہ زاد السعید میں ابن ماجہ کی علامت اور رمز (ق) لکھا ہوا ہے اسلئے عرض ہے کہ یہ رمز (ق) صحیح ہے یا نہیں۔ خدشہ ہوتا ہے کہ (ق) ابن ماجہ کی علامت کسطرح ہوسکتا ہے جبکہ اوسکے سب حروف میں ق نہیں ہے۔

جواب - ابن ماجہ قزوینی ہیں۔ یہ ق قزوینی کا ہے۔

سوال - اسی طرح عمل الیوم واللیلہ کی علامت (ی) لکھی ہوئی ہے سو خوب مگر مسند الامام احمد کی علامت بھی (ی) لکھی ہوئی ہے سو یہ صحیح ہے ایک خدشہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف دو کتابوں کی ایک علامت مقرر کرنا

۱۲۶

افہام کا کام نہیں دیتی بلکہ ابہام اور ثانی کتاب مسند الامام احمد کی (دی) علامت کسطرح ہوتی ہو جبکہ اوسکے حروف میں یہ بھی نہیں ہے۔ آیا یہاں کاتب کی غلطی ہو یہ ہمارا خدشہ بیجا۔ جواب عنایت ہو۔

جواب۔ کتاب میرے سامنے نہیں شاید اوسکو دیکھکر کچھ سمجھتا۔ پھر کتاب مل گئی معلوم ہوا کہ بجائے (الف) کے (دی) چھپ گئی ہے۔

سوال۔ فضائل درود کے بیان میں ہے۔ جب کوئی شخص مجھپر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری روح مجھپر واپس کردیتے ہیں یہانتک کہ میں اوسکے سلام کا جواب دے لیتا ہوں۔ اگر اسپر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو زندہ ہیں اور اونکی روح اونکے جسم سے متفرق نہیں ہو تو روح کے واپس کردینے سے کیا مُراد ہے تو اسکا جواب کیا ہے۔

جواب۔ یہ زندگی برزخی ہے جو اوس دنیوی زندگی سے اقویٰ ہو اور رد روح اس روح کا زائد متوجہ ہونا۔

سوال۔ فصل دوم میں ہے۔ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہو قیامت کے روز وہ مجلس ان لوگوں کے حق میں باعث حسرت ہوگی گو ثواب کیلئے جنت ہی میں داخل ہو جاویں۔ حسب ادت س مسئے۔ اسمیں یہ امر تحقیق طلب ہے کہ کس کام کے ثواب سے داخل ہو جاوینگے یہاں کسی خاص کام کا ثواب مراد ہے یا عامۃ اعمال کا۔

جواب۔ ہاں۔

سوال۔ آپ کے زیور بہشتی میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ کسی چیز میں نجاست لگی تھی اور اوسکو کسی نے تین دفعہ زبان سے چاٹ لیا تو پاک ہو جائیگا۔ یہ یاد رکھئے کہ مجھے آپکی تحریر کردہ مسئلہ پر بالکل یقین ہو مگر معترضین کہتے ہیں کہ مولانا صاحب نے لفظ نجاست استعمال کیا ہے اور لفظ نجاست عموم سے ہو اور عام کے اندر خاص کا پایا جانا ضروری ہے پس نجاست کے اندر غلیظ بھی داخل ہے تو کیا اگر کوئی شخص فعل ممنوع کو روا رکھ کے تین دفعہ زبان سے چاٹ لے تو کیا پاک ہو جائیگا۔ مولانا صاحب نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا ہے اور فقہ کی کس کتاب میں مذکور ہے۔ مولانا نے مذکورہ ذیل مسئلہ لکھنے کے بعد اخیر میں یہ لکھدیا ہو کہ چاٹنا منع ہے اسکی دو ہی صورت نکلتی ہے۔ اگر کوئی شخص فعل ممنوع یعنی چاٹنا منع ہو اوسکو اختیار کرکے چاٹ لے تو نجاست پاک ہو جائیگی اور اس شق پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ اوپر مذکور ہے۔ شق دوم یا یہ کہ بوجہ منا ہی چاٹنے کے پاک نہیں ہو سکتا کیونکہ منا ہی اس قسم کی ہے کہ نعوذ باللہ یا تو یہ چاٹنا حرام قطعی ہو یا

۱۲۷

کفر ہے بہذا یہ امر تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص ایسا بیوقوف نہیں ہے کہ پاک کرنیکو حرام قطعی یا کفر کو اختیار کرے گا
میں اخیر میں پھر مولانا سے بہت ہی ادب سے گذارش کرتا ہوں کہ مجھ مذبذبین کے شکوک کو بہت
جلد بذریعہ خط کے رفع فرمائیں گے۔

جواب۔ درمختار میں ہے حتی الریق فتطہر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا ردالمحتار میں ہے وکذا
اذا لحس اصبعہ من نجاسۃ حتی ذہب الاثر ج ا ص ۲۱۸ مطبوعہ مصر ۱۲۹۷ھ معترض صاحب
کسی عالم سے ان عبارتوں کا ترجمہ کرالیں اور یہ بھی پوچھ لیں کہ یہ کتابیں فقہ حنفی کی ہیں یا نہیں
اور پھر یہ بتلادیں کہ ان کتابوں پر بھی یہی اعتراض ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کچھ شکایت نہیں اور اگر
نہیں تو وجہ فرق کیا ہے البتہ اگر معترض حنفی نہیں تو اوسوقت اوس سے گفتگو نہیں۔

سوال۔ گذارش آنکہ حضور نے رسالہ تائید الحقیقۃ بآیات العتیقہ مطبوعہ مطبع قاسمی میں بصفحہ
پنجم تا ہشتم ارقام فرمایا ہے کہ ہذہ الآیات کلہا دالۃ علی صحۃ قول من یقول من العلماء الصوفیۃ ان اللّٰہ
تعالیٰ بکل مکان غیر انھم لا یعلمون کیفیۃ کون مکان اللّٰہ بعبارات درمیان قوسین اوسکی تفسیر
فرمائی ہے (ای یقولون بالاحاطۃ الذاتیۃ لا بمحض الاحاطۃ الصفاتیۃ کاہل الظاہر) مگر اوس سے　　۱۲۸
بالصراحۃ واضح نہیں ہوتا کہ حضور معتقد احاطہ ذاتیہ کے ہیں یا محض ناقل مسلک اون بعض
علمائے صوفیہ کے ہیں۔ اور حضور کا عقیدہ مثل اہل ظاہر کے احاطہ صفاتیہ کا ہے اور حضور کے
عقیدتمندان کے لئے کیا ارشاد ہے بنظر تشفی خاطر عقیدتمندان جواب ارشاد شافی سے سرفراز فرمائیں۔

جواب۔ میں اس رسالہ میں محض ناقل ہوں اور میرا عقیدہ ابہموا ما ابہم اللّٰہ تعالیٰ ہے۔ اسمیں
زیادہ کاوش کرنا موجب خطر ہے۔

تمام شد حصہ ششم

مکتوبات خبرت

اُصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلکِ اہلِ حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو ان شاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹوچ کے آدھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا۔ قیمت سالانہ ۱؎ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ ۲؎ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ وی پی کا اضافہ کرکے ۱؎ کا وی پی ہوگا۔ امسال ۲؎ کا وی پی ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۶ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاوے گی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جاویگی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھ دیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

رعائتی فہرست کتب معتبرہ تازہ تالیفات مرشدی حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب مد ظلہم العالی

نام کتاب	نرخ	نام کتاب	نرخ	نام کتاب	نرخ
وعظ اول الاعمال - - -	۲ر	بہشتی زیور محشی مع ضمائم جدیدہ	[illegible]	احسن القریٰ - - -	۱۰ر
وعظ آخر الاعمال - -	۳ر	ضمائم بہشتی زیور (۱۱ حصہ)	۸ر	دعوات عبدیت حصہ اول -	۲ر
وعظ راحت القلوب - -	۳ر	قواعد ریلوے مع نقشہ ریلوے	۵ر	" " " حصہ سوم	[illegible]
ترتیب السالک حصہ سوم - -	۴ر	اخراج طلب یا پانچ طرح مناجات	۶ر	" " " حصہ چہارم	۱۴
ملفوظات خبرت حصہ دوم و سوم	۱۱ر	مجموعہ عربی فارسی اردو زیر و بم		" " " حصہ پنجم	[illegible]
ارشاد الہائم فی حقوق البہائم	۱ر	فیض یزدانی - - بلا جلد	[illegible]	" " " حصہ ششم	۱۵
قصد السبیل - - -	۱ر	تخریج احمدی بر کلید مثنوی -	۱ر	" " " حصہ ہفتم	-
الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف	۳ر	مناجات مقبول بغیر حاشیہ	۲ر	ہفت اختر - - -	[illegible]
اوراد رحمانی - - -	۲ر	مطبوعہ مطبع نامی مع تتمہ		شوق وطن - - -	۲
اصلاح الخیال - - -	۲ر	وحزب البحر -		تحذیر الاخوان - -	۴
اصلاح الرجال - -	۱ر	" " " رنگین	۸ر	کرامات الصحابہ - -	۲ر
کلید مثنوی دفتر ششم جلد اول	[illegible]	رسالہ الامداد جلد اول مکمل -	[illegible]	افلاح الغبار - - -	۳ر
" " جلد دوم	[illegible]	" " جلد دوم مکمل -	[illegible]	اصلاح النسار - - -	۱ر
مجالس الحکمۃ مجموعہ ملفوظات -	[illegible]	" " جلد سوم مکمل -	[illegible]	نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم	[illegible]
حزب البحر - - -	۱ر	حسن العزیز جلد اول - -	[illegible]		
تسہیل المواعظ حصہ اول -	۳ر	" جلد دوم - -	[illegible]	التکشف عن مہمات التصوف	[illegible]
" " " حصہ دوم -	۳ر	زوال السنۃ عن اعمال السنہ -	۲ر		

نوٹ: مندرجہ بالا رعائتی قیمت کے علاوہ مزید رعایت کی فرمائش فرمائی جاوے ورنہ تعمیل نہ ہوگی۔

ملنے کا پتہ: دفتر الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۷۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا

امتثالا للآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت ازدیاد علوم و امداد و للحدیث کہ دال است بر مندوبیت قصے از

فصل در اشاعت صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدہ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السالک الراغب فی سلوک الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم است باجمل آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ مشیر ست بہ تبرک بنام نامش نیز دخا مشہا الاستفتات کہ از تحقیقات دائرہ کی اہل فضل است

عدد (۱۱)	بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ سنہ ہجری	جلد (۳)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود ن گرفت

دریں صحیفہ کا مدرش امداد نام		یافت ز امداد المطابع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

(جز)

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا ✤

(مدیر رسالہ)

جنھون نے ظاہر مین اپنے کو مسلمان اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلقہ گوش بنایا تھا اور در پردہ حسد ورشک کی بنا پر مخالفانہ کارروائیان کیا کرتے تھے۔ اور اپنی مخالفتون کو نہایت خوشنما تدبیرون اور غلط دعوون اور جھوٹی قسمون کے ذریعہ سے چھپانا چاہتے تھے چنانچہ وہ سر بسر فساد کرتے تھے مگر باین ہمہ وہ اس کا نام اصلاح رکھکر "انما نحن مصلحون" کا راگ الاپتے تھے اور باوجودیکہ انھون نے مسجد ضرار بنائی تھی مگر وہ قسم کھاکر "ان اردنا الا الحسنی" کے مدعی تھے علی ہذا انھون نے بے شبہ "لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل" کہا تھا مگر وقت پر صاف انکار کر گئے تھے اور نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ نشہد انک لرسول اللہ کہا تھا۔ وغیرہ وغیرہ مگر حق سبحانہ تو علام الغیوب ہین وہ انکے تمام تلبیسات کی قلعی کھولدیتے تھے چنانچہ ایک جگہ فرمایا ہے "الا انہم ہم المفسدون ولکن لا یشعرون" دوسری جگہ ارشاد ہے "واللہ یشہد انہم لکاذبون" اور تیسری جگہ فرماتے ہین واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون" اور چوتھی جگہ فرماتے ہین "یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر" وغیرہ وغیرہ جب یہ دونون باتین مسلم ہین۔ اور معلوم ہے کہ مخالفین کی مخالفت کا منشا کبھی خلوص نیت اور للہیت ہوتا ہے، کبھی نفاق ورشک وحسد مگر باین ہمہ فریق حاسد اپنے فعل کا عمدہ محمل بیان کرتا اور اپنی غرض کو سچی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ جلا بہشتی زیور کے حامی کس قسم مین داخل ہین اور آیا درحقیقت انکی مخالفت کا منشا خلوص نیت اور للہیت ہے۔ جیسا ان کا دعوی ہے۔ یا نفاق اور رشک اور حسد۔ سو اس کا قطعی علم تو حق سبحانہ کو ہے کیونکہ دلون کے اسرار کے جاننے والے وہی ہین مگر جو معیار انھون نے اپنے رسول کو منافقین کی شناخت کا بتلایا ہے (یعنی ولتعرفنہم فی لحن القول) جب اس معیار سے ہم اس امر کا فیصلہ کرتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ حامیان سلسلہ جلا بہشتی زیور ٹھیک منافقین کا نمونہ ہین اور ان کا دعوی اصلاح ایسا ہی ہے جیسا کہ منافقین کا "انما نحن مصلحون" کہنا۔ اور ان کا اظہار نیک نیتی ایسا ہی ہے جیسا منافقین کا ان اردنا الا الحسنی کہنا اور ان کا یہ کہنا کہ ہم مولوی اشرفعلی صاحب کو فخر الاخفین بالمرۃ السابقین مین شمار کرتے ہین۔ ایسا ہی ہے جیسا منافقین کا نشہد انک لرسول اللہ کہنا اور ان کا قسم کھانا ایسا ہی ہے جیسا منافقین کا حلف اٹھانا غرضکہ انکے مذکورہ بالا بیانات از جنس بیانات منافقین ہین اور اصل مقصود ان کا وہی ہے جو اگلے منافقین کا تھا یعنے تلبیس اور فریب کے پردہ مین عناد۔ اور مخالفت نکالنا اور اہل اللہ پر رشک وحسد کرنا۔

اب ہم اپنے اس عقیدہ کو ایسے مضبوط اور محکم دلائل سے ثابت کرتے ہین جن کا انکار بجز ہٹ دھرم اور ضدی شخص کے دوسرا نہین کرسکتا۔

دلیل اول۔ بہشتی زیور مین بذیل عقیدہ ۴۴ ء لکھا تھا کہ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام امت مین سب سے بہتر ہین" یہ ترجمہ ہے۔ اس عقیدہ کا جو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین "خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثم عمر" (رواہ الامام احمد فی مسندہ) اور مشکوۃ مین عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی افضل امۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مگر باینہمہ معترضین نے نیچے (لفظ بہ مین غلطی سے بجائے معترضین کے معترض چھپ گیا ہے) دامنہ اس پاک عقیدہ کو ناپاک جرائم مین داخل کیا۔ اور اس کو مٹانے کی کوشش کی۔ اور اس کو قابل اعتراض قرار دیا ایسی حالت مین کیون نہ کہا جائے۔ کہ معترضین کی آنکھون کو بغض و عناد و حسد و رشک نے اندھا کر رکھا ہے۔ اور ان کو حضرت مولانا کی خوبیان بھی برائیان معلوم ہوتی ہین کیونکہ مولانا نے اس عقیدہ کے بیان مین حضرات صحابہ کا اتباع کیا ہے جو کہ ان کا عین کمال ہے۔ اور معترضین نے اسے عیب سمجھا اور اس پر اعتراض کیا۔ اس کی وجہ بجز بغض و عناد اور حسد کے کیا ہوسکتی ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ مضمون درحقیقت قابل اعتراض تھا تو اعتراض امیرالمومنین اور عبداللہ بن عمر پر ہونا چاہیے تھا۔ اور اگر قابل اعتراض نہ تھا تو کیون اعتراض کیا گیا پس امیرالمومنین اور عبداللہ بن عمر پر اعتراض نہ کرنا۔ اور حضرت مولانا پر اعتراض کرنا صاف دلیل ہے انکے عناد اور حسد کی۔

دلیل دوم۔ بہشتی زیور مین ایک سرخی بعنوان "شرک اور کفر کی باتون کا بیان" قائم کیگئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہمین ان باتون کا بیان ہوگا جو شرک اور کفر سے ایک خاص تعلق رکھتی ہین خواہ وہ خود شرک اور کفر ہون یا نہون اور اس سرخی کے ذیل مین۔ اچھی بری تاریخون اور دنون کا پوچھنا بھی درج کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عوام جو پنڈتون وغیرہ سے اچھی بری تاریخین پوچھا کرتے ہین یہ عادت کفار و مشرکین سے ہے اور گناہ ہے۔ اسکی نظیر مسلم شریف کی ایک حدیث ہے جسکے الفاظ یہ ہین۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ من اتی عرافا فسالہ عن شیء لم تقبل لہ صلوۃ اربعین لیلۃ" یعنے جو شخص عراف کے پاس آئے اور اس سے کچھ پوچھے تو اسکی چالیس دن کی نمازین مقبول نہونگی الخ پس جسطرح بہشتی زیور مین تاریخون اور دنون کے نجومیون وغیرہ سے دریافت کرنے کو گناہ بتلایا گیا ہے۔ یون ہی حدیث مسلم مین عراف

سے کچھ پوچھنے کو گناہ تبلایا گیا ہے اور باوجود یکہ بہشتی زیور میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح اتباع کیا گیا ہے۔ مگر معترضین کو حضرت مولانا کا اتباع سنت برا معلوم ہوا اور انھوں نے ایسے نفظوں میں اعتراض کر دیا۔ جہاں تک ہم اس جملہ کے لفظوں پر غور کرتے ہیں ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ مولف صاحب کتاب دریافت کو بھی شرک و کفر خیال کرتے ہیں۔ ظاہر ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو) نص صریحی ہے۔ بدون علم کی صورت میں علم حاصل کرنا۔ کو ذاتہ مباح ہے۔ معلوم نہیں دریافت حالت میں کیونکر شرک آگیا۔ انتہیٰ بلفظہٖ

ایسی حالت میں ہر منصف مزاج اور سمجھدار شخص سمجھ سکتا ہے کہ معترضین کے اعتراضات کا منشا سوا حسد اور رشک اور عناد اور لداد کے ہے۔ ورنہ اگر ان کا منشا خلوص اور للہیت ہوتا تو وہ ہرگز مولانا کے ایسے فعل پر اعتراض نہ کرتے جس میں انھوں نے صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز بیان کا اتباع کیا ہے اور وہ بہشتی زیور کے ایک ایسے مسئلہ کو جو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ ناپاک جرائیم میں داخل کرکے اسکے مٹانے کی کوشش نہ کرتے۔

اب ہم معترضین کو دوستانہ نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ حضرات ایسے اعتراضات سے توبہ کریں جن کا اثر حضرات صحابہ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر فقہا رحمہم اللہ پر پڑتا ہے اور اپنے توبہ کو بذریعہ النظامیہ کے شائع کریں۔ نیز ایسے تمام اعتراضات سے منفصل طور پر توبہ بھی شائع کریں تاکہ خود آپکا ایمان بھی محفوظ رہے اور دوسروں کے ایمان بھی محفوظ رہیں۔

"فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین"

ہمارا خط تمام ہوا۔ نوٹ خط کے حاشیہ پر اسسٹنٹ ایڈیٹر کے جوابی نوٹ ہیں۔

(ہمارا دوسرا خط بنام اسسٹنٹ ایڈیٹر جو کہ مضمون مذکور کے اشاعت کے بعد روانہ کیا گیا)

بخدمت جناب اسسٹنٹ ایڈیٹر رسالہ النظامیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جلا بہشتی زیور تنقید کا دوسرا نمبرا رسال خدمت ہے اسکو شائع فرما دیجئے اور صاف صاف تحریر فرمائیے کہ آپ ہمارے مضمون کو شائع کرنا گوارا فرماتے ہیں یا نہیں۔ آپنے ہمارے مضمون سابق پر جو تنقیدی نوٹ لکھا ہے انھیں آپنے بے سوال کو سب و شتم اور تفسیق و تکفیر سے بری اور ہم کو بادی شر اور بانی فساد کہا ہے لیکن غور کیجئے کہ جسقدر آپنے حق سے چشم پوشی کی آپ کے رسالہ میں تقریباً تین سال سے ساتھین اسلام پر حملے ہو رہے ہیں۔

ع ۔ یہ بھی تم ہے اسکے بجائے دو سال ہونا چاہئے ۔ مدیر

اور برابر انکی تفسیق و تضلیل وغیرہ کی جا رہی ہے اور وہ بھی محض بے وجہ اور بلا دلیل۔ مگر آپ اس پر نظر نہیں فرماتے اور ہم نے جو تین سال کے بعد ایک مضمون لکھا اور اسمیں معترضین کے دعاوی خلاف واقع کی خود انہی کی تحریرات سے تردید و تکذیب کی۔ تو ہم کو بانی فساد و بادی سب و شتم و تفسیق و تکفیر کہا گیا۔ کیا یہ[۵] تمام انصاف اور طلب حق ہے۔

آپکو واضح ہو کہ ہم اپنے سلسلۂ تنقید میں اپنی ذاتی رائے سے کچھ نہیں لکھنا چاہتے۔ بلکہ ہم جو کچھ لکھیں گے وہ آپ صاحبان کی تحریرات کے نتائج صحیحہ ہوں گے۔ پس اگر آپ ہمارا منہ بند کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ اپنی تحریرات کی اصلاح کریں ورنہ ہمکو الزام دینا فضول ہے۔ مثلاً اگر آپکو معاند کہنا برا معلوم ہوتا ہے تو آپ اتباع حق کو کام میں لائیں اور شیعہ بالمعنی ناگوار ہو تو آپ اپنے دل اور زبان کو پاک کیجئیں ورنہ ہمکو الزامات سے معاف دیں۔ کیونکہ ہم لوگوں کو مغالطہ اور گمراہی سے بچانے کے لئے اظہار حقیقت حال کے لئے مجبور ہیں۔

نیز مؤلف جلاء بہشتی زیور النظامیہ بابت ماہ اگست [illegible]ء میں تحریر فرماتے ہیں۔ مختلف تحریریں ایڈیٹران اخبار کے نام ہمارے مضامین کے جواب میں آئی تھیں جو اسقدر غیر مہذب تھیں کہ ایڈیٹر صاحبان نے ان کو طبع نہیں کیا۔ ہم کو جب معلوم ہوا تو ہمنے ارادہ کیا کہ ہم خود ان کو شائع کرائیں۔ لیکن یہ معلوم ہوا کہ وہ ردی میں ڈالدی گئیں تھیں اور وہاں سے ضائع ہو گئیں۔ ہم جواب دینے والے حضرات کو مطلع کرتے ہیں کہ وہ جوابات خود ہم کو بھیجدیں۔ ہم انشاء اللہ انکی اشاعت کرا دینگے اور برخلاف اسکے آپ تحریر فرماتے ہیں النظامیہ کے طرز کے خلاف جو مضمون ہوگا ہم اس کو شائع نہ کرینگے جس کا یہ مطلب ہرگز نہ ہوگا کہ ہم تردیدی مضمون شائع کرنا نہیں چاہتے۔ ان تنقیدات کے لئے النظامیہ کے صفحے بیشک حاضر ہیں جو سب و شتم و نیز تفسیق و تکفیر سے خالی ہوں کہ انکی اشاعت کو ہم اپنے لیے نہیں جائز سمجھتے ہیں اور ان دو مختلف مضمونوں کو دیکھکر اگر ہم یہ نتیجہ نکالیں کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور تو کچھ بیجا نہیں۔ پس ہم ان سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ تحریر اول کا مقصود عوام کو اپنی نیک نیتی کا یقین دلانا ہے اور تحریر ثانی کا مقصود ایک خوبصورت عنوان سے ہمارے مضامین حقہ کی اشاعت سے گریز اور اپنی بزدلی کی لیاقت اور دیانت کی اصلی حالت کو چھپانا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو آپکو چاہیے کہ گو ہماری تحریرات

۵ یہ بھی سہو قلم ہے تین کے بجائے دو سال ہونا چاہیے ۱۲ منہ

آپکے گمان غلط میں خیر خواہ ہیں۔ مگر آپ مولوی عنایت اللہ صاحب کیطرح فراخ حوصلگی سے کام لیں اور انکے خلاف ہماری تحریرات کی اشاعت کو ناجائز نہ سمجھیں بلکہ بلا عذر ان کو شائع فرمادیں اور نصاف کو ناظرین کے سپرد کردیں وہ ہمارے اور آپکے تحریرات کو دیکھکر اپنے لئے خود کوئی بہتر راہ نکال لینگے۔ اور اگر اسمیں کوئی اندیشہ ہے تو جسطرح آپنے ہمارے مضمون سابق پر جوابی نوٹ لکھے ہیں یونہی ہر مضمون پر لکھدیا کریں اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ہماری غلطی لوگوں پر واضح ہوجایا کریگی۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ لوگ ہماری زیادتی کو معلوم کر لینگے۔ اور تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپکی نیک نیتی ظاہر ہوگی۔ غرضکہ اگر ہم درحقیقت اپنی تحریرات میں بدتہذیبی اور غلط بیانی سے کام لینگے تو اس سے آپکے مقصد میں مزید اعانت ہوگی۔ اور آپ لوگوں کو ہم سے بدگمان کرنے میں اس وقت سے زیادہ کامیاب ہونگے۔ اس تحریر کو دیکھکر مجھے امید ہے کہ آپ ہماری تحریرات کی اشاعت سے انکار نہ فرماوینگے۔ اور مولوی عنایت اللہ صاحب سے خلاف شریعت ایجاد نہ کرینگے لیکن اگر آپ حضرات کے ذاتی مصالح ہماری تحریرات کی اشاعت کی بالکل اجازت نہ دیں تو تحریر ہذا کو بصیغہ بیرنگ واپس فرما دیجئے۔ والسلام

حبیب احمد از کیرانہ ضلع مظفر نگر محلہ جبل خرد۔

جلا بہشتی زیور پر تنقید نمبر ۲

قبل اسکے کہ ہم اپنے دلائل سابقہ کے سلسلہ کو جاری کریں ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسسٹنٹ اڈیٹر کے ان جوابی نوٹوں پر گفتگو کریں جو انہوں نے ہماری گذشتہ دو دلیلوں پر لکھے ہیں تاکہ اس سے ہمارے بیانات سابقہ کا مزید ثبوت ہوجائے پس ہم کہتے ہیں کہ اسسٹنٹ صاحب نے اپنے ایک نوٹ میں لکھا ہے۔ اسی کے ساتھ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ ما طلعت الشمس ولا غربت علے احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی وفی لفظ علی احد من المسلمین بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر اس جواب سے ہماری پہلی دلیل کو توڑنے کی کوشش کیگئی ہے۔ مگر بجائے ٹوٹنے کے وہ اور مضبوط ہوگئی کیونکہ اگر آثار صحابہ میں تاویل نہ کیجاوے تو ان پر مخالفت ارشاد نبوی کا الزام عائد ہوتا ہے۔ اور اگر تاویل کیجاوے تو بہشتی زیور کی عبارت بھی تاویل کے زیادہ مستحق ہے فافہم۔

اور دوسرے نوٹ میں لکھا ہے معنی الشعر فی بطن الشاعر۔ اس جواب سے اسسٹنٹ صاحب کا عجز عن الجواب

اور مکابرہ صراحۃً ظاہر ہے۔ کما لا یخفی علی من لہ مس بالعلوم اور تیسرے نوٹ میں لکھا ہوا اعتراض کرنے والے نے داخل نہیں کیا ہے کما مر۔ اور کما مر سے اس نوٹ کی طرف اشارہ کیا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔ یہ عبارت ایڈیٹر النظامیہ کی ہے۔ بہشتی زیور کی عبارت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ اس جواب سے جو عجز عن الجواب اور مکابرہ مترشح ہے اہل فہم پر مخفی نہیں کیونکہ ایڈیٹر بھی معترض ہے جیسا کہ اسکی اس عبارت سے واضح ہے۔ بہشتی زیور پر جو دوست نما اور ہمدرد انہ انتقاد ہم نے شروع کیا ہے الخ۔ اور چوتھے نوٹ میں لکھا ہے ہذا تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل اس جواب سے بھی عجز عن الجواب اور مکابرہ صاف ظاہر ہے کیونکہ انھوں نے عدم رضائے قائل کی کوئی دلیل نہیں بیان کی۔ پانچویں نوٹ میں لکھا ہے "قدم بیانہ" اس سے بھی عجز عن الجواب اور مکابرہ ظاہر ہے کما مر بیانہ اسکے بعد ہم سلسلہ دلائل شروع کرتے ہیں۔ سلسلہ کے لیئے دیکھو النظامیہ بابت ماہ جون ۱۹۱۲ء

دلیل سوم - بہشتی زیور میں جو سرخی شرک و کفر کی باتوں کا بیان کے عنوان سے قائم کیگئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان باتوں کا بیان جنکو شرک اور کفر سے ایک خاص تعلق ہے خواہ یوں کہ وہ خود شرک اور کفر ہیں یا یوں کہ وہ مفضی الی الشرک والکفر ہیں اور یا یوں کہ وہ عادات و رسوم اہل شرک و کفر سے ہیں وغیرہ وغیرہ مگر معترضین نے اس کا صحیح مطلب مراد نہیں لیا بلکہ اپنی طرف سے معنے تراش کر اعتراض کر دیا۔ اور جبکہ ان کو صحیح مطلب بتلایا گیا۔ اس وقت بھی اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کیا اور بجز ناجزا جواب فی الشعر فی ذہن الشاعر کے اور کچھ نہیں لکھ سکے کیا یہ انکے عناد اور حسد کی کھلی دلیل نہیں ہے۔ ضرور ہے کیونکہ خود قرآن و حدیث و تفسیر وغیرہ میں ذو محامل عبارتیں موجود ہیں جنکی شراح شرح و تشبین کرتے اور انکے محامل خاصہ کو متعین کرتے ہیں۔

دلیل چہارم - بہشتی زیور میں تصویر رکھنے کو بمعنے مذکورہ بالا شرک اور کفر کی باتوں میں شمار کیا ہے۔ مگر معترضین نے اسمیں دو طرح سے معنوی تحریفیں کیں۔ اول یہ کہ تصویر سے مطلق شکل مراد لی خواہ وہ ذی روح کی ہو۔ یا غیر ذی روح کی۔ دوم یہ کہ اسکو موجبہ کلیہ قرار دیا اور اسکے معنے یہ بیان کیے کہ عموماً تصویر رکھنا شرک و کفر کی بات ہے۔ حالانکہ عبارت میں نہ عموم کی قید ہے اور نہ عموم تصویر کی تفصیل۔ پس حالتیں دونوں نہ کہا جاوے۔ معترضین معاند ہیں کہ وہ اعتراض پیدا کرنے کے لیے تحریف سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

دلیل پنجم - جبکہ بہشتی زیور میں تصویر رکھنے کو شرک و کفر کی باتوں میں شمار کیا گیا تو اسپر معترضین نے اعتراض کیا

کہ مذہب حنفی میں ہر تصویر رکھنے کا کفر و شرک ہونا تو درکنار مکروہ بھی نہیں بلکہ بعض تصویروں کا رکھنا مباح ہے
الحاصل کہ یہی اعتراض بزعم معترضین حضرت جبرئیل علیہ السلام پر بھی پڑتا ہے جنہوں نے فرمایا ہے
انا لاندخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ کما فی صحیح مسلم - کیونکہ جس طرح بزعم معترضین تصویر ذی روح اور
غیر ذی روح دونوں کو شامل ہے یونہی لغت کی تصریح کے مطابق صورۃ بھی دونوں کو شامل ہے اور جسطرح
بزعم معترضین تصویر رکھنے کے شرک و کفر کی بات ہونے کے یہ معنے ہیں کہ عموما ہر تصویر کا رکھنا خواہ
وہ ذی روح کی تصویر ہو یا غیر ذی روح کی یوں ہی انا لاندخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ کے یہ معنے ہیں
کہ ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جسمیں کوئی کتا یا کوئی تصویر ہو پس جسطرح مولانا پر اعتراض کیا ہے
کہ ہر تصویر کے رکھنے کو شرک و کفر کی باتوں میں شمار کرنا غلط ہے یوں ہی خود باسم جبرئیل علیہ السلام پر
بھی یہ اعتراض ہونا چاہیے کہ آپ کا یہ بیان کہ ہم کسی ایسے گھر میں نہیں جاتے جسمیں کوئی کتا یا کوئی
تصویر ہو غلط ہے کیونکہ شکاری کتا وغیرہ - اور تصویر غیر ذی روح وغیرہ اس سے مستثنے ہیں پس اگر یہ اعتراض
صحیح ہے تو جبرئیل علیہ السلام پر بھی ہونا چاہیے اور اگر غلط ہے تو مولانا پر بھی نہ ہونا چاہیے پھر کیا وجہ ہے کہ
جبرئیل علیہ السلام پر اعتراض نہ کیا جائے اور مولانا پر اعتراض کیا جائے اور کونسی وجہ ہے کہ مولانا کو معترضین
کی عبارت شائع کی جائے اور جبرئیل علیہ السلام کی نہ شائع کی جائے جبکہ کوئی وجہ نہیں تو معترضین کا عناد اور حسد
ظاہر ہے - بیان مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ معترضین کا بہشتی زیور کے مسئلہ تصویر کو زمرہ جرائم
میں داخل کرکے اسکے مٹانے کی کوشش کرنا فی الحقیقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان کو زمرہ
جرائم میں داخل کرنا ہے نعوذ باللہ منہ - کیونکہ جو الزام بہشتی زیور کے مؤلف یا حضرت مولانا پر عائد کیا گیا ہے
وہ ہی بعینہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پر عائد ہوتا ہے اس سے معترضین کی علمی لیاقت و دیانت کا
حال معلوم ہو سکتا ہے -

(ہمارا تیسرا خط بنام اسسٹنٹ ایڈیٹر)

جب خط منقول بالا بعنوان ہمارا دوسرا خط کا کوئی جواب نہ آیا تو بتقاضائے جواب ان کو دوبارہ بھی جو خط
لکھا گیا جس کا مضمون محفوظ نہیں ہے - اسکے جواب میں خط ذیل صادر ہوا -

(اسسٹنٹ ایڈیٹر کا پہلا خط ہمارے دوسرے اور تیسرے خط کے جواب میں)

از دفتر النظامیہ فرنگی محل لکھنؤ - خط نمبری ۵۸۷

مکرم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں معافی چاہتا ہوں کہ مضمون کے متعلق آپکو دفتر سے اطلاع
نہیں دی گئی۔ میں تو سمجھتا تھا کہ محرر صاحب نے اطلاعی خط لکھدیا ہوگا لیکن آج جناب کے خط سے معلوم ہوا
کہ موصوف نے تساہل سے کام لیا ہے میں نے ان کو ڈانٹ دیا ہے مرسلہ مضمون میں چونکہ اس دعوے
کا ثبوت ہے جسکو میں سب وشتم میں داخل کرچکا ہوں یعنی نفاق "اسلیئے جیسا کہ قبل لکھ چکا ہوں رسالہ
میں شائع نہیں ہو سکتا ہے اور نہ آئندہ کوئی ایسی تحریر شائع کیجا سکتی ہے ان نفس اعتراضات
کی تحقیق تہذیب کے ساتھ اگر ہوگی تو اسکے شائع کرنے کی ضرور کوشش کیجائیگی بہتر ہوگا کہ آپ اپنے تحریف
مولوی عبدالواحد صاحب سررشتہ دار کونسل ریاست الور کی خدمت میں ارسال فرمادیا کریں کیونکہ انہوں نے بھی
تنقید علماء کا ارادہ کیا ہے لیکن نہایت ہی تہذیب ومتانت کے ساتھ انشاءاللہ اس ماہ کے پرچہ میں
وہ مع جواب کے شائع بھی کیجاویگی دفتر میں آگئی ہے وہ آپکے اعتراضات کا بھی لحاظ فرمائینگے۔ اتنی
جگہ رسالہ میں کیسے ہو سکتی ہے کہ ایک ہی امر کے متعلق آپ دونوں حضرات کے مضامین شائع ہوں
اس کو آپ خود ہی غور فرما سکتے ہیں۔ مضمون کی واپسی کا قاعدہ دفتر نے نہیں رکھا۔ اس لئے اسکی
واپسی سے مجبور ہوں۔ خادم محمد شفیع انصاری فرنگی محلی اسسٹنٹ ایڈیٹر النظامیہ ۱۸ اگست ۲۴ء

۶۸

(ہمارا چوتھا خط بنام اسسٹنٹ ایڈیٹر بجواب خط نمبری ۷۰۵۔ مورخہ ۱۸ اگست)

مکرم بندہ جناب اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں نے ایک خط گذشتہ
ارسال خدمت کیا تھا لیکن قبل اسکے کہ اسکا جواب آئے میرا تھانہ بھون آنا ہوگیا اس لیئے آپکا جواب
کیرانہ ہوتا ہوا میرے پاس تھانہ بھون پہونچا اور اس کا جواب تھانہ بھون سے لکھ رہا ہوں براہ مہربانی
جو کچھ جواب دیا جائے اس پتہ سے ارسال فرمایا جائے حبیب احمد کیرانوی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
ضلع مظفر نگر۔ اسکے بعد گذارش ہے کہ نوازشنامہ سے یہ معلوم کرکے افسوس ہوا کہ آپکو باوجود دعوی
احقاق حق کے ہماری تحریرات حقہ کی اشاعت سے احتراز ہے۔ اور باوجودیکہ ہم نے اپنی تحریر سابق میں لکھ
اطمینان دلایا تھا کہ ہم اپنے سلسلۂ تنقید میں اپنی ذاتی رائے سے کچھ نہیں لکھنا چاہتے بلکہ ہم جو کچھ لکھینگے
وہ آپ صاحبان کی تحریرات کے نتائج صحیحہ ہونگے پس اگر آپ ہمارا منہ بند کرنا چاہتے ہیں تو آپکو چاہیئے
کہ اپنی تحریرات کی اصلاح کریں ورنہ ہم کو الزام دینا فضول ہے اھ لیکن اسپر بھی آپنے ہماری تحریرات
کا شائع کرنا منظور نفرمایا خیر آپکو اختیار ہے کہ آپ انکو شائع کریں یا نہ کریں لیکن براہ مہربانی ہمکو اموندیل

جواب دیا جاوے۔

سوال اول۔ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم فرنگی محلی۔ اور نواب صدیق حسن خانصاحب کا مناظرہ عالمانہ مناظرہ تھا یا جاہلانہ اور مولوی عبدالحی صاحب مہذب عالم تھے یا بد تہذیب اور اگر فریق مخالف پر تشبہ بالمنافقین یا نفاق عرفی کا صحیح الزام لگانا سب وشتم مین داخل ہے تو مولوی عبدالحی صاحب نے تذکرۃ الرشد ص ۱۶ مطبوعہ انوار محمدی مین اپنے خصم پر نفاق کا الزام کیون لگایا اور اگر سب وشتم کی اشاعت ناجائز ہے تو مولوی صاحب نے سب وشتم کی اشاعت کیون کی ملاحظہ ہو ص ۱۶ تذکرۃ الرشد جس مین تمام علماء فرنگی محل کی یہ عبارت موجود ہے ومنہا انہ اطلق عنان اللسان بالطعن فی طائفۃ من الاعیان ولدغ کلدغ الثعبان وارتکب عدم الوفاء بالوعد والکتب لقد رتع مع انہ لیس من اہل الکوفۃ ومشی فی مشی النفاق والشقاق ولیس من اہل العراق الخ اور کیا آپکا النظامیہ مولوی عبدالحی صاحب کی تصنیفات مثل تذکرۃ الرشد وغیرہ سے زیادہ مہذب ہے۔

سوال دوم معترضین حضرت مولانا مدظلہم العالی کی ذات مقدسہ پر ناپاک اور مخفلا درفا وشرعا ناجائز حملے کرتے ہین لور النظامیہ مین انکی اشاعت ہوتی ہو لیکن اگر ہم انکی تحریرات کے صحیح نتائج مسلمانون کے سامنے پیش کرین اور محض دعوے کے طور پر نہین بلکہ ناقابل رد دلائل کے ساتھ تو انکی اشاعت کو النظامیہ اپنے لیئے جائز نہین رکھتا آخر یہ کونسا انصاف ہے۔ اب مین نمونہ کے طور پر النظامیہ سے وہ فقرہ نقل کرتا ہون جن مین حضرت مولانا مدظلہ العالی کی ذات پر حملے کیئے گئے ہین اور نا تعمیق تفضیل تجہیل وغیرہ کیگئی ہو اور انپر کھلے ہوئے بہتان لگائے گئے ہین اور نہایت گستاخی کے ساتھ ان سے خطاب کیا گیا ہے

(۱) انھون نے لکھا ہے یہ امر خاص کر قابل لحاظ ہے کہ ایسے ذاتی معاملہ مین تو جس کا تعلق حضرت مولانا کی ذات تک محدود تھا۔ مولانا کو ضرورت ہوئی کہ حالت ضعف و پریشانی مین اپنا عزیز وقت صرف فرماکر اتنا طویل مضمون تحریر فرماوین اور بہشتی زیور کی غلطیون کے متعلق درجن کا تعلق اصلاح امت سے ہو کوئی غیر معقول ہی سہی جواب لکھنے کی تکلیف گوارا نفرماوین۔ اسکے بعد مولانا کس حد تک مرلفیان ملت کے واسطے حکیم الامۃ کا خود ساختہ لقب استعمال فرمانے کی اجازت کو جائز تصور فرما سکتے ہین اھ ملاحظہ ہو النظامیہ بابت ماہ جنوری ۱۹۳۴ء صلا کیا اسمین حضرت مولانا کی ذات پر ناپاک حملے نہین کیئے گئے اور آپکے بڑے مقتداء امام کی جلیل القدر شان مین صریح گستاخی نہین کیگئی۔ کیا کوئی گستاخانہ مضمون انگریزی طرز کا

جامہ مین کر گستاخانہ ہونے سے خارج ہوسکتا ہے کیا مضمون نویس اپنے کسی شیخ کی شان مین ایسی عبارت لکھہ سکتا ہے یا اگر ہم علمائے فرنگی محل کی شان مین بعینہ یہی عبارت لکھین تو النظامیہ اسکی اشاعت کو جائز رکھے گا۔

(۲) انھون نے لکھا ہے جواب دوم تو خیر رجوع ہی کو ثابت کرتا ہے لیکن جواب اول کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ مولانا کا ایسا مؤلف حکیم الامۃ اور بہشتی زیور کی ایسی کتاب جو طبقۂ اناث کے واسطے لکھی گئی ہو ایسا مؤلف ایسی کتاب مین نقل اور وہ بھی بلا تحقیق کرے۔ العجب ثم العجب۔ شاید مولانا کو یاد نہین رہا کہ ہر رطب و یابس کو نقل کرنا ممنوع شارع کی جانب سے ہے کما فی صحیح المسلم کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع اھ دیکھو النظامیہ بابت ماہ مارچ سنہ [illegible] ص۳۰ کیا اسمین حضرت مولانا کی ذات پر حملے نہین کیے گئے اور کیا اسمین حضرت مولانا کو کفی بالمرء کذبا کا مصداق نہین بنایا گیا اور کیا مولانا کا ایسا مولف حکیم الامۃ تعریضی فقرہ نہین ہے اور کیا شاید مولانا کو یاد نہین رہا۔ صدق نیت و صمیم قلب سے لکھا گیا ہے

(۳) انھون نے لکھا ہے اس مرتبہ قبل اسکے کہ ہم کچھ لکھین ہم کو سب سے پہلے اس امر کو ظاہر کر دینا ہے کہ الامداد مین ہم نے دو جواب مکتوبہ مولف بہشتی زیور دیکھے جسمین مولانا نے اپنے بیان کردہ مسائل کو غلط مانا ہے اور اس سے رجوع کیا ہے اور یہی ہم کو بعض احباب کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ مولانا نے بہشتی زیور کے بہت سے مسائل سے رجوع فرمایا ہے ایسی صورت مین ہم کو یقین ہے کہ اگر مولانا بہشتی زیور پر نظر ثانی فرما کر شائع فرمائین تو شاید اسقدر غلطیون سے لبریز نہو۔ ورنہ دیہات پالن پور کیطرح اندیشہ ہے کہ دوسری اسلامی ریاستین بھی ایسی کتاب کو جسکی غلطیان خود مصنف کو بھی تسلیم ہون ممنوع الاشاعت نہ کر دین۔ جو تعجب خیز امر الامداد سے معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ بہشتی زیور مولانا کی تصنیف نہین ہے بلکہ علم الفقہ (غالبا مؤلفہ مولوی عبدالشکور) سے نقل ہے اور نقل بھی تحقیق کے ساتھ نہین بلکہ نقل بلا لحاظ رطب و یابس۔ ہم ان دونون عبارتون کو الامداد ([illegible] ربیع الثانی سنہ [illegible]ھ) سے نقل کرتے ہین اسکے بعد ناظرین سے امید کرتے ہین کہ اب بھی کیا بہشتی زیور اس قابل کتاب ہو گئی ہے کہ جو مسلمانون کو ہدایت کرے اھ دیکھو النظامیہ بابت ماہ مارچ سنہ [illegible] ص۲۹ کیا اسمین حضرت مولانا کی ذات پر حملے نہین ہین۔ اور ان پر لوگون کے گمراہ کرنے کا ناحق الزام عائد نہین کیا گیا۔ اور کیا ایک ایسے شخص کی نسبت جسکے متعلق النظامیہ بابت ماہ فروری سنہ [illegible] مین یہ لکھا گیا ہو ہم مولوی اشرف علی صاحب کو فخر المحققین

بالمہرۃ، سابقین میں شمار کرتے ہیں۔ کوئی عاقل یہ عبارت لکھ سکتا ہے جس کا یہ فقرہ خصوصیت کے ساتھ ملاحظہ کے قابل ہے۔ اگر مولانا بہشتی زیور کو نظر ثانی فرما کر شائع فرماویں تو شاید استعداد علمیہ سے لبریز ہو۔ اس کا کھلا ہوا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مولانا کو معمولی استعداد بھی نہیں ہے مہارت اور فخر المحققین بالمہرۃ السابقین ہونا تو شئے دیگر ہے۔

(۴) انھوں نے لکھا ہے اکثر جگہ اپنے معتقدات کے ثابت کرنے کا ایسا ناگوار طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو حد درجہ معیوب ہے۔ کم بختی سے مسلمانوں میں یہ وبا آج کل پوری شدت کے ساتھ عام ہوتی جاتی ہے کہ آیات قرآنیہ احادیث نبویہ کو اپنے خیالات اور غلط معتقدات کے سانچے میں ڈھال لیا جائے ہر شخص چاہتا ہے کہ قرآن و حدیث سے وہی ثابت ہو جو ہمارا مافی الضمیر ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ خود قرآن یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا منشا ہے۔ دور نہ جاؤ یہی میلاد شریف کا ذکر ہے جسکو بت پرستی شرک اور بدعت کہا جاتا ہے الٹے تو لو ان کے حالات ولادت و واقعات زندگی بتاتا یا دوسروں کو سنانا تم بدعت بتاتے ہو۔ اے واسفا و احزناہ دیکھو النظامیہ بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۲ء۔ کیا اس مضمون میں مولانا کی ذات پر ناپاک حملے نہیں کیے گئے۔ کیا حضرت مولانا کو دیدہ و دانستہ قرآن و حدیث میں تحریف کرنیوالا مسلمانوں کو گمراہ کرنے والا نہیں کہا گیا۔ کیا اس میں مولانا پر نفس ذکر ولادت جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بت پرستی شرک بدعت بتلانے کے سراسر جھوٹے الزامات نہیں لگائے گئے۔ کیا معترضین بہشتی زیور میں جیسا کہ حقیقت میں ان کا دعویٰ ہے یا کم از کم حضرت مولانا کی کسی اور تصنیف میں یہ مضامین دکھلا سکتے ہیں۔

۱۷

(۵) انھوں نے لکھا ہے بہشتی زیور جیسا کہ ہمارا خیال ہے عورتوں کی تعلیمی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے تصنیف کی گئی تھی لیکن افسوس کہ مصنف کی کمزوری۔ یا اگر ہمیں معاف کیا جاوے تو تعصب نے اس کتاب کے بجائے مفید ہونے کے سخت مضر کر دیا ہے۔ یہ کتاب علاوہ اسکے کہ غلط اور بے بنیاد اقوال کا مجموعہ ہے عورتوں کے پڑھنے کے قابل تو کجا سمجھدار مردوں کے زیر مطالعہ ہونے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتی ہے اصلاح امت کے دعوے کے ساتھ یہ کسقدر مذموم بات ہے کہ عورتوں کو مردوں کے مخصوص امراض پر توجہ دلائی جائے اور انکے علاج بتائے جائیں ایسے تو لہ بیان مذہب کی تعلیم اور اصلاح امت اس اسلوب سے کیجاتی ہے کہ دوشیزہ تو دوشیزہ ایک بوڑھی عورت کے واسطے بھی اس کتاب کا مطالعہ مذموم ہے اھ دیکھو النظامیہ بابت

ماہ ستمبر [illegible] اس عبارت کو غور سے پڑھئے اور ایمان سے کہیے کہ اسمین حضرت مولانا پر ناجائز حملے نہین ہین اور کیا ان کو اصلاح امت کے دعوے کے پردہ مین مخرب اخلاق اور متعصب وغیرہ نہین کہا گیا اور کھلا ہوا افترا نہین کیا گیا کہ انھون نے عورتون کو مردون کے مخصوص امراض پر توجہ دلائی ہے یہ نمونہ تھا اس تہذیب اور دیانت کا جس سے معترضین نے ہمارے مقابلہ مین کام لیا ہے اب آپ ان کو ملاحظہ فرما کر ہم کو بتلایئے کہ جس پرچہ مین اس قسم کے مضامین کی اشاعت جائز ہو اسمین ہماری مضامین کی اشاعت کیون ناجائز ہوگی جن مین نہایت انصاف اور دیانت کے ساتھ معترضین کی تحریرات پر تنقید کیگئی ہے اور ان کو خود انہی کی تحریرات سے الزام دیا گیا ہے۔ کیا انتظامیہ کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ اسمین مضامین غیر واقعیہ۔ کذب و افترا اور اہل اللہ پر ناجائز حملے۔ شائع کیے جاوین اور مسلمانون کو راہ راست سے روک کر اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ کے مصداق کا کارنامہ کی یاد تازہ کیجائے

سوال سوم۔ معترضین کی تحریرات مین دو قسم کے مضامین ہین (۱) حضرت مولانا پر اعتراضات (۲) معترضین کے دعاوی اصلاح و خلوص للہیت وغیرہ وغیرہ پس جبکہ ہم انکی تحریرات پر تنقید کرین تو آیا ہمکو دونون قسم کے مضامین پر تنقید کا حق ہے یا صرف مضامین قسم اول پر۔ اگر صرف قسم اول پر تنقید کا حق ہے تو کیون۔ اور اگر دونون قسم کے مضامین پر تنقید کا حق ہے تو کیا جو ہمارے نزدیک حق ثابت ہو وہ لکھین یا جو معترض چاہتے ہین وہ لکھین۔ شق ثانی پر ہم پر حق پوشی کا جو الزام عائد ہوتا ہے اُس کا ذمہ دار کون ہے اور عوام پر جو کچھ اس کا برا اثر پڑیگا اس کا وبال کسکے ذمہ ہے۔ اور شق اول پر آپ ہم کو کیون مجبور کرتے ہین کہ ہم معترضین کے اغراض کی قلعی کھولین جبکہ ہم جو کچھ کہتے ہین وہ خود معترضین کی تحریرات کے نتائج ہین۔ نیز جبکہ ان کو حضرت مولانا مد ظلہم العالی پر ناجائز حملے کرنے جائز ہین تو ہم کو کیون جائز نہین ہے کہ ہم معترضین پر وہ حملہ کرین جو کہ خود ان کی تحریرات ظاہر کر رہی ہین

سوال چہارم۔ ہمنے اپنے پہلے نمبر مین لکھا تھا "پہلے ہم اس بحث کا فیصلہ کرتے ہین کہ جو غرض اسکے حامیون نے بیان کی ہے وہ کہان تک صحیح ہے۔ اسلیے ہم اول اُنکی غرض کو خود انہی کے الفاظ مین نقل کرتے ہین الخ" اس سے ہمنے ظاہر کر دیا تھا کہ ہم جو کچھ لکھین گے وہ بطور رشتۂ تفتیش و تنقید کے نہ ہوگا بلکہ محض تنقید کے طور پر ہوگا۔ اسکے بعد ہمنے انکی عبارتین نقل کی تھین جنمین انھون نے یہ لکھا ہے کہ ہمکو ان سے (حضرت مولانا مد ظلہم العالی سے) اسی طرح اختلاف ہے جیسا کہ بعض علماء کو ابن تیمیہ اور ابن القیم سے

۷۲

تھا الخ ہمنے اسپر تنقید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ جس طرح یہ امر مسلم ہے کہ ہر زمانہ میں علمار امت مین اختلاف ہوتا رہا ہے اور بعض علمار دوسرے بعض کی غلطیان خلوص نیت واہلیت سے تنقید کرتے رہے ہین یونہی یہ امر بھی ناقابل انکار ہے کہ ہمیشہ سے جاہ پرست اور اہل ہوے اشخاص اہل حق پر حسد اوران سے رشک کرتے رہے ہین اور اپنے عیوب کو جھوٹی قسمون اور ابلہ فریب تقریرون سے چھپاتے رہے ہین الخ یہ ایک عام دعوی اور ایک واقعہ کا بیان تھا اس کا تعلق معترضین سے نہ تھا جیسا کہ اسکے ثبوت سے واضح ہے جو کہ منافقین کے طرز عمل سے دیا گیا ہے مگر آپنے ہمارے فقرہ اپنے عیوب کو جھوٹی قسمون اور ابلہ فریب تقریرون سے چھپاتے رہے ہین الخ پر خط دیکر اسکو قابل اعتراض ظاہر کیا۔ براہ مہربانی ہمین مطلع فرمایئے کہ کیا منافقین کی نسبت بھی ایسا لکھنا جرم ہے جسکی بناپر ہماری تحریر ناقابل اشاعت قرار دیجائے؟ غیر جب ہم اپنے دعوی کا ثبوت دیچکے تو اب ہمارے سامنے دو ناقابل انکار حقیقتین تہین ایک علمار امت کا اختلاف جائز۔ دوسرا اہل حسد کا اہل حق پر رشک حسد کرنا۔ اور اپنے عیوب کو جھوٹی قسمون اور ابلہ فریب تقریرون سے چھپانا اور ایسی حالت مین ہمارے لیے تین رستے تھے ایک یہ کہ ہم مخالفین کے بیان کو آنکھ بند کرکے صحیح مان لین اور انکے اختلاف کو ایسا ہی اختلاف سمجھین جیسا کہ علمار حق پرست کا تھا اور دوسرا یہ کہ ہم مخالفین کو بے دلیل زمرۂ معاندین وحساد مین داخل کرین اور تیسرا یہ کہ ہم بطور خود کچھ نہ کہین بلکہ جو امر دلیل سے ثابت ہو وہ لکھین پس اگر ہم پہلا طریق اختیار کرتے تو اسمین ہم پر حق پوشی اور صحیح تنقید نہ کرنے اور عوام کو مغالطہ دینے کے الزامات عائد ہوتے اور اگر کوئی ہم سے ہماری غلط تنقید پر مواخذہ کرتا تو ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوتا اس لیئے ہم نے تقلید کو چھوڑ دیا اور معترضین کے بیانات کو تقلیداً صحیح تسلیم کیا اور اگر ہم دوسرا طریق اختیار کرتے اور خواہ مخواہ ہم ان کو معاند وغیرہ کہتے تو ہم پر ابتداع ہوے کا الزام عائد ہوتا اسلیئے ہمنے دونون طریق کو چھوڑکر تیسرا طریق اختیار کیا اور اسمین بھی طریق احتیاط کو مدنظر رکھا۔ یعنی معترضین کی واقعی نیت کے علم کو خدا کے سپرد کیا اور بتقاضائے ولتعرفنهم في لحن القول جو کچھ معترضین کے طرز عمل سے نتیجہ نکلسکتا تھا وہ لکھا ایسی حالت مین اور باوجود اتنی احتیاطون کے بھی کیا کوئی شخص ہم پر سب وشتم کا الزام لگا سکتا ہے بالخصوص ایسی حالت مین جب کہ معترضین کا صریح خلاف انصاف طرز عمل اسکی آنکھون کے سامنے موجود ہو جس کا نمونہ ان اوراق مین دکھلایا گیا ہے اس حقیقت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ہمکو مطلع فرمایا جاے

کہ آپکا ہم کو بانی سب و شتم وغیرہ کہنا کہاں تک صحیح ہے اور ہم پر سب و شتم کا الزام لگانا کہاں تک درست ہے۔ نیز مطلع فرمایئے کہ آپکے فقرہ ناظرین ملاحظہ فرماوینگے کہ مضمون نگار کے غضب و غصہ سے کون کون دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر حسد و رشک نفاق و بدبختی کا مورد بنا ہے اھ کا کیا مطلب ہے اور ہمنے اپنے غضب و غصہ سے کس کس کو دائرۂ اسلام سے خارج کرکے نفاق وغیرہ کا مورد بنایا ہے سوال پنجم۔ مطلع فرمایئے کہ ہماری اسقدر منصفانہ تحریر کے جواب مین آپ کا یہ لکھنا کہ اس خیال سے کہ پہلا داب خالی نہ جائے اور نیز اس خیال سے بھی کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم تردیدی مضامین شائع نہین کرنا چاہتے اُس کی جگہ پر اس تنقید اور خط کو شائع کرنا مناسب سمجھ ورنہ تو بل تو لسکے ہے کہ مضمون نگار اور مضمون دونون بریلی بھیجدیئے جاہین اھ کہان تک منصفانہ ہے اور یہ فقرات کہانتک تہذیب اور متانت کے دائرہ مین داخل ہین۔ نیز یہ بھی بتلایئے کہ جب آپ ایک معمولی سی تنقید کو بھی برداشت نہ کر سکے تو ایسی حالت مین کیا ہمارا صبر و تحمل قابل داد نہین ہے کہ ہمنے برسون تک باوجود سخت اور ناگوار حملون کے ان کا جواب سکوت سے دیا اور کیا اس کا بدلہ یہی تھا جو ہم کو دیا گیا کہ ہمارا سکوت کو عجز پر محمول کیا گیا فقط اندکے از غم دل گفتم و بس ترسیدم۔ کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیارست حبیب احمد۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر کا دوسرا خط ہمارے چوتھے خط کے جواب مین)

از دفتر النظامیہ فرنگی محل لکھنو خط نمبری ۵۹۰

مکرم بندہ السلام علیکم۔ خط ملا۔ بجواب عرض ہے کہ غالباً جنابنے صریحی اور ضمنی اور مقصود لذاتہ و مقصود لغیرہ کا فرق نظر انداز فرمادیا ہے۔ اسکے علاوہ مین اور کچھ نہین لکھنا چاہتا۔ آپکو اختیار ہے کسی دوسری جگہ چھپوا دیجئے بعد طبع ناظرین خود ہی فیصلہ کرینگے۔ النظامیہ مین جلاء بہشتی زیور کے طرز کی تنقید یا اس سے بھی بہتر طرز کی تنقید شائع ہو سکتی ہے وبس۔ آپکا خادم اسسٹنٹ ایڈیٹر النظامیہ فرنگی محل

(ہمارا پانچوان خط بنام اسسٹنٹ ایڈیٹر۔ بجواب خط نمبری ۵۹۲)

مکرم بندہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ کارڈ ملا۔ جواب اسقدر مجمل تھا کہ سمجھ مین نہین آسکا۔ براہ مہربانی اس جملہ کی شرح فرمادیجئے "غالباً جنابنے صریحی و ضمنی اور مقصود لذاتہ و مقصود لغیرہ کا فرق نظر انداز فرمادیا ہے" میری سمجھ مین نہین آیا کہ یہ میرے کس سوال کا جواب ہے اور اُس کا جواب یہ فقرہ کیونکر ہو گیا ہم تو اپنا وقت ضائع کرکے اسقدر مفصل مضمون لکھین کہ آپ کو سمجھنے مین کچھ بھی دقت نہو اور آپ اپنی فرصت کی قدر

کریں کہ اسکو بالکل نظر انداز فرمادیں اور ایک نہایت مجمل فقرہ جو کہ مضمون شعر در بطن شاعر کا مصداق ہے لکھکر جواب کا نام کریں کسقدر بے انصافی کی بات ہے۔ براہِ مہربانی میری پہلی تحریر کا مفصل جواب دیجئے یہ جواب بالکل ناکافی ہے اور اس لئے کالعدم ہے اور فقرہ مذکورہ بالا کی بھی شرح فرما دیجئے آپ نے لکھا ہے کہ اسکے علاوہ میں کچھ نہیں لکھنا چاہتا۔ آخر یہ کیوں۔ اگر ہمیں کوئی وجہ معقول معلوم ہوجائیگی تو ہم تنقید تنسیخ کریں۔ نیز آپنے لکھا ہے آپ کو اختیار ہے کسی دوسری جگہ چھپوا دیجئے۔ بعد طبع ناظرین خود ہی فیصلہ کرلینگے اھ سو جناب جب آپ نہ چھاپیں گے تو مجبوراً کوئی انتظام کیا ہی جائیگا رہا ناظرین کا فیصلہ اسکے متعلق تو ہم نے آپکو لکھا ہی تھا کہ آپ ہماری تحریرات کو مع اپنے جوابات کے شائع کر دیجئے۔ ناظرین خود فیصلہ کرلینگے مگر آپنے ناظرین کے فیصلہ کو نامنظور کیا۔ رہے ہم سو ہم جس طرح ناظرین کے فیصلہ کے لیئے اسوقت تیار تھے ویسے ہی اب بھی ہیں نیز آپ نے لکھا ہے۔ جلاء بہشتی زیور کے طرز کی تنقید یا اس سے بھی بہتر طرز کی تنقید شائع ہوسکتی ہے وبس۔ سو جناب من ہمارا دعوی ہے کہ ہماری تنقید جلاء بہشتی زیور سے بہتر طرز کی ہے اور ہم اپنے اس دعوی کو ثابت بھی کرچکے ہیں اور اب بھی ثابت کرنے کے لئے موجود ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ آپ صاف جواب ہی نہیں دیتے آپ کھل کر گفتگو تو کیجئے۔ جلاء بہشتی زیور تو درکنار ہم تو انشاء اللہ یہ ثابت کردینگے کہ ہماری تنقید بفضلہ تعالیٰ تذکرۃ الرشید وغیرہ سے اچھی ہے اور اگر بالفرض ہم ایسا نہ کرسکے اور ہم کو یہ معلوم ہوگیا کہ در حقیقت ہماری تحریرات اس قابل نہیں ہیں کہ النظامیہ جیسے مہذب پرچہ میں شائع ہوسکیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اپنا طرز بدل دینگے مگر اس کا فیصلہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک آپ کھل کر گفتگو نہ کریں حاصل یہ ہے کہ میری تحریرات کا تفصیلی جواب ملنا چاہیئے۔ اجمال سے آپکو بھی پریشانی ہوتی ہے اور ہم کو بھی۔ خیر اگر میری پریشانی کا خیال نہ ہو تو اپنی ہی پریشانی کا خیال کیجئے۔ اور صاف جواب دیجئے۔ اگر اجمال کی یہ وجہ ہو کہ کارڈ تفصیل کے لیئے کافی نہیں ہوتا اور لفافہ آپ صرف نہیں کرنا چاہتے تو بے تکلف تحریر فرما دیجئے میں اس کا بھی انتظام کردونگا اور آپکو بجز تحریر جواب کے اور کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ والسلام۔ حبیب احمد از تھانہ بھون۔ خانقاہ امدادیہ

(نوٹ) اس خط کا جواب نہیں آیا۔ اسپر تقاضا کا خط ذیل ارسال کیا گیا)

(ہمارا چھٹا خط بنام اسسٹنٹ ایڈیٹر)

مکرم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک عریضہ اس سے قبل روانہ کرچکا ہوں لیکن

اس کا جواب اب تک نہیں ملا کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ لفافہ مذکور رجسٹرڈ نہ تھا یا اور کوئی سبب ہے براہ مہربانی مطلع فرمایئے ممنون ہوں گا۔ جو مضمون خط سابق میں لکھ چکا ہوں اس کا پھر اعادہ کرتا ہوں امید ہے کہ جواب کافی سے پہلو تہی نہ فرمائی جائے گی۔

نقل خط سابق

آخر میں گذارش ہے کہ اگر صاف جواب دینے کا ارادہ نہ ہو تو صاف جواب دیدیجیے اور لکھدیجیے کہ ہمیں جواب دینا منظور نہیں ہے۔ والسلام مع الاکرام فقط　حبیب احمد از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر خانقاہ امدادیہ

(نوٹ) اس کا جواب بھی اسسٹنٹ ایڈیٹر کی طرف سے کچھ نہیں آیا۔ بلکہ اس کا جواب ایڈیٹر نے دیا جسکو ہم سلسلۂ مکاتبات نمبر ۳ میں درج کرینگے اس لیے یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور تیسرا سلسلہ شروع ہوا۔

سلسلہ مکاتبات نمبر ۳

(ایڈیٹر النظامیہ کا خط ہمارے چھٹے خط کے جواب میں جو کہ بنام اسسٹنٹ ایڈیٹر روانہ کیا گیا تھا)

خط نمبری ۔۔۔ از دفتر النظامیہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲ ستمبر [illegible]

جناب من السلام علیکم۔ پہلے ایک خط اور آج ایک رجسٹری جناب کی رسلہ وصول ہوئی لیکن اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب کلکتہ بغرض شرکت جلسہ گئے ہوئے ہیں۔ اسلیے پہلے خط کا جواب نہ دیا جا سکا اور نہ اس خط کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے اصل معاملہ اور واقعہ سے کچھ خبر نہیں ہے۔ جب وہ آجاوینگے اُن کو دیدیا جاوے گا۔ زیادہ نیاز۔　خاکسار شہید انصاری ایڈیٹر النظامیہ فرنگی محل لکھنؤ

(ہمارا خط بنام ایڈیٹر بجواب خط مورخہ ۱۲ ستمبر [illegible])

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکا اطلاعی خط وصول ہوا پڑھکر سخت حیرت ہوئی کہ آپکو ابتک اصل معاملہ اور واقعہ ہی کی خبر نہیں۔ خیر میں آپکو اب مطلع کرتا ہوں۔ سُنئے اصل واقعہ یہ ہے کہ ستمبر [illegible] سے النظامیہ میں حضرت مولانا مدظلہم العالی کی ذات اقدس پر نہایت سخت حملے ہو رہے ہیں اور حضرت مولانا مدظلہم العالی کے حکیمانہ و کریمانہ سکوت کو عاجزانہ سکوت بتلا کر لوگوں کو دھوکہ دیا جا رہا ہے

(باقی آئندہ)

۴۶

حال مجھ کو کوئی ایسی دعا بتائیے کہ جس کے پڑھنے سے دنیا کی الفت میرے دل سے نکل جائے اور عقبیٰ کی طرف دل کا میلان ہو جائے فقط

تحقیق نرے پڑھنے سے کیا ہوتا ہے اس کی تدبیر تو یہ ہے کہ میرے مواعظ کا مطالعہ کرو اور عمل کرو فقط

حال احقر نے کام شروع کر دیا ہے۔ نماز تہجد مع دوازدہ تسبیح و بعد نماز فجر ایک پارہ کلام مجید مع مناجات مقبول اور بعد نماز مغرب چھ ہزار بار اسم ذات شریف (اور کسی روز دن میں بھی بسبب فرصت) کا معمول ہے۔ زمانہ تعطل عن الذکر میں طبیعت کو پریشانی تھی اور وساوس پیدا ہوتے تھے اور شرارت پر یہ خیال تازہ کہ کیا کرایا سب حبط ہو گیا اور ابتک کوئی حالت کیفیت طاری نہیں ہوئی اور خشوع خضوع کا غلبہ نہیں۔ یہ جناب حضرت مولانا کا وعظ شریف ملقب بہ شرف المکالمہ مطالعہ کیا جس سے سارے شبہات کافور ہو گئے اور جو وقت مطالعہ نیز ابتک قلب پر رقت طاری ہے اور اب دل کے اندر نہایت ذوق و شوق ہے اور بوقت ذکر آواز اضطراراً بلند ہو جاتی ہے اور آنسو بھی جاری ہو جاتے ہیں اور یہی جی چاہتا ہے کہ کہیں تنہا خلوت میں بیٹھ کر خوب زور زور سے ذکر کروں اور روؤں۔ ذکر میں نہایت لذت معلوم ہوتی ہے۔ میری عادت کبھی کبھی شعر پڑھ لینے کی ہے لیکن کبھی کبھی ذکر میں ایسا کچھ استغراق ہوتا ہے کہ شعر اشعار سے بھی تنفر ہو جاتا ہے اور گلا پڑ جاتا ہے زبان تھک جاتی ہے سر میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔ فقط

تحقیق اگر اس وقت مغلوبیت نہ ہو تو ذرا اعتدال سے کام لیا جائے ورنہ پھر تقویت دماغ کی مناسب تدبیر کی جاوے

حال لیکن طبیعت نہیں بھرتی اللہ صاحب کا نام چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ گریہ طاری ہونے کے وقت اثنای ذکر میں قلب میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جواب دے رہے ہیں کہ اے میرے بندہ میں نے تیری درخواست سن لی اور تیری مغفرت کر دی تو اتنا پریشان نہ ہو لیکن اس سے کچھ بھی تسلی نہیں ہوتی بلکہ پھر اور رونا آتا ہے اور گناہوں کا نقشہ سامنے موجود ہو جاتا ہے تو سخت پریشانی ہوتی ہے اور یہی جی چاہتا ہے کہ اللہ صاحب اپنے پاس ہی بلا لیویں ورنہ آئندہ نہ معلوم کس کس معصیت کا سامنا ہو لیکن پھر [illegible] رضا تو سے تسلی ہو جاتی ہے کہ جو کچھ کریں عین مصلحت ہے۔ اور بعد فراغت ذکر کے صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتا کہ بس مقدار پوری ہو گئی اب راحت ملی۔ بلکہ بعد فراغت کبھی عرصہ تک بلا تکلف ذکر زبان سے جاری رہتا ہے اور کبھی بتکلف ذکر کو بجالاتا ہوں جس سے قلب میں نہایت طمانیت اور نورانیت رہتی ہے اور ایک بات دریافت

ف یہ سوالات جدید حصہ ششم کا ساتواں نمبر ہے اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اس حصہ کے سارے وعظ خصوصیت کے ساتھ سالکین کے مطالعہ کے قابل ہیں

۲۷

طلب ہے وہ یہ کہ بوقت ذکر گناہ سامنے موجود ہو جاتا ہے۔ تو اللہ کہنے کے وقت یہ معنے دل میں پیدا ہوتے کہ اے اللہ میں تجھکو پکارتا ہوں تو میری فریاد سن لے اور اس عاصی کے گناہ کو معاف کرکے تو اپنی غلامی میں لے لے اور اُسکے مصنوعات پر خیال ہو کر اُسکی عظمت اور جلالت معلوم ہوتی ہے مگر اسکی ذات کا کچھ تصور نہیں جمتا۔ اگر بہ تکلف خیال جماتا ہوں تو معاذ اللہ شکل و صورت کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ لہذا کیا کروں۔ بوقت ذکر کیا تصور کروں۔

تحقیق۔ زیادہ جمانے کا اہتمام نہ کیا جائے بس سرسری طور پر بے تکلف جتنا ذہن میں آجاوے کافی ہے

حال۔ ذکر کے اندر گناہوں کا خیال آنا کیسا ہے۔

تحقیق۔ خود تو لانا نہ چاہیے کہ مشابہ حجاب کے ہو جاتا ہے اور اگر خود آجاوے تو تجدید استغفار ایکبار یا تین بار کرکے پھر ذکر میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

حال۔ اور اپنے اخلاق رذیلہ کے متعلق کیا عرض کروں پہلے سے تو بہت فرق ہے مگر اپنے میں بڑی سکت اور بے لطفی دیکھکر اپنی عاجزی اور انکساری کو کبر شمار کرتا ہوں اور شیخ شیرازیؒ کا یہ شعر یاد آتا ہے کہ

گدا گر تواضع کند خوئے اوست

تحقیق۔ شکر کیجئے یہ بھی اثر تواضع ہی کا ہے۔

حال۔ اب بحمد اللہ اچھے کھانے پینے اور پہننے کی طرف التفات نہیں ہوتا جو کچھ ملجاتا ہے یا ملیگا اُسی پر اکتفا کرتا ہوں اور انشاء اللہ کروں گا جو کچھ سامنے آجاتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا نعمت مل گیا اور بڑی قدر ہوتی ہے۔ معصیت سے تنفر اور اجتناب ہو گیا ہے حضور کا ایک جملہ احقر کے حق میں نہایت انفع ہوا ہے وہ یہ کہ کیا تمہارا یہ جواب خدا کے سامنے چل سکتا ہے میں تو تمہارے کہنے پر مان لوں گا مگر خدا حقیقت حال کو دیکھتا ہے۔ یہ جملہ ہر وقت احقر کے ذہن نشین رہتا ہے جس سے بفضلہ تعالیٰ کسی شخص سے دروغگوئی یا مکر یا حیلہ یا تاویل کرنے کی جرأت نہیں ہوتی اور اس جواب کے آگے نفس کی بھی کچھ نہیں چلتی اللہ کی درگاہ میں ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اگرچہ عمل کچھ نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے حضور کی صحبت نصیب فرمائی کہ جس سے اپنی اندرونی غلطیوں اور نفس اور شیطان کی شرارتوں کا اثر پتہ لگجاتا ہے اور آئندہ نہ کرنے کی ہمت اور توفیق بھی ہوتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسی غلطی نہ کروں گا۔

تحقیق۔ مبارک۔ مبارک۔ فقط

سوال۔ اگر کسی امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو اس وقت دل میں کیا خیال کرنا چاہیے اور علیحدہ نماز میں تو لفظ پر خیال رکھتا ہوں۔ تو کوئی ایسی تدبیر تجویز فرمائیں کہ دل خدا کی طرف متوجہ رہے۔

جواب۔ بدون زبان ہلائے دل دل میں الحمد کے الفاظ پر خیال رکھیں۔ فقط

حال۔ بندہ نے منگل کی رات کو ایک خواب دیکھا ہے اسکی تعبیر چاہتا ہے وہ یہ کہ بندہ نے دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں۔ اندازاً ایک بالشت کی ہوگی۔ یہاں تک مسواک کری کہ گھستے گھستے قریب ایک بالشت کی رہگئی پھر آنکھ کھل گئی۔

تحقیق۔ انشاء اللہ تعالے استقامت علی السنۃ نصیب ہوگی۔ فقط

حال اکثر لوگوں کے حالات بعد علالت اچھے ہوجاتے ہیں مگر میری یہ حالت ہے کہ بعد علالت بدکاری بدنگاہی اور زنا کی خواہش ہوا کرتی ہے۔

تحقیق۔ غیر اختیاری خواہش سے جبکہ اس سے باختیار لذت نہ لیجاوے گناہ نہیں ہوتا۔

حال۔ الحمد للہ کہ اس وقت تک بچا ہوا ہوں اور خدا نے فضل کیا تو بچا رہوں گا مگر نفس میں اس قسم کا جو تقاضا ہوتا ہے اس سے بعض اوقات نہایت سخت الجھن ہوتی ہے اور بعض اوقات لطف و لذت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرمائے حضور میرے لئے دعا فرماویں اور کوئی دعا یا تدبیر ایسی تجویز فرمائیں کہ اللہ تعالے اس تقاضائے نفس سے مجھکو محفوظ اور مصئون رکھے۔ آمین ثم آمین

تحقیق۔ استحضار عقاب اور دعا اور التجاء فقط

حال۔ بہرحال حضور کی دعا کا خواہشمند ہوں اور کسی ایسے وظیفہ کا جو ہمیشہ کے لیے مجکو ان بری خواہشات سے محفوظ رکھے۔

تحقیق۔ تعجب ہے کہ ابتک اس کا تعلق آپ وظیفوں سے سمجھتے ہیں۔ میرے رسائل دیکھنے والوں اور میرے پاس رہنے والوں سے یہ عجیب ہے۔ فقط

حال۔ ذکر ہونے کے بعد میں چونکہ کچھ وقت بچتا ہے اسمیں یہ طبیعت چاہتی ہے کہ اور بھی ذکر کروں۔ اگر حضور کی اجازت ہو تو کر لیا کروں۔

تحقیق۔ اگر تحمل ہو۔

حال۔ دوسرے مجھ میں خوف خدا نہیں پایا جاتا۔

۲۹

تحقیق - طبعی طور پر نہیں یا عقلی بھی نہیں۔

حال - اور محبت غیر اللہ کی دل سے ابتک نہیں گئی۔

تحقیق - وہی سوال اس میں بھی ہے۔

حال - اور اللہ تعالے کا عشق دل میں ابتک پیدا نہیں ہوا

تحقیق - وہی سوال اس میں بھی ہے۔

حال - تیسرے یہ کہ خادم حضور سے گو غائبانہ بذریعہ خط بیعت ہو چکا ہے لیکن طبیعت یہ چاہتی ہے کہ حاضرانہ طور سے بیعت ہو جاؤں اگر مجھ میں کچھ صلاحیت ہو گئی ہو تو بیعت کر لیں۔

تحقیق - ایک یادداشت کا پرچہ دیدو۔

حال - اور مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا قلب ذکر سے جاری ہونے لگا ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہوا کہ واقع میں بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

تحقیق - جاری ہونے کا کیا مطلب۔

حال - اور اخیر شب میں درمیان اذکار کے یہ طبیعت چاہتی ہے کہ بعض اشعار مناجات مقبول اور بعض مثنوی تحفۃ العشاق کے پڑھوں اگر حضور اجازت مرحمت فرماویں تو پڑھ لیا کروں۔

تحقیق - کیا حرج ہے۔

حال - اس درمیان میں عجیب عجیب عمدہ خواب دیکھے منجملہ ان کے ایک یہ خواب ہے کہ صبح کی نماز سے پیشتر یہ دیکھا کہ ایک بہت خوبصورت میدان اور عمارات عالیشان بنی ہوئی ہیں ان عمارت کی حقیر سیر کرتا ہوا ایک مقام پر پہونچا وہاں ایک عالیشان دروازہ خوبصورت دیکھا دو تین آدمیوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا عمارت ہے وہاں پر لوگوں نے کہا کہ یہ جنت ہے مجھے یہ سنکر اسکے دیکھنے کی آرزو ہوئی میں نے ان سے کہا کہ اسکے اندر جا سکتے ہیں انھوں نے کہا کہ اسکے اندر وہ جا سکتا ہے جو جنت نامہ یعنی ایکماہ جو تجویز کردہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ہوے گا۔ میں نے انسے کہا کہ اگر وہ کسی نے نہ کیا ہو تو وہ بھی جا سکتا ہے۔ کہا کہ وہ حضرت کی اجازت دینے پر جا سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ ان سے اجازت تو انشاء اللہ تعالیٰ لے لوں گا۔ انھوں نے یا اور کسی نے کہا ہے کہ وہ برابر والے مکان میں ہیں یہ سنکر جناب کے پاس برائے اجازت جنت سے کے گیا ہوں۔ راستہ میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب سے ملاقی ہوا ہوں۔

۴۰

کہنے لگے ہیں کہ ہم نہ کہتے تھے کہ وہ چلہ کرلو وہ کرتے تو اب پتہ نہ جاتے دریا تنگی کی نوبت ہی نہ آتی پھر جب
حضور کے پاس آیا ہوں تو دیکھا دو لڑکے خوبصورت تھوڑی سی داڑھی اُن کے نکلی ہے وہ جناب کے پاس
بیٹھے ہوئے پنکھا جھل رہے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں وہ اٹھکر جانے لگے ہیں تو جناب عالی نے فرمایا کہ
کوئی پنکھا جھلنے والا ہے میں نے دلمیں سوچا کہ آج خلاف معمول حضرت یہ کیوں فرما رہے ہیں پھر میں نے
سوچا ہے کہ شاید اس وقت گرمی معلوم ہوئی ہوگی میں نے جواب دیا کہ احقر حاضر ہے جناب نے پنکھے کی اجازت
دی ہے میں پنکھا جھلنے لگا ہوں۔ بوجہ رعب کے جناب سے میں نے اجازت جنت میں جانے کی نہیں مانگی
جناب عالی نے تھوڑی دیر میں فرمایا کہ چلو اپنے گھر نہیں چلتے میں نے عرض کیا بہتر تشریف لے چلئے۔ جناب
میرے ہمراہ دہلی تشریف لا رہے ہیں۔ راستے میں مجھے خیال ہوا کہ حضرت کے ہمراہ بے وضو نہ چلنا چاہئے
یہ سوچکر میں وضو کے لئے ایک شخص کے مکان پر بیٹھا ہوں اور جناب میرے مکان پر کھڑے ماما صاحب
سے باتیں کر رہے ہیں وضو میں مجھے بہت دیر ہوئی ہے اور دل میں اپنے آپکو بہت برا بھلا کہہ رہا ہوں
کہ اسوقت بھی وہم ہوئے چلا جاتا ہے اور دیر ہوئی جاتی ہے ایسا نہو کہ حضرت تشریف لے جائیں اتنے
میں آنکھ کھل گئی۔ تعبیر کا طالب۔

تحقیق۔ خواب مبارک ہو تعبیر ظاہر ہے انشاء اللہ تعالیٰ جنت نصیب ہوگی اور اسکے طریق کی بھی ہدایت کی گئی ہے کہ تقویٰ ہے خصوص کلام کے متعلق کہ اس میں بکثرت بے احتیاطی ہوجاتی ہے سو ہمت کیجئے فقط

حال۔ جسوقت میں بیمار تھا اسوقت میں نے یہ خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ قرآن شریف پڑھو تو مصیبت ٹل جاویگی۔

تحقیق۔ بالکل صحیح خواب ہے قرآن مجید ایسی ہی برکت کی چیز ہے میں نے بھی جواب میں ایسا ہی اشارہ دیکھا تھا۔ سب احباب نے قرآن مجید پڑھا اسروز سے بیماری کم ہوتی ہوتی جلدی جاتی رہی۔

حال۔ دو تین روز کے بعد پھر خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ خوب سنبھل کے چلنا خوب سنبھل کے چلنا۔ دو تین مرتبہ کہا۔

تحقیق۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف برکات ہی پر قناعت نہ کرنا اعمال کی بھی اصلاح کرنا۔ خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ اس سے زیادہ اسپر عمل کرنا ہے۔

سوال۔ گذارش یہ ہے کہ تربیۃ السالک کے تین حصے اول تمام دیکھا ہے اور دیکھا کرتا ہوں بہت سے

۳۱

شبہات کا جواب علاج اُسکے مطالعہ سے ہوگیا۔ حصہ سوم کے نمبر ۹۰ میں صاحب حال نے تحریر فرمایا ہے کبھی جی چاہتا ہے بلکہ ایک قسم کی بیقراری سی معلوم ہوتی ہے کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قوالی سنوں۔ اور جو پہلے انوار نظر آیا کرتے تھے وہ اب کبھی نظر نہیں آتے تحقیق میں صرف یہ ہے دیکھ حرج نہیں، مطلق قوالی سے ذہن متعارف مروجہ قوالی کی طرف منتقل ہوتا ہے جس میں معازف وغیرہ بھی ضرور ہی ہوتے ہیں۔ اس سے بعض لوگ جن میں بلا ضرورت یہ عمل شائع ہے وہ لوگ اس عبارت کو پیش کرسکتے ہیں۔ آیا کوئی خاص حالت میں اجازت مطلقاً دی گئی ہے یا یہ جواب صرف اخیر جملہ کا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ مواعظ میں کہیں دیکھا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ عمر بھر میں صرف ایک شخص کیلئے ایک متقی خوش آواز سے اشعار کا سننا تنہائی میں تجویز کیا تھا۔

جواب۔ غالب یہی ہے کہ یہ صرف اخیر جملہ کا جواب ہے مگر حسب معمول اُس وقت مجھکو چاہئے تھا کہ اس جز اخیر کے سر پر صاد بناتا تاکہ کاتب اسی جگہ سے نقل کرتا معلوم ہوتا ہے کہ کثرت کار سے صاد بنانا بھول گیا ناقل نے تمام عبارت نقل کر دی۔ اور بالفرض اگر پورے ہی کے ساتھ متعلق ہو تب بھی اشعار سننے کی اجازت اُن ہی قیود سے ہوگی جو اہل طریق کے نزدیک معتبر ہیں گو اس جگہ منقول نہیں لیکن ذہن خصوصی مخاطب کے سبب حاجت زیادہ تفصیل کی نہیں ہوئی اگر کوئی سند میں پیش کرے آپ اُسکے سامنے میری یہ عبارت پیش کر دیجئے فقط

حال۔ جلسہ میں جب خاموشی رہتی ہے اُسوقت میں اپنے ظہر کے وظائف، درود شریف یا ذکر یا بالکل خاموش ہو کر مراقب قلب ہو کر تصور کرتے ہیں کہ حضرت والا کے قلب مبارک سے فیضان انوار آ آ کر میرے قلب میں آتے ہیں۔ بہرحال کونسی صورت نفع کی ہے وہی اختیار کی جاوے۔ فقط

تحقیق۔ اخیر کی صورت خاموشی کے وقت گو پسندیدہ ہے مگر بعد میں نسبت ذکر بہتر ہے جو بھی ہو بجز ذکر قلبی محض کے کہ یہ اثر باقی نہیں رہتا محض اس کی توجہ رہ جاتی ہے ذکر لسانی مع حضور القلب کرنا چاہئے۔

حال۔ ذکر کے وقت اکثر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

تحقیق۔ تیمم کر لیجئے۔ فقط

حال۔ ذکر کے وقت خیال بہت آتے ہیں یعنی زبان سے تو ذکر کرتا ہوں دل اور خیالات میں محو ہو جاتا ہے۔

تحقیق۔ کچھ مضر نہیں۔

۳۲

حال۔ سفر میں اکثر ریل میں ذکر کرنے کا اتفاق ہوتا ہے اس وقت یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ذکر بالجہر کرنا شاید لوگوں کو بار خاطر ہو۔

تحقیق۔ آہستہ کیجئے۔ فقط

حال۔ جو لوگ کہ شریعت کے خلاف کرتے ہیں وہ میری نظر میں حقیر معلوم ہوتے ہیں لاکھ میں اسکو برا سمجھتا ہوں۔

تحقیق۔ طبعی حقیر معلوم ہو کبر نہیں البتہ عقلاً اتنا سمجھ لیجئے کہ شاید یہ شخص کسی خاص حالت کے اعتبار سے عند اللہ مجھ سے افضل ہو بس دفع کبر کے لئے اتنا کافی ہے فقط

حال۔ اکثر راتوں کو تہجد کے وقت آنکھ نہیں کھلتی۔

تحقیق۔ عشاء کے بعد پڑھ لیا کیجئے۔ فقط

حال۔ ذکر کے وقت اکثر پیاس لگتی ہے۔

تحقیق۔ پانی پی لیا کیجئے۔ فقط

حال۔ اکثر تذکرہ میں جب حضور کی عظمت کا خیال آتا ہے تو اور بزرگ بمقابلہ حضور کے میری نظر میں بہت کم معلوم ہوتے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں انکی توہین تو نہیں ہو جاتی۔

۲۳

تحقیق۔ یہ توہین نہیں غلبہ حب ہے جس میں ملامت نہیں البتہ یہ سمجھ لینا ضرور ہے کہ شاید عند اللہ اور لوگ اس سے افضل ہوں۔

حال۔ اگر میں کسی کام سے توبہ کرتا ہوں اور وہ بلا قصد سرزد ہو جاتا ہے تو بار بار توبہ کرنے میں شرم معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ یہ طبعی بات ہے مگر اسپر عمل نہ کیا جائے۔ فقط

حال۔ کبھی کبھی طبیعت گناہ کبیرہ کی طرف مائل ہو جاتی ہے مگر بفضلہ سرزد بہت کم ہوتے ہیں۔

تحقیق۔ شکر کیجئے۔ فقط

حال۔ ایک عادت یہ خراب ایسی پڑ گئی ہے جو کہ بہت تکلیف دہ ہے بلکہ حضور کو بھی لکھتے ہوئے شرم آتی ہے وہ یہ کہ لوگوں کے نقصان پر نفس کو مسرت ہوتی ہے جیسے کوئی شخص چلتی ہوئی ریل پر چڑھے اور گرنے لگے تو جی چاہتا ہے کہ وہ گر پڑے۔

تحقیق۔ یہ نفس کی شوخی ہے مگر جب عقلاً اسکو برا سمجھا جاتا ہے تو مضر نہیں۔

حال۔ جب کبھی خدا تعالیٰ کی رحمت کا ذکر آتا ہے یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات حمیدہ کا

ذکر آتا ہے تو سارے جسم میں ایک قسم کی پھریری سی آجاتی ہے اور تھوڑی دیر کے لیے عجیب حالت ہوتی ہے جسکو میں تحریر میں لانے سے قاصر ہوں

تحقیق شکر کیجئے فقط

حال - جناب حضرت حاجی الحرمین قدس سرہ کے ایک خلیفہ جو کہ اب کلکتہ میں ہیں میں قریب دو برس سے ان کا مرید ہوں ہماری جہالت اور بے علمی کے باعث یہ شناخت نہ کر سکا تھا کہ پیر کیسے شخص کا ہونا شرائط ارشاد میں ہے اب بہت تحقیقات کے بعد ہمارے پیر کے اطوار و افعال کو ان شرائط ضروریہ سے یکقلم خالی پاتا ہوں ان میں سے کسی ایک حضور کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ جاہل، خائن اور دروغگو وغیرہ وغیرہ ہیں اب میرے اعتقاد ان سے جاتے رہے اب بیعت توڑ سکتا ہوں یا نہیں۔

تحقیق - ہاں بلکہ واجب ہے

حال - اس امر اخروی میں سرگردان ہوں - یہ بندہ اکثر تبہ شیخنا المعظم حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ معظمہ سے ہندوستان تشریف لائے ہیں ایک بڑے شہر میں عالیشان مکان میں تشریف رکھتے ہیں بندہ بعد تجسس انکی خدمت بابرکت میں جا پہونچا دیکھا کہ آنحضرت ایک پلنگ پر آرام فرماتے ہیں تب میں نے میرے پیر مذکورہ بالا کا ذکر کیا کہ وہ یہاں حاضر ہوئے ہیں یا نہیں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ نہیں ہمارے خلیفہ مولوی اشرفعلی صاحب ابھی نہیں آ پائے ہیں اسکے بعد میں نے عرض کیا میں فلاں پیر صاحب کا مرید ہوں جو کہ آپکے مرید ہیں تب حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میرے خلیفہ مولوی اشرفعلی صاحب ابھی آتے ہیں پھر فرمایا کہ پانی رہتے تیمم روا نہیں پھر آپ نے ایک کیا غذ لے کر اسپر یہ لکھدیا ہے کہ ہر روز اسم ذات لسانی کیا کرو پس میں بیدار ہوا واللہ اعلم ما ہو فیہ۔

تحقیق - میں تو کوئی چیز نہیں مگر الحمد للہ طریق حق پر ہوں۔

حال حضور میری ابتدا سے یہ التجا اور عزم بالجزم تھا کہ حضور کے خادموں کے دفتر میں نام لکھاؤں لیکن لوگوں کی بات سنکر اپنے جہالت پنے سے اس پیر مذکور کے ہاتھ میں بیعت کر لیا - اب یہ بندہ متحیر و مضطرب و مضطر کو از روے صراط مستقیم پر لا دیں اور فیض عطا فرماتے رہیں - آپ ہمارے راہ نمائے دو جہان ہو ویں یہ میری التجا و نیاز ہے۔

تحقیق - میرے رسالہ قصد السبیل سے دستور العمل مناسب شروع کر کے اطلاع دیجئے تاکہ سلسلہ تعلیم کا شروع کروں

باقی آئندہ

اور زیقین رکھنے تھے) اس کا سبب فی الدنیا اور خروج من دواعی الہوی پر اور زیادہ قوی ہوجاتا ہے اور پس
اصل مقصود یہی یقین اور عزم ہے لیکن اس شخص کی استعداد کا مقتضا یہ تھا کہ بواسطہ خوارق کے
اس کو قوت دی جائے پس یہ خوارق واسطہ محضہ ہیں مقصود بالعرض ہوئے) اور اُنکے بعض بندوں کو صرف
یقین کا بلا واسطہ کشف ہوتا ہے اور اُنکے قلب سے حجاب اُٹھالیا جاتا ہے اور ایسے شخص کو رویت
خوارق کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ مقصود تو اُن خوارق سے حصول یقین ہی تھا اور یقین حاصل ہوچکا پس اگر
ایسے شخص کو جسکو صرف یقین عطا ہوا ہے ان خوارق میں سے کوئی چیز مکشوف بھی ہوجائے تو اُس کا یقین
نہیں بڑھتا (کیونکہ پہلے سے وہ کمال کے ساتھ متحقق ہے) پس حکمت الٰہیہ اس کو مقتضی نہیں ہوتی کہ
اس شخص کے لیے خوارق کے ذریعہ سے کشف قدرت ہو بوجہ اسکے عدم حاجت کے اور حکمت الٰہیہ
دوسرے شخص کیلئے اس کشف بواسطہ الخوارق کو مقتضی ہوتی ہے بوجہ اُسکی حاجت کے پس یہ دوسرا
شخص (جو بالکل شروع کی عبارت میں مذکور ہے) استعداد اور اہلیت میں اول سے کم ہے کہ اُسکو خوارق
کا حاصل یعنی محض یقین بلا واسطہ رویت آثار قدرت کا عطا ہوگیا کیونکہ ان خوارق میں ایک آفت بھی
تھی اور وہ عجب ہے پس اُسکو اُن خوارق کے رویت کی حاجت نہ رہی پس طالب صادق کا طریق نفس سے
استقامت کا مطالبہ کرنا ہے پس یہی بڑی کرامت ہے پھر اگر اثناء سلوک میں اس قسم کی کوئی بات
واقع ہوجائے ممکن اور مستحسن ہے اور اگر نہ واقع ہو کچھ پروا نہ کرے اور اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا البتہ نقصان
واجب حق استقامت میں خلل ڈالنے سے ہوتا ہے پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ وہ طالبین کے لئے
ایک اصل کبیر ہے پس علماء زاہدین اور مشائخ عارفین و مقربین جب واجب حق استقامت کے اہتمام کے ساتھ متصف
کئے گئے تو اُن کو وہ سب علوم عطا ہوئے جن کی طرف متقدمین نے اشارہ کیا ہے جیسا ہم نے اوپر ذکر کیا۔
اور جسکو اُنھوں نے فرض کہا ہے سو منجملہ اُنکے علم حال ہے اور علم مقامات اور علم خواطر ہے اور علم خواطر اور
اُسکی تفاصیل کو انشاء اللہ تعالیٰ ایک مستقل باب میں شرح کرینگے اور علم یقین ہے اور علم اخلاص ہے
اور علم نفس کا اور اُسکی معرفت کا اور اُسکے اخلاق کی معرفت کا ہے اور یہ علم نفس و معرفت نفس تمام کے
عزیز ترین علوم سے ہے اور مقربین و صوفیہ کے طریق پر سب سے زیادہ قائم رہنے والا وہی ہوگا جو معرفت
نفس میں سب سے زیادہ قائم ہو اور منجملہ اُنکے علم ہے معرفت اقسام دنیا کا اور وجوہ دقائق ہوائے نفس و خفایا شہوات
نفس کا اور علم ہے ضرورت کا اور نفس سے اقوال میں افعال میں لباس میں لباس اُتارنے میں کھانے

ین سونے مین توقف علی الضرورت کے مطالبہ کرنے کا۔ اور علم ہے معرفت حقائق توبہ کا اور علوم خفی توبہ
کا اور ان سیئات کی معرفت جو ابرار کے حسنات ہین اور مطالبہ ترک نفوس کا ترک مالا یعنی کے ساتھ اور
مطالبہ ہے باطن کا خطرات معصیت کے روکنے کے ساتھ پھر خطرات فضیل کے روکنے کے ساتھ پھر علم
ہے مراقبہ کا اور جس سے مراقبہ مین قدح ہوجاتا ہے اور علم ہے محاسبہ اور رعایت کا اور علم ہے حقائق توکل کا اور
توکل کے متوکل کے ذنوب کا اور جو توکل مین قادح ہے اور جو قادح نہین اور فرق اس توکل مین جو بحکم ایمان واجب
ہے اور اس توکل خاص مین جو اہل عرفان کے ساتھ خاص ہے اور علم ہے رضا کا اور مقام رضا کے ذنوب
کا اور علم ہے زہد کا اور اس زہد کا ان چیزون کے ساتھ محدود ہونا جو اس شخص کی ضروریات مین سے لازم
ہین (یعنی یہ چیزین زہد کی حد مین کہ زہد ان سے باہر رہتا ہے کیونکہ یہ چیزین محل زہد نہین) اور جو چیزین
زہد مین قادح نہین (مثلاً ضروریات کا اہتمام) اور معرفت ہے زہد فی الزہد کی اور معرفت ہے ایک زہد ثالث کی
جو اس زہد فی الزہد کے بھی بعد ہے اس کا بیان ساٹھوین باب ذکر وع مین آوے گا۔) اور علم ہے اثبات
التجا کا اور معرفت ہے اوقات دعا کی اور معرفت ہے وقت سکوت عن الدعا کی (اس کا کچھ بیان تیسٹھین
باب کے آخر کی اس عبارت مین بھی ہوگا قال الشبلی الانبساط بالقول مع الحق الی قولہ کما یسأل الخطیر
اور علم ہے محبت کا اور فرق درمیان محبت عامہ کے جسکی تفسیر ہے امتثال امر اور درمیان محبت خاصہ کے اور بعض
علماء دنیا نے علماء آخرت کی محبت خاصہ کے دعوی کا انکار کیا ہے جیسا رضا کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے
کہ بس صبر کے سوا اور کوئی چیز نہین اور علم ہے محبت خاصہ کے انقسام کا محبت ذات اور محبت صفات کی
طرف اور محبت قلب و محبت روح و محبت عقل و محبت نفس کے درمیان مین فرق اور محب اور محبوب اور مرید
اور مراد کے مقام مین فرق پھر ان علوم کے بعد علوم ہین مشاہدات کے جیسے علم ہیبت و انس کا اور قبض و
بسط کا اور قبض اور ہم مین فرق اور بسط اور نشاط مین فرق اور علم اس فنا و بقا کا اور تفاوت احوال فنا
کا اور علم استتار اور تجلی کا اور مع ذوق کا اور لوائح و طوالع اور بوادی کا اور صحو اور سکر کا۔ اور اسکے علاوہ
بہت سے علوم اگر وقت مین وسعت ہوتی تو ہم ان کو ذکر کرتے اور کئی جلدون مین انکی شرح کرتے لیکن عمر
کوتاہ ہے اور وقت عزیز ہے (کہ اسکو اس سے اہم یعنی ذکر مین صرف کرنا چاہیے) اور اگر غفلت کا تیر نہ ہوتا
تو اجتنا ہم نے اب لکھا ہے اس مقدار سے بھی وقت تنگ ہوتا یعنی اتنا بھی نہ لکھا جاتا کیونکہ ذکر مین اسکی
فرصت کہان ہوتی تو اتنا بھی بدولت غفلت کے ہوا اور یہ تالیف کیا ہوا مختصر رسالہ (باوجود اختصار کے)

ف وجہ السخریۃ ان کمن فی اہل لعظم وہ شک بالمقام تحمل کھیہا اسے

۴۳۸

علوم قوم میں سے ایک معتد بہ حصہ پر مشتمل ہے ہم اللہ کریم سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس رسالہ سے لوگوں
کو نفع دیگا اور اسکو ہمارے فائدے کیلئے حجت بناوے گا اور ہمارے ضرر کے لئے حجت نہ بناویگا اور یہ جو علوم
ہیں کہ انکا آگے اور علوم ہیں کہ علماء آخرت زاہدین نے اُنکے مقتضا پر عمل کیا ہے اور وہاں تک انکی
رسائی ہوگئی ہے اور علماء دنیا غیر زاہدین ان سے محروم ہیں اور وہ علوم ذوقیہ ہیں کہ بدون ذوق وجدان کے ان تک نظر
کی رسائی نہیں ہوتی جیسے شکر کی شیرینی کی کیفیت کہ بیان سے حاصل نہیں ہوتی البتہ جو اسکو چکھے گا
وہ جان لے گا اور صوفیہ وزہاد علماء کے علم کا شرف بکو اس سے معلوم ہوگا کہ جتنے علوم ہیں کسی کا حاصل کرنا
محبت دنیا اور کوتاہی حقیقت تقوی کے ہوتے ہوئے متعذر نہیں بلکہ بعض اوقات محبت دنیا ان علوم کے
اکتساب پر زیادہ معین ہو جاتی ہے کیونکہ ان علوم میں مشغول ہونا نفس پر اولاً شاق تھا اس لئے ان کی
تحصیل سے تقاعد کرتا تھا اور جاہ و رفعت کی محبت نفس کی جبلت میں رکھی گئی ہے پس جب نفس نے اس جاہ
کا حاصل ہونا اس علم کے حاصل ہونے سے معلوم کیا اُسنے کلفتوں کے برداشت کرنے کو اور شب کے بیدار رہنے کو
اور بے وطنی اور سفر پر صبر کرنے کو اور لذات و شہوات کے میسر نہ ہونے کو منظور کر لیا (اور علم حاصل کیا پس دنیا
اس علم کے لئے معین ہوگئی) اور اس قوم کے علوم محبت دنیا کے ساتھ حاصل ہی نہیں ہوتے اور بدون
اجتناب ہوائے نفسانی کے وہ منکشف ہی نہیں ہوتے اور بجز مدرسہ تقوی کے ان کا کہیں درس
ہی نہیں ہوتا فرمایا اللہ تعالی نے اور تم اللہ سے تقوی کرو اور اللہ تعالی تم کو علم دیگا (پس اس آیت میں
اللہ تعالے نے علم کو تقوی کی میراث بنایا ہے اور ان حضرات کے علوم کے سوا اور علوم بدون اسکے بھی بلا
شبہ حاصل ہوجاتے ہیں پس اس سے علماء آخرت کے علم کی فضیلت معلوم ہوگئی کہ اس کا دروازہ بجز
اہل عقل کے کسی کے لئے نہیں کھلا اور اہل عقل درحقیقت وہی ہیں جو دنیا سے زاہد ہیں بعض فقہاء نے
فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرا مال ان کو دینا جو سب آدمیوں سے زیادہ عاقل ہوں تو وہ
زاہدوں کی طرف صرف کیا جاوے گا کیونکہ تمام خلائق سے زیادہ عاقل وہی ہیں سہل بن عبداللہ تستری نے
کہا ہے کہ عقل کے ہزار نام ہیں اور ان میں سے ہر نام کے ہزار نام ہیں اور ان میں ہر نام کا اول ترک
کردینا ہے۔ (آگے ایک حکایت ہے ان حضرات کے اعقل ہونے کی تائید میں کہ احمد بن حنبل نے حاتم اصم
کی نسبت فرمایا تھا ما اعقلہ یعنی وہ کیسے عاقل ہیں وہ حکایت یہ ہے کہ) حدیث کی ہم سے شیخ صالح
ابو الفتح محمد بن عبد الباقی نے انہوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو ابو الفضل احمد بن احمد نے انہوں نے کہا

خبر دی ہم کو حافظ ابو نعیم اصفہانی نے انہوں نے کہا حدیث کی ہم سے محمد بن احمد بن محمد نے انہوں نے کہا
حدیث بیان کی ہم سے عباس بن احمد شاشی نے انہوں نے کہا حدیث کی ہم سے ابو عقیل رصافی نے
انہوں نے کہا حدیث کی ہم سے ابو عبد اللہ خواص نے اور یہ حاتم کے منتسبین میں سے تھے انہوں نے کہا
کہ میں ابو عبد الرحمن حاتم اصم کے ساتھ رَی میں داخل ہوا اور (اس وقت) انکے ہمراہ تین سو بیس آدمی تھے
جو حج کا ارادہ رکھتے تھے اور انکے بدن پر صوف کا لباس اور صوف کے جُبّے[1] تھے نہ انکے پاس تھیلے تھے (جن مین
کپڑے یا اجناس ہون) اور نہ کھانا تھا پس (اس حالت سے) ہم ایک تاجر آدمی کے پاس داخل ہوئے جو درویش
منش تھا اور تارکین کو دوست رکھتا تھا سو اُس روز اُسنے ہماری مہمانی کی جب اگلا روز ہوا اُسنے حاتم سے
کہا اے ابا عبد الرحمن کیا تمہارا کچھ کام ہے کیونکہ ہمارا ایک فقیہ ہے جو علیل ہے مین اسکی عیادت کرنا چاہتا
ہون (تو اگر کوئی تمہارا کام ہو تو اُسکو پورا کر کے پھر اسکی عیادت کو جاؤن) حاتم نے کہا کہ اگر تمہارا کوئی
فقیہ علیل ہے تو فقیہ کی عیادت مین خاص فضیلت ہے اور فقیہ کیطرف نظر کرنا عبادت ہے سو مین بھی تمہارے
ساتھ چلتا ہون اور وہ علیل محمد بن مقاتل قاضی رَی تھے اُس تاجر نے کہا کہ اے ابا عبد الرحمن ہمارے
ساتھ چلو پس (اُنکے) دروازہ پر آئے سو دیکھتے کیا ہین کہ ایک اونچا اور نفیس دروازہ ہے سو حاتم سوچتے
رہ گئے کہنے لگے کہ عالم کا دروازہ اور اس حالت پر پھر ان سب کو (اندر آنے کی) اجازت ہوئی پس اندر
آئے سو دیکھتے کیا ہین کہ ایک بڑا وسیع مکان ہے اور کپڑے وغیرہ کا بڑا سامان[2] ہے اور ستور[3] ہے اور [illegible]
ہین اور (ملازمین کی) جماعت ہے پس حاتم سوچتے رہ گئے پھر (خاص) اُس مجلس مین پہونچے جہان وہ
(محمد بن مقاتل) موجود تھے سو وہان نرم نرم بستر تھے اور وہ اُن پر لیٹے ہوئے تھے اور انکے سرہانے ایک
غلام تھا اور اُسکے ہاتھ مین ایک مورچھل تھا جس سے مکھی ہنکاتا تھا پس وہ شخص (تاجر) بیٹھ گیا
اُن کو پوچھنے لگا اور حاتم کھڑے رہے ابن مقاتل نے انکی طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ انہوں نے کہا مین نہیں بیٹھتا
ابن مقاتل نے اُن سے کہا شاید تم کو کچھ کام ہے انہوں نے کہا ہان انہوں نے کہا کہ وہ کیا کام ہے انہوں نے
کہا کہ ایک مسئلہ ہے جسکو آپ سے پوچھنے والا ہون انہوں نے کہا مجھ سے پوچھو انہوں نے کہا تو پھر سیدھا
سیدھے بیٹھ جاؤ تاکہ (مین) تم سے وہ مسئلہ پوچھون انہون نے اپنے غلامون کو حکم دیا انہون نے اُن کو سہارا لگا کر بٹھا (دیا)

[1] فی القاموس بالضم جبة من صوف ... متاع الجمل ۱۲ منه [3] فی القاموس الستور واحدها سترة ۱۲ منه
[2] فی القاموس البز الثیاب او متاع البیت من الثیاب ونحوها ۱۲ منه۔

(باقی آئندہ)

طبقات ہین سی طرح نماز مین مختلف ہیئتین جمع ہین ان سب کے بعد تشہد ہے اور التحیات کی حقیقت سلام
ہے پروردگار تعالیٰ پر پس جو کچھ کہہ رہا ہے اسکو سمجھے اور جس سے کہہ رہا ہے اسکے ساتھ ادب کرے اور جس طرح
کہہ رہا ہے اُس کو جانے اور اسی التحیات مین ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح سلام بھیجے کہ آپکو اپنے قلب کی
آنکھون کے سامنے متمثل کرے (یعنی اُس وقت آپ کا اچھی طرح تصور کرے) اور اللہ کے صالح بندون پر سلام
بھیجے پس کوئی بندہ نہ آسمان مین رہا اور نہ زمین مگر اُسپر نسبت روحیہ اور خاصیت فطریہ سے سلام بھیجے
اور انگشت شہادت کو شہادت مین الا اللہ کے وقت اُٹھاوے لا کے ساتھ نہ اُٹھاوے (اور حنفیہ کی کتاب
مین لا پر اُٹھانا اور الا اللہ پر جھکانا لکھا ہے) اور اسکو بالکل کھڑی نہ کرے بلکہ اس کا سر ان کیطرف جھکا
ہوا رہے پس یہ ہیئت ہے اُس انگلی کے خشوع کی اور علامت ہے اسکی کہ قلب کے خشوع نے اسکی
طرف بھی سرایت کی ہے اور ان پر آخر نماز مین دعا کرے اپنے لیئے اور سب مومنین کے لیے اور اگر امام
ہو تو مناسب ہے کہ صرف اپنے ہی لیئے دعا نہ کرے بلکہ اپنے لیئے بھی اور اپنے پیچھے والون کے لیئے بھی پس
امام جو نماز مین بیدار اور حقوق امامت مین ہوشیار ہے مثل اُس دربان کے ہے جو کسی بادشاہ کے
پاس داخل ہوا اور اسکے پیچھے کچھ اہل حاجت ہون جن کے لیے عرض معروض کرتا ہے اور انکی حاجتین
پیش کرتا ہے اور مومنین سب اُس عمارت کی مثل ہین جس کا ایک جزو دوسرے کو قوت دیتا ہے اور اسی وجہ
سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے کلام مین اس قول سے ذکر فرمایا ہے کانہم بنیان مرصوص اور کتب سابقہ
مین اس امت کے اوصاف مین یون آیا ہے کہ انکی صف نماز مین ایسی ہوگی جیسے انکی صف قتال مین حدیث
بیان کی ہم سے اس مضمون کی ہمارے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی نے لکھوانے کے طور پر
انھون نے کہا خبر دی ہم کو ابو عبد الرحمن محمد بن عیسی بن شعیب السنجی نے انھون نے کہا خبر دی ہمکو ابو الحسن
عبد الرحمن بن محمد بن مظفر واعظ نے انھون نے کہا خبر دی ہم کو ابو محمد عبد اللہ بن احمد سرخسی نے انھون نے
کہا خبر دی ہم کو ابو عمران عیسی بن عمر بن العباس سمرقندی نے انھون نے کہا خبر دی ہمکو ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن
دارمی نے انھون نے کہا خبر دی ہمکو مجاہد بن موسی نے انھون نے کہا حدیث بیان کی ہم سے معن ابن عیسی نے
کہ انھون نے کعب احبار سے پوچھا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت توراۃ مین کیسی پاتے ہو انھون نے
کہا ہم یہ مضمون پاتے ہین محمد بن عبد اللہ مکہ مین پیدا ہون گے اور مدینہ کیطرف ہجرت کرین گے اور

۳۷

لہ فی القاموس اللذہن بالکسر الفہم والعقل ای قولہ فذہنہ ۱۲ منہ

آنکی سلطنت شام مین ہوگی نہ وہ درشت خو ہین نہ بازارون مین غل مچانے والے ہین اور برائی کا بدلہ برائی سے نہین کرتے لیکن معاف کر دیتے ہین اور بخشدیتے ہین انکی امت بہت حمد کرنے والے ہین ہر خوشی کی حالت مین وہ حمد کرتے ہین اور ہر بلندی پر اللہ اکبر کہتے ہین وضو مین اپنے اطراف کو دھوتے ہین اور اپنی کمر مین لنگیان باندھتے ہین وہ اپنی نماز مین اسطرح صف باندھتے ہین جسطرح اپنے قتال مین صف باندھتے ہین انکی آواز انکے مساجد مین ایسی ہوگی جیسے شہد کی مکھی کی آواز ان کا منادی کرنے والا جو آسمان مین سنا دیگا (مراد اس سے اذان ہے) پس امام نماز کا محاربہ شیطان مین مقدمہ صف کا ہے پس وہ خشوع اور ادائے حقوق ادب ظاہری و باطنی مین سب نمازیون کے زیادہ مستحق ہے۔

اور بیدار نمازیون کے ظاہری امور مین جسقدر اجتماع ہوگا اسی قدر انکے باطنی امور مجتمع اور ایکدوسرے کو مدد پہونچانے والے اور قوت دینے والے ہونگے اور بعض سے بعض کو انوار و برکات پہونچین گے بلکہ تمام اقطار زمین مین جتنے مسلمان نمازی ہین ان سب مین بھی باعتبار قلوب اور اسلامی نسبتون اور ایمانی رابطہ کے باہم تعاضد و تناصر ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ انکی امداد ملٰئکہ کرام سے بھی فرماتے ہین جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امداد نشانی کئے ہوئے ملٰئکہ سے فرمائی تھی کیونکہ نکی حاجتین محاربہ شیطان کے متعلق بہ نسبت محاربہ کفار کی حاجت کے زیادہ واقع ہین (پھر جب ضعیف حاجت مین ملٰئکہ سے امداد ہوئی تو قوی حاجت مین کیون نہوگی) اور اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کیطرف رجوع ہوئے اسیلئے فرشتے ان سے ملحق ہوتے ہین بلکہ ان کے انفاس قدسیہ کی بدولت آسمان تھمے ہوئے ہین پھر جب نماز سے باہر آنے کا ارادہ کرے اپنے داہنے طرف سلام پھیرے اور سلام کے ساتھ خروج من الصلوٰۃ کی نیت اور ملائکہ پر اور جو مومنین جن ہین ورمنشی ہون انپر سلام بھیجنے کی نیت رکھے اور اپنا رخسارہ داہنے طرف والون کے لئے گردن کو پھیر کر ظاہر کرے اور اس سلام کے اور بائین طرف کے سلام کے درمیان مین کسی قدر فصل کرے کیونکہ مواصلت سے ممانعت آئی ہے اور مواصلت کی پانچ قسم ہین دو تو امام کے ساتھ خاص ہین وہ یہ ہے کہ قرات کو تکبیر سے ملاوے اور رکوع کو قرات سے نہ ملائے اور دو مقتدی کے ذمہ ہین وہ یہ کہ تکبیر تحریمہ کو تکبیر امام سے نہ ملائے اور نہ اپنے سلام کو امام کے سلام سے ملاوے اور ایک امام اور مقتدیون سب پر ہے اور وہ یہ کہ تسلیم فرض کو تسلیم نفل سے نہ ملائے (غالباً مطلب یہ ہے کہ فرض نماز کو پورا کرکے سلام نہ پھیر دے ویسے ہی

کھڑے ہو کر نفل شفعہ شروع کر دیا اور آخر مین سلام پھیر کر اب دونون نماز سے خارج ہوا گویا یہ سلام دونون
کا ہوا) اور سلام پھیر دے (یعنی رحمۃ اللہ مین ہاء کی حرکت ظاہر ہو کرے اور سلام کو بہت نہ کھینچے پھر بعد
سلام کے جو چاہے دعا کرے دین کی یا دنیا کی اور سلام سے پہلے نماز کے اندر بھی جائز ہے وہ مقبول
ہوتی ہے اور جس شخص نے پانچون نمازین جماعت کے ساتھ قائم کرلین اُسنے تمام بر و بحر کو عبادت سے
بھر دیا اور تمام مقامات و احوال کا خلاصہ یہ پانچ نمازین مین جماعت کے ساتھ اور وہ نیت کی روح ہے
اور خطرون سے خالص کرنا ہے جیسا کہ خبر دی ہم کو شیخ الاسلام ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی نے
بطور اجازت کے اُنھون نے کہا خبر دی ہم کو ابو منصور محمد بن عبد الملک ابن خیرون نے انھون نے کہا خبر دی
ہمکو ابو محمد حسن بن علی جوہری نے بطور اجازت کے کہا خبر دی ہمکو ابو عمر محمد بن العباس بن زکریا نے انھون نے
کہا خبر دی ہمکو ابو محمد یحیی بن محمد بن صاعد نے انھون نے کہا خبر دی ہمکو حسین بن حسن مروزی نے انھون
نے کہا خبر دی ہمکو عبد اللہ بن المبارک نے انھون نے کہا خبر دی ہمکو یحیے بن عبد اللہ نے انھون نے کہا سُنا
مین نے اپنے باپ سے کہ وہ کہتے تھے مین نے ابوہریرہ رضہ سے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے
کہ پانچ نمازین خطاؤن کا کفارہ ہین اور تمہارا جی چاہے یہ آیت پڑھ لو کہ بیشک نیکیاں دور کر دیتی ہین
بدیون کو یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والون کے لیئے۔

۳۹

باب سی و ہشتم آداب و اسرار نماز کے ذکر مین

نماز کے آداب مین سب سے احسن یہ ہے کہ کسی چیز مین مشغول القلب نہو خواہ وہ شے قلیل ہو یا کثیر
ہو کیونکہ داناؤن نے دنیا کو صرف نماز اچھی طرح موافق حکم کے پڑھنے کے لیئے چھوڑا ہے کیونکہ دنیا اور اُسکے
مشاغل جب قلب کو مشغول کرنے والے تھے اُنھون نے اُس کو اس لیئے چھوڑ دیا کہ اُن کو محل مناجات یعنی قلب
پر غیرت آئی اور اُن کو وطن قربات مین رغبت ہوئی اور اُنھون نے باطن کو رب الخلائق کے سامنے منقاد
کر دیا کیونکہ ظاہر سے نماز مین حاضر رہنا یہ ظاہر کو منقاد بناتا ہے اور نماز مین ماسوی اللہ سے قلب کا فارغ
رہنا یہ باطن کو منقاد بناتا ہے پس انھون نے یہ تجویز نہین کیا کہ ظاہر حاضر ہو اور باطن (حضور سے) متخلف
ہو تاکہ اُن کا اذعان خلل پذیر نہو جائے جس سے اُنکی عبدیت منقطع ہو جاوے اسلیئے اس سے بہت بچے کہ اُس کا
باطن کسی چیز سے متعلق ہو اور ایسی حالت مین نماز مین داخل ہو جاوے بعض نے کہا ہے کہ آدمی کی سمجھ کی

بات یہ ہے کہ نماز سے پہلے اول تحصیل حاجت کرے اور اسی واسطے وارد ہوا ہے کہ جب رات کا کھانا اور
نماز عشا دونون حاضر ہون تو کھانے کو نماز پر (ایسی حالت مین) مقدم کرو (کہ کھانے کے لیے طبیعت
بے چین رہے) اور اس حالت مین بھی نماز نہ پڑھے کہ وہ حاجت کو دبائے ہوئے ہو کہ اُس کو پیشاب کا تقاضا
ہو یا پاخانہ کا تقاضا ہو اور اسکو حاقن کہتے ہین اور حزق کے معنے تنگی موزہ بھی ہین اور ایسی حالت مین
بھی نماز نہ پڑھے کہ اُس کا موزہ تنگ ہو مشہور ہے کہ حازق کی کوئی رائے نہین اسکی تفسیر مین کہا گیا ہے
کہ ایسا شخص جس کو کچھ تنگی ہو حاصل یہ ہے کہ یہ امر خلاف ادب ہے کہ ایسی حالت مین نماز پڑھے کہ اسکے پاس
کوئی ایسی بات ہو جو اسکے مزاج باطن کو اعتدال سے متغیر کردے۔ جیسے یہ اشیا جن کا ہم نے ذکر کیا
اور جیسا فکر مفرط اور غضب اور خبر مین ہے کہ ایسی حالت مین نماز مین داخل نہو کہ وہ کسی پر برشتہ ہو اور غضب
کی حالت مین بھی نماز نہ پڑھے پس بندہ کو زیبا نہین کہ نماز سے ملتبس کرے مگر اس حال مین کہ وہ اکمل ہیئات
پر ہو اور نمازی کو اچھی ہیئت اعضا کا سکون اور ادھر ادھر نہ دیکھنا اور سر جھکائے رکھنا اور داہنا
ہاتھ بائین پر رکھنا ہے پس یہ ہیئت ایک ایسے ذلیل غلام کے ہے جو ایک معزز بادشاہ کے سامنے کھڑا
ہو کیسی اچھی ہیئت ہے اور رخصت شرع مین تین سے کم متواتر حرکات جائز ہین اور اہل عزیمۃ نماز مین
بالکلیہ ہی حرکت کو ترک کر دیتے ہین اور مین نے ایک بار نماز مین اپنے ہاتھ کو حرکت دی تھی اور میرے
نزدیک ایک شخص صالحین مین سے کھڑے تھے جب مین نماز سے فارغ ہوا انھون نے مجھپر انکار فرمایا اور کہا کہ
ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ بندہ جب نماز مین کھڑا ہو تو مناسب ہے کہ بالکل جماد کی طرح بندھا ہوا
کھڑا رہے کہ اسکی کوئی چیز بھی حرکت نہ کرے اور خبر مین آیا ہے کہ سات چیزین نماز مین شیطان کی طرف سے
ہین نکسیر اور اونگھ اور وسوسہ اور جمائی اور کھجلانا اور ادھر ادھر دیکھنا اور کسی چیز سے کھیلنا یعنی شیطان
کی طرف سے ہین اور بعض نے کہا ہے کہ سہو اور شک بھی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے انھون
نے فرمایا کہ خشوع کامل نماز مین یہ ہے کہ نمازی کو یہ شناخت نہو کہ اسکے داہنی طرف کون اور بائین
طرف کون ہے اور حضرت سفیان سے منقول ہے کہ انہون نے فرمایا جو شخص خشوع نہ کرے اسکی نماز فاسد ہے
اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے اس سے بھی زیادہ سخت منقول ہے انہون نے فرمایا کہ جو شخص نماز مین قصداً
اپنی داہنی طرف والون کو اور اپنی بائین طرف والون کو شناخت کرے اسکی نماز باطل ہے بعض نے
(اسکی توجیہ مین) کہا ہے کہ یہ اسلیئے ہے کہ اس (قصداً شناخت کرنے) کو ان لوگون نے بات عمل منافی

(باقی آئندہ)

غزل وقت اجازت

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

مرشد کی
مت پوچھ کہ جوش اٹھتے ہیں کیا کیا مرے دل میں
جوش
ور ذرات بس اک حشر ہے برپا مرے دل میں

باقی نہیں اب کوئی تمنا مرے دل میں
موجود ہی عکس رخ زیبا مرے دل میں

اب کیوں ہو کسی چیز کی پروا مرے دل میں
ہے عیش دو عالم کا مہیا مرے دل میں

ہر روز ازل سے ترا نقشا مرے دل میں
رخ پر ہے ترے خال ہویدا مرے دل میں

رہ جائے نہ گنجائش دنیا مرے دل میں
یوں دین سما جائے سراپا مرے دل میں

سینہ میں جو ہر دم ہے تجلی کا یہ عالم
کیا عرش معلےٰ اتر آیا مرے دل میں

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

فرصت کسے نظارۂ نیرنگ جہاں کی
ہر لحظہ ہے اک طرفہ تماشا مرے دل میں

او پردہ نشیں میں ترے اس ناز کے قرباں
پنہاں مری آنکھوں سے ہویدا مرے دل میں

مدت ہوئی روتے نہیں تھمتے مگر آنسو
شاید کہ در آیا کوئی دریا مرے دل میں

اُف اُف ہے غضب ہائے تری نیم نگاہی
نکلا بھی نہیں تیر کہ بیٹھا مرے دل میں

ہے عشق مجھے کس لب شیریں کا ابھی
گر درد بھی اٹھتا ہے تو میٹھا مرے دل میں

سوجھے مجھے بس ظاہر و باطن میں تو ہی تو
آ جا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

یہ برق صفت کون اٹھا دیتا ہے پردہ
ہو جاتا ہے اک دم جو اجالا مرے دل میں

بن جائے یہ سب قال مرا حال سراسر
جو کچھ ہے زباں پر ہو خدایا مرے دل میں

روتے ہوئے ہنس دیتا ہوں کس ساتھ میں مجذوب
آ جاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

خوشا وقت شوریدگان غمش
اگر ریش بینند و گر مرہمش

گدایان از پادشاہی نفور
بامیدش اندر گدائی صبور

دمادم شراب الم درکشند | وگر تلخ بینند دم درکشند
نه تلخ ست صبری که بر یاد اوست | که تلخی شکر باشد از دست دوست
اسیرش نخواهد رهائی ز بند | شکارش نجوید خلاص از کمند
سلاطین عزلت گدایان حی | منازل شناسان گم کرده پی
ملامت کشانند مستان یار | سبک تر برد اشتر مست بار
دلارام در بر دلارام جوی | لب از تشنگی خشک بر طرف جوی
نگویم که بر آب قادر نیند | که بر ساحل نیل مستسقی اند
ترا عشق همچون خودی ز آب و گل | رباید همی صبر و آرام دل
به بیداریش فتنه بر خد و خال | بخواب اندرش پای بند خیال
ز اندیشه از کس که رسوا شوی | نه قوت که یکدم شکیبا شوی
گرت جان بخواهد به بکف برنهی | ورت تیغ بر سر نهد سر نهی
چو عشقی که بنیاد او بر هواست | چنین فتنه انگیز و فرمان رواست
عجب داری از سالکان طریق | که باشند در بحر معنی غریق
به سودای جانان ز جان مشتغل | بذکر حبیب از جهان مشتغل
بیاد حق از خلق بگریخته | چنان مست ساقی که مے ریخته
نشاید بدارو دوا کردشان | که کس مطلع نیست بر دردشان
الست از ازل همچنان شان بگوش | بفریاد قالوا بلیٰ در خروش
گروہے عمل دار عزلت نشین | قدمهای خاکی دم آتشین
بیک نعره کوہے ز جا برکنند | بیک ناله ملکے بہم برکنند
چو باد اند پنهان و چالاک پوی | چو سنگ اند خاموش و تسبیح گوی
شب و روز در بحر سودا و سوز | ندانند از آشفتگی شب ز روز
چنان فتنه بر حسن صورت نگار | که با حسن صورت ندارند کار
ندادند صاحبدلان دل به پوست | دگر ابلہے داد بے مغز اوست

۲۰

مے صرف وحدت کسے نوش کرد | کہ دنیا و عقبےٰ فراموش کرد
ز یاد ملک چون ملک نارمند | شب و روز چون دو ز مردم رمند
قوی بازوانند کوتاہ دست | خردمند شیدا و ہشیار مست
نہ سودای خودشان نہ پروای کس | نہ در کنج توحیدشان جاے کس
پریشیدہ عقل و پراگندہ ہوش | ز قول نصیحت گر آگندہ گوش
شہیدست مردان پر حوصلہ | بیابان نوردان بے قافلہ
ندارند چشم از خلایق پسند | کہ ایشان پسندیدۂ حق بسند
عزیزان پوشیدہ از چشم خلق | نہ زنار داران پوشیدہ دلق
پر از میوہ و سایہ ور چون رزاند | نہ چون ما سیہ کار و ازرق زراند
بخود سر فرو بردہ ہمچون صدف | نہ مانند دریا بر آوردہ کف
طلبگار باید صبور و حمول | کہ نشنیدہ ام کیمیاگر ملول
چہ زرہا بخاک سیہ در کنند | کہ باشد کہ روزی مسے زر کنند
توان از کسے دل بپرداختن | کہ دانی کہ بے او توان ساختن
دریغست روے از کسے تافتن | کہ دیگر نشاید چنو یافتن
رضا دہ بفرمان حق بندہ وار | کہ چون او نہ بینی خداوندگار
یکم روز بر بندۂ دل بسوخت | کہ می گفت و فرماندہش می فروخت
ترا بندہ از من بیافتد بسے | مرا چون تو دیگر نیفتد کسے
یکے پیش شوریدہ حالی نبشت | کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت
بگفتا مپرس از من این ماجرا | پسندیدم آنچہ او پسندد مرا
بمجنون کسے گفت اے نیک پے | چہ بودت کہ دیگر نیائی بحے
مگر در سرت شور لیلےٰ نماند | خیالت دگر گشت و میلے نماند
چو بشنید بیچارہ بگریست زار | کہ اے خواجہ دستم ز دامن بدار
مرا خود دل دردمندست خستہ | تو نیزم نمک بر جراحت منہ

۲۱

نہ دوری دلیل صبوری بود | کہ بسیار دوری ضروری بود
بگفت ای وفادار فرخندہ خوی | پیامیکہ داری بلیلی بگوی
بگفتا مبر نام من پیش دوست | کہ حیف ست ذکر من آنجا کہ اوست

تعلق حجاب ست وبے حاصلی | چو پیوندہا بگسلی واصلی

مکن گریہ بر گور مقتول دوست | برو خرمی کن کہ مقبول اوست

اگر عاشقی سر مشوی از مرض | چو سعدی فرو شوی دست از غرض

فدائے ندارد ز مقصود چنگ | وگر بر سرش تیر بارند و سنگ
بدریا مرو گفتمت زینہار | وگر میروی تن بطوفان سوار

حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ

چون سفالین کوزہ خشکی کز آبش پر کنند | گریہ می آید بجوشش از جملۂ اعضا مرا

جتندی کے قلب میں کیفیات و واردات جوش و خروش کے ساتھ وارد ہوتے ہیں جیسے کورے برتن میں اول بار پانی بھرنے سے شور و غل ہوتا ہے بخلاف منتہی کے جو مثل مستعمل برتن کے ہے جیسے پانی تو رگ و ریشہ میں اثر کرتا ہے مگر سکون

حلاوت میچکد از گفتگوے عشق ما مظہر | چو برگ گل زبان را در شکر گیرد بیان ما

قسمتم این بود کز بزم طرب گردد نصیب | زان کف مانند گل خون جگر نوشی مرا

بعض کے لیے قبض ہی مصلحت مقصود کیا جاتا ہے

دلبران ہم نالۂ دارند اما نازک ست | بانگ گل این نکتہ می گوید بسیر گوشی مرا

کاملین پر بھی حال طاری ہوتا ہے مگر لطیف

نالۂ مرغ چمن گم کردہ سیر آہنگ نیست | واگذارید اے نوا سنجان بخاموشی مرا

کاملین صحیح ہونے کی صورت میں مضامین کی آمد نہیں ہوتی۔

بنا کردند خوش رسمی بخون و خاک غلطیدن | خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

تشنۂ زخم دگر ست صید بخون طپیدہ ات | زود بداد دل برس جان بلب رسیدہ را

طلب مزید

غنچہ شگفت دم زد از جلوۂ پیش روے یار | لیک پسے نکرد گوش حرف دہان دریدہ را

ناقص کا دعوے کامل کے مقابلے میں چل نہیں سکتا

ز عشق او بداغے کے تسلی میشوم مظہر | کہ غرق سوختن چون شعلہ می خواہم سراپا را

طلب مزید

چون توانم دید روی او کہ در بزم از ادب | متصل چون شمع لرزد نور بینائی مرا

غایت ادب آنکھ بھر کر دیکھنے کے لیے بھی مانع ہوتا ہے

اصول و مقاصد رسالہ ہذا اور ضروری اطلاعیں

۱) رسالہ ہذا کا مقصود اشاعت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

۵) کسی ماہ کا رسالہ مع لوح کے ڈھائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جائیگا قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال توجہ گرانی کاغذ ہے کی گئی ہے۔

۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی جائیگا اور ایک آنہ خرچ ویلو کا اضافہ کر کے عہ کا ویلو ہوگا۔ امسال ہے کا ویلو ہوگا۔

۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جائیگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

۸) جو صاحب تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتدا یعنی رجب ۱۳۳۶ھ سے بھیجے جاوینگے اور ابتدا سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جاوے گی۔

۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب التالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو بھی وقت دیکر مشکور فرماتی رہے گی۔

۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہ ہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

دلیل ہی عقد کے
جلد کی ردالمحتار
مطبوعہ مصر ۱۲۹۲
جلد رابع صفحہ ۱۰
۹۶ ...
۲ سنہ

احیاء السنن

(مع ترجمہ اردو مسماۃ ب)

اطفاء الفتن

اس زمانہ میں بوجہ شیوع جہالت ایک ایسی کتاب کی سخت ضرورت تھی جسمیں حنفیہ کے مسائل فرعیہ کی مؤید احادیث جمع کی جاویں تاکہ جن لوگوں کا یہ وہم ہے کہ حنفیہ حدیث سے بعید ہیں اور تخریج مسائل میں قیاس محض سے کام لیتے ہیں وہ لوگ احادیث صریحہ مؤیدہ حنفیہ کو عیاناً ملاحظہ فرما کر اپنے اس خیال باطل سے رجوع کریں اور مسلمانوں کی ایذا رسانی خصوصاً سلف صالحین پر طعن کرنے کے وبال سے محفوظ رہیں سو بحمد اللہ کتاب **احیاء السنن** جو جامع مقاصد مذکورہ ہے ایک تہائی کے جناب مولوی **احمد حسن** صاحب سنبھلی خلیفہ ارشد حضرت سیدنا و مولانا محمد **اشرف علی** صاحب دام ظلہم نے بارشاد حضرت مولانا دام ظلہم لکھنا شروع کی تھی اور بعد تحریر اس پر حضرت مولانا دام ظلہم نے نظر فرمائی تھی اس طرح اس کے سات حصے جنمیں کتاب الطہارۃ سے آخر کتاب الحج تک مسائل مذکور ہیں تیار ہو گئے **اسوقت اس کتاب کا حصہ اول یعنی کتاب الطہارۃ چھپکر تیار** ہو گیا ہے۔ اس کتاب میں امور ذیل ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ (۱) مقصود اس کتاب کا یہ ہے کہ مسائل فرعیہ میں جو احادیث مؤید حنفیہ ہیں ان کا حتی المقدور استیعاب کیا جائے اور مخالفین کے ادلہ کا بطریق انصاف جواب دیا جاوے نہ کہ ان کے مذہب کا ابطال کیا جاوے کیونکہ جو شخص بطریق سلف ادلہ شرعیہ پر عامل ہے خواہ حنفی ہو یا شافعی کوئی مسلمان اس کے مذہب کو باطل نہیں کہہ سکتا (۲) اسناد احادیث سے جہاں تک اپنے علم کی رسائی ہو سکی پوری گفتگو کی گئی ہے غیر معروف احادیث بالکلیہ ترک کر دی گئیں ہیں (۳) اسناد اور تحقیق مسائل فقہیہ میں محدثین و فقہاء کے قواعد ملحوظ رکھے گئے ہیں خود اجتہاد نہیں کیا گیا کہ ہم لوگ اسکے اہل نہیں ہیں (۴) کتاب کے چند حصے کر دیئے گئے ہیں تاکہ خریداروں کو سہولت ہو (۵) اول متن میں احادیث بطرز صحیح مسلم نقل کی گئی ہیں پھر زیر متن ایک حاشیہ ہے جسمیں پہلے اسناد حدیث سے بحث کی جاتی ہے اور پھر تقریر حدیث بیان کی جاتی ہے پھر ادلہ مخالفین کا جواب دیا جاتا ہے مواضع حاجت میں فقہ کی عبارت بھی نقل کر دی جاتی ہے اور ایک دوسرا حاشیہ ہے جسمیں بالالتزام صفحات کتب منقول عنہا کے لکھے جاتے ہیں اور کہیں کہیں بعض فوائد بھی لکھ جاتے ہیں (۶) بعض احادیث کا مع توضیح ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے جسکا نام اطفاء الفتن ہے چونکہ استدلال کی تقریر اہل علم کے ساتھ مخصوص تھی اسلئے اسکے ترجمہ کی حاجت نہیں سمجھی گئی (۷) اختلاف فقہی میں اپنے نزدیک اوفق بالحدیث ایک قول کو اختیار کیا ہے اور بعض جگہ تو اختلافات اقوال فقہیہ میں تطبیق کر دی گئی ہے **قیمت** جلد اول جو (۱۴۴) صفحہ پر ختم ہے علاوہ محصولڈاک صرف ایک روپیہ ۱؎ **نوٹ** کتاب کے نسخے تھوڑے ہی چھپے ہیں لہٰذا شائقین جلد منگا لیں ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا خریداران **الامداد** کے ساتھ [illegible] رعایت کیجاویگی کہ فیس منی آرڈر اور صرف پیکنگ نہیں لیا جاویگا ۔

احقر رفیق احمد منیجر و مالک امداد المطابع تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

۴۸۶

قال اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

فقد قال ابن مسعود كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة مخافة السآمة علينا رواه الشيخان

امتثالاً للآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداداً للحدیث کہ دال است بر مندوبیت

قدرے از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک و الرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت و مکتوبات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ و عوارف المعارف فی السلوک کہ کل آن از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب ظلہ است با جلی آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ است کہ لقب صحیفہ مشہرت بہ تبرک بنام نامی شیخ ایشان نہادہ شد کہ از تحقیقات نادرہ دیگر اہل فضل است

عدد (۲) بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۲۷ھ ہجری جلد (۴)

باہتمام احقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

این صحیفہ کا مدت شش امداد نام		یافت زامداد المطلع بع انتظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۳۷ھ

(جو)

بہ برکت دعا حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کے وقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو

انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا ٭ (مدیر رسالہ)

(۷۸) فرمایا کہ مجھے عقیدت تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ سے اور حضرت مولانا رشید احمد
صاحب سے زیادہ تھی لیکن محبت حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب قدس سرہ سے زیادہ تھی لیکن بعد
میں حضرت گنگوہی کی محبت حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی محبت پر غالب ہوگئی تھی ف قلت ولا
عجب فی ذلک ولعلہ لاتقان علمہ قدس سرہ مع الاعمال الصالحۃ وقد غلب علی شیخنا المذاق
العلمی واللہ تعالیٰ اعلم زیادہ الجامع عفی عنہ

(۷۹) فرمایا کہ چند روز سے بعض مہمانوں کو میں بجائے کھانے کے دام دیدیتا ہوں تاکہ خرید کر کھالیں
کیونکہ یہاں پکانے والی میسر نہیں آتی اور دونوں اہلخانہ کو کھانا زیادہ پکانے سے گرمی کے سبب بعض امراض
پیدا ہو جاتے ہیں تو لوگ میرے اس فعل کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اپنے بزرگوں کی وضع کے خلاف ہے
میں کہتا ہوں بھلا یہ بھی کوئی وضع کی بات ہے یہ تو ایک انتظامی امر ہے جس طرح جسکو سہولت ہوئی
وہ طریقہ اسنے اختیار کرلیا بلکہ ایسے امور میں تو کسی خاص وضع کا پابند ہو جانا التزام مالا یلزم امر ممنوع ہے نیز
بعض اوقات بزرگوں کو بھی ایسا کرتے دیکھا گیا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ لوگ سچے طالب حق نہیں
ہیں ورنہ روکھی روٹی بقیمت کو بھی غنیمت سمجھتے کہ ایسی جگہ تو ہے جہاں کھانا مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا
راستہ طلب کرنے آتے ہیں یا عیش و عشرت برتنے اور اگر بزرگ تو ضیق معیشت اور زہد کی حالت پر بسر
کرتے ہیں وہاں تو ہمیشہ اتنا انتظام بھی نہیں ہو سکتا فرمایا سچ ہے ف افسوس ہے کہ امور حقہ مستور ہوگئے
دنیا کی عشرت دین کے پردے میں حاصل کرنا چاہتے ہیں مشائخ اور انبیاء کی وضع تو فی الواقع زہد و تقویٰ
کی ترقی کرنا ہے کہ انھوں نے دنیا سے کسقدر بے رغبتی خود بھی رکھی اور دوسروں کو بھی اسکی رغبت دلائی اور
طریق کی ساری تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ جب دنیا فنا ہو جاوے اور اسکی جگہ حب اللہ اور ذکر اللہ اور تقویٰ اللہ جاگزیں ہو جاوے
خصوصاً اپنے متعلقین کو ان حضرات نے بہ نسبت دیگر اشخاص کے ترک دنیا اور زہد کا خاص حصہ مرحمت فرمایا
جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کا نیز انکے اہل تعلق کا لقاء و معاشرت مذکر حق ہوگیا اور ہزاروں واصل الی اللہ ہوگئے
اور انکی وضع یہ نہیں ہے کہ نوابوں اور منہمکین فی الدنیا کی طرح کھانے پہننے کو مقدم رکھنا اور محبت حق جو کہ
اصل مقصود ہے غفلت کرنا استغفر اللہ کیا یہ حضرات اس کام کے لیے تشریف لائے ہیں ان سے دنیا
کا طالب ہونا ایسی مثال ہے جیسے کسی سنار سے کوئی خاکروب کی جھاڑو کا طالب ہو سو ظاہر ہے کہ سنار
کی اس شخص نے کیا اچھی قدر کی افسوس ہزار افسوس اب تو علم اور عمل کا نام باقی رہ گیا ہے مشائخ کا کمال اور

ان کی وضع تو ایسی ہونی چاہیئے کہ انکی اور اُن کے اہل و عیال کی حاجات بآسانی بصورت مذکرہ حق ہو زہد و تقشف ہی ان کا شعار ہو توسع فی المباحات نہو کہ ہر امر میں راحت کی طرف طبیعت خواہاں ہو بلکہ رضاء مولیٰ بدرجۂ غالب ہو کہ مشہور امر مقرب الی الحق ہو حتی المقدور اسی کو معمول بنایا جائے اور دنیا کو مسافر خانہ اور آخرت کو دار القرار سمجھا جائے زادہ الجامع عفی عنہ

(۸۰) فرمایا بعضے بزرگ خود بھی متکلف فی اللباس ہوتے ہیں اور متعلقین کو بھی اس کا امر ہوتا ہے کہ شان و شوکت سے آراستہ رہیں گو یہ امور مباح ہیں مگر جس فرقہ کی طرف مشائخ کی نسبت ہے اسکی وضع نیز سنت کے بھی کسی درجہ میں تو خلاف ہی ہیں میرے یہاں تو سادگی کا غایت اہتمام ہے جو اپنی تزئین اور اپنے مشاہدہ میں مشغول رہیگا وہ قلب کا تخلیہ اور حق کا مشاہدہ کس وقت کریگا پھر فرمایا بس جی اب تو وہ ہی بزرگ ہیں جنکے حسنات سیئات پر غالب ہوں باقی اصلی بزرگی تو ختم ہو گئی ف فقر اور تصوف کا نام سنکر جو لوگ اس طرف منسوب ہیں انکا ذکر سنکر اہل فہم کا گمان متبادر اسی طرف جاتا ہے کہ یہ لوگ تارک الدنیا اور زاہد اور حب مال و جاہ مذموم سے خالی اور بے تکلف اور محبت الٰہی میں مغلوب ہوں گے۔ اور احقر کے نزدیک کسی فرقہ کیطرف منسوب ہونا اور پھر اس کا اتباع نکرنا ظاہر نفاق ہے اور یہ کہنا عذر نہیں ہو سکتا کہ ہم کسی کو اپنا معتقد نہیں بناتے نہ ہم مدعی بزرگی ہیں پھر نفاق و خداع کہاں رہا کیونکہ بزبان حال یہ حضرات لوگوں کو اس فرقہ کے طریق کیطرف بلا رہے ہیں اور اسیطرح نسبت بزرگی کی بھی حالاً آشکارا کر رہے ہیں گو قالاً نہیں کرتے فافہم حق الفہم فانہ من مزال الاقدام زادہ الجامع عفی عنہ

(۸۱) فرمایا کہ اہل کمال (دینی یا دنیوی) کی گو کوئی بھی قدر نہ کرے لیکن وہ خود کمال کی مسرت میں ایسا مست ہوتا ہے کہ کسی کی قدر کا طالب نہیں ہوتا ف یہاں سے معلوم ہوا کہ طالب شہرت و جاہ ناقص ہے کامل نہیں زادہ الجامع عفی عنہ

(۸۲) فرمایا کہ جن قاری کا علم ناقص ہے وہ اینٹھ مروڑ کر کے الفاظ کو ادا کرتے ہیں اور جو اس فن میں کمال رکھتے ہیں وہ بالکل سادہ طور پر پڑھتے ہیں حتی کہ عوام کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہ قاری ہیں۔ حضرت مولانا شاہ قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی قدس سرہ بالکل سادگی سے کلمات ادا فرماتے تھے اور اپنی نسبت بہت بڑی شہادت اہل فن کی مذکور ہیں حتی کہ سنا ہے والعہدۃ علی الراوی کہ ایک یہاں کے قاری روم پہونچے تھے اور سلطان معظم کے یہاں بڑے بڑے قاری جمع تھے جب انہوں نے قرآن مجید پڑھا تو سب نے اچھا پڑھا

۲۱۶

بڑی قعت ہوئی سلطان المعظم نے انعام دینا چاہا فرمانے لگے مجھے حاجت نہیں ہے ارشاد ہوا کہ اور کچھ طلب فرمائیے فرمایا کہ مجھے تو کچھ بھی حاجت نہیں مگر میرے بھائی ایک تکلیف میں مبتلا ہیں اور وہ یہ ہے کہ پن چکی پر اب محصول مقرر ہو گیا پہلے معاف تھا آپ سفارش کر دیجئے کہ محصول معاف ہو جائے چنانچہ سفارش کر دی اور مقصود حاصل ہو گیا پھر فرمایا کہ اللہ کے بندے ایسے بھی تھے کہ بھائیوں کی نفع رسانی کے لئے سلطان تک پہونچے

(۴۸۲) فرمایا کہ پانی پت میں قرآن مجید کے حفظ اور تجوید کا بڑا چرچا ہے حتی کہ کثرت سے عورتیں حافظ ہیں اور بعضی عورتیں قراءت سبعہ بھی جانتی ہیں اور ہر قوم میں وہاں قرآن مجید کی خدمت کی بھی کیفیت ہے یہاں تک کہ چھوٹی قوموں میں بھی ہے سبحان اللہ تعالیٰ عورتوں نے کیا کچھ ترقی کی کہ بہت سے مرد بھی اس نعمت سے محروم رہے اس فن کی طرف بہت ہی کم توجہی ہے حالانکہ اسکی تحصیل بھی مثل دیگر علوم دینیہ کے واجب ہے پچھلے زمانہ میں بڑی بڑی فاضلہ عورتیں ہوئی ہیں چنانچہ ایک لاکھ احادیث کی مع تنقیہ اسناد وغیرہ کے حافظ تھیں کما یتحصل من المیزان للذہبی کریمہ بخاری شریف کی راوی مشہور ہیں مسند امام احمد کی رواۃ میں حافظ ہیثمی کے مشائخ بالواسطہ میں ایک عورت ہیں اور بڑی خوش نصیبی اس مرد کی ہے جسکی علیہ وانیسہ دارین ہیں ایسی شریفہ محدثہ معتبرہ قارئہ عارفہ زاہدہ ہو منہ اذا الجامع

(۴۸۳) ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ ذیل کا مضمون احقر کی تالیف ہے لیکن چونکہ حضرت والا کا تصحیح کردہ ہے اور نہایت مفید ہے اسلئے ان ملفوظات میں درج کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے قال اللہ تعالیٰ وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین (۱) اس آیت میں جزا کو مقدم کیا تاکہ اشارہ ہو سکے مہتم بالشان ہونے کی طرف نیز مراعات رؤس آیات کیوجہ سے بھی (۲) یہ شرط ترغیب کے لئے ہے تعلیق اور شک جو ان شرطیہ کا اصل مقتضی ہے یہاں مراد نہیں ہے (۳) جار مجرور کو انکے متعلق فعل یعنی فتوکلوا پر مقدم کیا حصر کے لئے نیز اسلئے کہ اول کلام میں جل جلالہ القدیر ذات قادر علی کل شیء کا نام مبارک واقع ہو تاکہ امر فتوکلوا پر عمل سہل ہو کہ جب ایسی جامع کمالات ذات متوکل علیہ ہے تو پھر توکل میں ناکامی اور دشواری انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز واقع نہ ہوگی۔ لہذا ضرور اس پر عمل کرنا چاہیئے اور محصل آیت یہ چار امور ہیں (۱) امر بالتوکل (۲) اس کا مہتم بالشان ہونا (۳) اسکی ترغیب (۴) اسمیں اعانت خاصہ کا وعدہ اور اسکی تحصیل بسہولت ہو جانا۔

(۴۸۴) احقر ایکبار سخت بیمار ہوا تو خدمت والا میں عرض کیا کہ سخت مرض کی حالت میں جبکہ ظنا یاس ہو رجاء کا غلبہ ہونا چاہیئے اور مجھے ایسے وقت خوف کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ میرے پاس کوئی سامان

حسرت نہیں فرمایا کہ عقلاً رجاء کا غلبہ کافی ہے اور خوف کا غلبہ طبعی ہے اور اضطراری ہے اور اسمیں کوئی خطرہ نہیں ہے اور بے سروسامانی اور کوتاہی کی مکافات استغفار ہے جس کا ادنی درجہ ایکبار ہے رحمت خداوندی کی وسعت پر نظر کرنی چاہیے اس کلام کو سنکر اس حالت میں تسلی ہوگئی ۔

(۸۵) ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ ۔ سلطان صلاح الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کا ذکر فرمایا کہ یہ بزرگ اہل نسبت تھے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ جب انھوں نے ایک خاص ملک فتح کیا تو ارکین سلطنت نے عرض کیا کہ یہاں کی رعایا کے لیے کوئی قانون مناسب تجویز فرمایئے فرمانے لگے کہ شریعت کا قانون موجود ہے جو نہایت کافی ہے وہ لوگ (بوجہ ضعف یا قلت فہم کے) کہنے لگے کہ یہ رعایا نہایت چالاک اور سرکش ہے اور قانون شرعی معتدل طبائع کے لیے مناسب ہے اگر ان لوگوں کے ساتھ ایسا قانون برتا جائے تو سلطنت تلف ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ سلطان قدس سرہ نے غضبناک ہوکر جواب دیا کہ کیا خدا تعالیٰ کو تجویز قانون کے وقت یہ علم نہ تھا کہ ایسے سرکش لوگ بھی پیدا ہوں گے بس قانون شرعی بالکل کافی ہے قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم اسکے سامنے کسی قانون کی حاجت نہیں اور ہم کو بقاء سلطنت مقصود نہیں ہے بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ واتباع شریعت مطلوب ہے سو سلطنت جاتے رہنے سے ہمارا کچھ بھی ضرر نہیں البتہ اتباع شریعت کرنے میں دین میں ہلاکی ہو تو ہیچ فرمایا بغیر انتساب یہ نسبت مع اللہ عادۃً ناممکن ہے واقعی مسلمان کو تو یہی خیال ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو جس حال میں بھی ہو اور آج کل اہل علم وسلوک پر بھی عموماً یہ مذاق غالب نہیں چہ جائیکہ دنیاداروں پر (بعض صورۃً دنیادار تھے کہ بادشاہ تھے گو حقیقتاً اولیاء کبار میں سے تھے) آج کل اہل دین پر بھی زیادہ مراعاۃ مصالح غالب ہے اور دینی خدمت عادت اور طبیعت کے مقتضاء پر کرتے ہیں نہ کہ عبادت اور شریعت کے مقتضا پر حق تعالیٰ رحم فرماویں ۔

(۸۶) فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں دو سلطنتیں نہایت قوی تھیں روم اور فارس اور دنیوی عقل کا مقتضا یہ تھا کہ اول فارس کو فتح کرتے کہ وہاں مال بہت تھا جو معین ہوتا تقویت دین پر نیز فارس اور روم میں باہمی یہ بھی تفاوت تھا کہ اہل روم اہل کتاب تھے اور اہل فارس گبر اور اہل کتاب اقرب الی الاسلام ہیں مگر صحابہ نے اہل روم پر توجہ فرمائی اور جب ہرقل عظیم الروم نے اس کا سبب دریافت کیا اور کہا کہ آپ حضرات کو اول فارس پر توجہ کرنی چاہیے تھی کہ وہ بالکل آپ کے مخالف ہیں اور ہم تو اہل کتاب ہونے کی وجہ سے کسی درجہ میں آپکے موافق ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے فی البدیہہ جواب دیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یاایہا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار یعنی جو کفار تمہارے قریب ہوتے ہیں پہلے ان سے مقاتلہ کرو سبحان اللہ دین کا کس درجہ غلبہ تھا کہ

اس ترتیب کی طرف داعی کتاب اللہ تھا اور ان حضرات نے کتاب اللہ میں تامل اور تدبر سے اولاً تامل رسم شروع کیا تھا اور کتاب اللہ کو اپنا امام بنا لیا تھا اور جنہوں نے پہلے سے اس بارے میں اپنی دلیل قرآن مجید کو نہ بنا لیا ہو وہ اس قدر جلد بے تکلف قرآن سے استدلال نہیں کر سکتا اور ظاہر ہے کہ یہ حکم قرآنی مصلحت دنیویہ کے بھی مستقیم ہے۔

(۸۷) ۱۳ ذی الحجہ۔ فرمایا کہ ان دو شخصوں میں جو کہ باہم بود و باش کرتے ہوں حسن معاشرت کا یہ طریق ہے کہ ہر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں غایت درجہ سعی کرے اور صاحب حق یہ سمجھے کہ یہ جو کچھ حق ادا کر رہا ہے عنایت ہے گویا میرا حق اسکے ذمہ واجب نہیں ہے اس صورت میں من وجب علیہ الحق سے اگر غلطی سے کوئی حق تلفی ہو جاویگی تو صاحب حق کو رنج نہ ہوگا اور باہم منازعت و مخالفت نہ ہوگی۔

(۸۸) عرصہ ہوا کہ احقر نے دریافت کیا تھا کہ مقام رضا جس کو صوفیہ انتہائے مقام قرار دیتے ہیں اسکی علامت کیا ہے فرمایا کہ اس درجہ کی رضا حاصل ہو جاوے کہ طبعی کراہت بھی بدرجہ پریشانی مکروہات و مصائب پر نہ ہو گو حزن ہو کہ حزن رضا کے کسی درجہ کے منافی نہیں ہے۔

(۸۹) احقر نے عرض کیا کہ شغل الحمد سے جو آواز پیدا ہوتی ہے قصد السبیل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز طبعی ہے اور ضیاء القلوب سے اس کا غیبی ہونا معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اکثر طبعی ہوتی ہے اور گاہے غیبی۔

(۹۰) احقر نے عرض کیا کہ جناب والا ارشاد فرماتے ہیں کہ انوار کیطرف توجہ کرنا مفید نہیں بلکہ مضر ہے اور ضیاء القلوب میں نور سیاہ جسکو نور فنا کہتے ہیں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ اسکی طرف متوجہ ہونے سے فنا میسر آتی ہے ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے دوسرے حضرات سے یہ مضمون نقل کیا ہے خود حضرت کی تحقیق وہی ہے جو میں کہتا ہوں۔

(۹۱) فرمایا کہ میں گفتگو میں حتی المقدور غایت سہولت منظور نظر رکھتا ہوں اور دوسرے کے لئے نہایت سہولت کر دیتا ہوں اور قیود اور احتمالات کا بہت ہی خیال رکھتا ہوں تاکہ اجمال نہ رہے اور مخاطب کو کلفت اور غلط فہمی نہ ہو۔

(۹۲) عرصہ غالباً دس یا گیارہ برس ہوئے کہ احقر نے ایک خواب دیکھا تھا کہ کوئی صاحب فرماتے ہیں تم یا باسط اکیس بار پڑھا کرو تمہارا رومال ٹل سے پر ہو جاویگا حضرت نے اسکی تعبیر ارشاد فرمائی تھی کہ رومال سے مراد قلب ہے حصول غنائے باطن پڑھ لیا کرو گویا بطریق دعا اس کا ورد ہے اور بعد عشاء پڑھا کرو چنانچہ احقر نے ایسا ہی کیا چند سال کے بعد ترک اسباب معاش کی توفیق ہو گئی اور قلب توحید و توکل و غنا سے پر ہو گیا

حال۔ بحمد اللہ کام جاری ہے موت محبوب معلوم ہوتی ہے بعض صوفیہ کے کلام میں ایک کلمہ متعارف ہے اذا تم الفقر فہو اللہ اگر یہ صحیح ہے تو اسکی کیا تاویل ہے۔

تحقیق۔ واللہ اعلم کس کا قول ہے کبھی غور بھی نہیں کیا۔ ظاہراً مطلب یہ ہے کہ ہو کی ضمیر تمام فقر بمعنے ما علیہ التمام یعنی ما الیہ الانتہاء کی طرف ہے اور حق تعالیٰ کا مرجع و مقصود فقر ہونا ظاہر ہے۔

حال۔ احقر جسوقت حضرت کے ساتھ کانپور میں تھا اس وقت میں خواب نظر آیا ایک یہ ہے کہ دیکھتا ہوں ایک نئے راستہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے ہیں اور احقر نے بھی اسی راستہ سے چلنا شروع کیا پس اسی وقت بندہ کو خدا تعالیٰ کی محبت طاری ہو کر رونا آیا اس حالت میں فوراً بیدار ہو گیا۔ دوسرا خواب یہ ہے کہ دیکھتا ہوں اتفاقاً یہ الفاظ کان میں پڑے کہ خلوص پیدا کرو پس یہ آواز سن کر دل ہی دل میں یہ بات سوچتا ہوں کہ یہاں تو میں تعلیم و تلقین اور اصلاح نفس کی ارادہ سے آیا ہوں پس خلوص کس طرح پیدا کروں پھر دوسری رات کو دیکھتا ہوں کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک راستہ سے چلتے ہیں اور ان کے پیچھے آنحضور اور انکے بعد بندہ بھی غرض تینوں ایک ساتھ چلتے ہیں۔ اور آج رات ذکر کی حالت میں دیکھتا ہوں کہ ایک سفید روشنی داہنی طرف نظر آئی جب احقر نے دوبارہ نظر کی تو غائب ہو گئی۔

تحقیق۔ سب منامات مبارک ہیں انشاء اللہ تعالیٰ برکات نصیب ہوں گے روشنی کبھی ناسوتی ہوتی ہے اور کبھی ملکوتی اور دونوں کا انکشاف نافع ہے مگر التفات دونوں کی طرف مضر۔

حال۔ ایک خلجان بہت ستا رہا ہے کہ بندہ مقروض ہے اور دفع قرض کے لئے کچھ دعا حضرت سے دریافت کرکے پڑھا کرتا تھا اب جی نہیں چاہتا وجہ یہ ہے کہ خدا کا نام لینا بغرض مال ہوتا ہے ہر چند دل کو سمجھاتا ہوں کہ وہ بھی دین ہی ہے ہاں صرف دعا کر لیا کرتا ہوں یہ نفس کا کید تو نہیں ہے۔

تحقیق۔ جس امر کی نسبت کید نفس ہونے کا شبہ ہو وہ عین خلوص ہے مبارک ہو

حال۔ تطوعات کی طرف دل بالکل مائل نہیں ہوتا بڑے زور سے دو چار پڑھ لیتا ہے اس کا علاج حضور تجویز فرما دیں۔

تحقیق۔ بتکلف التزام طویل کا کیا جاوے شدہ شدہ رغبت ہو جاویگی۔

حال۔ احقر نے کل کے پرچہ میں دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت چاہی تھی اُسکے متعلق کچھ ارشاد نہیں فرمایا گیا۔

۳۵

تحقیق۔ چونکہ اسکے بعض صیغوں کے منقول ہونے میں شبہ ہے اور غیر منقول سے منقول افضل ہے اسلیے میرے نزدیک بجائے دلائل الخیرات پڑھنے کے یہ بہتر ہے کہ جتنا وقت اسکی تھوڑی تھوڑی منزل میں صرف ہو جس کا اندازہ گھڑی گھڑی دیکھکر پڑھنے سے ہو سکتا ہے اُتنے وقت تک درود شریف کا کوئی منقول صیغہ پڑھکر دیکھا جائے کہ کس عدد تک ہوا اُتنے ہی عدد سے روزانہ درود شریف کا ورد معمول کر لیا جائے۔

حال۔ گزارش خدمت عالی ہے کہ والانامہ صادر ہو کر رافع ملجان سو باعث اطمینان ہوا اور اس سے جناب والا کی ناخوشی کا وسوسہ دور ہوا اور یقین کامل ہوا کہ شومی قسمت سے خطوط ضائع ہو جاتے ہیں دعا فرماویں کہ ضائع نہ ہوں اس سے سخت الجھن ہوتی ہے اسلیے یہ خیال دامنگیر ہوتا ہے کہ شاید احقر سے کوئی غلطی ہوئی جو باعث جواب سے محرومی کا ہوا جناب نے جو یہ تحریر فرمایا "کہ معمولات میں برکت کے لیے دعا کرتا ہوں" اس جملہ سے ازحد مسرت اور وجد سی حالت ہوئی۔ اس وقت احقر قدرے تفصیل اپنے معمولات اور حالات عرض کرتا ہے اگرچہ اس میں جناب کی سمع خراشی ہوگی۔ لیکن اس خیال سے کہ احقر کو پورا اطمینان ہو جائے کہ فلاں امر خراب ہے اور فلاں بات اچھی ہے معمولات یہ ہیں بعد نماز صبح مراقبہ رویت و تلاوت سورۂ یٰسین پھر بصورت گنجایش وقت بعض کتاب کا مطالعہ اور اُسکے بعد فراغت کھانا۔ مدرسہ کی روانگی راہ میں یا تو ذکر اسم ذات یا مراقبہ رویت بالخصوص مراقبہ الم یعلم بان اللہ یری گاہے گاہے اشعار حضرت مینائی جو دعوات عبدیت میں مندرج ہیں۔ مدرسہ پہونچکر تدریس میں مشغول ہوتا۔ بالخصوص کتب دینیات میں یا اُن کتب میں جن میں تعمق کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ جبتک طالب العلم نے قراءت اور ترجمہ کیا ذکر اسم ذات اور اسکے ساتھ مراقبہ رویت کرتا رہا۔ بعد تعطیل مدرسہ حاجت ضروریہ سے فراغت کے بعد وضو کر کے بعض کتب کا مطالعہ بعدہ قیلولہ کے تھوڑا سا ذکر اسم ذات توجہ کے ساتھ یا استغفار بعدہ نماز ظہر سے فراغت کے بعد کام مدرسہ میں مشغولی بعدہ نماز عصر کے بعد گھر کی روانگی اثنا راہ میں ایک اہل علم سے تذکرہ علمی یا وہی ذکر اسم ذات اور مراقبہ رویت اور گاہے گاہے مکالمہ بالمناجات بکر لایعنی (دعا فرماویں کہ اس سے محفوظ رہوں) گھر پہونچکر یا گھر کے لوگوں سے گفتگو یا کتب بینی یا لیٹ کر مراقبہ یا دالان میں چہل قدمی کے ساتھ ملکا ذکر تو گویا مع وغیرہ شوق اور ولولہ کی حالت میں پڑھنا اور اس سے وجد سی کیفیت ہو جاتی ہے۔ یا گاہے گاہے صحرا اور تالاب کی طرف نکلجانا بعد فراغت نماز مغرب دعبہ اثورہ و سورہ ملک کے تا عشا کتب بینی بعدہ پھر کتب بینی بعدہ سو رہنا آخر وقت اُٹھکر صلوٰۃ اللیل میں آٹھ رکعت میں تقریباً آدھ پارہ کلام اللہ پڑھ

۳۶

بارہ تسبیح میں مشغول بعد اسکے بصورت ذوق کے علیحدہ سے محض ذکر اسم ذات حسب وسعت وقت بعد اسکے
تقریبا ایک پارہ تلاوت قرآن مناجات مقبول بعد نماز صبح بعد اسکے گریہ کرنا اور مناجات ہفتہ میں ایکمرتبہ
زیارت قبرستان یہ احقر کے معمولات ہیں یہ سب جناب کی دعا و توجہ برکت کا ثمرہ ہے خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر
ہے کہ اپنے فضل سے احقر کو توفیق دی۔ استقامت کے لئے دعا فرماویں اللہ تعالیٰ جناب کے مراتب کو
بلند فرماتا رہے آمین۔

تحقیق ماشاء اللہ تعالیٰ سب معمولات اچھے ہیں۔

حال۔ حالات مندرجہ ذیل ہیں۔ ذکر میں گاہے گاہے گریہ۔ گاہے گاہے کیفیت مشابہ سلطان الاذکار
اثنار ذکر میں مراقبہ کے وقت روشنی کا تخیل ہو جانا معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل تارے کا خط ہر چہار طرف سے
جب تک اس کا خیال کیا بعد میں نہیں۔ یعنی جب ذکر شروع کیا اور توجہ ذات باری کیطرف کی تو پھر نہیں اور
پھر اثنار ذکر میں جب تک قلب کی طرف توجہ کی تو پھر وہی روشنی کا تخیل ہو جانا اور ذکر کے وقت ایک
رشتہ قلب سے سر تک معلوم ہوتا ہے جیسے کہ پانی برسنے کے بعد جب چھپر کی لوتی سے قطرہ قطرہ بقیہ پانی ٹپکتا
ہے تو وہم ہوتا ہے کہ وہ ایک قطرہ زمین تک خط کی صورت میں ممتد ہو گیا۔ دو ہفتہ قبل اپنے سبق مسلم شریف
میں جب احقر حسب معمول ذکر اسم ذات یعنی لفظ اللہ اللہ بلا ضرب آہستہ پڑھتا تھا تو طبیعت کا میلان
درود شریف کی طرف اسقدر ہوا کہ بالآخر درود شریف پڑھنے کی نوبت آئی اور تقریبا دو ہفتہ یہی حالت رہی۔
اور یہ حالت محض مسلم شریف کے سبق میں پیدا ہوئی تھی اور اب نہیں ہے ایک روز اثبات کا ذکر کر رہا تھا
کہ بہت ذوق ہوا اور معلوم ہوا کہ آسمان کے ایک طبقہ کو طے کر کے دوسرے طبقہ میں پہونچا اور احقر درمیان
دو طبقہ کے ہو گیا اور ایک شخص اوپر آسمان کے کھڑا ہوا نظر معلوم ہوا سفید لباس قد طویل یہ تو قطعی طور سے عرض
نہیں کر سکتا کہ مرد کی صورت تھی یا عورت کی کیونکہ چہرہ نہیں معلوم ہوا ہاں قرینہ سے مرد کی شباہت معلوم
ہوتی تھی اور لاغری بھی اسکی محسوس ہوئی اسکے اعضاء سب مستور تھے البتہ ساق صاف طور سے معلوم
ہوئی اور اسکے بعد سے روزانہ یہی منظر ذکر کے وقت رہتا ہے قلب کے قریب ایک چیز سفید مائل بزردی معلوم
ہوتی تھی لیکن اب اس کا ایک گوشہ بہت سفید چمک کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ الم یعلم بان اللہ یریٰ
کا مراقبہ اس حد کو پہونچا کہ بعض وقت نیند سے اٹھ بیٹھا ہوں کہ وہ دیکھ رہا ہے اور ہم سوئے ہوئے
ہوا اور دو ایک روز بیت الخلاء میں اس کا غلبہ ہوا۔ تو بہت شرم آئی اور بتکلف آگے سے بھی ستر کیا

۳۷

اور کبھی مریع ہوکر اتفاق سے بیٹھتا تو فوراً متنبہ ہوجاتا ہے اور سو دب ہوکر بیٹھ جاتا ہوں اور کبھی سونے میں غلبہ ہوا تو پیر سمیٹ لیتا ہوں۔ صبح کی نماز میں بسا اوقات گریہ ہوجاتا ہے اور مغرب میں دو ایک مرتبہ بعد میں خیال ہوتا ہے کہ لوگ کیا کہینگے یہ حالت حضوری کی اس ہفتہ میں بہت کم ہے

تحقیق۔ ماشاء اللہ تعالیٰ سب حالات محمود ہیں۔ اللھم بارک۔

حال۔ دنیاوی انجمن کے وقت حضوری مطلق نہیں رہتی۔

تحقیق۔ لاباس فانہ امر طبعی۔

حال۔ جب کوئی شخص جس میں کوئی عیب ہوتا ہے سامنے سے گذرتا ہے تو اُسکی حقارت کا خیال ہوجاتا ہے لیکن بفضل خدا فوراً دل سے آواز آتی ہے کہ تم سے تو اچھا ہے۔ تم میں فلاں عیب ہے۔

تحقیق۔ یہ مجاہدہ مطلوبہ ہے۔

حال۔ احقر میں یہ عیب نظر آتا ہے کہ دوسرے کا احسان پیش نظر نہیں رہتا اور اپنا معمولی احسان بھی پیش نظر رہتا ہے

تحقیق۔ اگر اسکے اقتضاء پر عمل نہ ہو کچھ حرج نہیں۔

حال۔ دوسرے یہ کہ جب کوئی شخص میری طبیعت کے خلاف کرتا ہے تو نفس احقر پر غالب آجاتا ہے اور اس سے خواہ مخواہ تنفر ہوجاتا ہے یہ بھی سخت عیب ہے دعا فرماویں۔

تحقیق۔ دعا کرتا ہوں مگر وہ طبعی ہے جب تک ملامت نہیں اسکے مقتضا پر عمل نہ ہو۔

حال۔ اختلاط بلا ضرورت (بفضل خدا و توجہ جناب والا) گویا نہیں ہے۔ کلام میں یہ حالت ہے کہ جب بولنے کا ارادہ کرتا ہے تو دل سے آواز آتی ہے کہ کیا ضرورت ہے ان من حسن الاسلام ترکہ مالا یعنیہ اس وقت نفس اہل بہت سی ضرورت کو خواہ مخواہ پیش کرتا ہے اور بعض اوقات اپنے فریب میں لے آتا ہے اور سمجھا دیتا ہے کہ اسمیں کوئی حرج نہیں۔

تحقیق۔ جب ایسی کوتاہی ہوجائے استغفار کیا جائے۔

حال۔ قابل گذارش امر یہ ہے کہ احقر ذکر کے وقت ذات باری کا تصور کیا کرتا تھا اور بالقصد دل سے یہ کہتا تھا کہ تیری شان جل جلالہ تو اپنا جلوہ دکھا تو مالک ہے۔ انت مطلوبی ورضائی وغیر ذلک اس سے ذوق وجد ہوتا تھا لیکن الامداد کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اصل یہ ہے کہ قلب پر نگاہ رکھکر خیال کرے کہ

۳۸

کہ عرش سے دل پر فیضان نور کا ہو رہا ہے اسکو دیکھکر احقر نے بھی ایسا ہی کیا اس سے فیضان کا ہونا مزید تخیل ہوتا ہے لیکن وہ ذوق نہیں اور طبیعت بھی نہیں لگتی اور نہ وہ اثر ہے جو ذات باری کے تصور میں تھا۔

تحقیق۔ وہی کیجئے جو پہلے کرتے تھے اور الامداد میں جو لکھا ہے یہ سب کے لیے نہیں۔

حال۔ پہلے جناب والا کی زیارت خواب میں ہو کرتی تھی اور اب اس سے محروم ہوں۔

تحقیق۔ اسکو محرومی کہنا غلط ہے۔

حال۔ نماز میں احقر لفظوں کی طرف توجہ کیا کرتا تھا اور اب ذات باری کا خیال کرتا ہے لیکن اس وقت کلام اللہ کے مضمون پر خیال نہونے سے جی اداس معلوم ہوتا ہے اور وہ اثر اور خشیت جو اس پر خیال کرنے سے ہوتا تھا نہیں اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت ہلکی ہے اور جی چاہتا ہے کہ ذات باری کا بھی خیال ہو اور مضمون کلام اللہ کا بھی۔

تحقیق۔ یہ نہیں ہو سکتا جس میں زیادہ جمعیت ہو وہ کیجئے۔

حال۔ ہمیشہ خاتمہ بالخیر اور انجام بالخیر آخرت کو دیدار آلہی کا منتظر ہے کبھی کبھی دل چاہتا ہے مجھکو بہشت سے کیا در کار دوزخ سے کیا خوف تیرے درکار رضائے معبود کے اور دیدار سے غرق چاہے جہاں ہو۔

تحقیق۔ آپکا منہ اتنے بڑے دعوے کے لائق نہیں توبہ کیجئے۔ ایاز قدر خود بشناس والعد الہادی معلوم ہوتا ہے ابھی آپ میں عجب موجود ہے فنا کی ضرورت ہے ع تا فرشتہ لا نشد اہرمنی ست

حال۔ کا ہے گا ہے حضرت مولانا ...... صاحب یا مولانا ...... صاحب کے پاس زیارت کے لیے جاتا ہوں جایا کروں یا نہ۔ انکی طرف جانے میں حضرت والا سے محبت میں کچھ کمی وغیرہ نہیں ہوتی۔ نہ آپنے انکے استحقاق سے زائد محبت ہے بلکہ انکی طرف جو بندہ سے شفقت ہے بندہ کی بھی ان حضرات سے محبت و ارادت انکے استحقاق کے قدر ہے۔

تحقیق۔ ضرور جائیے البتہ تعلیم کا تعلق دو جگہ سے نہ چاہیے۔

حال۔ الحمد للہ تمام معمولات بدستور بلا ناغہ جاری ہیں کوئی امر جدید نہیں۔ اسم ذات بالجہر ایک جلسہ میں پانچ ہزار بار پڑھتا ہوں بلا تعداد اکثر اوقات معمول ہے۔ جس وقت کسی کام کی وجہ سے تھوڑی دیر بھی موقوف ہو جاتا تو بعد فراغ از خود استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور پھر ذکر اللہ میں مصروف ہو جاتا ہوں مگر جو وقت ذکر اللہ سے خالی جاتا ہے اسپر نہایت حسرت اور

افسوس ہوتا ہے دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی سانس بھی خالی نہ جائے مگر نہیں ہو سکتا بڑا غافل ہوں۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ بہت اچھی حالت ہے۔ اللہم زد فزد۔

حال:۔ احقر جس وقت بلا تسبیح کے ذکر کرتا ہے اس وقت نہایت لطف اور مزہ معلوم ہوتا ہے بال بال میں جان اور لذت معلوم ہوتی ہے کچھ عجیب کیفیت ہوتی ہے جو بیان میں نہیں آسکتی اور تسبیح کی حالت میں اس کیفیت میں کمی ہوتی اور بلا تسبیح غفلت ہو جانا یقینی ہے جیسا ارشاد ہو۔

تحقیق۔ تسبیح ہاتھ میں لیجئے مگر اس پر شمار نہ کیجئے اور پھر اطلاع دیجئے ذوق شاہد ہے کہ دونوں مصلحتیں محفوظ رہینگی

حال۔ اپنا حال کیا عرض کرے ہوائے نفسانی کا غلبہ ہے نیز طعام کچھ دنوں سے اسقدر ہے کہ انتہا نہیں روزہ نفل کئی مرتبہ رکھنا چاہا مگر اسی باعث سے نہ رکھ سکا نفس کا اسقدر غلبہ ہے کہ جو جی چاہتا ہے کرتا ہے ہر چند ہمت مخالفت کی کرتا ہوں مگر کامیابی نہیں ہوتی ڈر ہے کہ کہیں مباحات سے گذر کر محرمات کی نوبت نہ آجائے

تحقیق۔ ہمت ہوتے ہوئے ڈر کی کیا بات ہے۔

حال۔ پہلے جو ذوق و شوق اور چستی تھی وہ اب بالکل نہیں غرض یہ کہ سب حالات قابل افسوس ہیں۔

تحقیق۔ معلوم ہوتا ہے تربیۃ السالک کے مضامین سے ذہول ہو گیا۔

حال۔ نفس کی موافقت کے وقت ایک حجاب سا معلوم ہوتا ہے جو قلب پر آجاتا ہے۔

تحقیق۔ وہی حجاب ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ شریعت نے حجاب کی اجازت دی ہے۔

حال۔ الحمد للہ اب بندہ کی حالت ہزار گونہ پہلے سے بہتر ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے بلکہ یقین کامل ہے کہ حضور نے اپنی دعا کی برکت سے مجھ ایسے سگ دنیا کو چاہ ضلالت سے نکال کر سیدھے راستہ پر لگا دیا اور خلق سے غنی کر دیا

تحقیق۔ اسطرف بھی التفات نہ کریں کیونکہ یہ بھی اپنی صفت ہے اور اس طریق سے اپنی صفت پر نظر ہی نہ چاہیئے۔

حال۔ حال یہ ہے کہ خادم ہر وقت اپنی حالت کا نگراں رہتا ہے سو اب چند روز سے خادم کو اپنی حالت میں تغیر سا معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ اب سے پہلے جو ہر وقت یاد الٰہی میں محویت رہتی تھی اس میں کمی ہے۔

تحقیق۔ یہ ایک حال ہے جو ابتدا میں طبعاً قوی اور عقلاً ضعیف ہوتا ہے اور آخر میں بالعکس اور یہ عکس زیادہ معتبر ہے اور یہ عجیب ہے کہ اعمال میں کمی نہ ہو ورنہ وجہ ظاہر ہے۔

حال۔ دوسری بات کہ پیشتر جو جناب والا کا ارشاد ہوتا تھا اس کو بلا وسواس دل قبول کرتا تھا اور اب جو

ہدایت ہوتی ہے اسکے قبول کرنے میں پس و پیش ہوتا ہے اور نفس حجت و دلائل تردیدی پیش کرتا ہے اور الجھن میں ڈالتا ہے کبھی کہتا ہے کہ تو جیسا تھا ویسا ہی رہا کچھ نہیں ملا نہ دنیا نہ دین۔

تحقیق۔ وسواس دلیل ہے عقل کے غالب اور عشق کے مغلوب ہونے کی اور یہ حالت مذموم نہیں البتہ اس وسواس پر عمل نہ ہونا چاہیئے محض کشاکشی مضر نہیں بلکہ مجاہدہ ہے آخر میں اس کا جوش منقطع ہو جاتا ہے

حال تیسری بات یہ کہ بعض اوقات خادم بوجہ معذوری یعنی بیماری کے خوف سے سردی کی وقت غسل یا وضو کا تیمم کرتا ہے تو قلب کو اطمینان نہیں ہوتا وسوسہ رہتا ہے اور نفس مشورہ دیتا ہے کہ نماز تو ضروری ہے تیمم سے پڑھو لیکن تلاوت قرآن نہ کرو اور پھر کہتا ہے کہ جب تجھکو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو جان کا پاس کیوں کرتا ہے اور بیمار ہونے سے کیوں ڈرتا ہے حالت مرض میں غسل کرے۔

تحقیق۔ طبعًا ایسا خلجان دلیل ہے خشیت کی جو کہ مطلوب ہے مگر عقلاً فتویٰ کے قبول اور اسپر عمل کرنے میں تنگی نہ ہونا چاہیئے۔

حال۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ پاک بے نیاز کی شان میں لفظ تو کہنے سے خادم کو ادب مانع آتا ہے لفظ تم کے ساتھ خطاب کرتا ہے تو معترضین کہتے ہیں کہ تم کہنے سے وحدانیت میں نقص آتا ہے کیونکہ لفظ تم جمع کا ہے۔

تحقیق۔ معترضین نہیں سمجھتے آپ بلا وسواس ادب کا لفظ برتیئے۔

حال۔ جناب من ملفوظات حسن العزیز کے ملفوظ تاریخ دسویں شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ ملفوظ ۹۳ میں جناب والا نے اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے تذکرہ میں فرمایا ہے کہ جس وقت (جناب حضرت حاجی صاحب مجھے اپنا کتب خانہ دینے لگے میں نے عرض کیا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے کچھ سینے سے عطا فرمایئے) اس مقام کو دیکھکر مقتضائے خلوص و محبت و ارادت خصوصیت بہ ہزار ادب خادم کا بھی جی اسی طرح عرض کرنے کو چاہتا ہے لیکن جرأت نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ میں تو بے درخواست بھی اپنا کام کر رہا ہوں مگر سمجھنے کی بات تو یہ ہے کہ سینہ سے عطا کرنیکے معنے کیا ہیں وہ یہ ہیں کہ دل سے تعلیم کرے شفقت سے خیال رکھے محبت سے دعا کرے۔

حال۔ کمترین کی حالت بعض بعض دفعہ گناہوں کی طرف بہت مائل ہو جاتی ہے اور وہ جو حالت اطمینان کی ہوتی تھی وہ بالکل مٹ جاتی ہے اور بعض بعض دفعہ توحیدی غلبہ یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ کوئی

بجز دل کو اچھی نہیں لگتی سوا ذکر اسم ذات شد اللہ کے اور رات کو کبھی کبھی تو درختوں اور مکانوں پر اڑتا پھرتا ہوں اور کبھی بُرائیوں میں گرفتار رہتا ہوں اور جب سو کر اٹھتا ہوں تو طبیعت بُری اور پشیمان ہوتی ہے اور تہجد کی نماز بیست منٹ تو قضا ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی اصل وقت پر ادا ہو جاتی ہے اور وہ جو قضا ہو جاتی ہے سورج نکلنے کے بعد ادا کرلی جاتی ہے اور حضرت والا اس خاکسار کی کم سمجھی کے موافق صاف صاف لکھیں کہ وہ حالتیں کیسی ہیں اور حضرت والا دعائے خیر کریں کہ خاکسار کو خداوند عالم کی پوری پوری محبت ہو جاوے

تحقیق۔ حالات کی تفصیل کے درپے نہوں۔ ایسے تغیرات سب کو پیش آتے ہیں شم ڈپٹے کام کرتے رہو انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح ایک روز اطمینان میسر ہو جائے گا۔ البتہ تربیۃ السالک کے مطالعہ سے مدد ملیگی

حال۔ دعا کرنے سے پہلے امنگ ہوتی ہے کہ اس طرح سے عاجزی کروں گا اور یوں کہوں گا مگر عین وقت پر سکوت ہوتا ہے سوائے اسکے کہ خدایا صراط مستقیم پر قائم رکھ کوئی بات زبان سے نہیں نکلتی۔ حیرت میں ہوں کہ کیا وجہ ہے۔

تحقیق۔ دعا سے پہلے امنگ ہونا پھر عین وقت پر سکوت ہو جانا اسکے اسباب مختلف ہیں کبھی شوق کا ضعف اس کا سبب ہے کہ پہلے کچھ معلوم ہوا پھر افسردہ ہو گیا اور کبھی غلبہ ہیبت وقت مناجات اور کبھی غلبہ تفویض اور کبھی غلبہ فنا اور کبھی غلبہ توحید کہ غیر حق کا کیا سوال کیا جائے۔ اور کبھی غلبہ حیرت کہ کیا مانگوں کیا نہ مانگوں اور میرے خیال میں آپ میں یہ سبب اخیر ہے باقی آپ خود دیکھ لیں کہ ان امور کا ادراک وجدان سے ہو جاتا ہے۔

حال۔ اور روز ذکر میں ایسا ہوتا ہے کہ مجھے خود اپنا وجود اپنی جگہ میں نہیں معلوم ہوتا ہے، اپنی خبر نہیں رہتی تا بہ انہ تسبیح چہ رسد اس وقت کے حالات میں لکھ نہیں سکتا۔ اسکی تعبیر سے عاجز ہوں ہاں سرور بہت ہوتا ہے

تحقیق۔ اخیر حالت جو لکھی ہے اس کا سبب فنا و اضمحلال وجود کا غلبہ ہے مبارک حالت ہے۔

حال۔ اخیر حصہ شب میں الحمد شریف اکتالیس بار پڑھنے کی فضیلت اعمال قرآنی میں دیکھ کر اسکی بھی مداومت کرنا چاہتا ہوں اور اس لیے خواستگار اجازت ہوں۔

تحقیق۔ الحمد شریف کے متعلق تو لکھا ہے کہ یہ بھی چاہتا ہوں تو ماشاء اللہ آپ خود پیر ہو گئے جو چاہتے تجویز کر لیا پھر مجھ غریب سے کیوں اجازت لیجائے تو مجوز آپ ٹھیرے اور میں محض کرایہ کا ٹٹو۔

حال۔ وقت ذکر یہ حالت ہوتی ہے کہ جیسے کوئی بوجھ کندھے پر رکھا ہوا ہے آخر میں قلب میں ایک لذت

محسوس ہوتی ہے

تحقیق۔ یہ حالت بسبب عدم سرایت ذکر فی القلب کے ہے اسلئے آخر میں اُسکے مقابل کیفیت ہوتی ہے۔ چونکہ ذکر کرتے کرتے کچھ مناسبت ہوجاتی ہے لیکن جو اصلی مقصود ہے ذکر کا فاذکرونی اذکرکم وہ اسمیں بھی حاصل ہے کیئے جایئے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد سب حالت ٹھیک ہو جاویگی گو یہ بھی مطلوب نہیں

حال۔ معصیت کے خیالات دل کو گھیرے رہتے ہیں

تحقیق۔ ایسے خیالات کے وقت دو چار بار توجہ و حضور کے ساتھ استغفار پڑھکر پھر ذکر کی طرف متوجہ ہو جایا کیجیے اور قصداً ان خیالات کی طرف توجہ نہ کیجیے اگر پھر بھی آئیں تو مضر نہیں وہ اضطراری ہیں۔ جسطرح انسان کسی چیز کو قصداً دیکھتا ہے۔ مگر آس پاس کی چیزیں بلا قصد نظر آتی ہیں انپر ملامت نہیں۔

حال۔ تنہائی میں خیالات ہر قسم کے آیا کرتے ہیں کتب بینی کے وقت سب خیالات دور ہوجاتے ہیں لیکن نماز و ذکر میں خیالات برابر آتے رہتے ہیں اور بجز ندامت و افسوس کیا لکھوں۔

تحقیق۔ تنہائی و بیکاری میں تو وجہ ظاہر ہے کہ جب نفس کو کوئی شغل نہیں تو یہی شغل ہوتا ہے اور ذکر اور نماز میں یہ وجہ ہے کہ گو وہ شغل ہے مگر چونکہ وہ بلا توجہ بھی ہونا رہتا ہے اسلیئے پھر نفس اپنا کام کرنے لگتا ہے بخلاف کتاب بینی کے کہ اُسکی طرف توجہ ہوتی ہے اس لیئے دوسری توجہات منقطع ہو جاتی ہیں آپ افسوس نہ فرمایئے تربیۃ السالک دیکھیئے۔

حال۔ حضرت کے سفر میں تشریف لیجانے کے قبل بیعت میں دل جو فوائد جتلاتا تھا۔ عرض کیا تھا اور حضرت نے دریافت فرمایا تھا کہ کیا کیا فوائد ہیں وہ فوائد یہ بتلاتا ہے کہ زیادتی محبت درمیان شیخ و مرید کے اور بیعت کی برکت سے حق سبحانہ و تعالیٰ اخلاص اور رضا عطا فرمادینگے اور توفیق عمل اور ذوق و شوق و استقامت بخشیں گے اب حضرت کی جو مرضی ہو ارشاد فرماویں۔

تحقیق۔ ان فوائد کا بیعت سے کوئی تعلق نہیں یہ سب فوائد اتباع پر مرتب ہوتے ہیں بدون بیعت بھی۔ اب بتلایئے کیا مصلحت ہے۔

حال۔ نماز میں لذت زیادہ پاتا ہوں دیگر طاعتوں میں بھی مزہ ملتا ہے۔

تحقیق۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔

حال۔ کیفیات کو حسب مسلک جناب والا مقصود نہیں سمجھتا ہوں لیکن بعض وقت یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ

میرے عمل و طریقۂ عمل میں ضرور کوتاہی ہے۔ بذریعۂ صحبت و کفش برداری مرشد کے یہ وسوسہ دور ہوگا اور یہی وہ ضرورت ہے جس کا احساس مجکو ہے اور جس تھانہ بھون میں قیام کا آرزومند ہوں۔

تحقیق۔ یہ وسوسہ تو عین مطلوب ہے وہ دن نامبارک ہے جس میں یہ گمان ہو جاوے کہ ہمارے عمل میں کوتاہی نہیں ہے۔ سو صحبت کو اس غرض کے لیے تو قصد چاہیئے ہاں صحبت میں اور فوائد ہیں جن میں سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ خیال کوتاہی کا اور بھی قوی بلکہ مشاہد ہو جاتا ہے۔

حال۔ عرض یہ ہے کہ بندہ حسب ارشاد دو ہزار مرتبہ اسم ذات روزانہ پڑھے جاتا ہے دیگر عرض یہ ہے کہ کبھی تو خوف باری تعالیٰ عز اسمہ کا اسقدر غلبہ ہوتا ہے کہ دل چاہتا ہے کہ زمین شق ہو جائے تو اسمیں سما جاؤں یا میرا یہ ناپاک جسم اسطرح ضائع ہو جاوے کہ مجھسے آخرت کا مواخذہ نہو۔ اور بعض مرتبہ ایسا ادبار پڑتا ہے کہ کچھ خبر ہی نہیں بہت سے معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہوں پھر توبہ کرتا ہوں مگر دل کو کچھ تسلی نہیں ہوتی یہ خیال ہوتا ہے کہ نہ معلوم آخرت میں کیا گذریگی۔

تحقیق۔ جب تک پختگی نہیں ہوتی ایسے ہی تغیرات ہوا کرتے ہیں۔ کام میں لگے رہو انشاء اللہ تعالیٰ رسوخ بھی ہو جاویگا اور کام مرکب ہے تین جزو سے (۱) جو اوراد معمول ہیں اُن پر مداومت۔ (۲) میرے مواعظ کا بالالتزام مطالعہ۔ (۳) اپنے اختیار اور قصد سے کام لینا یعنی طاعات میں کوتاہی نہونا۔ معاصی کا ارتکاب نکرنا گو تقاضا ہو مگر تقاضے کو روکنا اور اگر اتفاقاً لغزش ہو جاوے تو فوراً اُس کا تدارک کرنا اور اعمال میں منتظر کیفیات کا نہ رہنا۔

حال۔ کئی سال سے بندہ کا یہ حال ہے کہ ہر وقت اس بات کا شوق اور دلی آرزو رہتی ہے کہ جسطرح افسرانِ اور بڑے بڑے حکام کے روبرو نہایت ادب اور عاجزی اور خوف کے ساتھ خاموش کھڑے ہوتے ہیں (اور اعضاء ظاہری مثلاً نظر و کلام و ہاتھ وغیرہ کے ساتھ کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتے نہ دل کسی اور طرف جاتا ہے بلکہ اُسپر ایک خوف کی حالت ایسی ہوتی ہے جس سے وہ دوسری طرف کا خیال تک نہیں کرتا) اسی طرح ہر وقت خدا تعالیٰ کا خیال رہا کرے اور نماز میں تو ضرور یہ حال ہونا چاہیے لیکن یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔

تحقیق۔ سرسری طور پر کوشش جاری کیجئے اور ایسا نہونے سے غم نہ کیجئے طبعاً غائب اور مشاہد میں فرق ہے۔

(باقی آئندہ)

اُن سے حاتمؒ نے کہا یہ جو تمہارا علم ہے تم اس کو کہاں سے لائے ہو۔ انہوں نے کہا ثقہ لوگوں نے مجھ سے اس کا بیان
کیا ہے۔ حاتمؒ نے کہا کہ کس سے ابن مقاتل نے کہا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حاتمؒ نے کہا اور اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حاتمؒ نے کہا اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اُسکو کہاں سے لائے۔ ابن مقاتل نے کہا جبریل سے۔ حاتمؒ نے کہا سو جب علم کو جبریل نے
اللہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہونچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو اپنے
اصحاب کی طرف پہونچایا ہے اور اصحاب نے اُس کو ثقات کی طرف پہنچایا ہے اور ثقات نے اُس کو تمہاری
طرف پہنچایا ہے تو کیا تم نے اُس علم (کے سلسلہ) میں یہ سنا ہے کہ جسکے گھر میں داروغہ یا حشم خدم زیادہ ہوں
اُس کا رتبہ اللہ کے نزدیک زیادہ ہوتا ہے ابن مقاتل نے کہا نہیں۔ حاتمؒ نے کہا پھر کیسے سنا ہے ابن مقاتل
نے کہا کہ (میں نے یوں) سنا ہے کہ (جو شخص دنیا میں زہد اختیار کرے اور آخرت میں رغبت اور مساکین کو دوست رکھے اور
اپنی آخرت کے لیے سامان کرے اُس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہوتا ہے حاتمؒ نے کہا کہ پھر تم نے کس کا اقتدا
کیا ہے کہ نبیؐ اور اصحاب اور صلحا رکا یا فرعون اور نمرود کا جس نے گچ کی عمارت سب سے پہلے بنائی۔ اے
برے علماء تمہارے جیسے شخص کو اگر جاہل جو دنیا کا طالب اور اُسمیں راغب ہے دیکھے تو یوں کہے کہ عالم اس
حالت میں ہے تو میں (اگر اس حالت میں رہوں تو) اس سے بدتر تو نہوں گا (کیونکہ اگر یہ حالت بری تھی
تو اس کو عالم کیوں اختیار کرتا) اور دیکھکر اُنکے پاس سے باہر چلے آئے۔ ابن مقاتل کا مرض (اس گفتگو کے
صدمہ سے) اور بڑھ گیا۔ اہل رے کو اس تمام گفتگو کی خبر پہونچی جو حاتمؒ میں اور ابن مقاتل میں ہوئی تھی لوگوں
نے اُنسے کہا کہ اے ابا عبدالرحمن قزوین میں ایک عالم ہیں جو ان سے بھی زیادہ عظیم الشان ہیں اور اس سے
اشارہ طنافسی کی طرف کیا۔ ابو عبداللہ خواص راوی کہتے ہیں کہ وہ اُنکے پاس قصداً گئے اور اُنکے پاس پہنچ
اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو میں ایک عجمی (یعنی ناواقف) آدمی ہوں میں چاہتا ہوں کہ
مجھکو دین کا ابتدائی حکم یعنی نماز کی مفتاح سکھلا دو کہ میں نماز کے لئے کس طرح وضو کیا کروں۔ طنافسی نے کہا
ہاں بہت خوب۔ اے غلام ایک برتن لا جس میں پانی ہو۔ تب طنافسی بیٹھے اور تین تین بار وضو کیا پھر فرمایا کہ
بس اس طرح وضو کیا کرو۔ پھر حاتمؒ بیٹھے اور تین تین بار وضو کیا یہاں تک کہ جب ہاتھوں کے دھونے تک
پہونچے تو اُس کو چار دفعہ دھولیا طنافسی نے فرمایا کہ اے تم نے اسراف کیا حاتمؒ نے کہا کہ کس چیز میں
(میں نے اسراف کیا) طنافسی نے کہا کہ تم نے ہاتھوں کو چار دفعہ دھویا۔ حاتمؒ نے کہا سبحان اللہ میں تو

ایک چلو پانی میسر ف ہوگیا اور تم اس تمام تر (سامان) جمع کرنے میں مسرف نہیں ہوئے پس حافظ کو معلوم ہوگیا کہ یہ اس ارادہ سے انکے پاس آئے تھے اور ان سے (وضو) سیکھنا مقصود نہ تھا پس (اس گفتگو کے بعد) وہ گھر کے اندر چلے گئے اور (مارے شرمندگی کے) چالیس روز باہر نہیں آئے اور رے اور قزوین کے مرجوں نے تمام یہ گفتگو جو انکے اور ابن مقاتل کے درمیان میں جاری ہوئی تھی (اطراف میں) لکھ لکھ کر بھیجی۔ پھر جب حاتم بغداد میں آئے تو اہل بغداد ان کے پاس جمع ہوئے اور ان سے کہنے لگے کہ اے ابو عبدالرحمن تم ایک شکستہ زبان عجمی آدمی ہو لیکن باوجود اسکے کوئی شخص تم سے کلام نہیں کرتا۔ جسکو تم بند نہ کر دیتے ہو انھوں نے کہا میرے پاس تین باتیں ہیں انکی وجہ سے اپنے مقابل پر غالب ہو جاتا ہوں لوگوں نے کہا وہ کونسی باتیں ہیں انہوں نے کہا ایک تو یہ کہ جب میرا مقابل صحیح بات کہے میں خوش ہوتا ہوں (کہ اس صورت میں وہ غالب آجاوے گا) اور دوسرے یہ کہ جب وہ غلط بات کہے میں غمگین ہوتا ہوں (کہ اس صورت میں وہ مغلوب ہو جاویگا) اور تیسری بات یہ ہے کہ میں اپنے نفس کو محفوظ رکھتا ہوں کہ اسپر جہالت نہ کروں سو یہ خبر احمد بن حنبل کو پہونچی سو وہ (ان سے ملنے) انکے پاس آئے اور (انکی نسبت یہ بھی) فرمایا کہ سبحان اللہ یہ کیسے کچھ عاقل ہیں پھر جب سب (مکان کے) اندر پہونچے تو ابن حنبل نے پوچھا ای ابا عبدالرحمن دنیا سے سالم رہنے کا کیا طریقہ ہے حاتم نے کہا اے ابو عبداللہ تم دنیا سے سالم نہیں رہ سکتے یہاں تک کہ تمہارے پاس چار باتیں ہوں انہوں نے کہا وہ کونسی باتیں ہیں اے ابو عبدالرحمن انہوں نے کہا کہ لوگوں کی جہالت تو معاف کر دیا کرو اور اپنی جہالت کو ان سے دور رکھو اور انکے لیئے اپنی چیزیں خرچ کر دیا کرو اور ان کی چیزوں سے (ناامید) رہو پس جب ایسا ہوگا تو (دنیا سے) سالم رہو گے پھر وہ مدینہ چلے گئی (اور) فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اللہ سے تو اسکے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علماء ہیں حق تعالیٰ نے کلمہ انما کے ساتھ رجو کہ حصر کے لئے ہے) ذکر کیا ہے پس (اسکے مقتضا سے) ایسے شخص سے علم کی نفی ہو جاویگی جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ جیسا جب کوئی شخص کہے کہ اس گھر میں وہی داخل ہوگا جو بغدادی ہو تو (اس سے) غیر بغدادی کے دخول در کا انتفا ہو جاویگا پس علماء آخرت کے لیئے یہ امر روشن ہوگیا کہ غایات معارف و مقامات قرب تک پہونچنے کا راستہ بدون زہد و تقویٰ کے مسدود ہے۔ ابو یزید رحمۃ اللہ نے ایک روز اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں گذشتہ شب میں صبح تک اس کوشش میں رہا کہ لا الہ الا اللہ کہوں (مگر) قادر نہوا

۴۴

ف فی القاموس الکن ابرقم العدس مجر ساتہ و استعمت فی قاموس النعب بعجم المنصوب مجرک والغایۃ الخ ۱۲ منہ

عرض کیا گیا کہ یہ کس سبب سے ہوا۔ انہوں نے کہا مجھکو ایک (نامناسب) کلمہ یاد آگیا جس کو میں نے اپنے لڑکپن
میں کہا تھا پس مجھ پر اُس کلمہ کی وحشت غالب آگئی اُسنے مجھکو اُس (لا الٰہ الا اللہ کے کہنے) سے روکدیا (اسکا
سبب غلبہ تھا) اور میں (اُس وقت) اُس شخص سے تعجب کر رہا تھا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہے اور وہ
اُسکی کسی صفت کے ساتھ متصف ہو (تعجب اسلیئے کر رہا تھا کہ یہ کیسے ذکر کر رہا ہے اور مجھسے نہیں ہوتا)
غرض صفا و تقویٰ و کمال زہد ہی سے بندہ راسخ فی العلم ہوتا ہے۔ واسطی نے فرمایا ہے کہ راسخ فی العلم
وہ لوگ ہیں جو اپنی ارواح سے غیب الغیب اور سر السر تک راسخ ہو گئے پھر خدا تعالیٰ نے اُن کو بتلا دیا جو
کچھ بتلا دیا اور وہ لوگ فہم کے سبب طلب ترقیات کے لیئے بحر عدم میں گھس گئے۔ پھر کلام کے ہر حرف کے
تحت میں جو کچھ فہم اور عجائب خطاب کے ذخیرے کے خزانے تھے وہ اُن کے لیئے منکشف ہو گئے۔ سو وہ حق
کے ساتھ نطق کرنے لگے اور بعض نے کہا ہے کہ راسخ (فی العلم) وہ ہے جو خطاب کے محل مراد پر مطلع ہو جائے
اور ابو سعید خراز نے فرمایا ہے کہ راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو جمیع علوم میں کامل ہو گئے اور اُنھوں نے اُن علوم
کو پہچان لیا اور وہ لوگ تمام خلائق کی ہمتوں (کی رسائی) پر مطلع ہو گئے اور ابو سعید کے اس قول سے یہ مراد
نہیں ہے کہ راسخ فی العلم کو جزئیات علوم پر واقف ہونا اور اُس میں کامل ہونا شایاں ہے کیونکہ حضرت
عمر بن الخطاب رضؓ (یقیناً) راسخین فی العلم سے تھے (باوجود اسکے) اُنھوں نے حقتعالیٰ کے اس قول کے وفاکھۃ وابّا
تفسیر میں توقف فرمایا اور فرمایا کہ ابّ کیا چیز ہے پھر فرمایا یہ (یعنی زیادہ کاوش کرنا) محض تکلف ہے اور
بعض نے کہا ہے کہ ابّ کے معنی میں توقف کرنا حضرت ابوبکر رضؓ کا فعل تھا (غرض ابو سعید کی یہ مراد نہیں
بلکہ) ابو سعید کا مطلب اس سے وہ ہے جس سے اُنکے اول کلام کی آخری کلام سے تفسیر ہو جاتی ہے اور
وہ آخری کلام یہ ہے کہ وہ لوگ تمام خلائق کی ہمتوں پر مطلع ہو گئے (وجہ یہ ہے کہ جو شخص پورا متقی اور دنیا
میں پورا زاہد ہوتا ہے اُس کا باطن صاف ہو جاتا ہے اور اُس کا آئینۂ قلب روشن ہو جاتا ہے اور اُسکو
لوح محفوظ کے کسی حصہ سے محاذات واقع ہو جاتی ہے پس وہ صفائے باطن کے سبب علوم کے کلیات
و اصول کو ادراک کر لیتا ہے پس وہ علوم میں علماء کے اقدام کے منتہیٰ کو اور ہر علم کے فائدہ کو (مجملاً)
جان لیتا ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس بات کو جان لیتا ہے کہ فلاں فلاں علماء کا منتہیٰ علوم کا
یہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے صفائے باطن سے علم کے جس درجہ تک پہونچتا ہے وہی علماء کے علوم کا
منتہیٰ ہوتا ہے اور پھر وہ جاننا بھی اجمالاً و کلیاً ہوتا ہے) باقی رہے علوم جزئیہ سو وہ تو نفوس میں تعلیم فرماد

مه
دلیل ہذا التفسیر
ما فی اللباب الشاخین
فی ترک التکلف من
قول عمر رضؓ فی الاب
قال وبیدہ عصا و
ضرب بہا الارض
ثم قال ہذا لعمر اللہ ہو
التکلف فخذوا
ایہا الناس ما بین
لکم منہ فما عرفتم
فاعملوا بہ وما لم تعرفوا
فکلوا علمہ الی اللہ
تعالی اہ
قلت ووجدتہ فی
میزان الاعتدال
حیث قال قال ابو
بکر الاثرم قلت لابی
عبد اللہ ابن السینی
۴۳
حدثت عن ابی ...
بن مسلم حدیث عمر
لما طالفاکہۃ وابا
فقال ما الاب ثم
قال ہذا لعمر اللہ
التکلف بہا الان ...
ما بین لکم فاعملوا بہ
وما لم تعرفوا فکلوہ الی ربہ
قال الاثرم لابی عبد
اللہ ہذا وانہ قال
فکلوہ الی خالقہ
فقال ہذا کذب قد
کتبناہ عن ابیہ
انما ہو الی عالمہ
روی المروزی عن
احمد ہذا الحدیث
وقال احمد ہذا انکرہ
انما ہو فکلوہ الی عالمہ
اہ ازص ج ۲ ص ۱۲۱

ہی سے ایک ایک جزو کے آتے ہیں پس اس کا یہ علم کلی اس سے مستغنی نہیں کرتا کہ وہ علوم جزئیہ میں
اُنکے اہل سے جو کہ اُنکے حامل ہیں رجوع کرے پس ان جزئیات کے نفوس تو جزئی سے پُر ہو گئے اور
اس جزئی کے سبب کلی تک رسائی نہ کر سکے اور علما زاہدین کے نفوس بعد تحصیل ان ضروریات کے جنکی انکو
اصل دین اور اساس دین میں ضرورت تھی سب سے منقطع ہو کر حق تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو گئے اور انکی ارواح کو
اسکے مقام قرب تک رسائی ہو گئی پس انکی ارواح نے اُنکے قلوب پر ایسے انوار فائض کیئے جنکے سبب سے
قلوب ادراک علوم کے لیئے مہیا ہو گئے پس انکی ارواح عالم ازلی (یعنی حضرت حق) کی ملازمت سے
ادراک علوم سے ترقی کر گئیں (کیونکہ علوم حادثہ کے حصول کا مرتبہ حضرت حق کی ذات و صفات سے سافل ہے)
اور وہ ارواح ایسے وجود سے مجرد ہو گئیں جو حامل علم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے (یعنی علم حادث کے
حصول کے لیئے جو مرتبہ وجود کا شرط ہے وہ ارواح اس مرتبہ سے مجرد ہیں کیونکہ وہ مرتبہ مشروط ہے عدم
استغراق فی حضرۃ الحق کے ساتھ اور عکوف مذکور سے وہ شرط مفقود ہے پس علوم حادثہ بھی مفقود ہیں
اور یہ تو حالت انکی روح کی ہوئی) اور (رہے) اُنکے قلوب (سو وہ) باعتبار اپنے اس رُخ کے جو نفوس
سے اتصال رکھتا ہے ایسے ظروف وجودیہ ہیں جن کو باعتبار نسبت وجودیہ کے وجود علم سے مناسبت ہے
(مطلب یہ کہ قلوب کے دو رخ ہیں ایک رخ روح کیطرف سو اس اعتبار سے تو وہ احکام میں مناسب روح کے
ہیں اور منزہ علوم حادثہ سے۔ دوسرا رخ نفس کیطرف اس اعتبار سے وہ احکام میں مناسب نفس کے ہیں
اور نفس میں صلاحیت علوم حادثہ کی ہے پس اس اعتبار سے قلوب میں بھی اسکی صلاحیت ہے) پس (اسی
اعتبار اخیر سے) وہ قلوب علوم سے مالوف ہو گئے اور علوم ان سے مالوف ہو گئے (آگے اسی اعتبار اخیر
کی شرح ہے یعنی) اس مناسبت سے کہ علوم بھی (ایک خاص تغیر کے اعتبار سے علم ازلی سے) منفصل ہیں۔
اس طرح سے کہ وہ لوح محفوظ کی ساتھ متصل ہو گئے اور انفصال مذکور سے مراد یہی انتقاش فی اللوح
المحفوظ ہے اسکے سوا کچھ اور (یعنی وہ تغیر انفصال کی یہ ہے کہ اس مرتبہ کا ثبوت ہونا علم ازلی سے
اور اسکو منفصل اسلیئے کہا گیا کہ یہ انتقاش ایسے محل میں ہے جو حق تعالیٰ سے منفصل یعنی مباین ہے
نہ کہ زوال تعلق علم ازلی سے جیسا انفصال کو علم کیطرف نسبت کرنے سے بظاہر متبادر ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ
غرض یہ علوم بھی منفصل ہوئے) اور قلوب بھی مقام ارواح سے منفصل ہیں بوجہ اُنکے انجذاب الی النفوس
کے (یعنی نفوس کے اعتبار سے جو قلوب کو نفس کی طرف حاصل ہے جیسا اوپر مذکور ہوا) پس دونوں

(باقی آیندہ)

۴۴

(منافی صلوٰۃ) شمار کیا ہے (اور یہ قول پہلے قول سے اسلیئے اشد ہے کہ اُس قول اول میں عدم خشوع کو
مفسد کہا تھا، اور خشوع ادنیٰ درجہ پر بھی صادق آتا ہے اور اُس کا ادنیٰ درجہ تو معرفت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے،
تو اُس قول پر تو معرفت مفسد نہ تھا اور اس قول میں مفسد ہے پس اشد ہونا ظاہر ہے اور یہ سب اقوال
متروک ہیں یا ماول ہیں نفی کمال صلوٰۃ کے ساتھ کیونکہ بالاجماع خشوع شرائط صحت صلوٰۃ سے نہیں گو نفی کمال
بھی قابل تحذیر ہے) اور بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس قول یعنی والذین ھم علیٰ صلاتھم دائمون کی تفسیر میں
کہا ہے کہ مراد دوام سے سکون جوارح اور طمانیت (قلب) ہے (جیسا قاموس میں ہے دام سکن ومنہ
الماء الدائم) بعض نے کہا ہے کہ جب تو تکبیر کا ارادہ کرے تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ تیرے قلب کو دیکھ رہا ہے
اور تیرے مافی الضمیر کو جانتا ہے اور اپنی نماز میں جنت کو اپنی داہنی طرف اور دوزخ کو اپنی بائیں طرف متمثل
کرے اور ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ جنت اور دوزخ کو متمثل خیال کرے تو یہ اسلیئے ہے کہ قلب جب ذکر آخرت
میں مشغول ہو جاویگا تو اُس سے وساوس خود منقطع ہو جاوینگے پس یہ متمثل خیال کرنا دفع وسوسہ کے لیئے
قلب کا علاج ہو جاویگا (آگے اس مضمون کی تائید ہے) وہ یہ کہ خبر دی ہم کو ہمارے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب
سہروردی نے بطور اجازت کے انہوں نے کہا خبر دی ہم کو عمر بن احمد صفار نے کہا انہوں نے خبر دی ہمکو
ابوبکر بن خلف نے کہا انہوں نے خبر دی ہم کو ابو عبد الرحمن نے کہا انہوں نے سنا میں نے ابو الحسین فارسی سے
وہ کہتے تھے سنا میں نے محمد بن الحسین سے وہ کہتے تھے کہ حضرت سہل نے فرمایا جس کا قلب آخرت
کی یاد سے خالی ہوگا وہ وساوس شیطان کے لیئے آمادہ ہو جاتا ہے (اُسکے لیئے یہ تمثل علاج ہے) باقی جو
شخص ایسا ہو کہ اُس کا باطن یقین صافی اور نور معرفت سے رچا ہوا ہو وہ اپنی اس کیفیت حاضرہ کے سبب
کسی اور مشاہدہ کی تمثیل سے مستغنی ہوگا۔ ابو سعید خراز کہتے ہیں کہ جب رکوع کرے تو رکوع میں ادب
یہ ہے کہ اعضا کو جھکا دے اور زمین کے قریب ہو جائے اور رکوع میں نشیب کیطرف حرکت کرتا
ہوا چلا جاوے۔ یہاں تک کہ اُس کا کوئی جوڑ ایسا نہ رہ جائے جو عرش عظیم کیطرف کو (جو کہ بمنزلہ تخت شاہی کے
ہے) نہ جھکا دیا جائے (یعنی جسطرح تخت شاہی کے روبرو تواضع کی ہیئت بناتے ہیں اسطرح رکوع میں
حق تعالیٰ کو عرش پر جلوہ فرما خیال کرکے ہر عضو کی ہیئت بنائے) پھر حق تعالیٰ کو ایسا عظیم سمجھے کہ
اُسکے قلب میں کوئی شے نہ رہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ عظیم ہو (یعنی طبعاً بھی ورنہ عقلاً تو ہر مسلمان کو

ملہ نقیب مشئے وشعودہ فوضعہ کنصبہ فانتصب وتنصب ق ملہ تدلی تدلل تدلی قرب تواضع وتدلل ق تدلل تملل دکر سہ ستہ لسان ق

یہ دولت میسر ہے اور اپنے دل میں اپنے کو ایسا حقیر سمجھے کہ ایک غبار سے بھی کمتر ہو جائے اور جب (رکوع سے)
سر اٹھائے اور (سمع اللہ لمن حمدہ میں) اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ اسکو سنتے ہیں (جیسا
کہ اس جملہ کا ترجمہ بھی یہی ہے) اور حضرت سہل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اور (اس سننے کے تصور کے ساتھ)
اسکو خوف بھی اتنا ہونا چاہیئے کہ اس کے پتّے پگھلنے کے قریب ہو جائے۔ سراج نے فرمایا ہے کہ جب بندہ تلاوت
شروع کرے تو ادب اسمیں یہ ہے کہ مشاہدہ کرے اور اپنے قلب کو اسطرح سنائے گویا وہ قلب اللہ تعالیٰ
سے سن رہا ہے یا یوں سمجھے کہ گویا اللہ تعالیٰ کے سامنے پڑھ رہا ہے (اور اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہے جس طرح
شاگرد استاد کو سنایا کرتا ہے) اور سراج نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اہل طریق کے آداب میں سے قبل صلوٰۃ مراقبہ
کرنا اور قلب کی محافظت کرنا ہے خواطر اور عوارض سے اور تمام غیر اللہ کی نفی کر دینا ہے (یہ تو نماز کے
قبل ہوا) پھر جب نماز کیطرف حضور قلب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں تو وہ گویا ایک نماز سے دوسری نماز
کیطرف کھڑے ہوتے ہیں (کیونکہ قبل صلوٰۃ جو مراقبہ تھا وہ بھی مشاہدۂ حق و حضور قلب میں مثل صلوٰۃ ہی کے
تھا) پھر نفس و عقل (کے حضور) کے ساتھ (نماز میں خصوص تلاوت کے وقت) رہتے ہیں (یعنی جسطرح
ان کا قلب نماز میں حاضر تھا جن (کے حضور) کے ساتھ وہ نماز میں داخل ہوئے ہیں جن کا اوپر ذکر آیا ہے اسی
طرح ان کا نفس اور عقل بھی حاضر ہوتا ہے جسکی تفصیل عنقریب آتی ہے جہاں نماز کے چار شعبے مذکور ہونگے،
پھر جب وہ نماز سے خارج ہوتے ہیں تو پھر حضور قلب کی پہلی حالت کیطرف لوٹ آتے ہیں۔ پس گویا
وہ ہمیشہ ہمیشہ (حکماً) نماز ہی میں رہتے ہیں سو یہ ہے ادب نماز کا (حکماً اسلئے کہا کہ انکی حالت حضور
قلب کی دائم ہے اور یہ ایک حقیقت ہے حقائق صلوٰۃ سے پس اس کا دوام مثل دوام صلوٰۃ کے ہے)
اور منقول ہے کہ بعض بزرگوں سے بوجہ کمال استغراق کے شمار (رکعات) کا یاد رکھنا نہ بن پڑتا تھا اور
ان کا کوئی ہم صحبت انپر شمار کرتا رہتا تھا۔ کہ کتنی رکعت پڑھیں اور بعض نے کہا ہے کہ نماز کے چار شعبے
ہیں ایک قالب کا حاضر ہونا محراب میں اور ایک عقل کا حاضر ہونا بادشاہ وہاب کے روبرو اور ایک خشوع
قلب کا بلا کسی خلجان کے اور ایک خضوع جوارح کا انتظار (رحمت حق) کے ساتھ کیونکہ حضور قلب کے وقت
حجاب کا رفع ہے اور حضور عقل کے وقت عتاب کا رفع ہے۔ اور حضور نفس کے وقت (عنایت حق کے)
دروازوں کی کشادگی ہے اور خضوع ارکان کے وقت وجود ثواب ہے (اور ان شعبوں کی فہرست میں نفس کا حاضر
ہونا نہیں آیا ممکن ہے کہ حضور قالب میں حکماً اسکو داخل کیا ہے کہ نفس کو قالب کے ساتھ زیادہ تعلق ہے

۴۲

بہ نسبت تعلق قلب وعقل کے ہے اور بواسطہ قالب کے نفس پر شہوۃ فی المحراب کا حکم بھی صحیح ہوسکتا ہے آگے
تفریع ہے ماقبل پر) سو جو شخص نماز میں بلا حضور قلب داخل ہو پس وہ نماز کا غافل نمازی ہے اور جو اُس
(نماز) میں بلا حضور قلب اُٹھے پس وہ سہو کرنے والا نمازی ہے اور جو شخص اُس میں بلا خضوع نفس آئے
پس وہ خطا کار نمازی ہے اور جو اُس میں بلا خشوع ارکان آئے دوڑنے والا تیز نمازی ہے اور جو اُس میں اسطرح داخل
ہو جیسا (اوپر) بیان کیا گیا ہے سو وہ حق کا ایفا کرنے والا نمازی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
وارد ہے کہ جب بندہ فرض نماز کی طرف اپنے قلب اور سمع اور بصر سے حق تعالیٰ پر متوجہ ہو کر کھڑا ہوتا
ہے تو وہ ایسی حالت میں نماز سے فارغ ہوتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے اسی طرح باہر ہو چکتا ہے جیسے اسکی
ماں کے جننے کے دن تھا اور بیشک اللہ تعالیٰ منہ دھونے سے وہ خطا معاف کر دیتا ہے جو اس سے
ہو گئی ہے اور اسکے دونوں ہاتھ دھونے سے وہ خطا معاف کر دیتا ہے جو اس سے ہو گئی ہے اور اسکے دونوں
پاؤں کے دھونے سے وہ خطا معاف کر دیتا ہے جو اس سے ہو گئی ہے یہاں تک کہ وہ نماز میں داخل ہوتا ہے
کہ اسپر کوئی گناہ نہیں رہتا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے چوری کا ذکر آیا آپ نے فرمایا کہ چوری
کونسی بدتر سے بدتر ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اوس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں آپ نے فرمایا کہ سب سے
بڑی چوری یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی نماز میں سے چوری کرے لوگوں نے عرض کیا کہ نماز میں سے کیسے چراویگا
آپ نے فرمایا (وہ چوری اسطرح سے ہے کہ وہ) نماز کے نہ رکوع کو پورا کرے نہ سجود کو اور نہ اسکے خشوع کو اور نہ اُس میں
قرآن پڑھنے کو۔ ابو عمرو بن ابی العلاء سے منقول ہے کہ وہ امام بننے کے لیے آگے بڑھائے گئے اُنہوں نے
عذر کیا کہ میں (اسکی) صلاحیت نہیں رکھتا جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو (نماز شروع کرنے کے لیے)
اللہ اکبر کہا پھر (فوراً) بیہوش ہو گئے لوگوں نے دوسرے امام کو آگے کیا جب اُن کو افاقہ ہوا ان سے سوال
کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ جب میں نے (صف سیدھی کرنے کے واسطے) کہا کہ ٹھیک ہو مجھکو ایک ہاتف
نے آواز دی کہ (تو جو اوروں کو ٹھیک ہونے کے لیے کہہ رہا ہے سو) تو بھی کبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ
ٹھیک ہوا ہے۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جسوقت وضو اچھی طرح کرتا ہے اور
وقت پر نماز پڑھتا ہے اور اُسکے رکوع و سجود اور اوقات پر محافظت کرتا ہے تو وہ نماز کہتی ہے کہ
خدا تعالیٰ (ہر شر سے) تیری حفاظت کرے جیسا تو نے میری حفاظت کی اسکے بعد وہ (اوپر) چڑھ
جاتی ہے اور اُسمیں ایک نور ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے اور یہاں تک کہ وہ

حق تعالیٰ تک پہنچتی ہے پھر اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرتی ہے اور جب بندہ اس (نماز) کو ضائع کرتا
ہے تو کہتی ہے کہ خدا تعالیٰ تجھکو ضائع کرے جیسا تو نے مجھکو ضائع کیا پھر اوپر چڑھتی ہے اور اسمیں ایک
ظلمت ہوتی ہے یہاں تک کہ آسمان کے دروازوں تک پہونچتی ہے پھر وہ دروازے اسکے آگے سے
بند کر دیے جاتے ہیں پھر اسکو پرانے چیتھڑے کیطرح لپیٹا جاتا ہے اور اسکو اسکے پڑھنے والے کے منھ پر
مار دیا جاتا ہے اور ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان کے حجاب اٹھا دو پھر جب وہ ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ ان حجابوں کو پھر میرے اور اسکے درمیان چھوڑ دو اور پھر میرے بندہ کو اس چیز کے ساتھ جسکو اسنے
نفس کے لیے اختیار کیا ہے مخلی بالطبع چھوڑ دو (یعنی اسکو اسی بے التفاتی کی بے برکتیوں کے ساتھ رہنے دو
جسکو اسنے توجہ الی اللہ کی برکات کو چھوڑ کر اختیار کیا ہے) اور ابو وراق نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات
میں نماز پڑھتا ہوں اور اس سے ایسی حالت میں فارغ ہوتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس شخص کی طرح شرماتا
ہوں جو کہ زنا سے فارغ ہوتا ہے اور ان کا یہ قول ان کی نظر میں نماز کا ادب غایت درجہ میں عظیم ہونے
کی وجہ سے ہے اور ہر شخص کا ادب صلوٰۃ کو بجا لانا بقدر اسکے حصۂ قرب (من اللہ) کے ہے اور حضرت موسیٰ
(کاظم) بن جعفر رض (صادق) سے کہا گیا کہ لوگوں نے آپکی نماز کو آپکے سامنے سے گذر کر خراب کیا۔
انہوں نے فرمایا کہ میں جسکے لیے نماز پڑھ رہا ہوں وہ میرے ساتھ اس شخص کی نسبت زیادہ قریب ہے جو میرے
سامنے سے چل رہا ہے (یعنی جب مجھکو توجہ الی اللہ اس شخص کیطرف توجہ کرنے سے مانع ہے تو میری نماز
میں کیا خرابی ہوئی کیونکہ وہ خرابی بھی توجہ الی المار ہی تھی) اور کہا گیا ہے کہ حضرت زین العابدین علی
بن الحسین رض جب نماز کو جاتے تھے تو بوجہ رنگ بدلجانے کے پہچانے نہ پڑتے تھے اس باب میں ان سے
عرض کیا جاتا تو فرماتے کہ تم کچھ جانتے بھی ہو میں کسکے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کرتا ہوں اور عمار بن
یاسر رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ کی نماز میں سے اتنا ہی
لکھا جاتا ہے جسکو سمجھکر پڑھے (اور بیگاری کا حصہ نہیں لکھا جاتا) اور ایک دوسری لفظ میں وارد ہوا ہے
کہ تم میں سے بعض تو کامل نماز پڑھتے ہیں اور بعضے نصف اور ثلث اور ربع اور خمس یہاں تک کہ عشر تک
نوبت پہونچ جاتی ہے۔ خواص نے فرمایا ہے کہ آدمی کو مناسب ہے کہ اپنے نوافل میں اپنے فرائض کی کمی کے
لیے نیت کرلے اگر اسمیں یہ نیت نہ کی تو اسمیں سے (اس) احساب میں کچھ نہ لگے گا۔ ہم کو یہ خبر پہونچی ہے

(باقی آئندہ)

الجواب۔ ضرور کیجاویگی۔ انتقال اے ملا ولاد کے قبل باضابطہ استغفا ضروری ہے تبرع میں عارض ت ایسے ہی امور آتے ہیں انکی سائل کو یہ سب تبرع سمجھا دیجئے

سوال۔ ایک مسئلہ دریافت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں کا یہ دستور ہے کہ لوگ غیر آباد زمین میں انبہ و جامن کے درخت لگاتے ہیں اور زمیندار کیطرف سے کوئی لگاوٹ نہیں ہوتی اور نہ پھل وغیرہ کچھ لیتے ہاں جب درخت لگانے والا درخت کو فروخت کرتا ہے تو قیمت میں سے زمیندار چہارم یعنی چوتھائی قیمت لیتا ہے اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ اس کا پھل وغیرہ کھانا درست ہے یا نہیں اگر نہیں درست ہے تو کیا کیا جائے زمیندار سے اجازت لے لی جائے یا درخت خرید لیا جائے۔

جواب۔ پھل کھانا درست ہے اگر زمیندار کی اجازت ہو صراحۃً یا دلالۃً۔

سوال۔ اور اس دستور کے موافق زمیندار کی زمین پر بلا اجازت درخت لگانا جائز ہے یا نہیں

جواب۔ بلا اجازت درست نہیں لیکن اجازت عام ہے صراحۃً و دلالت کو۔

سوال۔ اور اگر بلا اجازت لگا دیا تو درخت کس کا ہوگا۔

جواب۔ لگانے والے کا مگر مالک زمین جب چاہے زمین خالی کرالے۔

سوال۔ جس زمین کو مسجد میں شامل کرنا چاہتا ہوں اُسکے متعلق یہ عرض ہے کہ جو صورت شرعاً درست ہو ویسا کیا جائے یعنی مسجد کے پچھم جانب ۲۰ بسوہ زمین افتادہ ہم ہی لوگوں کی ہے جس میں سے تقریباً ایک بسوہ زمین مسجد میں شامل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے سب شرکا راضی ہیں صرف یتیم نابالغ کی وجہ سے گڑبڑی ہے جو صورت شرعاً تجویز کی جائے ویسا انتظام کیا جائے مفتی . . . . صاحب نے تو لکھا ہے کہ مبادلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ بھائی ایسا ولی نہیں جو اس قسم کا تصرف کر سکے ایسے سخت وقت واقع ہوئی ہے میرا خاص حصہ اس زمین میں ۱۷۶ اسہم میں ۲۰ سہم ہے باقی شرکا زمین کے دینے پر راضی ہیں کوئی عذر نہیں جواب جلد مرحمت فرمایا جائے کیونکہ سب امور طے ہو گئے ہیں۔

جواب۔ اسکو تقسیم کا لکھیئے کہ اگر بجز نابالغ کے دوسرے سب شرکا اُس زمین ملحق بالمسجد سے اپنا حصہ تقسیم کر کے دیدیں تو جو حصہ نابالغ کا بچ جائے وہ اُس سے منتفع ہو سکتا ہے یا نہیں

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمار دین و شرع متین اس مسئلہ میں زید و حارث حقیقی بھائی ہیں دونوں کی شادی ہوئی اور ایک ہی وقت میں بفضل خدا صاحب اولاد ہوئے زید کا لڑکا زندہ رہا اور حارث کا لڑکا

بعد کئی مہینہ فوت ہوا زوجہ حارث کے جس وقت دودھ اتر آجو کی بخار اعضا شکنی پیدا ہوئی قباحت کا سامنا
ہوا سبھوں نے رائے دی کہ دودھ زید کے لڑکے کو برائے دفع گرانی پلا دیا جاوے لہذا بچہ مذکور کو دودھ پلایا گیا مگر
تھوڑا کسی قدر نکال دفع ہوا دو چار بار ایسا کیا گیا اتفاق سے حارث کا انتقال ہوگیا زوجہ حارث نے بعد عدت
دوسرا نکاح کرلیا۔ شوہر دیگر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی زید کے لڑکے کا اس لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یا
نہیں۔ یہ خیال رہے کہ یہ کام جو کیا گیا ہے بطور دوا جس طرح سے کسی کو تین فاقہ ہوں کچھ کھانے کو میسر نہو
تو کتا بلی بندر جوٹھے کھا لیوے گو شکم پر نہ ہوے ایسی حالت میں وہ اسلام سے خارج نہیں ہوسکتا یا مسلمان
اس سے تعرض و تحرز کرینگے مثال اسی کی ہے جواب با صواب جلد عنایت کیجئے اگر تکلیف اترنے دودھ
تحقیقات کریجئے گا اس وقت مستوراتوں کو کیسا معلوم ہوتا ہے اور نہ اس ارادہ سے کیا گیا محض دفع
تکلیف۔ بینوا توجروا۔

جواب۔ یہ نکاح جائز نہیں۔ رضاعت کے احکام ہر حالت میں دودھ پینے سے ثابت ہوجاتے
ہیں گو وہ دودھ پینا کسی طور پر ہو فی الدر المختار و مخلوط بماء او دواء الخ۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو (برادر منکوحہ زید) کی ایک روز کسی بات
پر باہم سخت حجت ہوئی اور عمرو نے زید یعنی اپنے بہنوئی سے کہا کہ مہربانی کرکے اسطرف کا ارادہ نہ کیجئے۔
جس کا مقصد یہ تھا کہ میرے (عمرو کے) مکان پر نہ آیئے گا۔ اسکے جواب میں زید بہنوئی نے جو غصہ کی حالت
میں تھا یہ کہا "میں اسکو طلاق دے چکا" یا یہ کہا "میں تو اسکو طلاق دیچکا" اسی طرح تین یا چار مرتبہ یہی
الفاظ کہے اس سے قبل اپنی زوجہ سے لفظ طلاق کبھی نہیں کہے۔ کیا اس صورت میں زید کی منکوحہ پر
طلاق ہوگئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب فی الدر المختار اولا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا فی
رد المحتار قولہ لترکہ الاضافۃ ای المعنویۃ فانہا الشرط والخطاب من الاضافۃ المعنویۃ وکذا الاشارۃ نحو ہذہ
طالق وکذا نحو امرأتی طالق وزینب طالق اھ وفیہ عن البحر لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی
طلقت امرأتہ اھ وعن البحر ایضا لو قال امرأۃ طالق او قال طلقت امرأۃ ثلاثا وقال لم اعن امرأتی یصدق
اھ ویفہم منہ انہ لو لم یقل ذلک فطلق امرأتہ لان العادۃ ان من لہ امرأۃ انما یحلف بطلاقہا لا بطلاق غیرہا
وفیہ وسیذکر قریبا ان من الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ

للعرف الخ فادقعوا به الطلاق مع انه ليس فيه اضافة الطلاق اليها صريحا فهذا مؤيد لما في القنية وظاهره انه لا يصدق في انه لم يرد امرأته للعرف واللہ اعلم ج ۲ ص ۵۰۰۔ ان عبارات کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ اگر یہ جملہ جو اُسنے بولا ہے اگر اسمیں کوئی قرینہ قویہ ہوتا جس سے اضافت الی الزوجہ ہوتی یا اس جملہ سے تطلیق متعارف ہوتی تب تو اس سے طلاق واقع ہوجاتی اور زوج کی کوئی تاویل مسموع نہوتی مگر چونکہ ایسا نہیں ہے مگر زوجہ والے کا ایسا کہنا ظاہر یہی ہے کہ زوجہ ہی کی طرف منصرف ہوتا ہے اس لیے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر زوج اب یہ کہے کہ میری مراد اس کلمہ سے اپنی زوجہ نہ تھی تب بھی طلاق واقع ہوگی اور اگر وہ کچھ نہ کہے تو اس ظاہر کے سبب تین طلاق واقع ہوجاوینگی کما مر عن البحر لو قال امرأة طالق الی قوله لا يطلق غيرها واللہ اعلم۔ ضرورت ہے کہ اسکو ڈبند بھی دکھلا لیا جائے اور اگر یہ غلط ثابت ہو تو حسبۃً للہ مجھکو مطلع کیا جائے۔

سوال۔ بہشتی زیور حصہ سوم صفحہ ۳۱ میں ہے اگر کھیت کو سینچنا نہ پڑے فقط بارش کے پانی سے پیداوار ہوگئی یا ندی اور دریا کے کنارہ پر ترائی میں کوئی چیز بوئی اور بے سینچے پیدا ہوگئی تو ایسے کھیت میں جتنا پیدا ہوا ہے اُس کا دسواں حصہ خیرات کر دینا واجب ہے الخ اور اگر کھیت کو پرچلا کر کے یا کسی اور طرح سینچا ہے تو پیداوار کا بیسواں حصہ خیرات کرے فقط اس سے معلوم ہوا کہ نہری و بارانی کھیت میں دسواں حصہ واجب ہے اور چاہی میں بیسواں اور علاج القحط والوبا میں مرقوم ہے اگر بارانی ہو تو دسواں اور اگر چاہی یا نہری ہو بیسواں حصہ واجب ہے اب غرض یہ ہے کہ حکم کس کتاب کا صحیح ہے یعنی بہشتی زیور والی عبارت سے نہری کا حکم دسواں حصہ معلوم ہوتا ہے اور علاج القحط میں نہری کا حکم صراحۃً بیسواں حصہ مرقوم ہے اور عربی کتابوں میں سے بھی نہری کا حکم دسواں حصہ معلوم ہوتا ہے کما في القدوري العشر واجب سواء سقي سيحا او سقته السماء ازیں سوا اس عرضداشت کے جواب کے کمترین فرمانا علاً سینچنے سے کیا مراد ہے ہمارا گرستی کا اسباب۔ گرستی کے معنے کیا ہیں۔

جواب۔ کچھ تعارض نہیں جس نہری میں دسواں لکھا ہے وہ وہ ہے جس میں سینچنا یعنی آبپاشی کرنا اور قیمت دینا نہ پڑے چنانچہ بہشتی زیور کی پہلی عبارت میں اسکی تصریح ہے اور جس نہری میں بیسواں لکھا ہے مراد اس سے جس میں آبپاشی کرنا پڑے یا پانی کی قیمت دینا پڑے۔ گرستی کے معنی اثاث البیت اور عشر کا لفظ عربی کتابوں میں بعض اوقات عام معنی میں آتا ہے عشر و نصف عشر دونوں کو شامل نہ

وغیرہ میں تفصیل مذکور موجود ہے۔

سوال - زید نے ایک بے دین عورت کو دین اسلام میں لاکر اُس سے نکاح کرلیا اور اُس سے ایک بچہ پیدا ہوا زید نے کوئی بیجا حرکت پر اُس کو تین طلاق دیدیا بعد ازاں عورت مذکورہ اسلام سے پھر گئی اب وہ عورت دائرۂ اسلام میں آنا چاہتی ہے اور زید اُس سے ثانیاً نکاح کرنا چاہتا ہے، آیا اُس عورت سے بغیر تحلیل نکاح درست ہے یا نہیں اور توبہ استغفار اُس کو کرا کے نئے سر سے نکاح کرلینا کافی وافی ہے یا نہ اور دانست میں یہ ہے کہ اس مرتدہ کو تاکید شدید کرکے دین پر لاکر نکاح کرنا بس ہے بوجہ مرتدہ ہونے کے احکام شرعی باطل ہوگیا تحلیل کی حاجت نہیں ہے۔

الجواب فی الدر المختار لا یملکت یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلہا وطء المولی ولا ملک امۃ بعد طلقتین او حرۃ بعد ثلث وردۃ وسبی نظیرہ من فرق بینہما بظہار او لعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکہا لم تحل لہ ابدا اھ فی رد المحتار قولہ لا بملک یمین عطف علی قولہ بنکاح نافذ قولہ لم تحل لہ ابدا فوجہ الشبہ بین المسئلتین ان الردۃ واللحاق والسبی لم تبطل حکم الظہار واللعان کما لم تبطل حکم الطلاق اھ ج ۲ ص ۸۸۹ و ص ۸۹۰ اس روایت میں تصریح ہے کہ اگر زید نے اسکو تین طلاق دیدی ہیں تو تحلیل کی حاجت ہے، ردت سے حکم تحلیل باطل نہیں ہوا۔

سوال - ایک اراضی قانون انگریزی سے موروثی ہوگئی ہے اسمیں تین بھائی شریک ہیں۔ ایک شخص مستعفی ہونا چاہتا ہے لیکن قانوناً جب تک تینوں اشخاص کے دستخط نہوں استعفا نہیں ہوسکتا اور تینوں رضامند نہیں ہیں تو ایک شخص کو اگر مالک زمین بلا اضافہ پر یا اسی دین پر دیوے تو اُس شخص کو اُس زمین کی کاشت کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب - جواب مسئلہ کا یہ ہے کہ جائز ہے لیکن ضروری ہے کہ ایک استعفا کا مضمون لکھکر مالک کو دیدے کہ اس شخص کی قدرت میں اتنا ہی ہے ممکن ہے کہ کسی وقت کسی طریق پر یہی سادہ تحریر کام دیدے۔ فقط

سوال ایک مولوی صاحب نے بیان یہ مسئلہ بیان کیا ہے جس سے عام اشخاص کو مشکل پڑگئی وہ یہ کہ مولوی صاحب نے فرمایا ہے جسطرح ریشم کاتا کاٹنے والے کے ریشم منہ میں جانیسے اس کا رنگ تھوک میں آجاتا ہے اگر البتہ روزہ میں اس تھوک کو نگلیگا تو روزہ جاتا رہے گا۔ ایسے ہی پان کھانیوالوں کا

(شاید آپ کو اسکی بھی خبر نہ ہو) اور چونکہ اس قسم کے مضامین سے عوام کے دین کو صدمہ پہونچنے کا سخت
اندیشہ تھا لہذا بغرض حفاظت دین عوام ہمنے چاہا کہ النظامیہ میں انکی تردید کا سلسلہ بھی جاری کریں
بنابریں ہم نے مینیجر النظامیہ کی خدمت میں ایک خط مع تردیدی مضمون کے بغرض اشاعت ارسال
کیا جس کا انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا اسکے بعد ایک دوسرا جوابی کارڈ انکی خدمت میں ارسال کیا
جس کا جواب اسسٹنٹ ایڈیٹر نے ۲۸ جولائی کو اپنے خط نمبری [illegible] میں بھیجدیا کہ اشاعت کا انتظام کردیا
گیا ہے چار پانچ روز میں آپ کے پاس رسالہ بھی پہنچ جائیگا اسکے بعد ہمارے پاس النظامیہ بابتہ
ماہ جون [illegible] پہونچا جس میں ہمارا مضمون اسسٹنٹ ایڈیٹر کے تمہیدی و جوابی نوٹوں کے ساتھ
شائع ہوا تھا اسکے بعد ہم نے تردیدی مضمون کا دوسرا نمبر اسسٹنٹ ایڈیٹر کے نام ارسال کیا
جس میں اسسٹنٹ ایڈیٹر کے تمہیدی جوابی نوٹوں کی حقیقت بھی مختصراً دکھلائی گئی تھی اس کو انہوں نے
شائع نہیں کیا۔ اور نہ کوئی جواب دیا جب ان کو یاددہانی کیگئی تو اسکے جواب میں انہوں نے اپنے خط
نمبری [illegible] میں لکھا کہ مرسلہ مضمون میں چونکہ اسی دعوی کا ثبوت ہے جسکو میں (اپنے تمہیدی نوٹ
مندرجہ رسالہ النظامیہ بابت ماہ جون [illegible] میں حبیب احمد اسب شتم میں داخل کرچکا ہوں یعنی نفاق
اسلئے جیسا کہ قبل لکھ چکا ہوں رسالہ میں شائع نہیں ہوسکتا اور نہ آئندہ کوئی ایسی تحریر شائع کی جاسکتی ہے
الخ۔ اسکے جواب میں ایک مفصل عریضہ ارسال کیاگیا۔ جس کا جواب انہوں نے اپنے خط [illegible] میں دیا۔ اسکا
جواب میں نے ان رجسٹرڈ لفافہ کے ذریعہ سے دیا جس کا جواب کچھ نہیں ملا۔ اسکے بعد دوبارہ رجسٹرڈ
لفافہ ارسال کیا گیا۔ اس کا جواب جناب نے اپنے خط نمبری [illegible] میں دیا اور ظاہر کیا کہ ہمیں اصل واقعہ
کی کچھ خبر نہیں ہے یہ ہے اصل واقعہ۔

۷۷

اب میں جناب سے درخواست کرتا ہوں کہ ابتک جسقدر میری تحریرات دفتر النظامیہ میں پہنچی
ہیں چونکہ ان کا تعلق اسسٹنٹ ایڈیٹر کی ذات سے نہیں ہے بلکہ دفتر النظامیہ سے ہے۔ اس لئے براہ مہربانی
آپ ان تمام تحریرات کو بالترتیب ملاحظہ فرماکر ہم کو مطلع فرمائیے کہ کیا فی الحقیقت ہماری تحریرات غیر مہذب
ہیں اور النظامیہ سے مہذب پرچہ میں شائع ہونے کے قابل نہیں ہیں؟ جیسا کہ اسسٹنٹ ایڈیٹر کا
بیان ہے اگر ایسا ہے تو ہمارے ان سوالات کا کیا جواب ہے جو ہم نے اسسٹنٹ ایڈیٹر کے خط نمبری [illegible]
کے جواب میں انسے کئے ہیں۔ اور اگر ہماری تحریرات درحقیقت غیر مہذب نہیں ہیں بلکہ عالمانہ مناظرہ

کی حد میں داخل ہیں تو ان پر بدتہذیبی کا بیجا الزام لگا کر انکی اشاعت سے انکار کرنا۔ کیا گروہ مخالف کی
بدنیتی کا پورا ثبوت نہیں ہے۔ اور کیا اس حالت میں بھی ان کا دعویٰ احقاق حق و نیک نیتی قابل تسلیم
ہوسکتا ہے۔ نیز آپ اسسٹنٹ ایڈیٹر سے دریافت فرمایئے کہ انہوں نے جناب کے اطلاع کیے بغیر ہماری
تحریرات کی اشاعت سے کیوں انکار کیا۔ (بشرطیکہ وہ آپکے دفتری قانون سے ایسا کرنے کے مجاز ہوں
اور آپکو ان سے پوچھنے کا حق بھی حاصل ہو) نیز ہم کو مطلع فرمایئے کہ رسالہ انتظامیہ کا ذمہ دار افسر کون ہے
آیا آپ ہیں یا اسسٹنٹ ایڈیٹر یا کوئی اور صاحب۔ تاکہ ہم ان سے اپنی تحریرات کی اشاعت کے متعلق
گفتگو کریں۔ اور ان سے دریافت کریں کہ ہماری جو تحریرات بنام منیجر رسالہ انتظامیہ تھیں ان کا جواب
انہوں نے کیوں نہیں دیا۔ اور اسسٹنٹ ایڈیٹر نے کس قاعدہ سے ان کا جواب دیا۔ والسلام۔

حبیب احمد از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر خانقاہ امدادیہ

(**نوٹ**) یہ خط رجسٹرڈ بھیجا گیا تھا۔ جو انکاری ہو کر واپس آیا۔ اس لیے تیسرا سلسلہ بھی ختم ہوا اب جبکہ ہیڈ ایڈیٹر و سب اڈیٹر دونوں کی طرف سے مایوسی ہوگئی اور انکے دعاوی کی حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہوگئی۔ تو ہم نے چاہا۔ کہ جناب مولوی عنایت اللہ صاحب کو بھی لکھ دیکھیں شاید وہ اپنے وعدہ کا پاس کریں۔ اس لیے ان کو خط لکھا گیا جو کہ سلسلہ نمبر ۴ میں درج ہوگا۔

سلسلہ مکاتبت نمبر ۴

(ہمارا خط بنام مولوی عنایت اللہ صاحب افسر مدرس مدرسہ نظامیہ)

مکرم بندہ جناب مولوی عنایت اللہ صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ باعث تصدیع یہ ہے کہ احقر نے الانتظامیہ میں جلا بہشتی زیور پر تنقید کی اشاعت کی درخواست کی تھی اور نمونہ کے لیے مضمون بھی بھیجا تھا۔ کارپردازان الانتظامیہ نے اسکو تو شائع کردیا۔ مگر آئندہ مضامین کی اشاعت سے محض بے تعلقی سے انکار کیا کہ اشاعت سے گریز بھی ہو جاوے اور عوام پر گریز ثابت بھی نہ ہو یعنی ہماری مضمون کو سب و شتم اور تفسیق و تکفیر پر مشتمل بنا کر کہا کہ ہم ایسے مضامین کی اشاعت کو اپنے لیے جائز نہیں سمجھتے اس پر ان سے کہا گیا کہ ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ہے بلکہ جو کچھ لکھا ہے وہ آپ حضرات کی تحریرات کے نتائج صحیحہ مؤید بالدلائل ہیں لہٰذا اسکے ذمہ دار ہم نہیں ہیں بلکہ اسکے ذمہ دار خود آپ حضرات ہیں اور ایسی حالت میں ہم کو الزام

۷۸

وینا خلاف انصاف ہے۔ نیز مولوی عنایت اللہ صاحب نے اپنی جلا میں جوابی مضامین کی اشاعت کو گو وہ اسقدر غیر مہذب ہوں کہ عام اخبارات اُن کی اشاعت کو جائز نہ سمجھتے ہوں۔ جائز قرار دیا ہے بلکہ انکی اشاعت کی ذمہ داری کی ہے ایسی حالت میں اگر ہمارے مضامین بفرض محال غیر مہذب بھی ہوں تو آپ کو انکی اشاعت سے کیوں انکار ہے۔ غرض کہ ہم نے ان کو بہت کچھ سمجھایا مگر انہوں نے ہماری مضامین کی اشاعت کرنا گوارا نہ کیا۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ آپ دلائل سے یہ ثابت کر دیں کہ درحقیقت ہمارے مضامین ناقابل اشاعت ہیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اپنا طرز بدل دینگے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اب مجبور ہو کر آپ کو تکلیف دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آپ حسب وعدہ ہمارے مضامین کی اشاعت کا انتظام کرادیں اور ہمارے جوابات حقہ کو قبول فرما کر اپنی حق پرستی کا ثبوت دیں۔ ہمارے مضامین اسی نمونہ کے ہونگے جو کہ النظامیہ بابت ماہ جون ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا ہے۔ جواب سے جلد ممنون فرمائیے والسلام

حبیب احمد از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر خانقاہ امدادیہ

(نوٹ) یہ خط بھی رجسٹرڈ تھا مگر اس کا جواب بھی ابتک وصول نہیں ہوا اس لئے ثابت ہو گیا کہ ان کا وعدہ اشاعت محض لوگوں پر یہ ثابت کرنے کے لیے تھا کہ ہم طالب حق ہیں اور بغرض ایفا نہ تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ناظرین اس خط و کتابت کو بنظر تعمق ملاحظہ فرماویں اس سے آپ حضرات پر معترضین کے دعاوی کاذبہ کی حقیقت کا شمس فی نصف النہار ظاہر ہو جاوے گی اور ہمارے اس دعویٰ کا صدق کہ ان حضرات کا مقصود محض عناد ہے نہ کہ اظہار حق اور انکی مخالفت کا منشا حب جاہ ہے نہ کہ اتباع حق نہایت واضح طور پر روشن ہو جاویگا اس کا مزید ثبوت آپکو تنبیہ ذیل سے ہوگا۔

ایک ضروری تنبیہ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے تحقیق نمبر ا کے ضمن میں اُس سازشی جلسہ کی کارروائی النظامیہ بابت ستمبر ۱۳۵۲ھ سے نقل کی ہے جو کہ فرنگی محل کے چند گمنام اشخاص نے اپنے کو زبردستی علماء فرنگی محل کے لقب سے ملقب کر کے بہشتی زیور کی مخالفت میں منعقد کیا تھا۔ اور تحقیق نمبر ۲ میں النظامیہ بابت اکتوبر ۱۳۵۲ھ سے ان اشخاص کے نام نقل کیے ہیں جو کہ اس جلسہ کے اراکین تھے ان ناموں میں ایک نام اس عنوان سے مذکور ہے۔ مولوی محمد برکت اللہ صاحب (محشی حمد اللہ وغیرہ) جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب ناظرین کو

چند ضروری امور کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اول یہ کہ مولوی صاحب موصوف جسطرح محشی حمائد وغیرہ ہیں یوں ہی انکے تصنیفات میں سے چندراولی ناٹک بھی ہے جسکے اخیر میں مصنف کیطرف سے اعلان درج ہے۔ واضح ہو کہ یہ تصنیف اپنے چند دوستوں کی فرمائش سے لکھا ہے اور اسمیں بعض مقام پر دوسرے شعرا کا کلام بھی درج کیا ہے اور اس کا حق تالیف ہمیشہ کے واسطے اپنے ہی نام محفوظ رکھا ہے۔ میں نے بسی بار اسکے چھاپنے کی اجازت اپنے معزز دوست مولوی ممتاز الحق صاحب کو دی ہے لہذا تاجران کتب اور کل اہل مطابع کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اسکی نقل کلاً یا جزاً بغیر میری اجازت کے نہ چھاپیں ورنہ نفع کے خیال میں نقصان اٹھائیں گے۔ المشتہر محمد برکت اللہ رضا لکھنوی مصنف کتاب ہذا۔ اور اس بنا پر جس طرح ان کو محشی حمائد وغیرہ لکھا جا سکتا ہے۔ یوں ہی مصنف چندراولی ناٹک بھی لکھنا درست ہے مگر ایڈیٹر صاحب نے ان کو مصنف چندراولی ناٹک نہیں لکھا بلکہ محشی حمد اللہ وغیرہ لکھا۔ آپ راز یہ تھا کہ اگر مصنف چندراولی ناٹک لکھتے تو لوگوں کو جلسہ کا سازشی ہونا معلوم ہو جاتا اور وہ سمجھ لیتے کہ اسکا مقصود سراسر دنیا ہے۔ نہ کہ دین۔ پس وہ جال جو انہوں نے بھولے اور ناواقف مسلمانوں کے پھانسنے کیلئے بچھایا تھا ٹوٹ جاتا۔ اور وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتے اس بنا پر ان کو ایسا کرنے سے احتراز ضروری تھا دوم یہ کہ مولوی برکت اللہ صاحب مصنف چندراولی ناٹک بہشتی زیور کو مخرب اخلاق قرار دیتے ہیں مگر چندراولی ناٹک کو مخرب اخلاق نہیں کہتے اور مسلمانوں کو بہشتی زیور کے مطالعہ سے روکتے ہیں مگر چندراولی ناٹک کے مطالعہ سے نہیں روکتے۔ اور اسلامی پاٹھشالوں سے بہشتی زیور کے داخلہ کی ممانعت کی درخواست کرتے ہیں۔ مگر چندراولی ناٹک کے داخلہ کی ممانعت کی درخواست نہیں کرتے حالانکہ جسکے دلمیں ذرا سا ایمان نہیں بلکہ جسکو ذرا سی بھی عقل اور جسمیں ذرا سا بھی انصاف ہے وہ ہرگز بہشتی زیور سی دینی کتاب کو چندراولی ناٹک سے زیادہ مخرب اخلاق نہیں کہہ سکتا۔ سوم یہ کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی نے بہشتی زیور لکھی تھی اور مولوی برکت اللہ صاحب نے چندراولی ناٹک۔ مگر علمائے فرنگی محل نے بہشتی زیور کے خلاف تو جلسہ کیا مگر چندراولی ناٹک کے خلاف کوئی بات نہ کہا اور حضرت مولانا مدظلہم العالی کے تقدس پر ناجائز حملے کئے مگر مولوی برکت اللہ کی دیانت پر جائز حملہ بھی نہ کیا بلکہ الٹا ان کو مصلحین کی جماعت میں داخل کیا۔ بس کیا انصاف ہے۔ ان وجوہ سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ جلسہ ایک سازشی جلسہ تھا اور اسکے بانی دین و دیانت عقل و انصاف سے محض کورے ہیں اور بہشتی زیور کی مخالفت

سے اُن کا مقصود ہرگز اصلاح نہیں ہے۔ بلکہ اسکا منشاء محض حب جاہ اور اہل اللہ کا بغض و عناد ہے۔
ضرور ہوتے ہیں پس اگر ہم نے اپنی تحریریں اس قسم کے الفاظ بانا منافقین و بغض و عناد وغیرہ کا تا قابل انکار
وارد الزام لگایا وہ بھی مخالفانہ حیثیت سے نہیں بلکہ اُنکے رفع تلبیس و اضلال عوام کے لیے اور ناصحانہ
حیثیت سے جس کا ہم سلسلہ مکاتبت نمبر ۲ میں اپنے چوتھے خط میں ایسا مضبوط دے چکے ہیں جس کے
جواب میں مخالفین سے بجز عاجز اور سکوت کے اور کچھ نہیں بن پڑا تو پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کار پردازانِ
النظامیہ ہماری تحریرات کو کیوں سب و شتم پر مشتمل کہتے ہیں اور کیوں اس کو اظہار حقیقت نہیں تسلیم کرتے
یہ امر انکے عناد کی ایک اور دلیل ہے اگر اس روشن برہان پر بھی مخالفین نہ مانیں تو پھر انکے حق میں فبای
حدیث بعدہ یومنون بالکل صادق ہے یہاں تک خط و کتابت کے چار سلسلے ختم ہو چکے اب ایک
پانچواں سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

سلسلہ مکاتبت نمبر ۵

۸۱

(۱) اس سلسلہ کی کیفیت یہ ہے کہ النظامیہ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹ء میں مولوی عبد الباری کا ایک خط شائع ہوا
تھا جو کہ انھوں نے خطوط احمد مارواڑی کے جواب میں لکھا تھا جسکی طرف ہم نے اپنی تحقیق نمبر میں اشارہ
کیا تھا۔ اور جسکو ہم اب بلفظہٖ نقل کرتے ہیں۔ نقل خط (۱) میں اس جلسہ میں موجود تھا جسمیں بالاتفاق
یہ طے ہوا کہ بہشتی زیور کی ممانعت پر جناب نواب صاحب رامپور کا شکریہ ادا کیا جائے۔ مگر میں نے اسکی
مخالفت کی تھی میرے نزدیک اس طرح کے احکام جنسے مداخلت امور مذہبی میں ہو شایانِ شان
نواب صاحب نہ تھی۔ اگر اسکی نظیر شائع ہو جاوے تو ہر عالم کی کتابوں پر اسی قسم کا حکم مختلف حکومتوں سے
باعتبار اُنکے مذاق کے ہو سکتا ہے۔ جس کا ضرر ظاہر ہے (۲) مولوی عبد العزیز صاحب محشی شرح وقایہ
وغیرہ مولوی محمد عبد الہادی صاحب مولوی محمد عظیم صاحب حفید جناب ملا مبین صاحب شارح سلم۔ مولوی
محمد برکت اللہ صاحب (محشی حمد اللہ وغیرہ) حفید مفتی نعمت اللہ صاحب خال و استاذ مولانا عبد الحی صاحب
مولوی سلامت اللہ صاحب مدرس مدرسہ نظامیہ محشی شرح عقائد نسفی مولوی محمد ابو صاحب نبیرہ مولانا
عبد الحی صاحب مولوی محمد عنایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ۔ مولوی قطب الدین
عبد الوالی صاحب ان کے علاوہ دیگر حضرات فرنگی محل بھی تشریف رکھتے تھے (۳) اس جلسہ میں جو

امور طے ہوئی۔ گو زمانہ حال کے طرز پر صدر انجمن و ناظم سے اسکی ترکیب نہ تھی مگر موجودہ حضرات میں سے
اکثر کی رائے سے امور طے پائے اھ ملتقطاً اس خط سے امور ذیل مفہوم ہوتے ہیں (۱) مولوی عبد الباری صاحب
اس مضر اسلام و مسلمین جلسہ میں جو کہ فرنگی محل کے چند جاہ پرست اشخاص نے خانگی طور پر منعقد کیا تھا شریک تھے
(۲) مولوی عبد الباری نے ان جہلاء کے ساتھ انکی تمام جہالتوں میں اتفاق کیا۔ ان کو گر اختلاف تھا
تو صرف ایک امر میں اور وہ بھی سیاسی حیثیت سے (۳) مولوی صاحب ان جاہ پرست اور مخرب دین اشخاص کے
ایک خانہ ساز جلسہ کو علماء فرنگی محل کا جلسہ قرار دیتے ہیں (۴) اس سازشی جلسہ کی کارروائی کو نہ فقط اہل
سمجھتے ہیں (۵) مولوی صاحب نے عوام کو دھوکا دینے اور اس جلسہ کی اہمیت کا یقین لانے میں امکانی کوشش
دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ انہوں نے بعض اشخاص کو ذاتی اوصاف مثل محشی شرح وقایہ وغیرہ۔ اور مدرس مدرسہ نظامیہ محشی
شرح عقائد وغیرہ اوصاف کے ساتھ ذکر کیا۔ اور بعض کو اوصاف اضافیہ مثل حفید جناب ملا مبین وغیرہ سے یاد
کیا۔ اور صرف اسپر بھی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اس منتسب الیہ کے اوصاف ذاتیہ یا اضافیہ کو بھی نہ چھوڑا چنانچہ
انہوں نے مولوی محمد معظم کو حفید جناب ملا مبین لکھا اور ملا مبین کے ساتھ شارح سلم بھی اضافہ کیا۔ مولوی برکت اللہ
کے ساتھ حفید مفتی نعمت اللہ صاحب لکھا اور ان کو خال و استاذ مولانا عبد الحی صاحب ظاہر کیا۔ نیز
باوجودیکہ مولوی صاحب نے اپنی اس افتتاحی تقریر میں جو انہوں نے مدرسہ نظامیہ کے درجہ اجتہاد کے افتتاحی
جلسہ میں کی ہے قطب الدین عبد الوالی کو لخت جگر نور بصر مولوی حافظ قطب الدین سلمہ کے عنوان سے تعبیر کیا ہے
لیکن اس موقع پر چونکہ عبد الوالی کو ایک موقر صورت میں ظاہر کرنا تھا اسلئے اسکے لیئے وہ عنوان اختیار کیا جو
مولوی عبد العزیز اور مولوی محمد عبد الہادی وغیرہ کے لئے اختیار کیا ہے یعنی اسکو مولوی قطب الدین عبد الوالی
صاحب لکھا۔ نیز انہوں نے تفصیل اسماء کے بعد دیگر حضرات فرنگی محل بھی تشریف رکھتے تھے کا فقرہ بھی اضافہ
فرمایا۔ تاکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ اس جلسہ سے کوئی عالم فرنگی محل متخلف نہ تھا حالانکہ ہمارا خیال ہے کہ مولوی
عبد الحمید صاحب اور مولوی عبد المجید صاحب اور مولوی محمد اسلم صاحب اس سازشی جلسہ میں شریک یا اسکے رائے
کے ساتھ متفق نہ ہونگے اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ ان حضرات نے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر نہیں کیا اگر یہ حضرات
بھی شریک تھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ عبد الوالی وغیرہ کے نام لیئے جائیں اور ان حضرات کے نام چھوڑ دیئے
جائیں۔ پھر مولوی صاحب نے ضمیمہ میں لکھا ہے۔ موجودہ حضرات میں سے اکثر کی رائے سے امور طے پائے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بعض کی رائے خلاف تھی۔ مگر نہ حضرات مخالفین کا نام لیا تاکہ یہ معلوم ہوتا کہ اختلاف کرنے والے

۸۲

کس حد تک گئے تھے اور نہ یہ بتلایا کہ انھوں نے کن امور میں اختلاف کیا اور کن وجوہ سے اختلاف کیا بس یہ لکھدیا کہ اکثر کی رای سے یہ امور طے پائے۔ تاکہ مخاطب کو دھوکا ہو جائے اور وہ سمجھ جاوے کہ جلسہ کا فیصلہ ضرور نافذ ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب اس سے ناواقف نہ ہوں گے کہ ایسے امور میں قلت و کثرت عدد کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ علم و دین سلامت فہم کا اعتبار ہوتا ہے کیا اس جلسہ میں ایک عالم اور دو جاہل ہوں۔ انمیں جہلا کی رای پر فیصلہ ہو سکتا ہے یا ایک مدبر عاقل اور تجربہ کار ہو اور پچاس نافہم اور ناتجربہ کار تو ان پچاس کی رای ایک مدبر عاقل تجربہ کار کی رای پر غالب آسکتے ہیں ہرگز نہیں بس یہ مولوی صاحب کی صریح تلبیس ہے۔ اسپر ممکن ہے کہ مولوی صاحب کی جانب سے یہ کہا جاوے کہ جلسہ میں میری مولوی مخالفت نہ تھا۔ اور میں نے صرف ایک سیاسی امر میں اختلاف کیا تھا اس بنا پر میں نے لکھا ہے کہ اکثر کی رای سے امور طے ہوئے تب بھی مولوی صاحب کا دامن تلبیس کے دھبے سے پاک نہیں ہوتا کیونکہ مولوی صاحب بھی سمجھتے ہیں کہ اس اختلاف میں حق میری جانب تھا اور سب غلطی پر تھے مگر یہ سمجھکر بھی انھوں نے اس جلسہ کی اہمیت کو ظاہر کیا ان کو چاہیئے تھا کہ وہ یہ لکھتے کہ یہ جلسہ چند بے سمجھ اشخاص کا جلسہ تھا اس لیے اس کو کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور عار تلبیس کو گوارا فرمایا۔ ان وجوہ سے ایک معاملہ فہم اور صاحب بصیرت شخص کو مولوی صاحب کی روش کے متعلق کوئی شبہ نہیں رہتا اور وہ سمجھ سکتا ہے کہ مولوی صاحب بھی اس مخرب دین پارٹی میں شریک نہ صرف شریک بلکہ اسکے قبلہ و کعبہ مرشد ہیں مگر ہم صرف اسپر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ بنظر احتیاط یہ چاہا کہ خود مولوی صاحب سے خط و کتابت کر کے اُنکے خیالات معلوم کریں اور اندازہ کریں کہ جو فتنہ دین میں اس پارٹی نے برپا کیا ہے اسمیں مولوی صاحب کا بھی حصہ ہے۔ یا نہیں اگر ہے تو کسقدر ہے اور اسکے ساتھ ہی اُنکی علمی و دینی حالت کا بھی اندازہ ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ وہ صرف خاندانی مولوی ہیں یا ان میں مسلمانوں کی رہنمائی کی واقعی قابلیت ہے۔ اور اس بنا پر ہمنے مولوی صاحب کی خدمت میں نہایت تہذیب کے ساتھ چند سوال بھیجے۔ ان کا جواب نہ آنے پر۔ تاکیدی خط بھیجا اسپر مولوی عبد الماجد کی طرف سے جواب آیا۔ اس جواب پر تنقیحات قائم کر کے پھر مولوی صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا اس کا جواب نہیں آیا۔ جواب نہ آنے پر پھر تاکیدی خط لکھا گیا جسکو مولوی صاحب نے واپس کر دیا۔ الغرض ہم نے مولوی صاحب کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری چار خط بھیجے مگر مولوی صاحب نے ایک کا جواب دینا بھی پسند نہ کیا۔ ان چاروں خطوں میں سے خط نمبر ا۔ اور نمبر ۳ میں ہم نے

۸۳

رجسٹری جواب کے لئے ٹکٹ بھی رکھدیئے تھے جن میں سے ایک جواب کے ٹکٹ وصول ہو گئی اور دوسرے جواب کے ٹکٹ وصول نہیں ہوئے۔ نہیں معلوم جرمانہ میں ضبط ہو گئے یا کچھ اور معاملہ ہے۔ اب ہم اس خط وکتابت کو بلفظہا درج کرتے ہیں۔ ناظرین اس کو نہایت غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

(ہمارا پہلا خط بنام مولوی عبدالباری جبا جوکہ رجسٹرڈ روانہ کیا گیا)

مکرم بندہ جناب مولوی عبدالباری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گو احقر کو جناب سے نیاز حاصل نہیں ہے لیکن چونکہ مسئلہ شرعی دریافت کرنے کے لیے کسی شناسائی کی ضرورت نہیں ہے اسلئے تکلیف دیتا ہوں کہ جناب سوالات ذیل پر غور فرما کر انکے شرعی جوابات سے ممنون فرماویں۔ نیز اگر تکلیف نہو تو مدرسہ نظامیہ کے درجہ اجتہاد کے دیگر اراکین ونیز ان حضرات کے جوابات لیکر ارسال فرماویں جنہوں نے بہشتی زیور کی مخالفت میں جلسہ کیا تھا اور ممنونیت کا مزید موقع دیں ورنہ ان حضرات کو الگ تکلیف دینی ہوگی۔ والسلام۔ خاکسار حبیب احمد از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔ امید کہ جواب سے جلد سرفراز فرماوینگے۔

استفتاء

(۱) بہشتی زیور مسلمانوں کے لیے شرعاً وعقلاً مفید ہے یا مضر مدلل بیان فرمایا جائے۔ (۲) ہر دو صورت اسکی اشاعت کو روکنے والوں اور اسلامی ریاستوں سے اسکے داخلہ کی ممانعت کی درخواست کرنیوالوں کا شرعاً کیا حکم ہے مدلل ارشاد ہو (۳) جس ریاست میں ہندوؤں کی مذکورہ ذیل رسمیں تاجپوشی کے زمانہ میں عمل میں لائی جاتی ہوں (۱) رئیس کا دوسرے شخص کی انگلی کے خون سے اپنے ماتھے پر تلک لگوانا۔ (ب) بیرونی عورتوں کا گیت گانا اور رسمیں ادا کرنا اور رئیس کی پیشانی پر چاولوں وغیرہ کا تلک لگانا (ج) مشعلوں کی تعظیم کے لیے اُٹھنا۔ الیٰ غیر ذالک۔

ایسی ریاست شرعاً اسلامی ریاست کہلا سکتی ہے یا نہیں اور اسکے رئیسوں کا شرعاً کیا حکم ہے سوجہ بیان فرمایا جائے۔ (۴) مسلمانوں کو بالخصوص ان لوگوں کو جو بہشتی زیور کی مخالفت کرتے ہیں ایسی ریاست کے ساتھ بحکم شرع کیا برتاؤ کرنا چاہیے مدلل بیان فرمایا جائے فقط رجسٹری جواب کے لئے ٹکٹ ارسال ہیں۔

(نوٹ) اس کا جواب ایک عرصہ تک کچھ نہ آیا۔ تقاضائے جواب دوسرا تاکیدی خط بذریعہ رجسٹری روانہ کیا گیا۔ جوکہ درج ذیل ہے۔ (باقی آئندہ)

۸۴

اُصول و مقاصد رسالہ ہذا و ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) اس رسالہ کو مناظرہ و مباحثہ و سیاسی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۳) کوئی مضمون مسلک اہل حق کے خلاف شائع نہ ہوگا۔

(۴) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوا کریگا۔

(۵) کسی ماہ کا رسالہ مع ٹی کے اڑہائی جزو سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑہ جایگا۔ قیمت سالانہ عہ ہے۔ امسال بوجہ گرانی کاغذ عہ کی گئی ہے۔

(۶) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں سب حضرات خریداران کی خدمت میں سالہ وی پی جایگا اور ایک آنہ خرچ دیلو کا اضافہ کر کے عہ کا ویلو ہوگا۔ امسال عہ کا ویلو ہوگا۔

(۷) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ بھیجا جایگا وہ جب تک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دیں گے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جایگا۔

(۸) جو صاحب دو تین ماہ یا اسکے بعد خریدار ہوں گے اُن کی خدمت میں کل پرچے ابتداء یعنی رجب ۱۳۳۶ سے بھیجے جاویں گے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔

(۹) قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاویگی خواہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کی اجازت دیں ہاں اگر کوئی صاحب وسط سال میں رسالہ بند کرنا چاہیں گے تو بقایا قیمت واپس کر دی جاوے گی۔

(۱۰) رسالہ ہذا کی ترتیب مضامین میں (جماعت انتخاب تالیفات) مقیم خانقاہ تھانہ بھون مدیر کو معاونت فرما کر مشکور فرماتی رہے گی۔

(۱۱) الامداد کے متعلق جملہ تحریرات بنام مدیر ہونی چاہئیں۔

(۱۲) جواب کیلئے جوابی خط آنا چاہئے جو صاحب خریداران رسالہ ہیں براہ مہربانی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری ضرور لکھدیا کریں ورنہ جواب کی شکایت نہو۔

رفیق احمد مالک امداد المطابع و مدیر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

خریداران الامداد کی خدمت میں

ضروری اطلاع

آپکو معلوم ہے کہ آپکا الامداد اپنی چہار سالہ مدت ختم کر چکا ہی رجب ۳۷ھ سے اسکا پانچواں سال شروع ہوگا جن حضرات کا سال ختم ہو گیا ہی اُنکو رجب ۳۷ھ کا پرچہ بذریعہ ویلیو ارسال کیا جاویگا مجکو امید نہیں کہ الامداد کے ناظرین میں سے ایسے بھی ہوں کہ جو دنیا کے ہزاروں کاموں میں رات دن مصروف رہنے کے باوجود ایک ماہ میں کسی ایک دینی پرچہ پر نظر ڈال لینا گوارا نکریں اور اسکی خریداری سے انکار کر دیں تاہم بہ نظر احتیاط نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ جن صاحبونکو اسکی خریداری منظور نہو وہ صرف اس نیت سے کہ ایک مذہبی رسالہ کو ذرا سے تساہل سے بہت سا نقصان نہ پہونچ جاوے ایک کارڈ کے ذریعے سے خاکسار کو مطلع فرماویں تاکہ اُن کے نام رسالہ بذریعہ ویلیو روانہ نہ کیا جاوے اس صورت میں آنکا صرف ایک پیسہ خرچ ہوگا اور الامداد اس نقصان سے بچ جاویگا جو وی پی کی واپسی سے الامداد کو اُٹھانا پڑتا ہے جسکو وہ ابتک باوجود کاغذ وغیرہ کی گرانی کے برداشت کر رہا ہی ہمکو یقین ہی کہ ہمارے معزز ناظرین الامداد اس مختصر مگر ضروری گذارش پر توجہ فرماویں گے - اگرچہ کاغذ کی گرانی ابتک بدستور ہے مگر امسال باوجود انہیں گرانیوں کے قیمت میں ۸ر کی کمی کر دی گئی ہے یعنی بجائے [illegible] کے [illegible] کا وی پی ارسال کیا جاویگا +

(خاکسار مدیر)